تذکرهٔ شعرای کشمیر

سید حسام الدین راشدی

بخش دوم

اقبال اکادمی پاکستان

تذکرهٔ شعرای کشمیر
بخش دوم
سید حسام الدین راشدی

تذکرهٔ شعرای کشمیر

تذکرهٔ شعرای کشمیر

(تکمله تذکرهٔ شعرای کشمیر محمد اصلح میرزا)

— گردآورده —

سید حسام الدین راشدی

بخش دوم

(مشتاقی تا غیوری)

آبانماه ۱۳۴۶ خ

اقبال اکادمی پاکستان

۱۱۶ میکلوڈ روڈ ۔ لاهور

ناشر : ڈاکٹر محمد معزالدین
ڈائرکٹر اقبال اکادمی پاکستان
۱۱۶ - میکلوڈ روڈ ، لاہور

طابع : محمد زرین خاں

مطبع : زرین آرٹ پریس ، ۶۱ ریلوے روڈ لاہور

تعداد : ۱۰۰۰

طبع اول : ۱۹۶۸ع

طبع دوم : ۱۹۸۲ع

قیمت : ۵۱ روپے

خسروا !

شمایلی که، خداوند در تو، تعبیه کرد
خرد نیافت، در آئینهٔ خیال، نظیر

بظاهر ار شمرم، دهر را تو صاحب و شاه
بباطن ار نگرم، خلق را تو مرشد و پیر

بمکرمت، همه آفاق را، ملاذ و معاد
بمعدلت، همه اقبال را، معین ظهیر

خدا، ز انفس و آفاق، برگزید ترا
که کس، باین همه دولت، نبود جز تو جدیر

قسم، بقبضهٔ قدر کمان، قدرت حق
که با تو نیست، کس از روزگار، در یک تیر

بصورت، ارچه مشابه بود، ولی فرق است
ز غنچهٔ گل صد برگ، تا بعقدهٔ سیر

جهان مسخر، و طالع سعید، و عمر دراز
فلک مشاور، و دولت جلیس، و بخت مشیر

خزینه وافر، و لشکر فزون، و ملک آباد
قضا مطیع، قدر یاور، و خدای نصیر !

کشمیر !

- هوایِ او متنوع ، چو فکرت نقاش
زمین او متلون ، چو صفحهٔ تصویر
- بطرزهایِ گزین ، کارخانهٔ ابداع
به نقشهایِ عجب ، کارنامهٔ تقدیر
- غبار او ، بتوان خواند : چشم را دارو
گیاه او ، بتوان گفت : روح را اکسیر
- بتن موافقت آب او ، چو باده و گل
بجان مناسبت باد او ، چو شکر و شیر
- بپیش فیض نسیمش ، دم مسیح ، سموم
بنزد آب روانش ، زلال خضر ، غدیر
- گرو بمیکدهٔ عشق ، خانقاه ورع
بدل بنعرهٔ مستان ، صیحهٔ تذکیر
- نسیم او ، ز سر آب ، تیز میگذرد
که باد را ، نتوان داشت ، پایِ در زنجیر
- بجلوه هایِ فریب ، آهوان مشکینش
کشیده شیر دلان را ، بدام عشق اسیر
- ز بسکه ، مست کند ، نکهت ریاحینش
کنند ، دست حمایل ، بگردن نخچیر
- زمین او ، چو دل بیغمان ، طرب خیز است
سپهر کرده مگر خاک او ، بباده خمیر

ملک الشعراء فیضی فیاضی
رجب ۹۹۷ھ

فهرست مطالب

تعلیقات

عکس

۱۳-	دیوان صائب مکتوبه ۱۰۶۷ھ	انجمن ترقی اردو	کراچی
۱۴-	ترقیمه دیوان صائب ،،	،،	،،
۱۵-	مزار و باغ صائب	حسام الدین	اصفهان
۱۶-	مقبره صائب	،،	،،
۱۷-	مقبره صائب	،،	،،
۱۸-	مقبره صائب	آثار اصفهان	،،
۱۹-	سنگ مزار صائب	حسام الدین	،،
۲۰-	سنگ مزار صائب	،،	،،
۲۱-	آرامگاه شیخ یعقوب صرفی	کشمیر صوفی	
۲۲-	،، ،،	فارسی گویان کشمیر	دکتر تیکو
۲۳-	نمونهٔ خط شیخ یعقوب صرفی	،،	،،
۲۴-	آرامگاه ملا طیب	،،	،،
۲۵-	نمونهٔ خط ملا طیب	،،	،،
۲۶-	دور نمای خانقاه شاه همدان	Percy Brown	
۲۷-	خانقاه شاه همدان	Ram Chand Kak	
۲۸-	داخل خانقاه شاه همدان سرینگر	Percy Brown	
۲۹-	داخل خانقاه معلیٰ شاه همدان سرینگر	کشمیر صوفی	
۳۰-	خانقاه معلیٰ شاه همدان وانتیپور	کشمیر صوفی	
۳۱-	گنبد علویان همدان	D. Hill	
۳۲-	گنبد علویان	کشمیر صوفی	
۳۳-	آرامگاه سید علی همدانی ختلان	،،	
۳۴-	آرامگاه سید علی همدانی ختلان	،،	
۳۵-	سردر گنبد علویان همدان	،،	
۳۶-	قبر مولانا غنی زینه کدل سرینگر	،،	
۳۷-	قبر مولانا غنی	فارسی گویان کشمیر	دکتر تیکو
۳۸-	اوطاق منسوب بملا غنی سرینگر	کشمیر صوفی	

گذارش

راقم الحروف کے مرتب کردہ ـ تذکرۂ شعراء کشمیر ـ کی یہ دوسری جلد ہے جو حرف (ص) سے حرف (غ) تک ، ترپن (۱۲۱-۱۷۳) شعرا کے حالات اور کوائف پر مشتمل ہے .

مواد اور ترتیب کے لحاظ سے اس جلد میں وھی مقصد اور نکتہ نگاہ پیش نظر رھا ہے ، جو پہلی جلد میں اختیار کیا گیا تھا ، اور جسکا اظہار صراحتاً اسی جلد کی گذارش میں کردیا ہے . فراھمی مواد کے سلسلے میں ، جلد حاضر کے اندر ، حسب سابق ، میں نے اپنے پورے وسائل استعمال کئے ھیں ، اور کوشش کی ہے کہ کوئی ضروری اطلاع اور اہم سوانحی مواد سمیٹنے سے رہنے نہ پائے :

*　　　　*　　　　*

ویسے تو ھر ایک سوانح کے تحت خاصا مواد اکٹھا ھوگیا ہے ، لیکن بعض شعرا کے سلسلے میں بہت کچھ سمیٹ لیا گیا ہے . مثلاً :

صائب کے سلسلے میں نہ فقط سوانحی مواد فراہم کردیا ہے ، بلکہ اسکے دیوان کے (۳۷) ایسے خطی نسخوں کی نشاندھی کی ہے جو ، یا تو خود شاعر کے اپنے خط میں ھیں ، یا اسکے شاگرد عارف تبریزی کے قلم سے لکھے ھوئے ھیں : یا پھر وہ نسخے ھیں ، جو کتابت کے لحاظ سے یا تو معاصر ھیں یا قریب العہد ھیں : اسی ضمن میں بعض نادر نسخوں کے

عکس بھی شامل کردئے ھیں : راقم‌الحروف کے خیال میں، صائب کا شاید ھی کوئی اھم دیوان اس فہرست میں شامل ھونے سے اب رہ گیا ھوگا . صائب کے مزار کے متعدد فوٹو بھی دئے ھیں اور گورستان صائب کے سلسلہ میں تاریخی معلومات اور تازہ ترین کیفیت بھی دے دی گئی ھے .

شیخ یعقوب صرفی کشمیر کا بہت بڑا شاعر ھے، اسکے حالات پہلی مرتبہ یہاں یکجا کئے گئے ھیں، اور یہی صورت حال طالب آملی کے سلسلے میں قارئین کو نظر آئیگی .

طغرائی مشہدی، تھا تو غیر کشمیری، لیکن کشمیر کو اسنے اپنا وطن بنالیا تھا، وھیں رھا وھیں وفات پائی اور وھیں دفن ھوا . کشمیر کے سلسلے میں اس نے متعدد رسائل لکھے ھیں اور بہت کچھ نظم کیا ھے . یہاں اسکے نہ فقط حالات یکجا کر دئے ھیں، بلکہ اسکے چار رسالے :

۱) تعداد النوادر
۲) رسالہ فردوسیہ
۳) رسالۂ تجلیات
۴) تذکرۃ الاتقیا

جو کشمیر سے متعلق ھیں، شامل کردئے گئے ھیں :

عرفی شیرازی، کشمیر پر جسکے لکھے ھوئے قصیدے کا یہ شعر :

هر سوخة جانے کہ بکشمیر در آید
گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید

ھمیشہ زبان زد رھیگا، اسکے حالات کی جمع آوری میں بھی کوئی کسر چھوڑی نہیں گئی ھے . بنیادی اور ضروری حالات فراہم کردئے ھیں،

نیز اسکے دیوان پر عبدالباقی نہاوندی کا لکھا ہوا مقدمہ اور ابوالفضل کا ایک خط — جو عرفی کے نام ہے — دے دیا ہے ۔ غالباً ابوالفضل کا یہ خط پہلی مرتبہ سوانح میں استعمال کیا جا رہا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ، حضرت مولانا شبلی علیہ رحمۃ کی نظر سے بھی نہیں گذرا، ورنہ وہ عرفی اور فیضی کے تعلقات کے ضمن میں ضرور استعمال فرماتے ۔

خواجہ عزیز، اس بر صغیر میں غالب اور اقبال کے درمیانی دور کا اہم شاعر ہے ۔ غالب کو دیکھا تھا ، اقبال سے مراسم تھے ، اور کشمیر انکا وطن تھا ۔ اگرچہ وہ کشمیر سے نکلکر لکھنؤ میں جا کر بس رس گیا تھا ، لیکن تعلقات اور خونی رشتہ کی وجہ سے آنا جانا اور کشمیر سے ربط ضبط آخر دم تک قائم رکھا ۔ کشمیر پر ایک قصیدہ اور ایک طویل مثنوی — ارمغان لاجواب — کے نام سے اور ایک مثنوی کشمیر کے تاریخ پر انکی تصنیف ہے ۔ منشی محمد الدین فوق مرحوم کو ایک مثنوی کے چند اشعار میسر ہوسکے تھے ، جو انہوں نے — مشاہیر کشمیر — میں دئیے ہیں ۔ میں نے اس جلد میں خواجہ عزیز کے تحت، انکی وہ دونوں مثنویاں اور قصیدہ، پورے کا پورا چھاپ دیا ہے ؛

امیر کبیر سید علی ہمدانی کی شخصیت، دینی خدمات اور روحانی تصرفات کے لحاظ سے ، کشمیر میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو اس بر صغیر میں، خواجہ معین‌الدین اجمیری رحمۃاللہ علیہ کی ہے ۔ اس بزرگوار کے سلسلے میں نہ فقط ، جتنا اہم مواد مہیا ہوسکا وہ یکجا کردیا ہے ، بلکہ انکا ایک رسالہ — منہاج العارفین — مکمل اور رسالہ — چہل اسرار — کا انتخاب دے دیا ہے ۔ علاوہ ازین انکے سلسلے کی کئی ایک اہم تصاویر بھی شامل کردی ہیں ؛

اس جلد میں دوسری اہم ترین کشمیری شخصیت ملا طاہر غنی کی آتی ہے . ملا موصوف ان دو چار کشمیری النسل فارسی گو شعرا میں سے ایک ہے ، جو کشمیر کے فارسی شاعری کی تاریخ میں ، بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں . ان کے حالات کا یہاں تقریباً پورے طور سے احاطہ کر لیا گیا ہے .

*　　*　　*

تیسری جلد، جو اسکے ساتھ ہی شایع ہو رہی ہے، (ف) سے لیکر (ی) تک کے شعرا پر مشتمل ہے ، اور یہ اس سلسلہ کی آخری جلد ہے . اسی تیسری جلد میں تینوں جلدوں کا انڈکس ، مصادر کی فہرست ، شعرا کی جدول ، اور پہلی اور تیسری جلد سے متعلق بقیہ عکس اور نقشے، شامل کردئے ہیں .

فراھمی مواد کے سلسلہ میں بہت سے دوستوں نے میری امداد کی ہے، جنکا احسانمند اور سپاس گذار ہوں . خاص طور پر مشفق خواجہ صاحب (انجمن ترقی اردو)، ھدایت‌الله صاحب (نیشنل میوزم) ، محمود بیگ صاحب (ناظر کتبخانہ آثار قدیمہ) اور جناب محمد صدیق صاحب (نیشنل آرکائیوز) کا بیحد ممنون ہوں . ان حضرات نے خطی کتابوں کی فراھمی میں میری مدد کی اور تصاویر کے ضمن میں کئی ایک اہم تصویریں مہیا کردیں :

*　　*　　*

میرا یہ دعویٰ تو نہیں ہے کہ جو شعرا ان جلدوں میں آگئے ہیں ، ان کے حالات پر یہ کتاب — حرف آخر — کا حکم رکھتی ہے ، لیکن اتنا عرض کرنے کی اجازت ضرور چاہتا ہوں کہ میں نے مستند اہم اور ضروری مواد زیادہ سے زیادہ یکجا کردیا ہے ، اور کام کرنے والوں کے لئے تحقیق

کی دشواریوں کو آسان اور سہل تر بنا دیا ہے — اور ویسے بھی انسانی ہاتھوں سے کون سی اور کب کوئی ایسی چیز تشکیل پائی ہے جسے — حرف آخر — کہا جا سکے ؟

میں اگر چاہتا تو کوتاہ قلمی ، گریز ، اور چشم پوشی سے بہت کچھ کام لیکر تذکرے کو مختصر بلکہ مختصر تر بنا سکتا تھا ، لیکن ایک تو کشمیر ویسے بھی ہماری عزیز ترین متاع ہے، اور دوسرا یہ کہ یہ موضوع — جو ہمارے ماضی کی علمی وراثت اور روایت کی شاندار بلکہ ایک غیر دریافت شدہ دنیا لئے ہوئے ہے — ایک ایسی داستان کی حیثیت رکھتا ہے ، جو لبوں تک تو بارہا آتا رہا ، لیکن کبھی سنایا نہیں گیا ہے اور نہ کبھی سنا گیا ہے . یہی وجہ ہوئی کہ مجھے اپنی کئی دوسری مصروفیات اس عرصہ کے اندر، یکسر ترک کرکے، جو کچھ معلوم ہو سکا، اسکو ایک سانس میں کہہ ڈالا ہے . اور پھر سچ تو یہ ہے کہ اس داستان شیرین کے سننے اور سنانے میں اپنے ذاتی — ذوق حضوری — کا بھی کچھ نہ کچھ عمل دخل ہے :

بحرف میتوان گفتن ، تمنائی جہانی را
من از ذوق حضوری، طول دادم داستانی را

* * *

داستان کے اس طوالت کی ذمہ‌داری، علاوہ ازیں، میرے شفیق دوست جناب ممتاز حسن صاحب اور میرے دوسرے کرم فرما جناب بشیر احمد صاحب ڈار کے علمی ذوق اور تحقیقی شغف پر بھی عائد ہوتی ہے . اگر یہ دونوں بزرگوار تائید اور ہمت افزائی میں تھوڑی سی کوتاہی کرتے یا خفیف سی سرد مہری

برتنے ، تو یہ کام کبھی بھی موجودہ صورت میں سرانجام نہیں پا سکتا تھا۔ لہذا تحسین ــ جسکی جنس یہاں بہت ہی کمیاب بلکہ نایاب ہے، اور جسکا ظہور معجزے سے کم اہمیت نہیں رکھتا ــ اگر مل سکتی ہے تو اسکے حقیقی مستحق بھی دو حضرات ہیں : باقی رہا راقم‌الحروف، سو وہ اپنے قارئین سے فقط اسکا متمنی اور متوقع ہے کہ جو کچھ کتاب کی غلطیاں اور میری کوتاہیاں انکی نگاہ جز رس تک پہنچ سکیں ، اس کی اطلاع عنایت فرما دیں ، تاکہ کسی موقع پر ــ اگر ممکن ہو تو ــ اسکی تلافی کی جا سکے .

* * *

پہلی جلد کی طرح کتاب کا یہ حصہ بھی اعلی حضرت محمد رضا شاہ پہلوی شاهنشاہ آریا مہر اور علیا حضرت فرح پہلوی شہبانوی ایران کی تاجپوشی کے مبارک اور تاریخی موقعہ کی یادگار میں شایع کیا جا رہا ہے !

بهر بلبل تحفهٔ دیگر ، بدست ما نبود
بوی گل ، در دامن باد صبا ، پیچیده‌ایم

سید حسام‌الدین راشدی

کراچی

۱- فروری ۱۹٦۸ میلادی

تذکرهٔ شعرای کشمیر

۱۲۱ـ صافی، ابوالقاسم خان

● گل رعنا : در شرح حال صوفی دارد: خلف رشید او (صوفی) ابوالقاسم خان ، صافی تخلص میکند . صوفی صافی ترکیب تخلص پدر و پسر خوب واقع شده . صافی خیلی متواضع و خلیق است ، گاهی فکر شعر میکند . ازوست :

بیا مطرب ! شب تار است امشب سخن از زلف دلدار است امشب

ابوالقاسم خان ، همراه شاه درانی (۱) بسر میبرد ، و برادر خورد اعیانی او ، نورالدین محمد خان (۲) ، از جانب خان درانی بنیابت حکومت کشمیر پرداخت .
(ص ۸-۷)

● روز روشن : صافی ابوالقاسم خان خلف نواب ابوالبرکات خان صوفی دهلوی بود .
(همین یک شعر دارد ص ۳۷۷)

● نگارستان کشمیر : بعد از وفات ابوالبرکات خان ، ابوالقاسم خان در کشمیر ماند و در سال (۱۱۶۵ه) کشمیر را بقبضهٔ خود آورد . کشمیر از مرکز دهلی رابطهٔ بلادستی قطع کرده آزاد شد . و در همان سال احمد شاه ابدالی وقتیکه بلاهور رسید عبدالله خان ایشک اقاسی را برای تسخیر کشمیر فرستاد و ابوالقاسم شکست خورد و گرفتار شده، عبدالله خان اورا بحضور احمد

۱ـ احمد شاه درانی والیٔ افغانستان (متوفی ۱۱۸۶ه)

۲ـ غالباً مقصود از نورالدین خان بامیزئی است که سه بار بحکومت کشمیر رسید و بار سوم در (۱۱۸۱ه) آمد و در سال (۱۱۸۲ه) در جمون جهان را پدرود گفت .

شاه فرستاد . او در کابل از حسن سیرت مقبول نظر احمد شاه پادشاه گردید و همان جا بقیه زندگانی را بسر برد . این رباعی ازوست :

بر دور عارضت خط ایمان نوشته اند — یا بوستان بگرد گلستان نوشته اند
ننوشت همچو من کسی اوصاف زلف تو — جمله نوشته لیک پریشان نوشته اند

از سال (۱۱۶۶هـ) کشمیر ضمیمه سلطنت افغانان گشت . (ص ۲۲۰)

۱۲۲ـ صالح ، کشمیری

● صحف ابراهیم : محمد صالح ، صالح تخلص کشمیری . ظهورش اواسط عهد عالمگیری است . صاحب دیوان مختصر است . (۲۱۵ ب)

۱۲۳ـ صانع ، دوست محمد

● گل رعنا : میر دوست محمد ، پدر میر محمد علی رائج سیالکوتی ــ که ذکرش در حرف راء مهمله بقلم آمد ــ بجودت طبع مشهور بود . گاه گاه فکر شعر میکرد : از منظومات اوست :

رنگ بیهوشیٔ دل ، ریخته ، از دست کسی — می بخون جگر آمیخته ، از دست کسی
بپایٔ برق ، هم نتوان رسیدن ، در حریم او — ره دور و دراز است ، ای کبوترا بال و پر مشکن
(ص ۶۹۲)

● شمع انجمن : صانع ، میر دوست محمد از زمرهٔ سخن سنجان زمان بود . پدر رائج سیالکوتی است . از وی آمد : بپای برق .... الخ (ص ۲۶۰)

۱۲۴ـ صائب ، میرزا محمد علی

● نصرآبادی : اسم شریف ایشان محمد علی است ، و والدش از کدخدایان معتبر تجار تبارزه اصفهانست . از کمال علو فطرت و نهایت شهرت

محتاج بتعریف نیست. انوار خورشید فصاحتش چون خرد خورده بین عالمگیر، و مکارم اخلاقش چون معانی رنگین دلپذیر. خامه یگانه دو زبانش، بتحریک سه انگشت، بچهار رکن آفاق و شش جهت، پنج نوبت کوفته. و گنجینهٔ غیبی را از گوهر معانی روفة. مراة ظاهر و باطن را، بصیقل همواری از زنگ کدورت زدوده، و باب قبول بروی خویش کشوده، در خاک بیزی بدن عنصری گوهر شریف انسانیت یافته.

در اوان شباب، بهند شتافته، از امرا خصوصاً ظفر خان مهربانی بسیار یافته، بجانب عراق مراجعت نموده. پادشاهان همگی اورا معزز میداشته اند.

الیوم در اصفهان توطن دارد، و عموم خلایق از صحبتش فیض وافر میبرند. از دریای خیال، بغواصی فکر و تامل، لالی بیقیاس بدر آورده، آویزهٔ گوش مستمعان میسازد. چنانچه کلیات وی قریب بصد و بیست هزار بیت است: این ابیات درین صحیفه مرقوم شد.

(۵۷ اشعار دارد ص ۲۱۷ ــ ۲۲۰)

● کلمات الشعرا: در ملک اصفهان کوس رستمی مینواخت. در تمام عالم آوازهٔ شهرت اشعار گوهر عیار خویش انداخته. از زمان که زبانی بسخن آشنا شد، چنین معنی یاب، خوش خیال، بلند فکر، بر روی عرصه نیامده:

درحین حیات دیوانش مشهور و اشعارش عالمگیر بود. خوندگار روم وغیره پادشاهان، در نامه های خود از والی ایران درخواست دیوان او میکردند، و شاه برسم تحفه‌گی و هدایا میفرستاد.

در عهد شاهجهان بهند آمده بود، و بمنصب لائق و خطاب ـ مستعد خان ـ مفتخر و مباهی گشته. با ظفر خان درکابل بود. همراه او تا دکن سیر کرد،

باز بولایت رفت ; با نواب جعفر خان نیز دوستی داشت . از ولایت این بیت بنواب نوشت :

دور دستان را، ببخشش یاد کردن، همت است ورنه ، هر نخل بپای خود ، ثمر میافگند

نواب پنج هزار روپیه صله این بیت بزودی فرستاد .

قدرت سخن آفرینی و حدت طبع بحدی داشت که ، روزی -راقم- تخلص که یکی از شاگردان او بود ، مصرعی مهمل اینطور گفته آورد :

از شیشهٔ بی می ، می بی شیشه طلب کن

میرزا صائب بدیده پیش مصرع رساند :

حق را ز دل خالی از اندیشه طلب کن

وقتی که با یاران در راهی میگذشت ، سگی نشسته دید . حالت سگ این است که در وقت ایستادن سرنگون و گاه نشستن سر بلند میشد . مصرعی بدیهه بر زبان راند :

سگ نشسته، ز ایستاده سرفراز تر است

بعد ازان بی تامل پیش مصرع رساند :

شود ز گوشه نشینی، فزون رعونت نفس

در پیش مصرع -فغانی- تصرفی بجا کرده :

ببویت صبحدم، نالان بگلگشت چمن رفتم نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

باعتقاد فقیر اکثر پیش مصرع همچو رسانده، که اگر دیگری ناسخ زند نتواند رساند . چنانچه گفته :

لاله درکوه بدخشان گر نباشد ، گو مباش شمع بر خاک شهیدان گر نباشد ، گو مباش
شانه در خط معنبر ، ای صنم ! داخل مکن در خط استاد بیموجب قلم داخل مکن

همچنین کارستان در سخن بسیار کرده است . استاد البشر بود . . . . . (۱)

۱- بعد ازین ۲۲ ابیات دارد .

میرزا صائب اشعار دلپذیر عالمگیر بسیار دارد و تا کی نوشته آید .

روزی در مجلس میر معز موسوی خان نشسته بودم ، سوداگری از ولایت آمده ، ظاهر ساخت که : میرزا صائب وفات یافت ! میر معز وغیره اعزه که آنجا حاضر بودند ، افسوسها خوردند . فقیر گفت :

صائب وفات یافت !
ه۱۰۸۱

تاریخ رحلتش بی کم و زیاده میشود . میر حساب کرد درست آمد . فرمود: مگر پیش از مرگش فکر کرده بودی ! گفتم : دو سال پیش ازین، تاریخ فوت حکیم :

صاحب وفات یافت !
ه۱۰۷۹

یافته بودم . در یا تفاوت دو سال لحاظ نموده فی‌الفور گفتم!. بهر دو تاریخ تحسینها کرد !

گویند: مرقدش در باغیچه پر از ریاحین بر کنار رود واقع است . صاحب سخنی دران جا رسیده این بیت نوشت :

ای صبا ! آهسته پا بر برگهائی غنچه نهه پاسبانانند گلها ، صائبا خوابیده است !
(ص ۱۱۰—۱۱۲)

قاقلان بیگ سپاهی . . . همراه ایلچی هند بایران رفته با صائب وغیره شعرای آنجا صحبت داشته . یک بیت صائبا را بالمشافه تحسین کرده بهند آورده ، پیش مرزا محمد علی ماهر نقل کرد و ایشان پیش فقیر :

مجنون بر یگ بادیه ، غمهای خود شمرد بهاد زمانهٔ که ، غم دل حساب داشت

میرزا صائب ازین هم شعرهای خوب دارد ، اما او را همین خوش آمد :
(ص۸۰)

عامل : از شاگردان میرزا صائب است : یک بیت او از میر معز شنیده شد . . .
(ص۱۳۰)

غنی : میگویند صائب برین بیت او (غنی کشمیری) آنقدر رشک میبرد ، که گفت : ای کاش ! آنچه درین عمر گفته ام بآن کشمیری میدادند و این یک بیت بمن میدادند :

حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر　　دام همرنگ زمین بود ، گرفتار شدم

حکیم صائب از روی° این شعر معنی پیدا کرد، و فقیر نیز. هر دو نگاشته میآید . صائب :

خط سبز ، آفت جان بود نمیدانستم　　دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

سرخوش :

خوردم ز خط فریب جمال عذار او　　همرنگ سبزه بود لباس شکار او
(ص ۱۲۰)

قاسم مشهدی : از شاگردان رشید میرزا صائب است : (ص ۱۵۲)

معز موسوی: درین بیت قصیدهٔ میرزا صائب ـ که در تعریف عمارت ـ گفته:

چون لباس غنچه تنگی میکند بر دوش گل　　بر شکوه این عمارت پرنیان آسمان

روبرو دخل کرد که ، دو بر در مصرعین خلاف محاوره است . صائب بعد مباحثهٔ بسیار معترف شد .

همین قسم روزی صائب این مصرع برخواند (۱) :

عیبی بعیب خود نرسیدن نمیرسد

۱ـ در چاپ لاهور است : روبروی° او در پیش مصرعه دخل بجا کرد و نادرست وا نمود . صالبا بتامل بسیار بر قبح این بیت مطلع شد و قائل گشت . فقیر چنین درست کرده بر خواند ! فرمود که : حالا درست شد :

چون لباس غنچهٔ نشگفتهٔ تنگی میکند　　بر شکوه این عمارت پر نهان آسمان (ص۹۸)

محمد سعید اشرف گفت : یک پای' دیگر میخواهد ! یعنی : ـ عیبی با بعیب نرسیدن نمیرسد ! ـ

صائب آن را بعد از رد و بدل بسیار قبول کرد. (ص ۱۶۰)

● مراةالخیال : میرزا صائب تبریزی ، سر آمد مستعدان و سر دفتر رموز دانان عصر بوده. چنانچه بمدد فکر رسا و طبع وقاد و دل دانا و خاطر ارجمند و نظر دقیق و کمالات دلپسند و مضامین تازه و معانی' نازک و اندازهای' بلند و تلاشهای' بجا و درستی' الفاظ و استخوان بندی' حروف، حسن سخن را بمدارج اعلی صعود بخشید و کوس بلند آوازگی بر مسند نشینان انجمن سخن سرای زد.

در عنفوان شباب برسم تجارت بهندوستان رسید، و در شهر شاهجهان‌آباد ــ که باغ بی خزان هند را بمثابهٔ نشیمنی پادشاهانه است ــ بملازمت صاحبقران ثانی سرفراز گشت، و بمدد طالع در نظر ایستادهای' پایهٔ سریر خلافت سر افرازی و اکرام یافت. هزاری منصب و خطاب ـ مستعد خان ـ تجویز شد. ولیکن در گرفتاری' حب الوطن بحب جاه نپرداخت ، و راحت بدن را بر تعبهای' ملازم پیشگی مرجع ساخت.

با ظفرخان سبزواری ـ که از امرای' عمده بود ـ بنا بر اتحاد مذهب صحبتش برار گردید. و از اتفاقات ، هم دران ایام ظفر خان بصوبداری کشمیر مقرر شد. صائب نیز رفاقت اختیار نمود ، و از فیض هوائی آن گل زمین نضارتها بچمن طبع رنگینش عارض گردید.

روزی در مجلس ظفر خان، جوانی از اهل کشمیر ، که بعلت مشائخه اشتهار داشت ، حاضر بود. صائب اشعار میخواند و مردم از هر طرف درج دهان

بصلهٔ جواهر تحسین و آفرین کشاده بودند. درین اثنا بر زبان آن جوان گذشت که: قدما پیش ازین جمله مضامین عالی بسته اند! و شعرای زمان ما را، جز تغیر و تبدیل الفاظ، کار دیگری در سخنوری باقی نمانده! صائب تبسم کرده بدیهه این بیت بر روی وی بخواند:

اهل دانش، جمله مضمونهای رنگین بسته اند　　　هست مضمون نبسته، بند تنبان شما (۱)

ظفرخان بخندید و مبلغی کلی انعام فرمود.

چون صائب از سیر کشمیر فارغ گردید، عازم ایران زمین شد. و در اصفهان بخطاب ـ ملک الشعرای ـ شاه عباس ثانی سرفراز یافت.

از وارداتش هشتاد هزار بیت در یک جلد بنظر در آمده. و آنچه صورت ایراد میپذیرد، از گلهای چمن طبع او گونه، و از می دن اندیشهٔ او، نمونه ایست! . . .　　　(۲ بیت ص ۸۸ ـ ۹۰)

● ریاض‌الشعرا: میرزا صائبا، اسم شریف ایشان میرزا محمد علی است. از شعراء عالی مقدار و فصحاء بلاغت شعار روزگار بوده، و در طرز خود امام فن و در روش خویش مقتداء زمن است. صیت سخنوری او از قاف تا قاف جنهان رسیده، و خوان نعم کلامش از شرق تا غرب کشیده. متاخرین را باوی خیال همسری محال و دغدغه همسری را چه مجال.

مشهور است که: میرزا مرحوم مزبور در ایام طفولیت روزی باتفاق والد مرحوم خود، که اعاظم اصفهان بوده، بدوکان یکی از اهل‌الله ـ که بامر صحافی اشتغال داشته ـ وارد میگردد. آن ولی کامل کاغذ ریزها که از دم مقراض بریده در دکان ریخته بوده است، در کاسهٔ سریشی مخلوط نموده، نزد میرزا صائب میگذارد و اورا بخوردن

ا- این حکایت تذکرهٔ حسینی هم دارد. (ص ۱۹۰)

مینماید. و میرزا صائب نیز باشاره والد شروع بخوردن نموده، دو ثلث آنرا میخورد. و آن شیخ کامل بوالد میرزا میفرماید که: اگر همه خورده بوده، کلامش تمام عالم را میرسید! و الحال دو ثلث جهان صیت بیانش فرو خواهد گرفت! و الحق آن دلچسپی که در کلام میرزا مرحوم است، بسبب سریشم اولیاست، و الا ظاهر احوال میرزا، مقتضی این نبود که اینهمه حقائق و معارف از وی صدور یابد.

خلاصهٔ کلام آنکه میرزا صائب مرحوم تربیت ظاهر از حکیم رکنای مسیح کاشی مغفور یافته و صحبت حکیم شفائی زیور جمال شاهد کلامش بمدارج کمال عروج فرموده. در اوائل حال بهندوستان آمده، ظفرخان متوجه او شده، نهایت رعایت و دلجوی بوی نموده. و بملازمت شاهجهان پادشاه رسیده بمنصب هزاری بانعام بیست هزار روپیه سرفراز گردیده. در همان سال ترک نوکری نمود و باصفهان رجعت کرده. این غزل را در ایام توقف بهندوستان گفته:

خوشا روزی که (صائب) کام من در اصفهان سازم ز آب زنده رودش خامه را رطب‌اللسان سازم

بعد از مراجعت از هند، در ایران ترقی تمام در احوالش بهمرسیده. در زمان شاه عباس ثانی ـ ملک‌الشعرا ـ گردیده. در روز جلوس شاه سلیمان، که حسب الفرمان قضا جریان مامور بخواندن شعر خود شده بود، این مطلع را خوانده:

احاطه کرد خط، آن آفتاب تابان را گرفته خیل پری درمیان، سلیمان را

چون آن پادشاه مغفور در عین شباب و در کمال حسن بوده، از استماع این مطلع بتغیر شده. دیگر هرگز مادام حیات تکلم با میرزا صائب نکرد و شعر از وی نشنید.

کلیات میرزا بصد بیست و پنجهزار بیت میرسد. لیکن سوای غزل،

از اقسام دیگر شعر، چند قصیده در مدح شاه صفی و شاه عباس و شاه سلیمان و خلیفه سلطان و ظفرخان دارد، و دو سه رباعی، باقی تمام اشعارش غزلیات است. و اکثر افکار بلاغت آثارش منتخب و بلند، و بیشتر آن مرغوب و دلپسند است. تحریر بسیاری ازانها موجب اطناب کتاب میشد لهذا ازان جمله بقلیلی اکتفا نمود. باین چند بیت بس کرده شد (۱) (خطی)

● حسینی: ابر مطیر اوج گهر ریزی میرزا محمد علی تبریزی صائب، ایزد بخش لالی عدن معانیست و سواد بیاضش سرمهٔ اصفهانیست.

نقلست: روزی میرزا در ایام طفولیت باتفاق پدر ــ که از اعاظم تجار تبارزه اصفهان بوده، بدکان یکی از اهل الله ــ که بصحافی اشتغال داشته ــ وارد شد. آن ولی کامل کاغذ ریزهای که در دکان ریخته بود، در کاسهٔ سریش مخلوط کرده بمیرزا گفت: بخور! میرزا باشارت والد ثلث آن خورد، و شیخ بوالد میرزا گفت: اگر تمام خوردی کلامش تمام عالم را فرا گرفتی. حالا به ثلث جهان خواهد رسید. کلیات میرزا متجاوز از لک بیت است.

در عهد شاهجهان پادشاه بهند آمده از پیشگاه خلافت به منصب شایسته و خطاب ـ مستعد خانی ـ عز امتیاز یافته. ظفرخان مالک این بیت:

زهدخشکم، چنگ ونی را، درخروش آورده است توبهٔ من، خون مینا را، بجوش آورده است

و خواجه ابوالحسن تربتی مالک این بیت:

باده عمر خضر میبخشد، گل پیمانه را سرو مینا سبزوار و گلشن میخانه را ـ

همگی همت بقدردانی میرزا بر گماشته اند، و دقیقه از دقائق مروت فرو

۱ـ شش صد و بیست و یک (۶۲۱) بیت دارد.

نگذاشته . چنانچه ازین ابیات میرزا استفاد میشود :

کلاه گوشه بخورشید و ماه میشکنم . . . الخ (۱)

در هنگامیکه خان موصوف را صوبه داری کابل و کشمیر مفوض شد ، میرزا صائب را نیز با خود برداشت . . . (۲)

روزی ، در مجلس خان معزالیه میرزا صائب و ابو طالب کلیم از اشعار خود میخواندند ، که خان مومی الیه فرمود که: بیتی در صفت لبی که زخم دندان داشته باشد ، طرح باید نمود . اول کلیم این مطلع بر بدیهه گفت:

زخم دندان، خوب تر کرد، آن لب پر خنده را حجت آری عیش میباشد عقیق کنده را

اهل مجلس تحسین و آفرین کردند . باز میرزا صائب گوهر این شعر سفت :

باشد بلبش نشان دندان نقشی که بمدعا نشیند

مجلسیان تحسین و آفرین بلیغ نمودند ، کلیم تاب نیاورده گفت :

پیش ازین جوهریانی که ، درین بازار اند قیمت رشته بردن بر بود از گهر ما

میرزا صائب برخود بپیچید و این شعر بگفت :

تیره روزی بین که، میخواهد (کلیم) بیزبان پیش شمع طور، اظهار زبان دانی کند

کلیم دست بخنجر گذاشت میرزا نیز مستعد جنگ شد . خان موصوف گفت: آخر این عرصهٔ اشعار است نه میدان کارزار ! و باهم صلح داد .

نقلست : در آغاز طنطنهٔ شاعری میرزا، شاعری امتحاناً مصرعی متضمن ترکیب با مربوط بسته آورد ، تا میرزا مصرعی دیگر برساند . مصرع خود اینست :

شمع گر خاموش باشد ، آتش از مینا گرفت

۱- رک : تحت احسن ظفر خان ـ اینجا هفت بیت داده شده .

۲- اینجا نقل آن کشمیری ثبت است که بعلت‌المشائخ مبتلا بود و بر میرزا اعتراض کرد .

میرزا بدیهه مصرع ثانیش رسانید :

امشب از ساقی ز بس گرمست محفل ، میتوان مینا گرفت

روزی ، میرزا خاصع که این دو مصرع بگوشش افتاده بود :

از شیشهٔ بی می ، می بی شیشه طلب کن !

دویدن ، رفتن ، استادن ، نشستن ، خفتن و مردن !

پیش میرزا صائب برخواند . میرزا بدیهه برای مصرع اول این مصرع رسانید :

حق را ز دل خالی از اندیشه طلب کن !

و به ثانی، این مصرع :

بقدر هر سکون راحت بود، بنگر تفاوت را !

من دیوان حقایق بیانه : (۲۸ بیت دارد ص ۱۸۸ — ۱۹۳)

● مجمع النفائس : میرزا محمد علی صائب . والدش از کد خدایان معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان بود . قافله سالار اهل سخن و سرگروه احباب فن است . ذات ستوده صفات او، در دارالملک معنی و شهرستان مثل بندی، بفصاحت بیانی مستغنی عن الالفانی کوس انا لا غیری زده. تعداد ابیاتش بقول نصرآبادی: بیکصد و بیست هزار رسیده . و ملا محمد سعید اشرف در قطعهٔ تاریخ وفات او ، که ماده‌اش این مصرعست :

بود بام مردن آقا رشید و صائبا

۱۰۸۱ه

از فرزندان شمس الحق گفته و ظاهرا مراد ازان جناب شمس الدین تبریزی

است . (قدس سره‌العزیز) و ملا سرخوش تاریخ وفات او :

صائب وفات یافت

۱۰۸۱ھ

یافته . ازواست :

رتبهٔ گفتار را حیرت تلافی میکند چاره خاموشیست شعری را که، از تحسین گذشت

و ابیاتی که می آید منتخب اشعاریست که خود میرزا صائب انتخاب زده در بیاض خود نوشته :

اگر از اهل ایمانی ، مهیا باش آفت را که دندان-میگزد پیوسته انگشت شهادت را

چه داند آن ستمگر ، قدر دلهای پریشان را که سازد طفل بازی گوش، کاغذ باد قرآن را

هر کس نکرد در گرو می کتاب را نگرفته است از گل کاغذ گلاب را

چون نی زمانه نیست تهی بند بند ما آه از نفس زیاده کشد دردمند را

بی قدر ساخت خود را نخوت فزوده ما را بر ما و خود ستم کرد ، هر کس ستوده ما را

باعث آزار شد ترک دل آزاری مرا تختهٔ مشق حوادث ساخت همواری مرا

بچشم عاقبت بین هر که خود را دید در دنیا بمیزان قیامت خویش را سنجید در دنیا

سخت میخواهم که در آغوش تنگ آرم ترا هر قدر افشردهٔ دل را ، بیفشارم ترا

بگمان فقیر آرزو بجای : سخت میخواهم، آرزو دارم ، بهتر است :

ک سبکباری ز همراهان کند غافل مرا بار هر کس بر زمین ماند ، بود بر دل مرا

چون صبح ، زندگانی روشن دلان ، دمی است اما دمی که ، باعث احیای عالمی است

شب که مجلس روشنی از طلعت جانانه داشت شمع پیش چشم دست از شهپر پروانه داشت

دل شکسته بقرب خدای راهبر است که شیشه چون شکنند در دکان شیشه گر است

از شناسائی حق ، لاف زدن نادانی است قسمت نقش ز نقاش همه حیرانی است

ترا ز جان غم مال ، ای خسیس! بیشتر است علاقهٔ تو بدستار بیشتر ز زر است

از شش جهتم همچو شرر سنگ گرفته است این بار جنون بر دل من ، تنگ گرفته است

چه غم اگر تهی از باده، جام و شیشهٔ ماست که چشم پر فن ساقی هزار بیشهٔ ماست

بامید چه از تن غافلان را جان برون آید بکشتن میرود، چون خونی از زندان برون آید

ساده لوحانی که رو در کنج عزلت کرده اند وعده گاه عالمی را نام خلوت کرده اند

بشهرت ناقص از کامل عیاران بیش میبالد کز انگشت شهادت، ماه نو بر خویش میبالد

تیغ سیراب تو ، فیض دم عیسی دارد خون ، اگر بر سر این آب شود ، بجا دارد

صدف، گرد یتیمی از رخ گوهر، نمیشوید ز بیم خشم ، روی طفل خود مادر همیشوید

عشاق را ، خرام تو ، از خویش میبرد سیل بهار ، هرچه کند، پیش میبرد

هر بلبل که، زمزمه بنیاد میکند
اول مرا ببرگ گلی، یاد میکند

سر شوریدهٔ من، هر نفس صد آرزو دارد
زهی ساقی که چندین رنگ می در یک سبو دارد

دو دل شوم چو بزلفش، مرا نگاه افتد
چو رهروی که، رهش بر سر دو راه افتد

دیدنت، باعث سرسبزی جان، میگردد
پسر در سایهٔ سرو قد تو، جوان میگردد

ز دست تنگ بر بی برگ دنیا تنگ میگردد
بره بیمار کفش تنگ صحرا تنگ میگردد

ز شکوه، گر لبم آن گلعذار میبندد
کسی ره بگریهٔ بی اختیار میبندد

در گلشنی که، بند قبای تو وا شود
چندین هزار پیرهن گل، قبا شود

از عزیزان، هست مارا با تو پیوند دگر
جای یوسف را نگیرد، هیچ فرزند دگر

کریم، سائل خود را غنی کند یکبار
دو باره لب نگشاید صدف «» بابر بهار

گل اندامی که، من دارم، نظر بر روی گلرنگش
ز رنگ آفتابی، آفتابی میشود رنگش

مخفی نماند که، در صحت قافیه این بیت سخنست. زیرا که لفظ رنگ بیک معنی مکرر آمده، لطف آنکه جناب میرزا صائب از راه بی پروای، این قسم جای دیگر نیز آورده، و غیب دان و نکته دان را در مطلعی، قافیه کرده. و حق پیش فقیر آنست که، چون میرزا (علیه‌الرحمه) قادر سخنست، لفظ گلرنگ و غیب دان جدا مقرر فرموده، با کلمه رنگ و نکته دان قافیه کرده. و همه کس را این معنی سزاوار نیست:

ز دل برون نرود چشم آشنا رویش
سزی بدامن مجنون نهاده آهویش

چشم کشایش از خلق، نبود بهیچ بابم
در بزم بی سوادان، لب بسته چون کتابم

در هر که ترا دید بحسرت نگرانیم
عمریست که، ما زنده بجان دگرانیم

نوشها درجست در نیش عتاب آلودگان
نشه دارد حق بیداری بخواب آلودگان

هر چه بخشد عالم ناساز، میگیرد ز تو
غیر عبرت، هر چه گیری باز میگیرد ز تو

چون گنهگاری که، هر ساعت ازو عضوی برند
چرخ سنگین دل کند، هر دم ز من بازی جدا

دست و دلم، ز دیدنت از کار رفته است
بند قبا کشوده، در آغوش من بیا

دیده از خواب نبالیده، روان میگردی
گر بدانی، چه قدرها نگرانیم ترا

اگر تو، دامن خود را، بدست ما ندهی
ز دست ما نگرفته است کس، گریبان را

ز ناقصان بصیرت بلند پروازی
سر از دریچه برون کردن است، کوران را

مرغ بی بال و پری را میکند بی آشیان
هر که می آرد برون از کنج تنهائی مرا

دست از جهان نه شسته مکن، آرزوی عشق
کین نیست دامنی که، توان بی وضو گرفت

بی آرزو دلی است ، اگر مرحمت کنند
چیزی که ، از قلمرو امکانم آرزو است

کفارهٔ ، شراب خوریهای بیشمار
هشیار در میانهٔ مستان نشستن است

شور مرغان سحر ، حوصله سوز است ، امشب
گل بیدرد ، بروی که دگر خندیده است

در گوشهٔ تفس ، مگر از دل برآورم
این خارها که ، در دلم از آشیانه است

هر که دیده است ترا ، قدر مرا میداند
حسن سعی چمن آرا ، ز گلستان پیداست

بوی خون می آید امروز از لب میگون یار
تا بیاد او که دندان بر جگر افشرده است

بوی پیراهن ، ز مصر آمد بکنعان ، سینه چاک
عصمت یوسف ، حریف جذبهٔ یعقوب نیست

غیر از خدا که هرگز در فکر او نبودی
هر چیز کز تو گم شد وقت نماز پیداست

غیر ازین ، شکوه ازان دست گهربارم ، نیست
که مرا ، کرد بدریوزهٔ دامان محتاج

قسمت آدم شد از روز ازل سر جوش فیض
جام اول را بخاک ، آن ساقی رعنا فشاند

نماند از سردمهریهای دوران ، در جگر آهم
درختی را که ، سر ما سوخت ، دودش بر نمی آید

توتیا شد سنگ طفلان و جنون من بجاست
در کدامین ساعت سنگین ، دلم دیوانه شد

نیست افسوس ، بجانبازی پروانه مرا
گریهٔ ساختهٔ شمع کبابم دارد

تار و پود موج این دریا ، بهم پیوسته است
میزند برهم جهان را ، هر که یک دل بشکند

مزن ای شانه! بهم ، زلف دل آویزش را
که دریـن سلسله ، بسیار عزیزان هستند

سنگ باران کرد مالک را زلیخا از گهر
این سزای آنکه ، یوسف را ببازار آورد

آنکه ، در خانهٔ اغیار کمر باز کند
از کمر ، تیغ بکاشانهٔ ما ، بکشاید

احوال من مپرس که ، با صد هزار درد
میبایدم بدرد دل دیگران رسید

ازان آتش ، که زد درکوه و صحرا ، نالهٔ مجنون
هنوز ، از روزن چشم غزالان ، دود میخیزد

امسال هم نداد بهم دست ، خط یار
عشق جنون ما ، ببهار دگر فتاد

ز بس خاک ، خورد است خون عزیزان
بهر جا که ناخن زنی ، خون بر آید

پشیمانی ندارد جان بآن جان جهان دادن
یکی صد میشود آن زر که صرف کیمیا گردد

رنگ در آب و گلم ، گریهٔ خونین نگذاشت
لاله ، از تربت من ، زرد برون می آید

بعهد ما که آمیزش کدورت بار می آرد
عجب دارم که از پیوند نخل بارور گردد

قبای صورتی آب و گل نمازی نیست
ازین لباس بر آئید ، چون نماز کنید

هیچ کس منکر تحت الحنک واعظ نیست
این قدر هست که ، چسپان تر ازین میبایست

شد سخن ، در روزگار ما چنان کاسد ، که خلق
در شنیدن بر سخنور ، منت احسان نهند

با کمال سبکی ، بر دل خلق است گران
زاهد خشک بماه رمضان میماند

کاروان ها داشتم ، از جنس یوسف ، این زمان
نیست یعقوب مرا غیر از غباری در نظر

ای قاصد ! اگر نامه ز دلدار نیاری
از بهر تسلی ، ز زبانش سخنی ساز

چشم وا کردن، بروی بی وفایان، مشکل است
رفتیم ما ، ولی دل و جان ماند ، پیش تو
آه کان سرو گل اندام ، ز رعنائیها
بی سجده میکنند نماز جنازه را
گفتی: بمیر تا من از نو دهم حیاتت
عالم از دست حنا بسته نگارستانیست
نالهٔ مرغ گرفتار ، اثر هـا دارد
از مروت نیست ، کردن حق مارا ، پائمال
گر میزنم بهم کف افسوس ، دور نیست
پیش همت، از ادب دور است، تکرار سوال
منت ابر بهار است مرا ، بر خس و خار
نازی که داشتم بپدر، چون عزیز مصر
مدتی آدم ، گل نظارهٔ فردوس ، چیده
فشان ز داغ غریبی برشته تر گردد
نه ذوق بودن و نی روی باز گردیدن
ادب بود منظور ، نی تن پرستی
ز صد هزار پسر ، همچو ماه مصر ، یکی
گناه باده پرستان ، بتوبه نزدیکست
بوی گل از ادب ، نکند پای خود دراز
هرگز نبوده است ترا ، خواب صبحگاه
نمیدهی قدح بی شمار ، اگر ساقی
در خلوتی که ، آنکه بیدار بوده است
چه شیرینی است با لبهای آن شیرین پسر یارب
عمر دوباره یافت ، زلیخا و ماه مصر
در سرانجام سفر باش، که از سنگ مزار
بوسه دادی بلب جام ، و بدستم دادی
نظر بجانب من کن ، که چند روز دگر
آه ازان مغرور بی پروا، که از اهل هوس
مگر ذوق خود آرائی ، بر اندازد نقابش را
در آب چشم، میبینند مردم، صورت خود را

کاش! بودی در حریم بیضه ، راهی از قفس
از باز ماندگان ، خبری میگرفته باش
جامه را فاختهٔ کرده که نشناسندش
مگذار ، پیش مرده دلان، روی خود بخاک
ای روح بخش عالم ، من مردهٔ همینم
من درمانده ، به پیش که برم، مشکل خویش
خواهد افتاد بدام دگران صیادم
ما بخون ، دست ترا اول نگارین کرده ایم
بال و پری نمانده ، که بر یکدگر زنم
هر دو عالم را ازو ، یکبار میخواهد دلم
تا درین دشت ، من از آبله پایان شده ام
در غربت ، این زمان ز خریدار میکشم
ای بهشت عاشقان، آخر نه ما هم آدمیم
علاقه ما بقفس، بیش از آشیان داریم
چو خنده بر لب ماتم رسیده ، حیرانم
اگر خار، راه تو ، از پا کشیدم
چنان بود که ، چراغ پدر کند روشن
خدا پناه دهد ، از غرور هشیاران
در سایهٔ گلی که، بود خوابگاه تو
ما را بصد خیال فگنده است ، خواب تو
شمار قطرهٔ باران کن و پیاله بده
هرگز ز شرم بند قبا وا نکردهٔ
که پیغام زبانی را کند مکتوب سر بسته
اوقات به که ، صرف عزیزان کند کسی
خیمه بیرون زده خوش قافله سنگینی است
عمر باد و مزهٔ عمر ترا ، ای ساقی
غبار خط ، نگذارد که چشم باز کنی
مجلس می ، بر سر خاک شهیدان ، چیده است
وگر نه ، عاشق مسکین چه دارد رونمای او
درین ماتم سرا ، آئینهٔ دیگر نمیباشد

غریب بود محبت ، درین جهان خراب
داغ را در سینهٔ من، چون سپند، آرام نیست
در وصل، ازو توقع مکتوب ، میکنم
گر بدانی، چه قدر تشنهٔ دیدار تو ام
نیست با دیر و حرم ، دیدهٔ حق بین را کار
روشن دلان ، همیشه سفر در وطن کنند
بوی گل و باد سحری ، بر سر راهند
نهاد سخت تو، سوهان بخود نمیگیرد
روشن اگر وجود بود ، آرمیدگی
حاصل دلشکنی ، غیر پشیمانی نیست
بس جای که ، آهستگی آنجاست درشتی
خموش هر که شد از قیل و قال، وارسته است
نیست آسان خون نعمت های الوان ریختن
خاموش بی کمال ، چو هاروت بی صدا است
بر نقش پای مور بآهستگی خرام
گذشت خواجه و چون مرده عنکبوت هنوز
روی شگفته ، شاهد جان فسرده است
از ره رسم تکلف، خوشی از دلها رفت
بسا شکست کزان کارها درست شود
غمگین نیم که خلق، شمارند بد مرا
ازعصای خود، خطر دارند کوران، وقت جنگ
نقش پای رفتگان هموار سازد راه را
طومار درد و داغ عزیزان رفته است

مرا ، بخون جگر روزگار، پیدا کرد
این زمین گرم ، یاد از دشت محشر میدهد
بی طاقتی، مرا بدیار دگر کشید
خواهی آمد، عرق آلوده ، در آغوش مرا
کور از جستن در ، دست بدیوار کشید
استاده است شمع و همان گرم رفتن است
گر میروی از خود ، به ازین قافلهٔ نیست
وگر نه، پست و بلند زمانه، سوهانی است
آئینه است آب ، چو هموار میشود
مومیائی ، عرق خجلت سنگ است ، این جا
بی پرده کشد نرمیٔ گفتار، کری را
نمیزنند دری را که ، از درون بسته است
بر گریزان مکافاتست دندان ریختن
باشد ز پوچ گو بمراتب کشنده تر
زنجیر فیل مست مکافات تازه است
مگس شکار کنند پارهای آسایش
آواز خنده ، شیون دلهای مرده است
وسمت دست و دل خلق بمنزلها رفت
کلید رزق گدا ، پای لنگ و دست شل است
نزدیک میکند بخدا ، دست رد مرا
بی بصیرت از دلیل خویش مجرم میشود
مرگ را داغ عزیزان بر من آسان کرده است
این مهلتی که ، عمر دراز است ، نام او

(ص ۲۰۷ الف ۲۰۹ الف)

● سرو آزاد : صائب، میرزا محمد علی تبریزی اصفهانی . امام غزل طرازان و علامه سخن پردازان است . ازان صبحی که آفتاب سخن، در عالم شهود پرتو فشانده، معنی آفرینی باین اقتدار، سپهر دوار بهم نرسانده. چنانچه خود گوی دعوی در میدان می اندازد و میطرازد :

ز صد هزار سخنور، که در جهان آید   یکی، چو (صائب) شوریده حال، برخیزد

حامل لوای فصاحت ، منشأ اعلاء کلمه بلاغت. نور نجابت از خاصیهٔ کلامش پیدا ، و لمعهٔ شرافت از سیمای بیانش هویدا . فوج فوج مضامین برجسته منقاد جنابش ، خیل خیل معانی بیگانه بندهٔ حاضر جوابش . ذوق سلیم در حدیقهٔ اشعارش بنو بر کردن مسرور ، ذهن صحیح در خزینهٔ افکارش بدولت تازه اندوختن مغرور . فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین ، جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین . زلال تقریرش در کمال روانی ، لآلی تعبیرش در نهایت غلطانی . پای وقت خیال باوج کمال رسانیده، معهذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیده . و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت.

قصیده و مثنوی هم دارد ، اما مشاطهٔ فکرش ، به تزئین عروس غزل بیشتر پرداخته . و این غزل رعنا را ، بطرز تازه و انداز خاص ، جلوه افروز ساخته . چنانچه خود میفرماید :

غزل‌گوئی به (صائب) ختم شد، از نکته پردازان　　رباعی گر مسلم شد ز موزونان ، سحابی را

و نیز میفرماید :

غزل نبود باین رتبه ، هیچگه (صائب) !　　نوای عشق ، در ایام من ، کمال گرفت

و از جمله شرائف اوصاف میرزاست ، با وصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین هرکرا در اشعار خود یاد کرده ، بخوبی یاد کرده، و تیغ زبان را با زخم هیچکس آشنا نساخته ، و خود میفرماید:

به مور، وقت سخن، دست طرح ده (صائب)!　　گرت هواست ، سلیمان این جهان باشی

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزهٔ (۱) عباس‌آباد اصفهان است . میرزا در دارالسلطنت اصفهان نشو ونما یافت . و به کمتر فرصت، در شش جهت

۱- تبارزه ! آنها که از تبریز آمدند . نیز رک : حاشیه تحت مراۃ‌آفتاب نما .

عالم کوس سخندانی زد. و در عین شباب، آخر عهد جهانگیری (۱)، متوجه هندوستان گردید. چون وارد دارالملک کابل گشت، ظفر خان ــ که به نیابت پدر خود، خواجه ابوالحسن تربتی ــ ناظم کابل بود، میرزا را به کمند حسن خلق صید کرده (۲). و لوازم قدر شناسی، نوعی که باید، بتقدیم رسانید. چنانچه شمهٔ ازین ابیات میرزا مستفاد میشود:

تو مشت مشت گهر، چون صدف، بمن دادی چو گل، تو زر بسپر ریختی، بدا مانم(۳)

چون حکومت کابل در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان تفویض یافت، و ظفرخان به ادراک عتبهٔ خلافت شتافت، میرزا نیز به رفاقت ظفرخان به سیر هند خرامید.

چون رایات صاحبقران در سنع تسع و ثلثین و الف (۱۰۳۹ھ) جانب دکن باهتزاز در آمد، میرزا با ظفر خان در رکاب موکب سلطانی، سر بدیار دکن کشید.

ازانجا که شهر برهان پور گرد بسیار دارد، میرزا در حق این شهر میفرماید:

توتیا سازد، غبار آگره لاهور را چشم من؛ تا خاکمال گرد برهان پور خورد

و چون، لشکر محمد عارف از مشاهیر اولیاء درین شهر آسوده اند، توجیه گرد از خاطر فقیر چنین برخاست:

فتاد بسکه گذر لشکر محمد را غبار خیز بود کوچهای برهان پور

۱- در سال (۱۰۳۲ھ) از اصفهان بعزم سفر هند حرکت کرده و بهرات و کابل رسید و با میرزا ظفر خان احسن در آنجا ربط پیدا کرد.

۲- مآثرالامرا، ۲: ۶۱۱.

۳- اینجا یازده بیت دارد. رک: تحت احسن در بخش اول ص ۵۷.

و در ایام اقامت برهان پور، پدر میرزا خود را از ایران بدیار هندوستان رسانید، تا اورا بوطن مالوف برد. چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید، قصیده در مدح خواجه ابوالحسن انشا کرد، و رخصت وطن التماس نمود. و درانجا میگوید:

شش سال پیش رفت . . . . (۱)

اتفاقاً موکب صاحبقران، عنقریب در سنه احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱هـ) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود. هیژدهم محرم سنه اثنین و اربعین و الف(۱۰۴۲هـ) ظفرخان را حکومت کشمیر به نیابت خواجه ابوالحسن مفوض گردید. میرزا محمل سفر با ظفرخان بربست، و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر، عازم ایران دیار گشت. و تا آخر ایام حیات، نزد سلاطین صفویه مکرم و مبجل زیست، و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت.

وفاتش در سنه ثمانین و الف (۱۰۸۰هـ) اتفاق افتاد، و در اصفهان مدفون گردید. و غزل میرزا ــ که مطلعش این است:

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو　　عالم پر است از تو و خالیست جای تو

بر طبق وصیت بر سنگ مزار او ــ که یک قطعهٔ سنگ مرمر است ــ کنده شد. (۲)

راقم‌الحروف گوید:

عندلیب نغمه پرداز فصاحت (صائبا)　　رفت ازین عالم بسوی روضهٔ دارالسلام
خامهٔ (آزاد) انشا کرد سال رحلتش　　بلبل گلزار جنت، صائب عالی کلام

۱۰۸۰هـ

۱- هشت بیت دارد رک: تحت احسن بخش اول صه ۶۱.
۲- رک: تحت مقبره صائب.

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت ، بخط ولایت بنظر رسیده، و میرزا سی و سه غزل متفرق ، بخط خاص ، بر حواشی آن نسخه قلمی فرموده . اشعارش عالمگیر است و مستغنی از تحریر . چند بیت بنا بر التزام پیرایهٔ این مقام میشود . (۱) (۹۸ــ۱۰۳)

● خزانه عامره : صائب ، میرزا محمد علی اصفهانی . امیرالامرای کلام است، و افرازندهٔ رایات عالیات اقدام . امام ائمه معانی است و مجتهد علماء سخندانی . اگر او را، رابع رسل ثلاثه شعراء گویند ، بجاست . پدرش از کدخدایان تبارزهٔ عباس آباد اصفهان بود . میرزا در دارالسلطنه اصفهان نشو و نما یافت ، و بعد وصول سن تمیز ، احرام حرمین محترمین بر بست و شرف زیارت علیا اندوخت، و بایران دیار برگشت . و با وصفی ــ که سنی المذهب بود ــ درمیان ایران بکمال احتیاط عقاید دین و حفظ اسرار علم و یقین، مقبول خواص و عام گردیده ، چنانکه باید و شاید، زندگانی فرمود . و در حین عود حرمین مکرمین ، قصیده در منقبت شاه خراسان انشا نمود . چنانچه یکی ازان ابیات این است :

لله الحمد که بعد از سفر حج (صائب) عهد خود تازه ز سلطان خراسان کردم

در عین شباب، آخر عهد جهانگیری متوجه هندوستان گردید . چون وارد کابل گشت ، ظفر خان ــ که نیابت پدر خود خواجهٔ ابوالحسن تربتی ــ ناظم کابل بود ، میرزا را در دام حسن خلق خود کشیده ، لوازم قدردانی بر وجه شایسته بتقدیم رسانید . میرزا نیز بمداحی نام او را تا ابدالآباد زنده ساخت .

۱ـ ۲۸ بیت دارد.

و چون حکومت کابل، در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان تفویض یافت، و ظفرخان بادراک عتبهٔ خلافت شتافت، میرزا نیز در رفاقت ظفرخان بسیر هند خرامید. و چون رایات صاحبقران در سنه تسع و ثلثین و الف (۱۰۳۹ھ) جانب دکن باهزاز آمد، میرزا با ظفرخان در رکاب موکب سلطانی سری بدیار دکن کشید.

و در ایام اقامت برهانپور، پدر میرزا خود را از اصفهان بهندوستان رسانید تا او را بوطن مالوف باز گرداند. چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید، قصیده در مدح خواجه ابوالحسن و ظفرخان، مشتملبر استدعاء رخصت، انشاء کرده گذرانید. اتفاقاً موکب صاحبقرانی عنقریب در سنه احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱ھ) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود. هیژدهم محرم سنه اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲ھ) ظفرخان را حکومت کشمیر — به نیابت خواجه ابوالحسن — مقرر گردید. میرزا محمل سفر با ظفرخان بربست، و پس از گلگشت کشمیر جنتٌ نظیر، هندوستان را وداع کرد و بدارالسلطنهٔ اصفهان رفته، آرام گرفت.

و تا آخر ایام حیات، نزد سلاطین صفویه، در کمال تکریم و تبجیل زندگی کرد، و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت. تا آنکه در سنه ثمانین و الف (۱۰۸۰ھ) جهان گذاشتنی را گذاشت و در اصفهان مدفون گشت.
مولف گوید:

عندلیب نغمه پرداز فصاحت (صائبا) رفت زین عالم، بسوی روضهٔ دارالسلام
خامهٔ (آزاد) انشاء کرد سال رحلتش بلبل گلزار جنت صائب عالی مقام
۱۰۸۰ھ

مرزا در هند با نواب جعفر خان (۱) ـ که در اوائل جلوس خلد مکان وزیر اعظم شده بود ـ دوستی داشت. چون از هند بایران برگشت ازانجا این بیت باو نوشت :

دور دستان را، باحسان یاد کردن، همت است ورنه ، هر نخل به پای خود ، ثمر می افگند

جعفرخان پنجهزار روپیه و بعضی گویند پنجهزار اشرفی باو ارسال نمود. قدری اشعار میرزا که فقیر را خوش کرده در بیاضی نوشته بودم ، در اینجا ثبت می کنم . . . . (۲)

اهل کمال را لب اظهار خامشی است منت پذیر ماه تمام از هلال نیست

روزی ، در مجلس نواب نظام‌الدوله ناصر جنگ شهید مرحوم ، برین بیت هنگامه ها برپا شد ، و هرکس در حل معنی تقریری میکرد ، بجای نمیرسید . فقیر دم نمیزدم تا آنکه معنی بیت بخاطر رسید ، آن وقت بر نواب و همه یاران عرض کردم ، همه زبان بتحسین کشودند .

مغلطه این بیت لفظ ـ ماه تمام ـ است ، که بقرینهٔ هلال دهن، انتقال ببدر میکند و کتان فکر پاره میشود . و مراد از ماه درینجا شهر است، و از ماه تمام شهر سی روزه، و هلال را لب اظهار مقرر میکند ، و میفرماید که: ماه سی روزه در اظهار کمال خود، منت هلال نمیپذیرد ! که روز سلخ پیش از طلوع هلال ، معلوم میشود که امروز ماه بکمال رسید . بخلاف شهر بیست و نه روزه .

نقل است که ، میرزا هرگاه این مطلع فرمود :

سر و من ! طرح نو انداختهٔ ، یعنی چه جامه را ، فاختیٔ ساختهٔ ، یعنی چه

یکی از فضلای ایران اعتراض کرد که: یعنی چه، بصیغهٔ غائب نباید! یعنی چه

۱- جعفرخان متوفی (۱۰۸۱ھ) پسر صادق خان میر بخشی و همشیره زاد یمین‌الدوله آصف خان. رک : ماثرالامرا ۱: ۵۳۱ و نسب نورجهان در تاریخ مظهر شاهجهانی.

۲- اینجا ۳۲ بیت دارد .

بصیغه مخاطب باید! زیرا که درین شعر خطاب معشوق است . میرزا متوجه جواب نشد .

درین مقام نقلی دیگر بر سبیل طیبت بقلم می آید که ، روزی در مجلسی فاضلی این شعر خواند :

گفتمش بنشین بچشم و گفت منشینش رقیب   بسر مراد من نرفت و قول بدگو هم نکرد

و گفت : وقوع یکی از نشستن و نا نشستن ضرور است ، و املا ارتفاع نقیضین لازم می آید ، و آن جائز نیست . فقیر گفتم که : مراد عاشق دائمه مطلقه موجبه است، و مقصود رقیب دائمه مطلقه سالبه . و معشوق بر مطلقه عامه، که نقیض دائمه مطلقه است، عمل نمود . یعنی گاهی نشست و گاهی نه نشست . پس ارتفاع نقیضین لازم نیامد . غرض آنکه ، چون سائل فاضل و سوال مسئله منطقی بود ، جواب هم بر طبق آن ادا کرده شد . این مطلع میرزا مشهور است :

غیر حق را، میدهی ره در حریم دل، چرا   میکشی ، بر صفحهٔ هستی خط باطل ، چرا

مولف گوید که : هر دو مصراع خوب است ، لکن استعاره مصراع اول با استعارهٔ مصراع ثانی مناسبت ندارد ، و طریق مناسبت اینست که، برای مصراع اول، مصراع ثانی مثلاً چنین گفته شود :

میکنی ، بیگانه را مهمان این منزل ، چرا

و برای مصرع ثانی پیش مصراع چنین رسانده شود :

میکنی ، طول امل را نقش لوح دل ، چرا

اما میرزا رفیع واعظ قزوینی این مضمون را بخوبی میبندد :

این قدر طول امل ره میدهی در دل ، چرا   مصحف خود را باین خط میکنی باطل ، چرا

فقیر هم درین زمین غزلی دارد ازان است :

در صف پروانه بال افشان نه، ای دل چرا   سر نمیبازی بنوک خنجر قاتل چرا
قدسیان عالم قدس ، انتظارت میکشند   ماندهٔ ای سرو والا قدرا پا در گل چرا

اصل مقصود توکشتن بود، آن خود دست داد — منع کردن شمع را از خاک این بسمل چرا
زلف را پیچیده در دستار پنهان کرده بود — رو ببالا کرد باز این آیت نازل چرا

از مخالص مرزاست بعد تمهید بهار :

دهان غنچه ، هوا با گلاب شبنم ، شست — که ، مدح خسرو آفاق را کند تکرار

ایضاً بعد مذمت شراب در مدح امام رضا رضی‌الله عنه :

بگذر ز تاک بدگهر و آب او ، که هست — هر دانه، ریش خونی فرزند بو تراب

اصل این تخلص مخترع نظیری نیشاپوری است که بعد تعریف شراب میگوید:

ازان شراب کنی در قدح ، که باد صبا — ز فیض نکهت او ، روح داد عیسی را
هزار کوه غم ، از یکدگر فرو ریزد — دران مقام که ، ظاهر کند تجلی را
نه زان شراب ، که انگور او شهید کند — شه سریر امامت علی موسی را

الهی! خانه توارد خراب شود که چه آفتها بر سر معنی آفرینا می‌آرد . فقیر در ایام تحریر این صحیفه ، قصیده نظم کرده ، تشبیب آن، خطاب به کعبه معظمه است، و گریز بمنقبت امیرالمومنین علی (رضی‌الله عنه) . بعد نظم قصیده، روزی بخاطر رسید که از قصائد میرزا صائب مخالص بر آورده درین صحیفه ثبت باید کرد . چون دیوان میرزا را وا کردم ، میبینم که میرزا هم خطاب بکعبه و گریز بمنقبت امیر (رضی‌الله عنه) میکند. بیت تخلص میرزا این است :

هیچ تعریفی ترا، زین به نمیدانم، که شد — در تو پیدا ، گوهر پاک امیرالمومنین

و بیت تخلص فقیر این است :

مطلع خورشید گر خوانم ترا، الحق بجاست — از تو سرزد آفتاب آسمان سروری

آخر فقیر گریز را تبدیل کردم ، و هر قدر نسخها که بدست افتاد، بیت سابق را محو کرده ، بیت لاحق ثبت نمودم .

الحال تشبیب کعبه از میرزا و قصیده خود تمام درین صحیفه رقم میزنم که، تفاوت طبایع انسانی با وصف اتحاد ماهیت ، بر هوشمندان جلوه

نماید . میرزا صاحب میفرماید :

ای سواد عنبرین قامت سویدای زمین — مغز خاک از نکهت مشکین لباست نافه‌چین (۱)

مولف گوید :

مرحبا ای کعبهٔ اشرف! چه والا گوهری — قیمتی داری ، که قربان تو گردد مشتری
جلوه گاه حسن نیرنگی تعالی شانه — در بنای عالیت هر سنگ مینای پری
ساکنان شش جهت مجنون صحرا گرد تو — ای سرت گردم! مگر لیلای مشکین چادری
بنده ام احسان یاقوت مسی مال ترا — میکند با تشنه کامان سلسبیل کوثری
بوسهٔ نوشین یاقوت تو بسر ما منع نیست — ختم شد بر حسن خلقت رسم عاشق پروری
میرسانی راحتی آغوش را ، از ملتزم — از تو آمیزند خوبان راه و رسم دلبری
راز های عرش و کرسی در تو باشد رونما — حیرت جام جم و آئینهٔ اسکندری
حسن مطلق را ، بدام خود مقید ساختی — خوب صیادی ، و خیلی در فن خود ماهری
مشت خاکی در نظر ، اما چه صاحب قدرتی — فیل را در زمرهٔ مور سیاهی نشمری
گرد تو سیارها کردند هردم هفت بار — جوهر خاکی و از هفت آسمان بالاتری
زنگ از آئینهٔ دلهای مردم ، میبری — زادک الرحمن تنویراً عجب روشن گری
میرسانی فیض های عیب او را ، پنج وقت — هر که دارد حالت دوری بعذر بی زری
دادهٔ جا در پناه خویش وحش و طیر را — بسکه دارد طینت پاک تو شفقت گستری
بر تو واجب شکر مولائی که دست قدرتش — بر زمین افگند از بامت اله آذری
شاه مردان صفدر یزدان که دست و تیغ او — کرد حک از صفحهٔ ایام نقش کافری
نور سیمای هدی! یعنی ، علی مرتضی — افتخار دورهٔ آدم ز روشن گوهری
پیش آهنگی که اول چشم او بیدار شد — در سحر خیزان صبح صادق پیغمبری
تا قیامت آبروی غازیان شمشیر اوست — ختم شد بر ذوالفقار حیدری خوش جوهری
حارسان نه حصار سبز ، کردند آفرین — چون ببازوی مبارک کی کند با چنبری
ضیغمی در خاندان عالیش آمد قدیم — شیر یزدان را اسد برده است چه مادری
سر بزانوی علی بگذاشت سالار رسل — در اسد تشریف فرمود آفتاب خاوری
رتبهٔ کرار را افزود دوش مصطفی — کرد جا بر آسمان شیر عزین صفدری
مرحمت فرمود خاتم سائلی را در رکوع — کرد این احسان بالا دست را گرد آوری

۱- چهار بیت دارد .

نیست غیر از طاعت جبهه‌ی مصلی را نماز طاعت عالی باو ضم کرد جود حیدری
غلط و والا غلطی، بتحریک نگاهش رو نمود مهرهٔ خورشید را در طاس چرخ چنبری
گرمی هنگامهٔ فردا، اگر برهم زند چون گل خورشید گردد، آفتاب محشری
بازاشهب فرش سازد، دیده را، در راه او - حفظ والا چون کند کبک دری را یاوری
بر در شهر نبی، رنگ اقامت ریختم تا بر آیم از طفیل آن جناب از ششدری
شاه عالم پرورا! ظل عنایت گسترا جانب درگاه اقدس کرد بختم رهبری
حلقهٔ چشم حقیقت بین، کرامت کن مرا چشم دارم این عنایت از تولی انگشتری
عندلیبم، نقد داغ دل مرا انعام کن بر گل احمر مبارک باد زر جعفری
منتظم گردان مرا، در مسلک خاصان حضور تا کنم حاصل مقام قنبری بل بوذری
منت ایزد که در ذیل غلامان توام میزنم (آزاد) زین ره از تلاش قیصری
تا کنند شب خاک را در طیلسان سوسنی تا برآید آفتاب از پردهٔ نیلوفری
باد داغ سینهٔ اعدای تو، بخت سیاه باد شمع بزم احباب تو، روشن اختری

در مطلع قصیده از لفظ ــ والا گوهر ــ اشاره است بمضمون حدیثی که، قاضی قطب‌الدین در ــ تاریخ مکه ــ از کعبه احبار روایت کرده. ترجمه حاصل حدیث این که: نازل کرد حق تعالی یاقوت مجوفی را از آسمان بآدم (علیه‌السلام) و ملائکه بنیاد کعبه را کنده، از سنگ بر آوردند، و بالای او آن یاقوت مجوف را گذاشتند. و همیشه طواف میکردند، تا آنکه طوفان نوح (علیه‌السلام) آمد، آنگاه حق تعالی آن یاقوت مجوف را بر آسمان برد. (ص ۲۸۷-۲۹۳)

● صحف ابراهیم: اکمل الشعراء میرزا صائبا، المسمی بمحمد علی و المتخلص بصائب. والد ماجدش میرزا عبدالرحیم یکی از تاجران معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان و از فرزندان شمس‌الحق شمس‌الدین (شیرین قلم) تبریز است.

میرزا مذکور، از غایت اشتهار و جهانگیری گفتار، محتاج تعریف کسی

نیست. صفای نظمش، چهرهٔ شاهد کمالش را، آئینه ایست روشن. و سخنان معجز بیانش در اثبات علو قدرش حجتی است مبرهن. شیوهای متنوع که در قسم غزل مختار سخنوران پیشین و پسین است، طبائع نکته سنجان را در پسند آن اختلاف. بحسن اطوار و بوقلمونی گفتار، مخصوص کلیات میرزا صائبا است، که هرکس موافق مذاق خود، صفحه صفحه ازان انتخاب تواند کرد.

گویند در آغاز حال، تعلیم از حکیم رکنا مسیح کاشی یافته، و از صحبت حکیم شفای نیز فیضها برداشته. بالجمله، سلاطین سلسلهٔ عالیهٔ صفویه و اراکین دولت قرین آن ازمنه وافیه، به تخصیص، ماسس اساس دین نبوی، شاه عباس ثانی صفوی احترامش میفرمود. و عندالاستدعای سلاطین اطراف و خوانین اکناف، دیوانش برسم هدیه میفرستاد.

عدد اشعار ایشان بقول طاهر نصرآبادی: یکصد و بست هزار است. و مجموعهٔ مدونه آن بزرگوار، از مدونات فصحای این فن خوبتر، و از مصنفات بلغای عالی سخن، مرغوب تر است.

گویند: مرزا مرحوم اشعار خود را، که در صفت اعضای معشوق بود، به — مرات الجمال — و انچه دران مذکور آئینه و شانه بود به — مرات الخیال — موسوم نموده. و مطالع و سائر اشعار خود را انتخاب فرموده مسمی به — واجب الحفظ — ساخت. و خطبهٔ دیوان و بعضی نثر رنگین نوشته بیادگار گذاشت.

و در زمان شاهجهان صاحبقران باستدعای ظفرخان احسن، بطریق سیاحت بهندوستان آمد، و با خان مذکور در کابل و کشمیر و بعضی ناحیهٔ

دکن بعزم سیر بسر میبرد . در خلال این حال ، از شهرهٔ فضل و کمال میرزا مذکور ، صاحبقران منصب سه هزاری و خطاب ـ مستعد خانی ـ تفویض میفرمود ، لیکن آن دانشمند صاحبدل و وارستهٔ کامل دست در ذخارف تعلق نیالود ، و تعینات مرقومه قبول ننمود .

چون والد ماجد او ، از مصائب فراق و نوائب افتراق ، تاب دوری و مصابرت بر مهجوری نیاورده ، بعزیمت انصراف مرزا مرحوم از ایران ، بسان سیل سرشک سراسیمه از دیده دمان ، تا اکبرآباد آگره خود را رسانید . مرزا صایبا ، بر عزیمت پدر گرامی قدرآگاهی یافته ، در قصیده مدحیه خان ظفرخان ، حقیقت حال بدینمنوال معروضداشت و همسنگ این قطعه رخصت ازان مظهر مکرمت خواست :

هفتاد ساله والد پیر است، بنده را کز تربیت بود بمنش حق بیشمار (۱)

خان مذکور بالا که ، دوری او ناگوار و حضوری او موجب جمعیت و قرار خود میدانست ، لیکن بالتزام ابرام و سماجت بسیار ، ناچار رخصت داد . و با زاد و اسباب سفر و تحایف لایقه ، بصوب اصفهانش فرستاد . مرزای عالیقدر با کبرآباد رسیده ، شادمان بوصال پدر و مغموم بدرد هجران ظفرخان ، باصفهان رفت . و در مدت‌العمر ازان بلده نیامد و پای سیاحت را در دامن عزلت شکست (۲) . گویند مرزا نوبتی ، بظفرخان احسن (۳) از ایران

۱- پنج شعر دارد . رک: تحت احسن ص ٦١

۲- آقای امیری فیروزکوهی در مقدمه دیوان صائب مرقوم فرموده اند که: بعد از بازگشت . . . دیگر بسفرهای دور دراز نرفت ، و فقط گاهی باطراف ایران ، برای دیدن بزرگان علماء و شعراء و استفاضه و انتخاب شعر از دیوان آنان (چنانکه سفینه او حاکی است) ، مسافرتهای میکرده که ازان جمله سفر ، قم ، قزوین ، اردبیل ، یزد ، تبریز و امثالها . . . . (ص ۲۵)

۳- جعفر خان را فرستاده بود . رک : تحت خزانه عامره .

نوشت :

دور دستان را، به بخشش یاد کردن، همت است ورنه ، هر نخل بپای خود ، ثمر می افگند

خان والا شان در صله آن ، پنج هزار روپیه رائج ، ارسال فرمود .

از زبان، عمدةالفصحاء المتاخرین شیخ محمد علی حزین، حکایت میکنند که : مرزا صائبا در سن صبا غبی‌الطبع بود و پدرش ازین تشویش نمی آسود ، تا اینکه بخدمت یکی از مجاذیب آنزمان ــ که در فیض باطن هم سلک سالکان کامل بود ــ با خودش برد، و اظهار حالش نمود . آن‌صاحب کمال، شیرهٔ منجمد در سر یش، بخوردنش داد . مرزا بترغیب پدر خود، قدری لیسید . و بفیض لیسیدن آن، طبعش روانی و نطقش طلاقت لسانی بهمرسانید .

عمرش شصت و پنج سال (۶۵) و ارتحالش هزار و هشتاد و یک (۱۰۸۱ھ) هجریست . ملا سعید اشرف قطعه در تاریخ فوتش یافته . مدفنش در صفاهانست و به ــ تکیهٔ مرزا صائبا ــ شهرت دارد . (۲۲۵-۲۲۶)

● مرأت آفتاب نما : صائب . اسمش میرزا محمد علی ، اصلش از تبارزهٔ عباس آباد اصفهان . پدرش از تاجران معتمد انجا بوده . بعضی تبریزی مینگارند (۱) . و در فصاحت و بلاغت یگانهٔ زمان بوده . دیوان غزلیاتش قریب لک و بیست هزار بیت رسیده . در عهد شاهجهان در هندوستان بخطاب ــ مستعدخانی ــ سرفراز گشته ، و مدت چند سال اینجا بوده .

۱ـ میرزا عبدالرحیم از رؤسا صنف تاجر و از بازرگانان محترم و معتبر آنعصر بوده است . . . . خود و یا پدرش را شاه عباس کبیر ، درعداد جمعی کثیر ، از تجار و مردمان متعین، از تبریز کوچانیده و در محل عباس آباد اصفهان سکونت داده بوده است. که این جماعت را بنام تبارزهٔ اصفهان نامیدند (مقدمه صائب از امیری فیروز کوهی ص ۲۲) .

هنگام مراجعت ایران ، بسیر کشمیر پرداخته و از ظفرخان احسن ـ ناظم آنجا ـ فیض ها برداشته . بملازمت شاه عباس ثانی ترقیات نموده ـ ملک‌الشعرا ـ گردیده .

و سرخوش در تذکره خود مینگارد که: در حین حیات، دیوان و اشعارش زبان زد خاص و عام شدند . خوندگار روم وغیره، در نامه های خود، از والی ایران درخواست دیوان او میکردند ، و شاه به تحفگی میفرستاد (۲) . چون هنگام جلوس(۱۰۷۷ھ) سلیمان شاه، مامور بخواندن شعر شده، مطلعی خواند:

احاطه کرد ، خط آن آفتاب تابان را گرفت ، خیل پری ، درمیان سلیمان را

از بسکه مناسب حال شاه بود ، حالش متغیر گشت ، و تا دم حیات باز از او متکلم نگردیده .

اواخر حیات، مرزا تکیه مرتب کرده و ترک علائق نموده، دران باستغنای تمام بسر برده . و آنمکان در صفاهان ـ بتکیهٔ صائبا ـ مشهور است . و بعد فوت هم دران جا مدفون گردید . شاگرد حکیم رکن‌الدین مسعود مسیح تخلص ، بوده و از صحبت حکیم شفائی نیز بهره یافته . خوش سخنان معاصر بخدمتش میرسیدند : ازوست :

پیشانی عفو ترا، پر چین نسازد ، جرم ما آئینه کی برهم خورد ، از زشتی تمثالها
(۱۵۸ ب - ۱۸۶ الف)

● نتائج الافکار : شهریار اقالیم سخندانی ، میرزا محمد علی صائب اصفهانی . که پدرش از کدخدایان تبارزهٔ عباس آباد اصفهان بوده . میرزا در دارالسلطنت اصفهان نشو ونما حاصل ساخت ، و بعد فوز بسن رشد و تمیز

۲- رک : تحت کلمات‌الشعرا

باحراز سعادت زیارت حرمین شریفین شتافت. و پس از حصول این نعمت عظمیٰ، باز بایران مراجعت نمود. و بذهن و ذکا، در کمتر مدتی بشهرستان سخن، کوس بلند نامی نواخت، و بمعرکهٔ فصحا و بلغا سر اعتبار افراخت. و بفکر بلند و نازک خیالی، صدر آرای ایوان والا دست گاهی است. و بطبع ارجمند و خوش مقالی، آشنای بحر دقیقه سنجی و رموز آگاهی. در مراتب نظم بعلو مرتبت سر باوج اشتهار کشیده، و غلغله کلام فصاحت نظامش در چار سوی عالم فرا رسیده: بالفاظ متین و مضامین رنگین، قالب سخن را جانی از سر نو بخشیده. و بتلاشهای تازه و خیالات شگرف، سامعهٔ افروز مستمعان گردیده.

خزینهٔ افکارش، پر از جواهر زواهر معانی و لآلی. اشعار آبدارش، منسلک بسلک خوش بیانی: اگر اورا، قطب فلک فصاحت خوانند، بجاست. و مرکز دائرهٔ بلاغت دانند، سزا.

میرزا در اقسام نظم، بخوش کلامی ممتاز است. فاما، شهپر فکر بی نظیرش، در میدان غزل تیز پرواز. سخن سنجان روزگار را، به تتبع کلامش، افتخار. و نکته فهمان عصر را، به تقلید طرز خاصه اش، سرمایهٔ اعتبار.

بالجمله در عالم شباب، در اواخر عهد جهانگیری بسیاحت هند در افتاد. و چون بکابل بر خورد، بحسن اتفاق صحبتش با ظفرخان احسن ــ که به نیابت پدر خویش، خواجه ابوالحسن تربتی، ناظم کابل بوده ــ در گرفت. و مراتب قدر افزای بعنوان شایسته نسبت بحال خود یافت، و قصائد غرا در مدح او نگاشت. و چون در اوائل جلوس شاهجهان، ظفر خان بتقبیل عتبهٔ شاهی شتافت، میرزا نیز کمر بمرافقت بربست. و هر گاه که رایات

سلطانی متوجه ممالک دکن گشت، میرزا هم با ظفرخان در رکاب لشکر ظفر پیکر سلطانی بوده : و در هنگام اقامت برهانپور باستماع مقدم پدر ـ که بنا بر بردنش بوطن، از اصفهان سری بهند کشید ـ قصیده در مدح خواجه ابوالحسن و ظفر خان، محتوی بدرخواست رخصت، نگاشته گذرانید. اتفاقاً، دران ایام عنان عزیمت موکب شاهی، بجانب اکبرآباد معطوف گشت و رخصت میرزا در حیز تعویق در افتاد. و بعد یکسال که حکومت کشمیر به نیابت پدر، بظفرخان قرار یافت، میرزا نیز همسفر بوده و پس از گلگشت بهارستان کشمیر دلپذیر، نزهت کده هند را خیر باد گفته، رو بدارالسلطنه اصفهان نهاد. و همانجا رخت اقامت افگند، و مورد نوازشات شاه عباس ثانی گشته بخطاب ـ ملک الشعرای ـ چهرهٔ اعتبار بر افروخت. و مادام حیات از پیش گاه سلاطین صفویه سرمایهٔ عزت و احترام اندوخت. در ثمانین و الف (۱۰۸۰ھ) بدار آخرت خرامید و در اصفهان مدفون گردید. (ص ۲۰۸)

● شمع انجمن : صائب، میرزا محمد علی تبریزی اصفهانی. امام غزل طرازان و علامهٔ سخن پردازان. امیرالامراء کلام، و رافع رایات عالیهٔ اقلام. امام ائمه معانی، و مجتهد علمای سخندانی است. آزاد در ـ خزانه عامره ـ گفته: اگر او را رابع رسل ثلاثهٔ شعرا گویند، بجاست! و در ـ سرو آزاد ـ نوشته: ازان صبحی که آفتاب سخن، در عالم شهود پرتو افشانده، معنی آفرینی باین اقتدار، سپهر دوار بهم نرسانده! و خود میگوید :

ز صد هزار سخنور، که در جهان آید یکی، چو (صائب) شوریده حال، برخیزد

حامل لوای فصاحت، منشاء اعلاء کلمهٔ بلاغت. نور نجابت از ناصیهٔ کلامش پیدا، لمعهٔ شرافت از سیمای بیانش هویدا. فوج فوج مضامین برجسته منقاد

جنابش ، خیل خیل معانیِ بیگانه بنده حاضر جوابش . ذوق سلیم در حدیقهٔ اشعارش بنو بر کردن مسرور ، و ذهن صحیح در خزینهٔ افکارش بدولت تازه اندوختن مغرور . فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین ، جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین . زلال تقریرش در کمال روانی، لآلی تعبیرش در نهایت غلطانی . پایهٔ دقت خیال باوج کمال رسانیده . مع هذا ، اصلاً اثر تکلف گرد کلامش نگردیده . و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر، کمتر توان یافت: قصیده و مثنوی هم دارد، اما مشاطهٔ فکرش، بتزئین عروس غزل، بیشتر پرداخته . و این غزال رعنا را، بطرز تازه و انداز خاص، جلوه افروز ساخته . و از جملهٔ شرایف اوصاف او ، یکی آنست که ، با این جلالت شان و رفعت مکان ، از شعراء هممعصر و قدماء، هر کرا در اشعار خود یاد کرده، بخوبی یاد کرده، و تیغ زبان را با زخم هیچکس آشنا نساخته .

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزهٔ عباس آباد اصفهان است . میرزا در اصفهان نشو و نما یافت . و بعد وصول سن تمیز، احرام حرمین محترمین بر بست و شرف زیارت علیا اندوخت . و با انکه سنی‌المذهب بود ، درمیان ایرانیان بکمال احتیاط عقاید دین و حفظ اسرار علم و یقین ، مقبول خاص و عام گردیده . چنانکه باید و شاید، زندگانی فرمود . در حین عود از حرمین مکرمین ، قصیدهٔ در منقبت شاه خراسان انشاء نمود . بیتی ازان اینست :

لله الحمد که ، بعد از سفر حج (صائب) عهد خود ، تازه بسلطان خراسان کردم

و در عین شباب ، آخر عهد جهانگیری متوجه هندوستان گردید . ظفر خان ناظم کابل، بکمند حسن خلق، صید کرد و لوازم قدر شناسی، نوعی که باید ، بتقدیم رسانید . باز میرزا با ظفرخان در رکاب موکب سلطانی ، سری بدیار دکن کشید و از پیشگاه خلافت بمنصب شایسته و خطاب مستعد خان

غر امتیاز یافت . در ایام اقامت برهانپور ، پدر میرزا خود را از ایران دیار بهندوستان رسانید ، تا اورا بوطن مالوف برد . میرزا پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر ، عازم ایران دیار گشت . و تا آخر ایام حیات، نزد سلاطین صفویه مکرم و معزز زیست ، و در مدایح ایشان قصائد غرا پرداخت(۱). تا آنکه در سنه (۱۰۸۰ه) جهان گذشتنی را بگذاشت و در اصفهان مدفون گشت .

دیوان میرزا قریب بهشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده(۲) . و میرزا سی و سه غزل متفرق، بخط خاص بر حواشی آن نسخه، قلمی فرموده . اشعارش عالمگیر است و مستغنی از ضبط تحریر و ربط تعبیر . (۲۵۱—۲۵۲)

● **دانشمندان آذر بائیجان** : صائب ، خلف میرزا عبدالرحیم و برادر زادهٔ شمس‌الدین ثانی معروف به ـــ شیرین قلم ـــ بوده . و بر حسب روایت ولی قلی بیگ شاملو در ـ قصص‌الخاقانی ـ : در تبریز تولد یافته و بامر شاه عباس‌اول (۹۸۵ـ۱۰۳۸ه) خانواده او از تبریز کوچیده در عباس آباد اصفهان متوطن شده . و درانجا نشوونما کرده است . ابیات ذیل ، از مقاطیع غزلهای او ، نیز از دلائل تبریزی بودن اوست :

(صائب) از خاک پاک تبریز است | هست (سعدی) گر از، گل شیراز
دربهار سرخروی، همچو جنت، غوطه داد | فکر رنگین تو (صائب)، خطهٔ تبریز را
ز حسن طبع تو (صائب) ، که در ترقی باد! | بلند نام شد ، از جمله شهرها ، تبریز

مولانا صائب در اوائل شباب، از اصفهان بزیارت بیت‌الله‌الحرام و مدینه طیبه مشرف گردیده . و پس از سیر و سیاحت بعضی از ممالک عثمانی، مراجعت

۱ـ قصائد راجع به شاه عباس ثانی (۱۹) شاه صفی (۵) وزیر آصف ثانی (۲) رک : کلیات صائب طبع تهران (۱۳۳۶ش)

۲ـ این عبارت از آزاد گرفته است ، صاحب شمع انجمن دیوان مذکور را خود ندیده است .

باصفهان نموده است. چون قبل از ورود، بعضی از ارباب غرض در نزد شاه عباس از وی سعایتها کرده بودند، مولانا صائب دلگیر گشته و بعزم سفر هند، در شهور سنه (۱۰۳۴ھ) از شهر اصفهان حرکت کرده و رفته. و غزل ذیل را، که حاکی از احساسات او میباشد، بنظم آورده است:

طلای شد چمن ساقی! بگردان جام زرین را بکش بر روی اوراق خزان، دست نگارین را
دلم، هر لحظه، از داغی بداغ دیگر، آویزد چو بیماری، که گرداند ز تاب درد، بالین را
بجای لعل و گوهر از زمین اصفهان (صائب) بملک هند، خواهد برد این اشعار رنگین را

در هجدهم محرم سال (۱۰۴۲ھ) حکومت کشمیر بنیابت پدر، بظفرخان واگذار شد، صائب نیز همراه او رفت. و درانجا ظفر خان — اگرچه جدائی را بر خود شاق میدانست — طوعا و کرها بنا بر پاس خاطر او، مبلغی خطیر با سواری پالکی و دیگر امتعه و اقمشه همراه کرد.

میرزا در آگره ملازمت پدر را دریافته بوطن مراجعت فرمود (۱). در این خصوص غزلی گفته ازانجاست:

خوش آن روزی که (صائب) من مکان در اصفهان سازم ز آب زنده رودش، خامه را رطب اللسان سازم

مولانا صائب، مدتی هم در مشهد و قم و قزوین و اردبیل و یزد و تبریز بسر برده است. گویا در سنه (۱۰۵۰ھ) در تبریز تشریف داشته اند. زیرا که سیاح معروف عثمانی، اولیاء چلبی در آن تاریخ، که بسمت ماموریت مخصوصه، بایران و تبریز آمده، در سیاحت نامه خود، چنین نوشته است:

— هفتاد و هشت نفر از شعرای نصیح اللسان و بدیع البیان و صاحب دیوان در تبریز وجود دارند: پاوری، صاحبی، ادهمی، چاکری، جانبی، راضی، واحدی، از جمله آنان محسوب میگردند (۲) —

۱ـ صائب از کشمیر به ایران رفت.

۲ـ رک: تحت دیباچۀ امیری فیروز کوهی که درین مسئله اختلاف دارند.

مولانا در عهد شاه عباس ثانی (۱۰۵۲ـ۱۰۷۷ه) بلقب ــ ملک الشعرا ــ مفتخر آمده. و محار به وی با شاهجهان پادشاه هند و فتح قندهار را بنظم کشیده. و آن صد و سی و پنج هزار بیت است. و در آن موقع قصیده ای برای فتح و نصرت نیز ساخته، و این مصرع، از آن قصیده، تاریخ است:

از دل، زدود زنگ الم، فتح قندهار (۱)
(۱۰۵۹ه)

در روز جلوس (۱۰۷۷ه) شاه سلیمان، قصیده منظوم ساخته و مطلع آن این بود:

احاطه کرد خط، آن آفتاب تابان را گرفت، خیل پری، درمیان سلیمان را

شاه سلیمان بجهت حسن صورتی ــ که در جوانی داشته ــ از استماع این قصیده بغیظ آمده و تا آخر عمر با مولانا صائب تکلم نکرده است.

مولانا دواوین متعدده دارد. بنا بروایت ولی قلی بیگ شاملو: عدد دیوانش هفت عقد، ابیات مدونش تقریباً (۲۰۰) هزار بیت. و بر حسب نگارش حسینی: متجاوز از لک بیت است. غزلیات ترکی نیز دارد. بعضی نثرهای بلیغ و خطبهٔ دیوانی نیز نوشته است. کلیات آن بزرگوار مشتمل بر حکم و امثالی میباشد، که در ضمن غزل تلفیق شده، و هر شعرش مناسب مقال و موافق مقامی باشد. و اکثر ابیاتش بمقام ضرب المثل رسیده و در السنه و افواه ساری و متداول است. ولی غالب مردم، من باب عدم اطلاع، بکلمه لا ادری

۱ـ نیز رک: قصیده باز گشت شاه از فتح قندهار به این مطلع و مقطع:

چه دولت بود، یا رب! اصفهان را، در کنار آمد
که از خاور زمین، صاحبقران کامگار آمد
پی تاریخ تشریف همایون، زد رقم (صائب)
باصفاهان لوای شاه دین، از قندهار آمد
(۱۰۶۰ه)

قائله منسوب میدارند، و نمیدانند که اغلب آنها در دواوین صائب مندرج و موجود است . . . .

مولانا صائب غیر از مثنوی های ــ قندهار نامه ــ و ــ محمود و ایاز ــ(۱) و دواوین متعدده، سفینه و جنگی نیز، بعنوان ــ بیاض ــ تالیف فرموده اند، که قابل مطالعه است : و آن بیاض قریب به (۲۵) هزار بیت است ، که مشتمل بر مطالع غزلیات و منتخبات اشعار خود او؛ و زبدهٔ سخنان سخنوران نامی، از متقدمین و متاخرین و معاصرین صائب بوده . دارای اسامی هشت صد (۸۰۰) نفر شاعر میباشد ، که غالب معاصرینش را شخصا ملاقات کرده و با دواوین و سفائن آنان را مطالعه نموده ، کلمات عالیه و نخبه اشعار و شاه فردهای آنان را ، در آن بیاض مندرج ساخته است .

مولانا منتخبات مختلف المواضع خود را ، که از دواوین خود انتخاب نموده ، هر بخشی را بنامی موسوم کرده است : اشعاری را که در صفت اعضای معشوق سروده ــ مرآت الجمال ــ و آنچه مشتمل بر آئینه و شانه ساخته ــ آرائش نگار ــ لقب داده . و ابیات مربوط به می و میخانه را ــ میخانه ــ و نخبه مطالع غزلیات را ــ واجب الحفظ ــ نام نهاده است .

مولانا صائب پسندیده خصلت و نیک فطرت و مفلق و نکته سنج و مبتکر و باریک بین و بدیهه گو بوده . و بسیاری از غزلهای برجسته، شعرای مشهور، مانند : مختاری و سنائی ، عطار و انوار ، مولوی و اوحدی ، ظهیر و خواجو ، سعدی و حافظ، خسرو و ملک ، عنوان و نوعی ، جامی و شفائی ، مغربی و سحابی ، عارف و عرفی ، فانی و فغانی ، فائض و فیضی ، تنها و

Ethe, dans le grundr. d. Iran. phil. 11,250. -1

وحید ، فقیر و غنی ، ظهوری و نظیری ، میر فصیحی و میر شوق ، میر حیدر و میر معصوم، وحشی و انیسی، اهلی و الهی ، مثال و جلال، مطیع و مسیح، راقم و کلیم ، طالب و حاذق ، فرج و نصرت ، سنجر و شاپور ، شیدا و سعیدا ، احسن و ادهم، غافل و ناصح ، نقد حیدز و سید یزدی ، و غیرآنان را نظیره گفته و استقبال کرده(۱) . و شیوهٔ جدیدی در غزل گوئی ابداع نموده که ، مجتهد غزل سرایانش باید شناخت . چنانکه خود گفته است :

درین ایام شد ختم سخن ، بر خامهٔ (صائب)   مسلم بود اگر زین پیش، بر (سعدی) شکر خای
غزل ، نبود باین رتبه، هیچگه (صائب)   نوای عشق ، در ایام من ، کمال گرفت

اگرچه تمام اشعار صائب ـ در عالم خود ـ برگزیده و منتخب است ، با این همه ، صاحبان تذکره و بیاض و سفائن و جنگها ، هر یک بمذاق خود ، قسمتی از کلیات وی ، نخبه کرده و نوشته اند . عاملای بلخی و امیر معزالدین موسوی ـ که از معاصرین وی بوده اند ـ هر یک منتخباتی از وی تالیف کرده اند . آقای کمالی و حافظ خلوصی نیز بعضی از شاه فردهای او را، بعناوین ـ منتخبات ـ و ـ مجوهرات ـ در طهران و استانبول چاپ کرده اند . نگارنده نسخ زیادی از دواوین او ، تا صد و بیست هزار بیت دیده ام : و از تاریخ (۱۲٦۴ه) این طرف، قریب به ۴۰ هزار بیت از اشعار وی ، در هندستان مکرر چاپ شده ، و در آنجا معروف و متداول است (۲) .

۱ـ رک : زیر عنوان ، استقبال کلام شعراء .

۲ـ کلیات در لکهنو درسال (۱۲۹۲ه/ ۱۸۷۵ع صفحه ۱٦۷) چاپ شده و انتخاب دیوان در لکهنو (۱۲٦۴ه/۱۸۴۷ع) و انتخاب دیوان از عاملای بلخی، با شرح حال عاملای از عبدالرحمن بن محمد روشن خان، در کانپور در سال (۱۲۸۸ه/۱۸۷۱ع صفحه ۱۵۲) و ترجمه چند غزل Tholuck در زبان السمان و چند غزلیات بما ترجمه منظوم در پنجابی سال (۱۳۱۷ه/ ۱۸۹۹ع) در پند دادن خان (پنجاب پاکستان غربی کنونی) .

بنا بروایت خوشگو : ظفر خان احسن تصاویر صائب و بعضی دیگر از سخنوران معاصرین خود ، از قدسی و کلیم و دانش و غنی و میر صیدی و غیر آن را ــ که با خود وی مربوط بوده اند ــ نقاشی گردانیده ، و منتخباتی از اشعار آنان را ، نیز بر پشت صحیفه نویسانیده ، تذکره و مرقعی ترتیب داده بوده است ، که نسخه از آن را خوشگو (۱) در نزد شاه عیان نام دیده است . و نیز بروایت او میرزا بیدل میفرموده اند :

ــ که من در طفولیت دیدار صائب را دیده ام مردی لاغر و کشیده قد و سیاه فام بوده ــ

و از قول خان صاحب آرزو نقل مینماید :

ــ تصویر ایشان مرطوب و سفید فام و پیر بوده است ــ

بالجمله ، مولانا میل زیادی بصرف تنباکو وکشیدن غلیان داشته و همیشه میفرموده است که : اگر تنباکو کشیدن نباشد کسی چرا سر از خواب بردارد ! و مقالهٔ مفصلی هم ، در وصف تنباکو و غلیان بقلم آورده ، چند سطر ذیل ازانجاست :

شستم لب پیاله ، ز آب شراب تلخ   کردم بدود تلخ ، قناعت ز آب تلخ

روزهاست که ، این سودا زدهٔ آفرینش و این سیاهنامهٔ قلمرو بینش ، گردن اطاعت از خط جام و دامن رغبت از شراب مدام کشیده ، در حلقهٔ سلسلهٔ مویان و دائره سوختگان تنباکو ، درآمده . مینای می را بطاق نسیان گذاشته و دیدهٔ ساغر را نمک فراموشی انباشته ، از آتش بی دود می ، بدودی چشم سیاه ، اکتفا نموده . و از شعلهٔ آواز مطرب بقلقل غلیان قناعت کرده :

آری! چو فرو رود کسی را خورشید   در پیش نهد بجای خورشید چراغ

۱ــ رک تحت : احسن صفحه ۰» در بخش اول . این روایت از سرخوش است نه از خوشگو . رک : کلیات طبع مدراس ص ۰»

بی تکلف، اگر مهرگیاهش خوانند، سزاست! که سر پنجهٔ ثمرضش، ریشهٔ در دل خاص و عام دوانیده. و بی خوش آمد، اگر زرین‌گیاهش خوانند، رواست! که شعلهٔ دلفریبش، زرطلبان دنیا پرست را، از فکر کیمیا رهانیده. تخم محبت دلنشین‌اش، سویدا را سپند آتش حیرت ساخته. و زلف عنبرین دودش، کمند رغبت در گردن جان انداخته. هر نفسی که، فرو میرود مد حیات! و چون بر میآید، مفرح ذات! . . . الخ.

وله (۱)

مولانا صائب در تاریخ (۱۰۸۱هـ) در اصفهان رحلت فرموده در تکیهٔ معروف بنام خود دفن شده است.

ملا محمد سعید متخلص به اشرف، خلف محمد صالح مازندرانی ــ که در سخنوری از تلامذهٔ میرزا صائب و در خط نستعلیق شاگرد عبدالرشید دیلمی بوده است ــ بر حسب امر زیب‌النسا بیگم (وفات ۱۱۱۳هـ) دختر عالمگیر پادشاه، قطعهٔ مفصلی در فوت آن دو بزرگوار منظوم ساخته. این چند بیت ازانجاست:

کرده بود ایزد عنایت، خوشنویس و شاعری	کز وجود هر دو، کردی افتخار ایام ما
بود اسم و رسم آن، عبدالرشید دیلمی	بود نام این، علی بیگ و تخلص صائبا
آن پسر، همشیرهٔ میر عماد خوشنویس	این برادر زادهٔ، شمس‌الحق شیرین ادا
شهر قزوین است از اقبال آن، دارالکمال	کشور تبریز، بود از نسبت این، عرش سا
هر دو بودندی بهم، چون صورت و معنی قرین	هر دو بودندی بهم، چون لفظ و مضمون آشنا
اتفاقاً، هر دو در یک سال باهم متفق	رخت، بر بستند ازینجا، جانب دارالبقا
روی با من کرد و گفت: اشرف بگو تاریخ آن!	چون ترا بودند ایشان اوستاد و پیشوا
گفتم: از ارشاد پیر عقل در تاریخ آن	بود باهم مردن آقا رشید و صائبا

۱۰۸۱هـ

۱- هشت اشعار بزبان ترکی دارد.

سرخوش هم تاریخ رحلت اورا

صائب وفات یافت
۱۰۸۱ھ

یافته است . (۱) (۲۳۶-۲۱۷)

● امیری فیروزکوهی : در دیباچهٔ کلیات صائب نوشته اند :

مولد

میرزا محمد علی صائب تبریزی اصفهانی . مولد ایشان باتفاق ارباب تذکره شهر اصفهان است .

تنها ولی قلی بیگ شاملو ، در — قصص الخاقانی — بنا به نقل، فاضل مرحوم میرزا محمد علی خان تربیت، مولد وی را شهر تبریز دانسته . و این قول چون برخلاف اجماع تذکره نویسان و ناشی از تعصب است، صحیح و قابل استناد نیست(۲)

۱- نیز رک: خیرالبیان ، قصص الخاقانی ، مراة جهان نما ، تذکرهٔ خوشنویسان ، مجمع الفصحا ، گنجینهٔ فنون ، قاموس الاعلام ، خرابات ، وغیره .

۲- گرچه هنوز مسلم نشده است که ، در زمان صائب و خصوصاً پدر و جد او که ، باصفهان آمده اند ، در آذربائیجان زبان آذری متروک و زبان ترک آن قدر شایع و متداول شده باشد ، که مثل امروز ، زبان مادری محاورهٔ مردم غیر ازان نبوده باشد . و شاید دران موقع زبان ترکی درآن حدود زبان ثانوی مردم بشمار میرفته . و وجود چند غزل ترکی صائب و سلاطین صفوی و دیگران ، هم نمیتواند مفید قطع واقع گردد . معذالک تا شاعری ازکودکی در مهد اهل زبان و سواد اعظم ملکتی پرورش نیافته باشد ، و برموز و دقائق لسان ملکه راسخه حاصل ننماید ، نمیتواند مانند صائب ، تا این حد احاطه و تسلط به ترکیبات صحیح فارسی و اصطلاحات عصری ، پیدا کند .

و خود شعرهای صائب موید صحت قول تذکره نویسان است، بر اینکه مولد او شهر اصفهان بوده ، و بهترین دلیل است بر رد قول شاملو .

خانواده

پدرش میرزا عبدالرحیم ، از روساء صنف تاجر و از بازرگانان محترم و معتبر آن عصر بوده است که یا خود و یا پدرش را ، شاه عباس کبیر در عداد جمعی کثیر از تجار و مردمان متعین از تبریز کوچانیده ، و در محله عباس‌آباد اصفهان (که بنام آن شاهنشاه بزرگ نامبردار شده بود) سکونت داده بوده است ، که این جماعت را بنام ــ تبارزهٔ اصفهان ــ نامیدند .

صائب در اصفهان درحجر تربیت پدر و دودمانی اصیل و ثروتمند یافته. و از مواظبت و مراقبت پدر ، و سعی بلیغ وی در راه تربیت پسر ، و رسانیدن او بمدارج کمال ــ در طی ابیاتی که بنام ظفرخان احسن سروده است ــ شخصا شکرگذاری کرده و میگوید :

هفتاد ساله والد ، پیری است ، بنده را کز تربیت بود ، بمنش حق بی شمار

عم او شمس‌الدین تبریزی (شیرین قلم) مشهور به شمس ثانی ، از اساتید خط و مشاهیر اهل صفا بوده ، و محترم و معزز میزیسته است . . .
(۲۲—۲۳)

تبریز

مرحوم تربیت مینویسدکه: ظاهراً مولانا در سال(۱۰۵۰ه) در تبریز تشریف داشتند که ، سیاح معروف عثمانی (اولیا چلبی) در سیاحت نامه خود ، نوشته است که : هفتاد و هشت نفر از شعراء در تبریز وجود دارند که ازانجمله اند : یاوری ، صائبی ، ادهمی ، چاکری ، جانبی وغیرهم .

اما این قول مسلما صحت ندارد ، زیرا لوفرض ، که صائب در این اوان ، در تبریز بوده باشد ، قطعا مدت آن این قدر طولانی نبوده که ، در

عداد ساکنین تبریز در آید . و دیگر اینکه ــ صائبی ــ حتما غیر از صائب است که، شهرت او در ایام بحیات و مدتها بعد ازان ــ صائبا ــ یا ــ میرزا صائب ــ بوده است . و نیز کسانی از قبیل یاوری و چاکری و ادهمی همگی از مجاهیل شعراء ایرانند ، که نگارنده تا حال باسامی ایشان در هیچ تذکره ای از تذاکر فارسی ، بر نخورده ام . و ممکن است اینان از شعرای محلی بوده باشند، که منحصرا بزبان محلی و با ترکی شعر میساخته اند . . . . . (ص ۲۵)

فتح قندهار

در سال (۱۰۵۹هـ) که قندهار بدست لشکریان قزلباش مفتوح شد . صائب قصیده ای در این فتح ساخته و انتشار داد ، که مصراع شامل ماده تاریخ آن چنین است :

از دل ، زدود زنگ الم ، فتح قندهار

۱۰۵۹هـ

ابیاتی هم درین باب بمثنوی سروده که، عدد آن را از سی و پنج هزار بیت تا صد و سی و پنج هزار بیت نوشته اند . نصرآبادی در ترجمهٔ میر شرف نامی از معاصرین صائب مینویسد که :

> ــ ظاهراً مصراع مزبور ، بر سبیل توارد بخاطر میر شرف نیز رسیده بود . و همین که ، قصیده صائب منتشر شد ، مشار الیه بی حوصلگی نمود ، و محضری بخط جمعی کثیر تمام کرد که : من این مصراع را پیش از صائب گفته ام ! و آن را برای امضاء نزد حقیر فرستاد ، و فقیر ــ باعتبار محبتی که بمیرزا صائب دارد ــ آن محضر را پاره نمود . غرض که بدخوئی مشار الیه ازین ظاهر میشود . وگر نه طبع بندگان میرزا صائبا ، ازان مستغنی تر است ، که باین چیزهای سهل دیدهٔ طمع دوزد ــ(۱)

۱ــ رک : نصرآبادی ص ۱۲۰ عبارت قدری فرق دارد .

قصهٔ شاه سلیمان و صائب

پاره ای از ارباب تذاکر در کتب خود، و مرحوم تربیت در کتاب ـ دانشمندان آذربائیجان ـ نوشته اند که: صائب، در روز جلوس شاه سلیمان بسر تخت سلطنت، قصیده منظوم داشته بود، که مطلع آن این است:

احاطه کرد، خط آن آفتاب تابان را گرفت، خیل پری، درمیان سلیمان را

و شاه سلیمان نظر بحسن صورتی ـ که در جوانی داشته است ـ از استماع این قصیده بغیظ در آمده، و دیگر تا آخر عمر با مولانا تکلم نکرد.

این داستان مجعول، که ادب ذاتی و اکتسابی صائب و آداب سلوک و محاورهٔ سلاطین، خود بخود مکذب آنست، اصلا مورد ندارد. زیرا این بیت در ـ دیوان صائب ـ مطلع غزلی است که، مجموع ابیات آن از هشت و نه بیت تجاوز نمیکند (۱). و ابدا عنوان قصیده و تاریخ جلوس ندارد.

اساتذه

راجع باساتید صائب، در مراتب سخن، معدودی از تذکره نویسان نوشته اند که: تربیت از حکیم رکن‌الدین مسعود کاشانی متخلص بمسیح و حکیم شرف‌الدین حسن شفائی اصفهانی ـ که هر دو از افاضل حکماء و اطباء و شعرای عصر خود بوده اند ـ یافته، و در خدمت ایشان بکمال سخن رسیده است.

اگرچه در دیوان صائب، در چند موضع از مقاطع غزلها، نام این دو حکیم باحترام برده شده، و نیز معمول ـ آن عصرتا اواسط زمان قاجاریه و بلکه تا صدر مشروطیت ـ چنین بوده است که، هیچ شاعری ناگزیر از

۱ـ رک: کلیات صائب از امیری فیروز کوهی (ص ۲۲) این غزل ده بیت دارد.

استاد نبود . و هر چند که در علوم و فنون دیگر کامل و جامع میشد، باز هم ناچار بود که، در مراتب شعر و شاعری، خدمت استاد برسد، و تقریبا مانند فقهای تحصیل اجازه کند، و نقد سخن خود را بسکه صاحب عیاری برساند. اما در اشعار صائب ، چیزی که صریح در این معنی باشد ، دیده نشده است. و ارباب تذکره در این نسبت اجماع نکرده اند ، حتی نصرآبادی ــ که همه این بزرگان و صحبت شان را ادراک کرده است ــ بحثی در این باب نیاورده، و تنها گفته است که : ده دیوان از حکیم رکنا در خانهٔ میرزا صائب دیده ام !

سنین پیری و تکیه

صائب در سنین پیری دیگر از اصفهان خارج نشد ، و در باغ تکیه ای که . . . . برای خود ساخته . . . . . اقامت گزید . و چون نامش در تمام ایران و هندوستان و ممالک عثمانی مشهور گردیده بود ، همواره عده ای برای زیارت حضرتش می آمده ، و از فیض صحبتش بهره مند میگردیدند .

و تذکره ها مکرر ذکرکرده اند که : فلان شاعر از فلان کشور، بذوق دیدار وی باصفهان آمده ، و در خانهٔ او منزل کرده است . و حتی نوشته اند که : بعض از آرزومندان او ، راه سفر طاقت فرسا را ، بشوق ملاقات پیاده طی کرده اند :

عاملای بلخی و انتخاب اشعار صائب

عاملای بلخی ــ که خود مردی شاعر و عارف و صوفی بود ــ از بلخ باصفهان رفته . و یکسر به نزد صائب شتافت ، تا بذوق خود ازکلیات او

انتخابی کرده و با خود ببرد. و معروف است که، شرط کرده بود که، هیچ کس، حتی خود صائب هم بکار او، مداخله نکرده و بحال خودش وا گذارند.

بعد از مدتی که از این کار گذشت، و او بتنهائی در محلی بالتقاط ابیات مشغول بود، یک روز صائب یا دیگری از اهل خانه او، بدان محل رفته و در غیاب وی، آن اوراق را مشاهده کردند.

عاملا بمحض بازگشت بدان مکان و اطلاع بر این خلاف شرط، بیخبر و ناگهان برخاسته و راه بلخ در پیش گرفت. (این منتخبات که شامل چند جزو مختصر است در هندوستان بسعی مشکور یکی از ادبای آنجا بطبع رسیده و در نزد نگارنده نسخه ای ازان موجود است(۱).) و چندانکه میرزا، با آن حسن خلق، از در معذرت درآمده و پوزش طلبید، فائده نبخشید.

میر معز و انتخاب اشعار

یکی دیگر ازکسانی که درحیات صائب بذوق خود، از دیوان او ابیاتی انتخاب کرده است، میر معزالدین موسوی متخلص بفطرت است، که از طبقه علماء و مشاهیر رجال ایرانی هندوستان است . . . (ص ۲۷)

اعداد اشعار و کلام صائب

عدد اشعار صائب را، از هشتاد هزار تا صد و بیست هزار، و جمعی از این هم بیشتر نوشته اند (۲) . . . . استاد عالم فاضل و حکیم عارف جامع،

۱- رک : حاشیه صفحه ۵۵۵

۲- رک : تذکرهٔ حسینی که در حدود لک بیت نوشته است.

محقق جلال‌الدین همائی اصفهانی (ادام الله ظلاله و ضاعف مجده و جلاله) دیوان او را دویست هزار بیت کامل دانسته ، و نقل کردند که : این کلیات را که ، ابیات آن از روی شماره تعین شده بود ، در سالهای پیش در اصفهان دیده اند : بدین کیفیت که ، مالک آن شبهای را که ، در خانهٔ شعرای اصفهان انجمن ادبی تشکیل میشد ، دیوان مزبور را بدانجا میبرده ، و شعرای انجمن از روی غزلهای آن ، غزلی طرح و باتفاق میساخته اند . و این ترتیب همین طور بر جا بود تا اینکه وقتی ، مالک آن ، بدست مرد محترم و دانشمندی ــ که عازم هندوستان بود ــ بمبلغ صد تومان فروخته ، و بوسیله آن مرد محترم ، بهندوستان برده شد ، که اکنون هم موجود و بوارث آن شخص ، که در هندوستان (حیدرآباد دکن) سکونت دائم دارند ، متعلق میباشد .

خود صائب گذشته از انتخابی که قبلا ذکر شد ، از بین اشعار خود ابیاتی مختلف‌الموضوع را جمع و هر یک از آنها را با طبقه بندی مخصوص بنامی موسوم کرده است : اشعاری را که در وصف سرا پای معشوق است ــ مرآت‌الخیال ــ و ابیاتی را که مربوط بآئینه و شانه است ــ آرائش نگار ــ و شعر های راجع بمی و میخانه را ــ میخانه ــ و نخبه مطالع غزلیات را ــ واجب‌الحفظ ــ نام نهاده است .

دیگری بطرز دیگر ، منتخباتی رقم زده . و مثلا ابیات راجع به ــ یوسف و زلیخا ــ و ــ شمع و پروانه ــ و ــ آسیا و آسمان ــ و امثال اینها ، در پی هم جمع و مرتب کرده است .

نگارنده چندین مجلد از منتخباتی را ــ که ذکر آن گذشت ، و هر

یک حاوی هشت تا ده هزار بیت، و تقریبا همه آنها، مشابه یک دیگر، و غزلها و عدهٔ ابیات شان یکیست ــ بمرور ایام خریداری کرده ام، که یکی ازانها، بخط عارف تبریزی است، با تصحیحات و اضافات صائب. در قلیلی از اشعار آن و ما بقی، بخط کتاب دیگر و تعلیق مقداری غزل در حواشی آنها بخط صائب.

عارف تبریزی

و این عارف تبریزی ــ که نامش گذشت ــ بتصریح نصرآبادی: در خانهٔ صائب اقامت و بامور کتابت و کتابخانهٔ او اشتغال داشته است. و غالب دواوین صائب ـ خصوصاً این نوع منتخبات ـ بخط اوست.

عارف آنقدر از رسم‌الخط صائب تقلید میکرده و شبیه باو مینوشته است که، اغلب خط او را با خط صائب اشتباه میکنند.

رسم‌الخط صائب و عارف

صائب همان طور که، در شعر خود اهل تقلید نبوده است، در خط هم رسم‌الخطی مخصوص بخود داشته. که آن نوعی از تعلیق تحریری و در کمال پختگی و یکدستی است. و حاکی از مهارت و ممارست زیاد او، در نستعلیق و کثرت کتابت میباشد. ولیکن خط عارف که، تقلید محض از خط صائب با جمیع خصوصیات آن است، نسبت بدان خام و نا پخته و در میزان تشخیص تمایز بین آن دو، واضح و آشکار است.

نسخه ای که متعلق به کتابخانه مجلس است ــ و مرحوم ملک‌الشعرا بهار، در پشت کتاب انتساب خط آن را بصائب تسجیل کرده ــ بخط همین

عارف تبریزی است ، نه بخط صائب .

آثار بخط صائب

از جمله آثار قلمی صائب ــ همان طور که در پیش هم نوشتیم ــ یکی ــ کلیات شمس ــ است که تمامی آن ، در نسخ متعدد بخط وی مشاهده و بنظر جمعی از ادباء رسیده است .

بعضی از دواوین دیگر هم ــ به نقل دوستان ــ از او ملاحظه شده ، که بنده تا حال شخصا آنها را ندیده . و همچنین پاره ای از کتب که بدست و نظر او مقابله و تصحیح گردیده است ، در ایران و هند موجود است(۱) .

ازان جمله است، یک نسخه کهن سال از ــ خمسهٔ نظامی ــ که با دقت بسیار آن را مقابله و تصحیح و در بسیاری از مواضع ابیاتی ، از روی نسخ دیگر ، در حواشی اضافه کرده است . با توضیح بعض مشکلات و معانیٔ لغات .

یکی دیگر از آثار وی، همان ــ سفینه ــ معهود است که، میرساند صائب، با استفاده از کتابخانه های معتبر سلاطین و امراء ، بنفائس و نوادری از کتب برخورده است ، که دسترس بدانها برای همه‌کس میسر و مقدور نبوده است.

این ــ سفینه ــ که بروایت مرحوم تربیت ، شامل آثار هشتصد (۸۰۰) نفر از شعراء و قریب به بیست و پنج هزار بیت است ، معلوم نیست که فعلا در کجاست(۲) . و آیا مرحوم تربیت شخصا آن را دیده و یا نقلا در کتاب

۱ـ رک : در صفحات آینده تحت آثار خطی صائب .

۲ـ رک : تحت آثار خطی صائب .

خود ذکری ازان کرده است .

اما این بنده یک نسخه ازآن را ـ که بخط عارف تبریزی است ـ و در آخر آن نوشته شده است که :

ـ در سال (۱۰۸۷ه) در عباس آباد اصفهان از روی نسخه بخط افصح المتکلمین مولانا میرزا صائب تحریر شده ـ

در نزد استاد سخن فقید فرید مرحوم وحید دستگردی اصفهانی (قدس‌سره‌العزیز) دیده و مدتی آن را برسم امانت در اختیار داشته ام .

صائب را آثار نثری فراوان هم بوده است ، که ازانجمله است ، خطب بلیغ دیوانی ، و نثر درتمجید تماکو و قلیان، و تقاضای نرگس از یکی از دوستان ، و تقاضای رفع منع از شرابخواری از درگاه سلطان . . .
(ص ۳۱)

حلیه و عکس صائب

. . . . خوشگو نوشته است که : ـ میرزا بیدل میفرمودند که : من در طفولیت دیدار صائب دیده ام ! مردی لاغر کشیده قد سیاه فام بود . و خان آرزو میفرمایند که : حقیر تصویر ایشان دیده ام ، مرطوب، سفید فام پیر، نوشته اند .

مرحوم تربیت بنقل از خوشگو نوشته است که : ظفرخان احسن تصویر صائب و بعض دیگر از سخنوران معاصر خود ، از قبیل قدسی و کلیم و دانش و غنی و میر صیدی و غیر آنان را که با خود وی مربوط بوده اند ، نقاشی گردانیده و منتخباتی از اشعار آنان را نیز بر پشت صحیفه

نویسانیده، تذکره و مرقعی ترتیب داده بوده است، که نسخهٔ ازان را، خوشگو در نزد شاه عیان نام دیده است ــ نگارنده این قسمت از نوشته خوشگو را در سفینه او، ضمن شرح حال صائب، ندیده ام. (۱) مگر اینکه در شرح حال دیگری نوشته شده باشد. (ص ۳۹)

تاریخ وفات و مقدار عمر صائب

تاریخ تولد ــ نیز مانند تاریخ تولد کثیری از بزرگان دیگر ــ معلوم نیست. سن او را از شصت و پنج (٦۵) سال تا هفتاد و یک (۷۱) سال نوشته اند: و تاریخ وفات او باجماع صاحبان تذاکر (۱۰۸۱ﻫ) و عبارت:

ــ صائب وفات یافت ــ
۱۰۸۱ﻫ

یافتهٔ سرخوش و مصراع:

ــ بود باهم مردن آقا رشید و صائبا ــ
۱۰۸۱ﻫ

ساخته ملا محمد سعید اشرف، ماده تاریخ وی میباشند.

اینکه بعض از معاصرین بتوهم نوشتهٔ نصرآبادی، که در شرح حال صائب نوشته است: الیوم در اصفهان توطن دارد! و اینکه نصرآبادی تذکرهٔ خود را، در سنه(۱۰۸۳ﻫ) برشتهٔ تحریر آورده، تاریخ وفات او را از (۱۰۸۳ﻫ) به بعد دانسته اند، صحیح نیست. زیرا این سال ــ که نصرآبادی در مقدمه کتاب خود آورده است ــ سال اتمام تذکره است، نه تاریخ شروع. و چون این کتاب در طول سنین متمادی نوشته است، هیچ منافات ندارد که شرح

۱ــ رک: این کتاب تحت احسن صفحه این روایت از سرخوش هست.

احوال صائب قبل از (۱۰۸۱ھ) بقلم آمده باشد. همچنانکه در آن کتاب بتاریخهای اشاره شده که پیش از (۱۰۸۳ھ)میباشد. و ازانجمله است تاریخی که در صفحهٔ (۱۷۳) درطی ترجمهٔ ملا محمد شفیع قزوینی ذکر کرده، و میگوید: در همین سال که (۱۰۷۷ھ) است. . . الخ!

و همچنین بگمان تاریخی، که بر سنگ قبر صائب بدست محمد صالح خوشنویس رقم شده، و آن سال (۱۰۸۷ھ) است، نباید سال (۱۰۸۱ھ) را غلط پنداشت. زیرا بسا اتفاق افتاده — و می افتد — که تهیه و نصب سنگ قبر، سالها بطول انجامد. مضافا باینکه بر روی سنگ متعرض نگردیده اند، که سال مزبور سال وفات میباشد، و بلکه محمد صالح تاریخ نصب سنگ و تحریر خود را متعرض گردیده است. (ص ۴۱)

محل قبر و چگونگی پیدایش آن

محل قبر بی شبه همین مکان فعلی است، که در حیات او — بتکیهٔ میرزا صائب — معروف بوده است. خوشگو نوشته: — در باغچه پر از گل و ریاحین واقع در اصفهان که موسوم است — بتکیه میرزا صائب - مدفون است.

اولین کسی که برین محل راه یافته و توانست که قبر صائب را — که در زیر تودهای سنگ و خاک پنهان بوده است — بشناسد، استاد محترم جلال‌الدین همای* (سلمه الله) بود که، اینک برای مزید اطلاع، مفهوم عباراتی، که سابقا در این خصوص برای این جانب، نقل کرده اند، مینویسم:

> در سال (۱۳۴۰ قمری) که در اصفهان در صدد تکمیل — تذکرةالقبور — مرحوم آخوند ملا عبدالکریم گزی (اعلی الله مقامه) بر آمده و خواستم که، آنچه را که از قلم آن بزرگوار فوت شده است، بر آن

مزید گردانم . ناچـار بجستجوی قبور متبرکه پرداختم ، تا روزی بمحل که موسوم ــ بقبر آقا ــ و مـورد توجه اهل محل بـود ، مصادف شدم . در این محل درکنـار جنوبی نهر موسوم ــ بجوی شاه ــ باغـی بود ، ملـکی آقای حاج سید جواد کسائی . (این باغ واقع در محله لنبان فعلی است، که جزوی از محله تبارزه عباس آباد اصفهـان بوده است) در گوشهٔ باغ سکونـی بـود که این قبر درانجا قرار داشت . اما اثـری از سنگ ظاهر نبوده ، تا اینکه باکومک باغبان، خاکهای روی قبر را به یکسو زده و سنگ قبر را مشاهـده کردم .

بر روی سنگ نام صائب و تاریخ وفات ذکر نشده، و فقط غزلی از اشعار او بـر آن نقر شـده بود . و آنگاه بقـرینه ، قبـور مجاور که ــ از خویشـان نزدیک صائب معرفـی شده ، و سنـگ قبر شان خوانا بود ــ معلـوم شد که این قسمت مقبرهٔ خانوادگی صائب ، و این قبر متعلق بخود اوست .

بعد از شناسائـی ، موضـوع را بدانشمند محترم جناب آقـای الفت تذکار داده و صاحب باغ را هم بحقیقت امر واقف گردانیدم . و هرچند که از طرف هیچکس ، اقدام لازم در بنای مقبره بعمل نیامد ، اما ایـن قدر شد که، توجه مـردم و اعتقـاد آنـان بصاحب قبـر، مانع شه کـه، ایـن قسمت از باغ هم بقیسمتهای دیگر ملحـق شود . و امروز بجای قبـر صائـب گاراژی عـریض و طویل بوجود آید .

نگارنده میگوید که: از توجه فعلی مردم مخصوصاً ــ بطوریکه شنیده شد ــ طبقهٔ نسوان بدین مکان و اینکه آن را، قبر آقا، نامیده و شب های جمعه و لیالی متبرک بزیارت آن میرفته و شمع روشن میکرده اند ؛ ظاهر میشود که، قبر صائب از سالهـای پیش مـورد توجه مردم و زیارت گاه اهل معنـی بوده است . و مؤید آنست که گفته بودیم : این مرد را گذشته از مراتب شعر و شاعری، اهل حق و باطن، میدانسته اند. و از همین جا ست که، مرقد روشندلان

را سینهٔ پاکان شمرده، و آثارشان را از اولاد و اعقاب شان، دانسته اند. کدام خانه ای از آب وگل است که، با نهانخانهٔ دل مشتاقان برابری کند! و نهفته خود را چون نهفته دل از فنا و زوال برکران دارد. و چه خوب گفته است خود صائب:

بعد ازین(صائب) سراغ، از گوشهٔ دل، کن مرا　　جای من خالیست، در وحشت سرای، آب وگل

بازی همینکه این شایعه قوت گرفت، و رفته رفته اهل ادب بشخصیت صاحب قبر آشنا شدند، اولین بار در سال (۱۳۱۷ ش) این موضوع از طرف ادباء محترم آقایان ادیب و خشوری اصفهانی و ابراهیم صفائی ملایری اعلام و ضمن مقاله ای که در مجلهٔ نفیس ـارمغانـ مرحوم وحید بچاپ رسانیدند، بعموم اهل ذوق، اطلاع داده شد که: قبر صائب ظاهر گشت.

اشعاریکه بر روی سنگ قبر نقر شده اول این بیت:

من همان ذوقم که، میبابند از گفتار من　　محو کی، از صفحه دلها شود، آثار من

و سپس این غزل است که در ذیل نقل میشود:

در هیچ پرده، نیست نباشد، نوای تو　　عالم پر است از تو و خالیست جای تو
تاج و کمر چو موج و حبابست ریخته　　در هر کنارهٔ ز محیط سخای تو
هر چند کائنات، گدای در تو، اند　　هیچ آفریده نیست، که داند سرای تو
در مشت خاک من، چه بود لائق نثار　　هم از تو جان ستانم و سازم فدای تو
غیر از نیاز و عجز، که در کشور تو نیست　　این مشت خاک تیره، چه دارد سزای تو
(صائب) چه ذره است؟ و چه دارد فدا کند!　　ای! صد هزار جان مقدس فدای تو

(ص ۲۱-۲۳)

اولاد اعقاب صائب

تا آن جا که، نگارنده تحقیق کرده است، صائب را پسری بنام میرزا رحیم صائب بوده، که در بعض از تذکره ها، فقط یکی دو بیت از او، نقل

کرده اند : حفید او میرزا محمدعلی نامی است ، که ظاهرا از زی میرزای خارج و در سلک علماء منسلک گردیده است . مردی هم بنام میرزا محمدمحسنا در این خاندان شهرتی داشته ، که معلوم نیست فرزند بلافصل صائب است ، یا فرزند محمدعلی دوم : و قبر این هردو نفر اخیر ، نیز بر روی همان صفه ایست که قبر صائب درانجا قرار دارد ؛

در سر چشمهٔ طهران، مردی از اهل علم و خاندان قدیم وجود داشت که ، بروایت فرزند (آقا محمد صائبی وکیل محترم داد گستری) از نوادهٔ صائب بود . و مدعی بودند که : جد ایشان از اصفهان بخونسار رفته و در عداد علما آنجا درآمده است . و میگفتند که : تا صائب چندان فاصله‌ای ندارند.

در هر حال ، از وضع سنگ قبر میرزا محمدعلی حفید صائب ، استنباط میشود که : فرزندان وی به زی علماء و فقهاء عصر درآمده اند . با اینکه صائب در این باب نگران بوده و فرموده است :

تا سر انجام، چه از پرده درآید ، کامروز دور پرواری عمامه و قطر شکم است

و بد بختانه، این آقای محمد صائبی آن قدر سرگرم کارهای دنیا و مشاغل داد گستری است ، که اصلا داد و فریاد ما را نمیشنود ، و هرچه تقاضای میکنیم که از آثار جد بزرگوار خود، چیزی بما بنمایاند ، مضایقه میکند . . .
(ص ۲۳)

باغ و تکیه و قبر

باغ تکیه بسیار وسیع و گویا در حدود ده جریب بوده است ، که بمرور ایام از بین رفته ، و اکنون قریب پنج هزار متر آن ـ که دارای محصول (سر درختی) و در اجاره اشخاص است ـ باقی مانده است . و بنا بتحقیقات

آقای گلچین، باغ مزبور در خیابان صفا ــ که در امتداد مادی، نهر بزرگ (نیاصرم) قراردارد ــ واقع و از لحاظ قریب جوار با مسجد لنبان، بصورت موقوفه (یعنی ملکیت نوعی معدودی از ابناء نوع) در آمده است، که یک قسمت از مجادلات و مناقشات ایشان، مربوط بهمین موضوع و امید انتزاع از آن ایادی بوده است.

آقای گلچین شرح مبسوطی از خصوصیات باغ و قبرها، و ماجرای مربوط بوقف آن، در یکی از شمارهای سال (۱۳۳۸هـ) ـ مجله طهران مصور ـ انتشار داده است، که ما قسمتی از آن را، تا آنجا که مخصوص بقبور و حاوی اطلاعات مفید است عینا نظر خوانندگان میرسانیم.

> باغ تکیه، باغی است، بمساحت پنج هزار متر مربع مشحون از انواع درختهای میوه. و در موقعی که ما بدانجا رفتیم، سراپا غرق شگوفه بود، و زیبائی چهره، خیره کننده ای داشت.
>
> در قسمت جنوبی این باغ، پای دیوار صفه ای قرار دارد، و بر روی آن، قبر صائب و اندکی بالاتر، قبر نوهٔ او محمد علی فرزند میرزا رحیم صائب و قدری بالاتر، قبر میرزا محمد محسنا فرزند صائب واقع شده. هر سه سنگ در زیر گل و لای محو شده بود. و ما پس ازان که، خار و خاشاک را رفتیم و گل و لای را شستیم، توانستیم خطوط هر سه سنگ را بخوبی بخوانیم.
>
> سنگ قبر صائب، یک پارچه و میان تهی است، ولی فعلا بدو نیم شده. میان سنگ را بدین منظور تهی ساخته اند که، در آن گل بگذارند. یک مطلع و یک غزل از صائب بخط محمد صالح (خوش نویس) مشهور آن عصر ــ که قسمتی از کتیبه مدرسه چهار باغ بخط اوست ــ بر این سنگ منقور است. (در اینجا همان ابیاتی که قبلا مذکور شده مندرجه است) و در پائین سنگ نوشته:
>
> ــ تحریراً شهر جمادی الاولی سنه (۱۰۸۷هـ) فقیر محمد صالح ــ

در بالای سنگ دوم چنین نوشته شده :

وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد علی ولد میرزا رحیم صائب ،
بتاریخ یوم یکشنبه هشتم شهر جمادی الثانیه ۱۱۲۱هـ

و بچهار طرف سنگ این ابیات :

کرد رحلت ازین سرای فنا   ناصر دین یگانهٔ دوران
در صلاح و سخا یگانهٔ عصر   معدن جود و مخزن احسان

با اینکه شعر خصوصی نیست، ولی از بیت اول و دوم چنین معلوم میشود که میرزا محمد علی شخص محترمی بوده ، و مقامی روحانی داشته است.

بر سنگ سوم که یک قطعه مرمر کوچک است چنین نقر شده :

وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد (محسنا) ابن میرزا محمد علی صائب
فی هفتم شهر محرم الحرام ۱۱۲۹هـ.   (۴۴-۴۵) (۱)

چهره و اندام صائب

امیری فیروزکوهی در مقدمه ــ دیوان صائب ــ اضافه فرموده اند :

صاحب سفینه خوشگو مینویسد : مرزا بیدل میفرمودند که، من در طفولیت دیدار صائب دیده ام . مردی لاغر و کشیده قد و سیاه فام بود ! خان آرزو سراج‌الدین علی خان . . . میگوید که: حقیر تصویر ایشان دیده ام، مرطوب، سفید فام، پیر نوشته اند .

اما قول اول، یعنی گفتهٔ میرزا عبدالقادر بیدل، ظاهراً از نظر تاریخ درست در نمی آید . از آنجهت که میرزا بیدل در (۱۰۵۴هـ) متولد شده است ، و میدانیم که صائب در سال (۱۰۴۲هـ) از هند بایران آمده و دیگر بدانجا باز

۱ـ اقتباس از کلیات صائب تبریزی . مقدمهٔ دانشمند گرامیقدر آقای امیری فیروزکوهی . چاپ خیام تهران (۱۳۳۶ شمسی) . نیز رک : تحت گنجینهٔ آثار اصفهان در صفحه آینده (ص ۵۸۰) که از روی نوشتهٔ آقای دکتر هنرفر، عبارت کتیبها اختلاف الفاظ دارد .

نگشته است . مگراین احتمال پیش آید که ، صائب در فتح قندهار حضور داشته ، و مدتی درانجا مانده باشد! و یا در یکی از سفرهای خود بخراسان، پس از باز گشت هند و ازانجا بهرات رفته ، و در نتیجه ــ بیدل که در آن وقت کودکی بیش نبوده است ــ با ولی خود بدیدار صائب شتافته باشد ! و در یکی ازین دو مکان اورا دیده باشد .

تاریخ تولد و وفات و مقدار عمر صائب

سال تولد صائب، هم مانند اکثر از بزرگان، بطور قطع معلوم و مشخص نیست . و سالهای را که تخمین زده اند ، بالنسبته به حدس در مقدار عمر و سال وفات اوست ، نه بخصوص تاریخ تولد .

هرمان اته در ــ تاریخ ادبیات فارسی ــ خود تولد اورا بسال(۱۰۱۲هـ) و بعض دیگر (۱۰۱٦هـ)(۱) مرتب کرده اند . ولی قلی بیگ شاملو در ــ قصص الخاقانی ــ نوشته است که : درین ولا که (۱۰۷٦هـ) است در عشر ستین نمودی ! و اما تاریخ وفات او را بمع الاعقب سال (۱۰۸۱هـ) دانسته و ماده تاریخهای را که دو نفر از معاصران او ، یافته اند ، ملاک قرار داده اند .
از قبیل عبارت سرخوش که گفت :

ــ صائب وفات یافت ــ
۱۰۸۱هـ

و یا مصراع ملا محمد سعید اشرف مازندرانی که عبارت است از :

ــ بود باهم مردن آقا رشید و صائبا ــ
۱۰۸۱هـ

۱ــ رک : تولد ۱۰۱۲هـ ــ بوهار ۱ : ۲۹۳
: تولد ۱۰۱٦هـ ــ سپه سالار ۲ : ٦۲۲

جمعی دیگر از صاحبان تذکره ، از جمله میر غلام علی آزاد بلگرامی در ـ سرو آزاد ـ سال وفات او را (۱۰۸۰ه) شمرده اند . فاضل بلگرامی ماده تاریخی هم بدین سال طی یک رباعی سروده که ، بیت شامل تاریخ چنین است .

خامهٔ (آزاد) انشا کرد بهر رحلتش　　بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام

۱۰۸۰ه

صاحب ـ نتائج الافکار ـ هم همین تاریخ را ذکر کرده است . معدودی دیگر از جمله (ریو) این رباعی منسوب به شیخ جلیل زاهد عالم ملا محمد رفیع واعظ قزوینی ، صاحب کتاب مشهور ـ ابواب الجنان ـ را ، که میگوید :

شد صائب ازین جهان ویران ، صد حیف　　زان در ثمین بحر عرفان ، صد حیف

گفتند : بناله ، بلبلان تاریخش :　　ای حیف ازان هزار دستان ، صد حیف

۱۰۸۷ه

و سال (۱۰۸۷ه)(۱) ازان استخراج میشود ، ماخذ دانسته ، بآن تکیه کرده اند . حاج خلیفه نیز در ـ کشف الظنون ـ همین سال را تاریخ وفات صائب دانسته . و تاریخ منقور بر سنگ قبر او ، هم ـ که معلوم نیست سال وفات است یا سال نصب سنگ ـ همین سال (۱۰۸۷ه) است .

میر افضل سرخوش که عبارت :

ـ صائب وفات یافت ـ

۱۰۸۱ه

را یافته است ، در کیفیت این تاریخ میگوید که : روزی در مجلس میر معز

۱ـ ازین مصرعه سال (۱۰۸۸ه) بر میآید نه (۱۰۸۷ه) . و همه فهرست نگاران اروپای ازین مصرعه عدد (۱۰۸۸ه) گرفته اند .

موسوی خان نشسته بودم : سوداگری از ولایت (ایران) آمد . ظاهر ساخت که میرزا وفات یافت . میر و دیگر اعزه که آنجا بودند ، افسوسها خوردند . فقیر گفت تاریخ ــ صائب وفات یافت ــ بی کم و کاست شد .

مرحوم تربیت مینویسد که : ملا محمد سعید اشرف ماده تاریخ خود را بامر زیب‌النسا بیگم سروده است : نصرآبادی که از دوستان و معاشران صائب بوده و تذکرهٔ خود را در سال (۸۳ ۱ه) تحریر آورده است ، در سرح حال صائب مینویسد که : الیوم در اصفهان بوطن دارد ! ولی ازانجا که ، سال(۱۰۸۳ه) تاریخ اتمام تذکره نصرآبادی است نه تاریخ شروع آن . بعید نیست که صائب قبل ازان موقع ، از دنیا رفته باشد .

و هر چند که در بسیاری از مادهٔ تاریخهای مشهور ، مسامحاتی از طرف گویندگان آنها ، بعمل آمده و غالباً باحتمال اینکه ، هیچکس از کثرت اعجاب بشعر بمحاسبه نخواهد پرداخت ، مرتکب اغلاطی در حساب گردید اند .

اما اخیراء آقای گلچین معانی ، طی مقاله ای که ــ خطاب بانجمن آثار ملی نوشته و عین آن را در ــ مجله یغما ــ(۱) بچاپ رسانیده است ــ نظری ابراز داشته ، که باعتقاد من ، هم مفتاح صحت هر دو ماده تاریخ مزبور و هم مفید قطع در تاریخ رحلت صائب است . آقای گلچین دران مقاله ــ که قسمتی منقول از نوشته جناب پرفسور محمد شفیع (۲) است و قسمت دیگر منقول از ــ قصص الخاقانی ــ و سفینه های که دستخط صائب درانها بتاریخهای موخر بر (۱۰۸۱ه) موجود است (۳) ــ یکجا تحقیق و جای دیگر تتبع نموده . و از منظومه ــ مسیرالسالکین ــ میر نجات اصفهانی (که دو بیت ازان سابق نقل شد) ابیاتی باستشهاد آورده ، و مدعی است که : چون میر نجات در این منظومه

۱- رک : یغما ۱۸ : ۶ (۱۳۴۴ ش) ص ۲۹۲ .
۲- رک : ص ۵۸۳ تحت علیگره .
۳- رک : تحت آثار خطی صائب ص ۵۸۲ .

که، آن را بسال (۱۰۸۵ھ) با ذکر تاریخ سروده است، بنام و نشان صائب در اصفهان تصریح کرده، مسلم است که، وی تا آن تاریخ در قید حیات بوده است. که درین صورت اولاً باید صحت صدور و تاریخ و انتساب خود این منظومه متحقق، و ثانیا بدان استفاد و استشهاد شود. ولکن آنچه که خود آقای گلچین دریافته و حساب کردهٔ است این است که: از جملهٔ — صائب وفات یافت — و از مصراع — بود باهم مردن آقا رشید و صائبا — یک حرف — (ها) — در کتابت و نقل اسقاط گردیده، و صحیح آنها چنین است که — بوده باهم مردن آقا رشید و صائبا — و — صائب وفات یافته — که با این دریافت، صحیح تاریخ مستخرج از هر که عبارت سال (۱۰۸۶ھ) خواهد بود. که همان تاریخ درست و قاطع هرگونه تردید و تامل است.

با این احتمال که چون ممکن است تاریخ ماه رحلت از ماههای آخر سال (۱۰۸۶ھ) و مطلع سال (۱۰۸۷ھ) یا چند روزی فاصله بوده باشد. کسانی هم که سال اخیر را سال وفات دانسته و ماده تاریخ ساخته اند، مسامحه ای قابل گذشت کرده اند(۱). (ص ۸۱-۸۳)

۱- در سال وفات اختلاف به اینقرار است:

(۱) سرو آزاد، نتائج الافکار، شمع انجمن، خلاصة الافکار، عبدالغنی	۱۰۸۰ھ
(۲) سرخوش، اشرف، صحف ابراهیم، اسپر نگر	۱۰۸۱ھ
(۳) تاریخ مهدی (حاشیه ید بیضا ورق ۱۲۸- الف بانکیپور ۳: ۱۲۸)	۱۰۸۵ھ
(۴) آقای گلچین معانی باضافه (ه)	۱۰۸۶ھ
(۵) کتیبهٔ قبر و حاجی خلیفه	۱۰۸۷ھ
(۶) همه فهرست نگاران اروپائی از روی کتیبه واعظ	۱۰۸۸ھ
(۷) مراة العالم (ریو- بانکیپور ۳: ۱۲۸)	۱۰۸۹ھ

بظاهر قرینهٔ آقای گلچین معانی صحیح معلوم میشود. (رک: بوهار ۱: ۲۹۳ — بانکیپور ۳: ۱۲۸ — ایتهی ۱: ۸۸۱ — ریو ۲: ۶۹۳).

رسم الخط صائب

صائب همان طور که، در شعر اهل ابداع و ابتکار بود، در خط نیز رسمی مشخص و مخصوص بخود داشت. که چنان شیوه ای با تفحص، در مرقعات و سفائن عصر صفوی، از دیگری ملاحظه نشد. البته نوع خط (شکسته شفیعا) است. اما با ریزه سازیها و نازکیهای مخصوص بخود و با پختگی و جا افتادگی دست، ـــ که حاکی از کثرت تعلم او در خط و ممارست و مداومت درانست ـــ این جانب احتمال میدهم که، تعلیم خط را از عم خود شمس‌الدین (شیرین قلم) فرا گرفته باشد. بهرحال خط او در کمال پختگی و اصالت سبکی علحده و مشخص دارد.

عارف تبریزی

عارف تبریزی که همان رسم‌الخط را تقلید میکرده، دواوین بسیاری با همین رسم‌الخط از صائب کتابت کرده است، که در ایران فراوان یافت میشود، که ازان جمله است، نسخهٔ مجلس شورای ملی، و نسخهٔ متعلق بمرحوم ارگانی، و چندین نسخه که درملکیت مستعار این بنده است. و همین تقلید و مشابهت، سبب شده است که، اکثر اهل فن متن همه این نسخ را، از صائب میدانند.

باضافه اینکه، ظاهرا چند نفر دیگر هم از نویسندگان دیوان صائب در حیات او، کانه از رسم‌الخط او تبعیت میکرده اند. دیگر اینکه لقب عم صائب (شمس ثانی) نه به نسبت شمس تبریزی معروف است، بلکه با نسبته بشاگردی اوست. در خدمت شمس‌الدین محمد تبریزی (معروف به شیرین قلم) از خطاطان وخوشنویسان مشهور (متوفی بسال ۹۴۰هـ) که پس از مرگ استاد، لقب و شهرت وی از آن آوان، و نیز احتمال استاد این دو شمس‌الدین، که یکی از مشاهیر متعرفه و

دیگری را از معاریف قاریان قرآن معرفی کرده اند ، و نیز اولیاء را از اولاد اخی فرج زنجانی صوفی معروف دانسته اند . میرود ، که در این صورت باید گفت که، بین دو برادر یعنی پدرصائب و شمس‌الدین، نود سال فاصله بوده است . و صائب نیز این عم را ندیده و از او تعلیم نگرفته است . (ص ۹۰)(۱)

● **گنجینه آثار تاریخی اصفهان** : آرام گاه صائب : . . . . در باغی بنام (باغ تکیه) مشرف به نهر ــ نیاصرم ــ واقع شده . و هم اکنون خیابان روبروی آن نیز بنام (صائب) نامگذاری شده . . . . پس از وفات در باغ شخصی او ــ که باغ وسیعی بوده است ــ بخاک سپرده شده و مدفن او آرام‌گاه اختصاصی خانواده وی شده است .

کتیبه سنگ آرام گاه صائب بخط محمد صالح اصفهانی

سنگ آرام گاه صائب از نوع سنگ پارسی است که در اطراف و قسمت بالای آن اشعاری ، از خود صائب با سلیقه مخصوصی حجاری شده . اشعار مزبور که بخط نستعلیق برجسته و بقلم محمد صالح اصفهانی است ، بشرح زیر میباشد :

در هیچ پرده، نیست نباشد، نوای تو — عالم پر است از تو و خالیست جای تو
هر چند کائنات، گدای در تواند — یک آفریده نیست، که داند سرای تو
در مشت خاک من ، چه بود لائق نثار — هم از تو جان ستانم و سازم فدای تو
غیر از نیاز و عجز ، که درکشور تو نیست — این مشت خاک تیره ، چه دارد سزای تو
(صائب) چه ذره است؟ و چه دارد فدا کند! — ای! صد هزار جان مقدس فدای تو(۲)

یک فرد شعر نیز ، در بالای سنگ آرام‌گاه صائب بشرح زیر ، حجاری شده :

من همان ذوقم که ، میبابند از گفتار من — محو کی ، از صفحهٔ دلها شود ، آثار من

۱- مقدمهٔ دیوان صائب چاپ مجلس آثار ملی تهران ۱۳۴۵ھ .
۲- رک : ص ۵۸۱ اضافه یک شعر دارد .

و در قسمت پائین سنگ آرام گاه ، نام نویسنده و سال و تحریر آن بشرح زیر آمده است :

ـ تحریراً شهر جمیدی‌الاول سنه (۱۰۸۷ه) فقیر محمد صالح ـ

در آرام گاه صائب که باغ مصفای اطراف آن ـ حالت شاعرانه ای بآن داده است ـ سنگ قبرهای دیگری از خانواده صائب موجود است، که کتیبه‌های بشرح زیر، بر آنها منقور است :

(۱) ـ وفات مرحوم میرزا ابوالقاسم ولد مرحمت و غفران پناه میرزا محمدعلی صائب بتاریخ ۱۲ شهر ذی‌قعدة الحرام سنه ۱۱۲۰ه ـ

(۲) ـ وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد محسنا ابن میرزا محمد علی صائب فی ۷ ـ شهر محرم الحرام سنه ۱۱۲۹ه ـ

(۳) ـ وفات مرحمت و غفران پناه میرزا محمد علی ولد میرزا رحیم صائب بتاریخ یوم یکشنبه هشتم شهر جمادی الثانی سنه ۱۱۲۱ه ـ

بر این قبر اشعاری نیز بشرح زیر منقور است :

کرد رحلت ، از این سرای فنا — ناصر دین یگانهٔ دوران
در صلاح و سخا ، یگانهٔ عصر — معدن جود و مخزن احسان
همچو نیکان ، بگلشن رضوان — مرغ روحش مدام در طیران
چو شود جیم ـ اضافه ـ تاریخ — میشود فاش فوت او بجهان
سال تاریخ او خرد گفتا: — کرد منزل بهشت جاویدان

(۱۱۲۱ه)

کتیبه مربوط بساختمان یک سد از دورهٔ شاه سلیمان صفوی

نهر ـ نیاصرم ـ که از مادیهای بزرگ اصفهان است ، و از ـ زاینده رود ـ منشعب میشود ، باغات و مزارع و املاک زیادتی را مشروب میکند . قدری بالاتر از باغ آرام گاه صائب ، در کنار این نهر ، سنگ نوشته ای از

دورهٔ شاه سلیمان صفوی مورخ بسال (۱۱۰۰هـ) قرار داشته است، که هنگام کشودن خیابان صائب آن را از جای اصلی خود حرکت داده و بر یکی از دیوار های کنار جاده نصب کرده اند. مدتها در زیر قشری از اندود کاهگل از انظار مخفی بود. اکنون که این صفحه کتاب در دست طبع است، لوح سنگی مزبور بباغ صائب انتقال داده شده، و قرار است در محل مناسبی نگاهداری شود. مضمون سنگ نوشته مشعر بر آن است که: بفرمان شاه سلیمان صفوی، یکی از بندگان آستان او، بنام قاسم و معماری لائق بنام مهدی حسینی، مامور ساختن سدی برای مشروب کردن آراضی رود شتین (مقصود رود شت علیا و سفلی است، که انتهای آن در ۱۵۰ کیلومتری جنوب شرقی اصفهان واقع شده، و رودخانه پس از مشروب نمودن آراضی این دو قسمت، به باتلاق گلو خونی فرو میرود) شده اند. کتیبه این سنگ نوشته بخط نستعلیق برجسته مشتمل بر اشعاری است. بشرح زیر:

الملک لله تعالی

بسم الله الرحمن الرحیم

بحکم شاه دین پرور، سلیمان شاه کیوان قدر — که تعمیر خرابیها، بنام او مقدر شد
شهی کز حکم جاری کرد منع آب از جریان — که نتوانست نهری را ازان یک قطره لب تر شد
بسعی کمترین بندگان آستان، قاسم — وزیر چارده معصوم آن کز ذره کمتر شد
بمعماری مهدی الحسینی نادرالدهری — که شکل چرخ دویم درزمین از وی مصور شد
بعرض فرصتی کم آخرین سد رویدشتین — بهنگام وفور آب از نو چون مقرر شد
بتاریخش، رقم زد خامهٔ من، مصرع دیگر — ز اقبال سلیمان باز نو سد سکندر شد

(۱۰۹۰هـ)

راقمه محمد صالح غفر له (۶۳۸-۶۲۲)

● آثار خطی میرزا صائب: نسخهای دیوان و کلیات، و دیگر آثار از صائب، بخط خود صائب یا بخط عارف تبریزی، یا نسخهای دستنویس

معاصر یا قریب العهد یا قدیم، که از آنها، نگارنده اطلاعی دارد، بقرار ذیل میباشند :

۱- کتابخانه دانشگاه
علیگره

۱- دیوان صائب : بخط صائب در یک دائرهٔ منقوش نوشته شده است :

زبدة الافکار صائب
تمام بخط صائب

و بر همان صفحه عبارات ذیل دار :

۱- دیوان صائب بخط شفیمای، گذرانیده نواب مجدالدله بهادر (۱) .
۲- دوازدهم شعبان سنه ۲۰ داخل کتابخانه سرکار والا کرده شد .
۳- یک جلد . . . . . :
۴- دوازدهم ربیع الثانی سنه ۲۵ عرض دیده شد .
۵- ۲۴ رمضان سنه ۲۸ .

بر صفحهٔ دیگر، شعر بخط صائب نوشته شده است :

من همان ذوقم که مییابد از افکار من . . . الخ

در متن بر حواشی اضافهای غزلیات بخط صائب دارد. و در آخر کتاب این ترقیمه است.

بعنایت الهی در تاریخ . . . . . . روز شنبه ۳ شوال المکرم (۱۰۸۳ھ) در دارالسلطنت اصفهان باتمام رسید . العاقبة بالخیر . (۱)

این دیوان دارای (۱۸۲) اوراق است .

۱- این همان نواب عبدالمجید خان مجد الدوله هست که ذکرش درجاهای مختلف در این تذکره ثبت است .

۱- ازین ظاهر است که صائب تا سال ۱۰۸۳ھ زنده بود .

۲ـ دیوان صائب : بخط عارف تبریزی : مکتوبه (۱۰۸۵ه) . این نسخه را صائب نیز دیده است . و بر حواشی اضافه غزلیات کرده است و در پایان هر غزل (لراقمه) ثبت دارد . بر پیشانی ورق اول نوشته است :

یا معین من لا معین له

و زیر آن بخط خود این بیت نوشته است :

محو کی گردد . . . . . . الخ

بر صفحهٔ (۲۹۶) بخط صائب دارد :

بلغ سماعاً . صائب

این دیوان در کتابخانهای شاهی هم بوده است . یک جا دیده میشود :

عرضدیده سنه ۱۱۳۶ه .

۳ـ دیوان صائب : خط نستعلیق ــ اوراق ۴۵۰ بر حواشی بخط صائب اضافها دارد و بر صفحه (۴۱۰) عبارت از کاتب است :

حسب الارشاد ، زائر بیت الحرام حاجی محمد صادق در غره شهر جمادی الثانی نوشته شد . امید که به اصلاح صاحبان حظ رسیده مستفیض شوند .

سال کتابت ندارد . ولی بخط صائب بر حاشیه صفحه (۴۱۰) سال (۱۰۷۰ه) دیده میشود . عبارت اینست :

حسب الاستدعای دوست موافق حاجی محمد صادق، این غزلهای تازه را ، برین حواشی مسوده نموده . . . قبول روشندلان ببهره‌مند باد . (۱۰۷۰ه)

این نسخه نیز مانند نسخه شمارهٔ دوم در مختلف کتابخانهای شاهی بوده. یکجا در عرض دیده تاریخ ۳ جمادی الاول (۱۰۸۳ه) دیده میشود . در متن ، صائب ، غزلهای تازه اضافه کرده است و در متن نیز

تصحیح الفاظ و لغات کرده است : و ازین پیدا است که هر غزل از نظر صائب گذشته است (۱) .

۲- کتابخانه دانشگاه

امیشی

۲- کلیات صائب : ۴۵۱ ورق ۱۷ سطر دارد . در سال ۱۰۸۵ھ استنساخ شده است . پنج غزل بر حاشیه بخط صائب دارد .

بر حاشیه ورق (۳۷۳ ب) این سه غزل :

۱- داغ عشق ، از سینهٔ روشن ، بدست آمد مرا
دامن خورشید ، ازین روزن بدست آمد مرا

۲- تند خوئی با خلایق ، مهر را کین کردنست
آفرین را در دهان خلق ، نفرین کردنست

۳- نعمت الوان دنیا ، مایهٔ درد سر است
خون فاسد ، در بدن آهن ربای نشتر است

بر حاشیه ورق (۳۷۴) دو غزل دارد :

۴- بقدر درد ، اگر میساختم دل ، از فغان خالی
جگرگاه زمین ، میشد ز خواب آلودگان خالی

۵- خوش آنکسی که ، ز خود باخبر نمی باشد
که آه بی اثران ، بی اثر نمی باشد

بر ورق (۳۷۵ الف) باین عبارت مهر دارد :

قادر یار خان ، فدوی پادشاه محمد شاه غازی .
(۱۱۴۱ھ)

همین مهر بر ورق (۳۸٦ و ۴۴۵) نیز ثبت است . در ترقیمه عبارتیست :
بتاریخ پنجم شهر ذی حجةالحرام سنه ثمانون و خمس بعد الف (۲) نوشته شد . حرره العبد محمد ربیع ابن حاجی برخوردار اصفهانی . (۳)

۱- رک : فهرست نمایشگاه مخطوطات و نوادر، کتب خانهٔ مسلم یونورستی علیگره ص ۴ تا ص ۵ .
۲- ۱۰۸۵ھ
۳- رک : برای تفصیل فهرست پروفسور عبدالقادر سرفراز ص ۱۲۲ طبع بمبئی ۱۹۳۵ع .

۳- کتابخانهٔ خدا بخش

بانکیپور

۵- کلیات صائب : شماره ۳۴۱ - اوراق ۴۸۶ - سطر ۲۷ - خط نستعلیق - چهار کالم - $12\frac{1}{2}\times 8$ - $10\times 5\frac{1}{2}$ - تاریخ جمادی‌الثانی (۱۰۷۰ھ) .

این کلیات دارای — واجب‌الحفظ — و — مراة الخیال(۱) — و قصائد ، و — مثنوی فتح قندهار — و غزلیات و مطالع و فرد، و چند غزل ترکی و غزلیات غیرکامل است .

عبارتی در ترقیمه دارد :

قد فرغ من کتابة هذاالدیوان ، بتوفیق احد الملک المنان . بتاریخ اوائل عشرآلاخر من آخر الجمیدین سنه سبعین بعد الالف من الهجرة الشریفة النبویة المصطفویه علیه و آله افضل الصلواة و اکمل التحیة — محمد رضا .

۶- کلیات صائب : شمارهٔ ۳۴۲ - اوراق ۴۲۹ - سطر ۳۰ - چهار کالم - 11×6 - $12\frac{1}{2}\times 7\frac{1}{2}$ - تاریخ (۱۰۸۰ھ) بخط عارف تبریزی، عبارت ترقیمه بقرار ذیل است :

بعنایت الهی بتاریخ شهر جمادی‌الثانی در دارالسلطنت اصفهان ، در منزل قایل این افکار ابکار، در سنه هزار و هشتاد بانجام پیوست مرقوم شکسته عارف تبریزی .

بر ورق (۴۲۹) این عبارت دارد .

بعون ملک الوهاب کلیات میرزا صائب تبریزی از مطلع تا مقطع بمطالعهٔ راسخ‌العقیدة بنده سید شیرزمان خان رضوی ، نبیره نواب مجدالدوله عبدالاحد خان (۱)، صوبه دار کشمیر و وزیر اعظم دستور معظم شاه عالم پادشاه غازی ، بتوجهه خاص شاهزاده

۱- رک : ریو ص ۶۹۲، ایتهی دیوان هند شمارهٔ ۱۶۱۸ - استوورت ص ۷۰ و اسپرنگر .

۱- عبدالاحد برادر عبدالمجید خان مجد الدوله بوده .

نادر جنگ درآمده سنه ۱۲۷۹ هجری مقدسه (۱)

۳- کتبخانه آصفیه
حیدرآباد دکن

۷- سفینهٔ صائب : شمارهٔ ۳۲۴ ـ خوشخط نستعلیق ـ اوراق ۱۴۹ ـ سطر ۲۲ ـ دو کالم ـ تعداد اشعار (۱۶۹۱۴) تعداد اسامی شعرای که اشعار آنها انتخاب شده (۴۹۷) میباشد . تعداد شعرا که انتخاب اشعار ایشان زائد از پنج بیت نیست (۴۲۰) اسامی هستند .

فهرست نگار نوشته است که :

عمدهٔ اشعار شعرای متقدمین و معاصرین خود صائب انتخاب نمود. و یکی از شاگردان میرزای موصوف، مسمی زین العابدین بهبهانی المتخلص به مجنون، آن اشعار منتخبه را ـ که متفرق بودند ـ یکجا مرتب کرده و قلمی نموده و بقلم خود تحریر ساخته .

نسخهٔ موجوده کتب خانه آصفیه که بر شمارهٔ (۳۲۴) در قسمت دواوین است ، همان نسخهٔ ست که زین العابدین موصوف ، بعد ترتیب بقلم خود نوشته بود . مکتوبه (۱۰۹۹ھ) است و ابتدا از این شعر میشود :

ای خداوندان مال ، الاعتبار الاعتبار
ای خداوندان جاه ، الاعتذار الاعتذار (۲)

این همان نسحه ایست که مولانا شبلی نعمانی : در حیدرآباد دیده بود ، و در ـ شعرالعجم ـ از ان یاد آوری کرده نوشته است که: یک نسخهٔ ـ سفینه ـ در ذخیره شخصی خود نیز دارند (۳) . این نسخهٔ ، نگارنده گمان میکند

۱- این کتب خانه دارای دیگر نسخهای نیز هست : کلیات شمارهٔ ۳۲۳ از قلم محمد نبی الخراسانی (۱۱۱۲ھ)، شمارهٔ ۳۲۴ ـ شمارهٔ ۳۲۵ ـ وسه نسخه دیوان دارد . شماره ۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸- رک : فهرست ادب فارسی ۳: ۱۲۶ ـ ۱۵۹ .

۲- رک : فهرست کتب خانه آصفیه مطبوعه (۱۳۵۷ھ) ۱ : ۶۰۷ .

۳- رک : شعرالعجم ۳ : ۱۸۱ چاپ لاهور (۱۹۲۴ھ) .

که ، در کتابخانه دارالمصنفین اعظم گره باشد. زیرا که ذخیرهٔ شخصی مولانا شبلی آنجا محفوظ است. خان آرزو و والـه داغستانی نیز نسخها از این ـــ سفینه ـــ داشتند و استفاده بسیار کرده اند.

۵- بوهار کلکسیون
کلکته

۸- **دیوان صائب** : شماره ۲۰۲ - اوراق ۵۸۹ - سطر ۳۱ - $6\frac{1}{8}\times11\frac{1}{4}$ - $8\frac{3}{4}\times14$

این دیوان دارای غزلیات و کاملاً بخط صائب است، بر ورق اول بخط صائب شعر دارد :

محرکی از صفحهٔ . . . . الخ
راقمهٔ صائب

بعد ازین مهر صائب دارد که دارای نام هست :

محمد علی صائب

در پهلوی شعر مذکور، عبارتی بخط محمد باقر الموسوی نیشاپوری سیادت‌خان دارد :

این دیوان ، صائب خود برای ظفرخان احسن در کابل نوشته بـود (۱). و بعد در ملک نعمت‌الله خان بوده، که او خود بنویسنده در سال (۱۱۳۸ھ) تقدیم کرد.

بر همین صفحه سالهای (۱۱۹۲ھ و ۱۲۰۶ھ) ثبت دارد.

۱- در کتبخانهٔ مرکزی دانشگاه تهران (۱۲ : ۳۶۰۶) یـک نسخهٔ دیوان میرزا صائب (شماره ۲۶۶) هست کـه دارای مهر رشید قـلی نـویسنده هست . و در ملک شاهـزاده عباس میرزا ملک آرا بوده است . فهرست نگار بر گفتهٔ آقای بآستانی راد نوشته است که: این همان نسخه است که برای ظفر خـان احسن در هند نوشته شـده است . و ایـن دیـوان مانند چاپ هند و نسخهای متداول نیست ـ ولی نسخه که در بوهار کلکسیون هست همانست که برای ظفرخان نوشته شده بود . از اشعار میرزا ظاهر میشود که اولین دیوان بر فرمایش ظفر خان ترتیب داده بود :

چو زلف سنبل ، ابیات من پریشان بود — نـداشت طـرهٔ شیرازه روی دیـوانم
تـو غنچه ساختی ، اوراق باد بردهٔ مـن — وگر نه، خـار نمی مـانـد از گلستانم

۹ـ دیوان صائب : شماره ۴۰۳ ـ ورق ۶۰۲ ـ متن سطر ۱۵ و بر حاشیه ۲۸ ـ 10×5 ـ $11\frac{1}{2}\times6$. بر فرمایش محمد عارف قاضی نوشته شده، بدست کاتب حاتم در سال (۱۱۱۴هـ) . بر ورق اول مهر دارد به این عبارت:

دلاور علی عالمگیری
۱۰۹۷هـ

ظاهر است، که این مهر بعد از سال استنساخ که سال (۱۱۱۴هـ) است ثبت کرده شده است . (۱)

۹ـ کتابخانهٔ دولتی
کپور تله

۱۰ـ دیوان صائب : شمارهٔ ۱۶۰ــ عبارت ترقیمه بدین قرار است :

تمام شد دیوان صائب بتاریخ ۷ شعبان المعظم سنه (۱۰۸۰هـ) در دولت خانهٔ صاحب قبله حقیقی میرزا شهابا (سلمه تعالیٰ).
راقمه اقل عباد الله ــ لطف الله

۱۱ـ دیوان صائب : شمارهٔ ۱۶۱ ــ این نسخه بتاریخ غره شهر ربیع الثانی (۱۰۸۱هـ) کتابت شده است و نام کاتب ثبت است :

بقلم خطا رقم فتح خان ، ساکن بلده اصفهان . (۲)

۷ــ موزهٔ ملی
کراچی

۱۲ـ دیوان صائب : شمارهٔ ۱۹۹۸ـ۲۶۶/۱ .N. M ـ اوراق ۴۹۷ ـ بسطر ۱۷و۱۶ـ

۱ـ رک : فهرست کتابخانه بوهار مجلس آسیای بنگال از عبدالمقتدر خان چاپ کلکته (۱۹۲۱ع). ۱: ۲۹۳ـ۲۹۴ . این ذخیره یک نسخه دیگر بشمارهٔ ۴۰۲ دارد که دارای اهمیتی نیست .

۲ـ رک : مقاله خزائن مخطوطات کتابخانه ریاست کپور تله ـ نوشته دانشمند فقید مولانا محمد شفیع ـ اورنتیل کالج میگزین اگست (۱۹۲۷ع) .

سائیز $4\frac{1}{2} \times 8\frac{1}{3}$ ـ دارای غزلیات (تا ورق ۴۲۱ الف) مطالع (تا ورق ۴۳۲ ب) متفرقات (از ورق ۴۳۳ الف تا آخر) این دیوان تمام بخط خود صائب است و بر اختتام نوشته است : —

صائب

بر حواشی غزلیات تازه را اضافه کرده است که بر اوراق ذیل دیده میشود : ۴ ـ ۹ ـ ۱۹ ـ ۱۴ ـ ۲۸ ـ ۳۷ ـ ۴۲ ـ ۴۵ ـ ۴۸ ـ ۵۲ ـ ۵۶ ـ ۵۸ ـ ۶۲ ـ ۶۸ ـ ۷۴ ـ ۷۹ ـ ۹۴ ـ ۹۵ ـ ۱۱۱ ـ ۱۱۲ ـ ۱۲۵ ـ ۱۳۰ ـ ۱۳۲ ـ ۱۳۹ ـ ۱۴۶ ـ ۱۵۱ ـ ۱۵۵ ـ ۱۶۰ ـ ۱۶۶ ـ ۱۷۱ ـ ۱۷۷ ـ ۱۸۲ ـ ۱۸۸ ـ ۱۹۳ ـ ۲۰۰ ـ ۲۰۶ ـ ۲۱۱ ـ ۲۱۶ ـ ۲۲۲ ـ ۲۲۷ ـ ۲۳۱ ـ ۲۴۲ ـ ۲۴۶ ـ ۲۵۵ ـ ۲۵۸ ـ ۲۶۱ ـ ۲۶۴ ـ ۲۶۸ ـ ۲۸۰ ـ ۲۸۴ ـ ۲۸۹ ـ ۲۹۶ ـ ۳۱۰ ـ ۳۲۳ ـ ۳۳۴ ـ ۳۴۰ ـ ۳۶۱ ـ ۳۷۰ ـ ۳۷۴ ـ ۳۷۷ ـ ۳۸۲ ـ ۳۸۹ ـ ۳۹۷ ـ ۴۰۴ ـ ۴۰۸ ـ ۴۱۵ ـ ۴۱۹ .

اختتام بر غزل :

(صائب) نرود داغ کلفت از رخ زردش
تا ماه کند نور ز خورشید گدای

ابتدا مطالع :

نیست سوی حق، بجز تسلیم، راهی بنده را
جستجوی این گهر کم میکند جوینده را

ابتدا متفرقات :

ای خار و خس بحر، ثنای تو سخنها
گنجینهٔ گوهر ز مدیح تو دهنها

در آخر سه ورق مثنوی از میر محمد مومن استرآبادی مرقوم دارد .

۱۳ـ **دیوان صائب** : شمارهٔ N. M. 1958-226/2 ـ اوراق ۳۵۵ ـ سائیز $9\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$ سطر ۱۷ ـ بخط عارف تبریزی است . و بر حواشی بخط صائب اضافهٔ غزلیات تازه دارد . این نسخهٔ در ترتیب مانند دیوان مذکورهٔ بالا نیست ابتدا :

اگر نه . . . الخ .

ابتدا مطالع : (۳۲۷ ب)

نیست سوی حق بجز تسلیم راهی بنده را . . . الخ .

آخر :

در نظر هر که داد عشق تو اش سروری
ملک سلیمان بود ، حلقهٔ انگشتری

چند جا بر خاتمهٔ غزل ، صائب مهر ثبت کرده است : مثلاً در حواشی بر اختتام غزلهای زیر :

۱ـ مشمر ز عمر خود نفس نا شمرده را
دفتر مساز این ورق ساده بمرده را

۲ـ خوش آن آزاده کز مردم نهان دارد فقیری را
سازد گوشهٔ چشم توقع گوشه گیری را

۳ـ فرقهٔ آزادگان، چشم از جهان پوشیده نیست
کسوت این قوم از دستار سر پیچیده نست

۴ـ مکن ز بادهٔ لعل لبی چو مرجان سرخ
ز پشت دست ندامت مساز دانندان سرخ

۱۴ـ **دیوان صائب** : شمارهٔ N. M. ۱۹۶۱/۱۳۱۹ سال استنساخ سنه (۱۱۱۱هـ) با مهر منیرالملک .

۱۵ـ دیوان صائب : شمارهٔ N. M. ۱۹۶۱/۱۲۸۴ ـ سال (۱۱۱۸ه) بخط مولوی غلام مصطفی عبدالله بن سید کرم الله بلگرامی .

۸ـ موزهٔ ملی بریطانیه
لندن

۱۶ـ دیوان صائب : شماره O.R. 1223 . در زندگانی شاعر استنساخ شده است؛ کاتب آن نحیفی شاعر معاصر است . در آخر دیوان عبارتی دارد که ازان ظاهر میشود که این در سال (۱۰۶۶ه) باختتام رسانیده شد . و سال از این عبارت بر میآید :

نوشتم نامهٔ دیوان صائب (۱)
۱۰۶۶ه

۱۷ـ جنگ میرزا عبدالکریم : شمارهٔ Supp. 400 . این جنگ گرد آورده حاجی میرزا عبدالکریم بن یحیی خان القزوینی است . و در قسمت آخر این جنگ، یک قسمتی است که بخط شعرا، اشعار خود ایشان را یکجا کرده است . صفحه ۲۷۲ تا ۲۷۴ غزلیات صائب بخط صائب دارد ، و این همان نسخهٔ است که عکس یک صفحه ازان دانشمند فقید براؤن در تاریخ ادبیات خود چاپ کرده است (۲) . (۴ : ۲۶۶)

۱۸ـ دیوان صائب : شمارهٔ Add. 25,828 ـ تاریخ کتابت (۱۱۱۹ه) (۳) .

۱ـ ریو ۲ : ۶۹۵-۶۹۳ .
۲ـ ریو سپلیمنت ۲۵۴ .
۳ـ موزهٔ بریطانیه چند نسخهٔ دیگر هم دارد که هیچ یک از آنها دارای اهمیت نیست مثلاً Add, 7803—Add, 7804—(۱۱۶۶ه) Add, 7806—OR-292 Add, 24,001 (۱۱۶۶ه) Add, 7805 --- Add, 7807 (مراةالجمال) .

۹- دیوان هند
لندن

۱۹- **دیوان صائب** : شمارهٔ ۵۶۰-۱۶۰۶- اوراق ۲۸۸ - چهار کالم - سطر ۳۷- باریک نستعلیق - $13\frac{1}{8}\times8\frac{1}{2}$ - این نسخه بنظر صائب رسیده است. عبارتی دارد :

دیوان صائب از اول تا آخر
بنظر و صلاح صائب رسیده

۲۰- **انتخاب صائب** : شمارهٔ ۸۹۱-۱۶۲۱ - ورق ۲۹۳ . دارای غزل، قطعات، رباعیات . کتابت ۱۹ صفر (۱۰۹۵هـ) - در بهار برای شیخ عنایت‌الله نائب شاهزاده شاه عالم (بهادرشاه) استنساخ شده است .

۲۱- **انتخاب دیوان صائب** : شمارهٔ ۱۹۱۱-۱۶۲۳ - (از ورق ۲۱ تا ۳۶) . ایتهی نوشته است که: این همان اشعاریست که طاهر نصرآبادی شخصاً انتخاب کرده بود . و این نسخه در بندر سورت (نزد بمبئی) بتاریخ ۱۹ ربیع‌الاول (۱۰۹۵هـ) نوشته شده است . بخط ابو محمد طاهر القطبی (۱) .

۱۰- کتابخانه ملی
برلن

۲۲- **کلیات صائب** : بخط عارف تبریزی ؛ در اوائل سال (۱۰۹۶هـ) در منزل صائب نوشته شد (۲) .

۱- کتابخانه دیوان هند نسخهای دیگر هم دارد که هیچ از آنها دارای اهمیت نیست . شماره ۱۶۰۷ (۱۱۴۸هـ) شامل ابیات ۳۲۰۰۰-۱۶۰۸ (۱۱۹۳)-۱۶۱۰ - ۱۶۱۱ - ۱۶۱۲ - ۱۶۱۳ - ۱۶۱۴ (۱۱۳۸هـ) - ۱۶۱۵ - ۱۶۱۶ - ۱۶۱۷ (واجب الحفظ) - ۱۶۱۸ - ۱۶۱۹ - ۱۹۲۰ (انتخاب) ۱۶۲۲ - رک : ایتهی ۱ : ۸۸۰ تا ۸۸۸ .

۲- رک : فهرست بانکیپور۳: ۲۵۳- بحواله .W.PERTSCH,BERLINCAT:930 ازین ظاهر است که عارف تبریزی بعد از مرگ صائب هم در منزل ایشان مقیم بوده . گویا با باقیماندگان صائب نیز رابطهٔ قوی داشت .

۱۱- کتابخانه دانشگاه
کیمبرج

۲۳- **دیوان صائب** : شماره Add, 805 بخط ملا بهرام تبریزی کتابت اوائل محرم (۱۰۸۲ه) .

۲۴- **دیوان صائب** : شمارهٔ Add, 777 ، در جهانگیر نگر (داکا کنونی) بتاریخ ۶ جمادی الاخر ۳۳ جلوس سال (۱۱۰۱ه) بخط عبدالرحمان بیگ هروی نوشته شد . درعمل نواب مستطاب معلی‌القاب عمدةالملک نواب ابراهیم خان (۱).

۲۵- **دیوان صائب** : شماره OR, 589 ـ ذوالقعده سال (۱۰۷۴ه) .

۲۶- **دیوان صائب** : شماره CORPUS, 75 ـ اوراق ۴۱ (د تا ی) سال (۱۰۷۱ه) (۲) .

۱۲- ذخیره مرحوم براؤن
کیمبرج

۲۷- **دیوان صائب** : شماره (H) 15 .V ـ اوراق ۵۹۸ ـ سطر ۱۷ ـ تاریخ ۱۰ شوال (۱۰۴۴ه) .

این نسخه به این سبب دارایٔ اهمیت میباشد که دو سال بعد از بازگشت هند استنساخ شده است (۳) .

۱- سه نسخه دیگر دارد ، شماره ۸۳۹ (۵ ذی‌الحج ۱۱۲۷ه) برایٔ لاله شنبو ناته نوشته شد بخط شیخ بدهن بن شیخ حمید ــ Add 109 ــ Add 231
رک.: فهرست از براؤن (۱۸۹۶ع) صه ۳۸۰ تا ۳۸۳ .

۲- فهرست ضمیمه کیمبرج از براؤن (۱۹۲۲ع) صفحه ۹۴.

۳- یک نسخه دیگر نیز هست که دارای اهمیت نیست . شمارهٔ (10) 52 .V ــ اوراق ۳۲۹- هندی نستعلیق . تاریخ ندارد .
رک : فهرست ذخیرهٔ براؤن از نکلسون سنه (۱۹۳۲ع) صفحه ۲۲۶ .

۱۳- کتابخانه انستیتوت شرقی
مسکو

۲۸- دیوان صائب : شماره 1545 - (256) B. 222 - در سال (۱۰۵۹هـ) کتابت شده است .

۲۹- دیوان صائب : شماره 1547 - B. 1165 - در سال (۱۰۸۰هـ) کتابت شده است .

۳۰- دیوان صائب : شماره 1548 - B. 4257 - کتابت در سال(۱۰۹۳هـ)(۱)

۱۴- کتابخانهٔ انستیتوت شرقی
تاشکند

۳۱- دیوان صائب : شماره 2272/1433 - اوراق ۴۱۰ - کتابت در سال (۱۰۹۲هـ) (۲) .

۱۵- نسخهای در ایران

نسخهایٔ که در ایران در ملک شخصی دانشمندان یا در کتابخانها وجود دارند، در اوراق گذشته تحت ـ دانشمندان آذر بائیجان ـ و در ـ مقدمات استاد امیری فیروز کوهی ـ از آنها ذکری گذشت . یک دیوان در کتابخانه سپه سالار بشماره ۵۴۴ دیده میشود . خط آن شبیهٔ خط صائب نگارش یافته است ودر زیر بعض غزلها در حاشیه ـ لراقمه صائب ـ ثبت دارد. و صاحب فهرست یقین دارند که، دیوان بخط عارف تبریزی هست، و اضافها بدست

۱- فهرست ۱ : ۳۱۶ مسکو ۱۹۶۲ع .

۲- چند نسخه دیگر دارد شماره ۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷ . رک : فهرست ۲ : ۲۷۶ تاشکند ۱۹۵۴ع .

صائب میباشند . (۱)

تازگی در ایران دو مجموعه اشعار صائب بقرار ذیل چاپ شده است که ذکر آنها به این صورت لازم میدانیم که آنها از روی نسخهای خطی بخط صائب و عارف هستند .

۱ـ **کلیات صائب تبریزی** : صفحه ۹۰۷ ـ سال چاپ دوم ۱۳۳۶ش تهران ـ کتابخانه خیام ـ مرتبه آقای بیژن ترقی و با مقدمه امیری فیروز کوهی . این نسخه انحصار دارد بر نسخهای خطی که یکی از آنها در کتابخانه ملک ملی است ، که حواشی تماماً بخط صائب است . و دیگر نسخه مجلس، که آن هم ـ بقول امیری فیروز کوهی ـ مرغوب و مصحح هست . و در آخر کتاب چاپی، قصائد را ضمیمه کرده است، که آن از نسخهٔ شخصی آقای حاج حسین نخجوانی تبریزی گرفته شده .

و این کلیات چاپی دو گراور از نمونهٔ خط صائب دارد . یکی از نسخهٔ کتابخانهٔ شخصی آقای فخرالدین نصیری راجع به و دیگری نوشته نه شده که از کدام نسخه ، عکس برداری شده است .

۲ـ **دیوان صائب** : این نسخهٔ بسیار نفیس بخط صائب، عکسی از طرف مجلس آثار ملی با مقدمه امیری فیروز کوهی در سال ۱۳۴۵ش چاپ شده است. و این انحصار به آن نسخهٔ دارد که در ملک حاج محمد علی ترقی میباشد و آقای ترقی چند سال شد که ، از شخصی که ساکن شمال ایران بوده ، خریداری کرده است . و دارای صفحه (۹۶۶) هست .

۱ـ فهرست سپه سالار ۲ : ۶۶

آقای فیروز کوهی در مقدمهٔ راجع بمشخصات این نسخه، فرموده اند:

ــ اولا، باید دانست که: هیچ یک ـ از این دواوین موجود ـ کلیات صائب نیست، بلکه همه آنها ـ که من نیز با گنجوری چند نسخهٔ از آنها مفتخرم ـ منتخباتی است، که صائب بتفاوتی ایام و بر حسب درخواست این و آن، مینویسانیده و غزلهای تازه ساختهٔ خود را، در حواشی آنها بخط خویش اضافه میکرده است. ولیکن این نسخه، نسبت باغلب نسخی که من دیده ام، دارای غزلهای بیشتر و در حدود دو برابر آنها ست.

و ثانیاً، خط متن اگرچه باز هم تقلیدی ماهرانه از خط صائب و بسیار شبیه به حواشی است، اما آن طور که پنداشته از خط عارف نیست، بلکه از خط عارف (که در نزد من موجود است) بسیار پخته تر و تعلیق تحریری محکم و یکدست شیرین قلم است. خط عارف اگرچه تقلیدی محض از همین شیوه در رسم الخط صائب است، لکن آن پختگی و استحکام را ندارد.

دیگر از اختصاصات این نسخه بغیر از حواشی اسقاط و اضافه و تبدیل است، که صائب بخط خود، در بعض از صفحات بعمل آورده. و این تغیرات و قلم خورد گیها را طوری ماهرانه و با دقت انجام داده است، که بزیبائی خط و صفحه بندی کتاب، کوچک ترین خدشه ای وارد نیامده. و کاملا یکدست و یک تحریر و منظم و خوش ترکیب صورت گرفته است. و همچنین کلیه دیوان مقابله شده و مصحح و کاملا بدون عیب و منقح است.

(۱) (۱۱۹ - ۱۸۰)

● استقبال کلام شعرا: در مقاطع ذیل، صائب از شعرای متقدم و معاصر نامبرده است و غزلها در استقبال غزلهای ایشان گفته است:

جواب آن غزل (مولوی) است، این (صائب)	که چشم بند کنند سحرهاش بینشا را
ز جواب آن غزل، (صائب) که (اهلی) گفته است:	بر فلک هر شب رسانم برق آه خویش را

۱ـ دیوان صائب چاپ انجمن آثار ملی تهران، با مقدمه امیری فیروز کوهی. (سال ۱۳۴۵)

این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (حکیم):
تا نفس باشد، کسی بی همنفس باشد چرا

بقول عارف (رومی) سخن را ختم کن (صائب):
که ساقی هرچه دریابد تمام آورد مستان را

این جواب آن غزل (صائب) که (طالب) گفته است:
بعد ازین از خاک، معشوقانه خیزد گرد ما

این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (اسیر):
خواب چون گردد گران، بیدار میسازد مرا

این جواب آن غزل (صائب) که (شیدا) گفته است:
گر تو، چون ما طالبی، مطلوب بی‌همتا طلب

جواب آن غزل (مولوی) ست این (صائب):
ز عمر یکشبه کم گیر و زنده دار مخسب

(صائب) این آن غزل حضرت (سعدی) است که گفت:
عشق بازی دگر و نفس پرستی دگر است

این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (غنی):
یاد ایامیکه، دیگ شوق ما، سرپوش داشت

بطرز تازه، قسم یاد میکنم (صائب)
که جای (طالب آمل) در اصفهان پیداست

این جواب آن غزل (صائب) که او هم گفته است:
گر منش دامن نگیرم خون من خود مرده نیست

در اصفهان که بدرد سخن رسد (صائب)
کنون که نبض شناس سخن (شفای) نیست

جواب این غزلست آنکه، گفت (مرشد روم):
چه گوهری توکه، کس را بکف بهای تو نیست

این جواب آنکه شیخ (مغربی) فرموده است:
مخفی اندر پیر و پیدا در جوان پیدا ست کیست

این جواب آن غزل (صائب) که (غافل) گفته است:
جان بلب دارم، زبانم گرم گفت و گوی کیست

(صائب) جواب آن غزل است اینکه، گفته‌اند:
مصحف سفید گشت، نشان قیامت است

این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (کلیم):
هر چه جانکاه است در این راه، دلخواه منست

(صائب) این آن غزل (سید یزد) است، که گفته:
اهل دل را، بسرا پردهٔ جان، باید جست

این جواب آن غزل (صائب) که (نصرت) گفته است:
شد جهان پر شور و شور آن نمکدان کم نشد

نغمهٔ (حافظ) شنو ز خامهٔ (صائب):
چند نشینی که خواجه کی بدر آید

(صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخنست:
مژده ای دل که، مسیحا نفسی می آید

این آن غزل که (مولوی روم) گفته است:
امسال بلبلان چه خبرها همیدهند

این جواب آن غزل (صائب) که (فتحی) گفته است:
از فراموشان مباد آنکس که ما را یاد کرد

(صائب) این تازه غزل آن غزل (شاپور) است:
که گران میرود، آن کس که، توکل دارد

این جواب آن غزل (صائب) که (راقم) گفته است:
تیغ دائم، آب در جو دارد، و خون میخورد

این آن غزل (حضرت رکنا) ست که فرمود:
پای ملخی پیش سلیمان چه نماید

جواب آن غزل (مولوی) ست این (صائب):
که در هوای دلیست آفتاب چرخ کبود

این آن غزل (میر فصیحی) است، که فرمود:
بید چمن ما، گل خورشید ثمر داد

جواب آن غزلست آنکه (عارفی) میگفت:
ندانم، آن گل رعنا، چه رنگ و بو دارد

(صائبا) این غزل (مرشد روم) است که گفت:
صید بگذشت، و همهٔ خلق پی کار شدند

این آن غزل (خسرو) معنیست که فرمود:
خوبان عمل فتنه، ز دیوان تو یابند

(صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخن است: کلک ما، نیز زبانی و بیانی دارد
جواب آن غزل (حافظ) است این (صائب): که مستحق کرامت گناهگارانند
خواهد رسید رتبه (صائب، بمولوی): گر مولوی برتبه (عطار) میرسد
چنان گفت این غزل در جواب (مولوی، صائب): که روح شمس تبریزی ز شادی در سجود آمد
این آن غزل که، گفته است وقتی (کلیم) غزنین: ای یار بی تکلف! ما را نبید باید
(صائب) جواب آن غزل (سید) است این: کین نقش، بین که بر ورق جان، کشیده اند
این جواب آن‌غزل (صائب) که میگوید (حکیم): بر بناگوشت مثال کفر و دین بنموده اند
بر نیامد شور (صائب) از شکر زار سخن: تا زبان طوطیٔ خوش حرف (آمل) بسته اند
این‌جواب آن غزل (صائب) که میگوید (مسیح): یاد روی او کنم، تا خانه ام روشن شود
این‌جواب آن غزل (صائب) که (ناصح) گفته‌است: تا لب ساغر بخون من گواهی میدهد
این آن غزل (خواجه نصیر) است، که فرمود: اشکم ز تماشای چمن رنگ بر آورد
(صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخن است: مطرب عشق، عجب سازد نوای دارد
(صائب) این آن غزل (حافظ) شیرین سخن است: که درین خیل، حصاری بسواری گیرند
این آن غزل که (مولوی روم) گفته است: این نفس ناطقه، پی گفتار میرود
این جواب مصرع (نوعی) که، خاکش سبز باد: سایهٔ ابر بهاری، کشت را سیراب کرد
این جواب آن غزل (صائب) که (ملا) گفته‌است: اینک آن روی، که ماه و مهر را، افشان کند
این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (مثال): عالمی را، یک نگاه گرم، کافر میکند
این آن غزل (اوحدی) ماست، که فرمود: ای بی نظران، این چه بهار است ببینید
این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (ملک): نور در ظلمت سفیدی در سیاهی میطپد
(صائبا) این غزل (حافظ) شیرین سخن است: کای صبا! نکهتی از خاک ره یار بیار
این آن غزل (خواجه نصیر) است، که فرمود: ای مطرب جانسوز دلم، راه دگر گیر
این آن غزل که (حافظ) شیراز گفته است: زان بحر، قطره ای بمن خاکسار بخش
این جواب‌آن غزل (صائب) که، یاران گفته‌اند: سخت کمیاب است آن‌گوهر، که من میجویمش
این‌جواب‌آن غزل (خواجه کمال) است، که گفت: سرو دیوانه شده، از هوس بالایش
این جواب آنکه، میگوید (حکیم غزنوی): ای سنائی! خواجهٔ جانی، غلام تن مباش
(صائب) جواب آن غزلی هست این‌که، گفت: بلبل ز جام باده ننوشد شراب گل
جواب آن غزل (حافظ) است این (صائب): که کس مباد، ز گفتار ناصواب خجل
(صائب) این‌آن غزل (صاحب‌روم) است که‌گفت: چه غم از زر نبود، چون مدد از کان داریم
جواب آن غزل است اینکه (میر شوقی) گفت: چو شیر، از دو طرف میکشند، زنجیرم
جواب آن غزل است اینکه گفته است (مطیع): کلید، کعبه و بت خانه، در بغل دارم

جواب آن غزل (حاذق) ست این (صائب): بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم
این آن غزل (والهی) ماست، که فرمود: رو، داغ بحالی نه و خون در جگری کن
شد تازه زخم غیرت (عرفی)، بزیر خاک: تا زلف شانه زد قلم مشکبوی من
این آن غزل که حضرت (عطار) گفته است: از آتش سماع دل بیقرار کو
این آن غزل که (فیضی) شیرین کلام گفت: در دیده ام خلیده و در دل نشسته
این آن غزل که (اوحدی) خوش کلام گفت: ای روشن از رخ تو زمین و زمان همه
این جواب آن غزل (صائب) که (ملا) گفته است: ای سری و سروریها خاک پای بیخودی
این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (ملک): چشم بینش، باز کن، تا هرچه خواهی بنگری
این جواب مصرع (اوجی) که وقتی گفته است: بادشاهی عالم طفل است یا دیوانگی
(طالب آملی) گذشت و طبعها افسرده شد: گرچه رو، آن آتشین گفتار، در عالم نماند

● اشعار صائب راجع به هند و ایران : صائب اشعار ذیل در یاد میهن خود و در بارهٔ هند سروده است :

(صائب) گل نچیند ز شکر لبان هند — روز بدی قدم بدیار وفا گذاشت
(صائب) پرو بالی بکشا موسم هند است — دل را بتماشای **صفاهان** نتوان بست
(صائب) از عمر همین کام تمنا دارد — که ز **هند** آید و در خاک **نجف** وا افتد
(صائب) از کلفت سرای **هند** بیرون میرویم — تا بکی حسرت توان بر بادهٔ انگور خورد
(صائب) از **هند** جگرخوار، برون می آیم — دستگیر من اگر، شاه **نجف** خواهد شد
غبار آلود اشکی در خمار و سرمه کی یابی — بگیر از گوشهٔ چشم و بخاک **اصفهان** بگذر
ای زمین **هند** آئین پرومندی بر بیند — از **صفاهان** دیدهٔ چون **زنده رود** آورده ایم
خوشا روزی که منزل در سواد **اصفهان** سازم — زوصف **زنده‌رودش** خامه را رطب اللسان سازم
بر سینه سنگ، سرمه ز تند **اصفهان**، و من — بی پر سواد **هند** جگر خوار بسته ام
سرمهٔ، دیدهٔ غمناک کنم، خاکش را — گر میسر شودم روی **صفاهان** دیدن
گلت پا در رکاب جلوهٔ باد خزان دارد — چو غم، زور آورد برخاطرت، یاد **صفاهان** کن
چند بی سرمهٔ مشکین سوادت باشم — میبرد چشم من، ای خاک **صفاهان** مددی
خار خار **وطنم**، نعل در آتش دارد — چشم دارد که، کند شاه غریبان مددی
(صائب) از سوختگی، گر بسرت دودی هست — مشت خاک سیهٔ **هند** به **ایران** ندهی
پوشیده چشم، میگذرد از در بهشت — (صائب) فتاده است بفکر **دیار** خویش
(صائب) از **هند** مجو عشرت **اصفهان** را — فیض صبح وطن، از شام غریبان مطلب
(صائب) از خاک سیاه **هند**، کی بیرون رود — بشکند کی مور لنگی، این طلسم قیر را

از زلف دل گرفتن، بازیچه میشمارد / از قید هند (صائب) خود را اگر بر آرد

این غزل قافیه هند دارد :

چشم طمع ندوخته حرصم بمال **هند** / باهم بگل فروشده از پر شگال **هند**
ای خاک سرمه! خیز بفریاد من، برس / شد سرمه استخوان من از خاکمال **هند**
بوی ستاره سوختگی بر مشام خورد / روزیکه دود کرد بمغزم خیال **هند**
سرمایهٔ قناعت من، لخت دل بس است / چشم طمع، سیاه نسازم بمال **هند**
روزیکه، من برون روم از بند پرشگال / با صد هزار چشم بگرید بحال **هند**
(صائب) بغیر خامهٔ شکر فشان تو / امروز کیست طوطی شکر مقال **هند**
چو حلقه بر در دل شوق **اصفهان** بزند / سرشک بر صف مژگان خونچکان بزند
چه نعمتیست که (صائب) ز **هند** بر گردد / سراسری دو ببازار **اصفهان** بزند
پیش ازین هرچند شهرت داشت درملک **عراق** / سیر ملک **هند** (صائب) را بلند آوازه کرد
حکمت این بود درین سیر و سفر (صائب) را / که بجان، تشنهٔ دیدار **صفاهان** گردد
چگونه دیدهٔ (صائب) گهر فشان نشود / که روز ملک **خراسان** به **اصفهان** دارد
اگر از عمر گرانمایه بیابد مهلت / (صائب) آن نیست ز **کشمیر** به **کابل** گذرد

● **انتخاب اشعار صائب:**

تا ننوشانم نگردد در مذاقم خوشگوار / در قدح چون خضر اگر آب بقا باشد مرا
بچهره سازیٔ گل، مطلب بهار اینست / که عندلیب درین گلستان شود پیدا
دلرا ز قید جسم رها می کنیم ما / این دانه را ز کاه جدا می کشیم ما
چشم چون بینا شود، خضر است، نقش هر قدم / رهبر بینا چه خواهی، دیدهٔ بینا طلب
هر چند، درس عشق، ز تعلیم فارغ ست / هر روز یک دو نغمهٔ صائب شنید نیست
یک عمر، میتوان سخن از زلف یار، گفت / در بند این مباش، که مضمون نمانده است
رویٔ کشادهٔ، که دلی وا شود، ازو / (صائب) بصد هزار گلستان برابر است
در آن رهی که، بمستی توان سلامت رفت / قدم شمرده نهادن، دلیل هشیاریست
صبح آدینهٔ و طفلان همه، یک جا جمعند / بجنون میزنم امروز، که بازاری هست
گر سبک سازی چو شبنم از علائق، خویش را / میتوان، در پیشگاه خاطر گل، بار یافت
در طلب، ما بی زبانان، امت پروانه ایم / سوختن، از عرض مطلب، پیش ما آسانتر است
چون وا نمیکنی گرهی، خود گره مباش / ابرو کشاده باش، چو دستت کشاده نیست
تا نه بینی چهرهٔ تاریک دنیا دار را / کی شود هرگز ترا روشن، که دنیا آتش است

ز روزگار جوانی، خبر چه می پرسی / چو برق آمد و چون ابر نوبهار گذشت
از پیر گوشه گیری و سیر از جوان خوش است / از تیر راستی و کجی از کمان خوش است
هر چند که، از محمل لیلی خبری نیست / صد بادیه پر شور ز بانگ جرس اوست
خبر ز تلخی آب بقا، کسی دارد / که همچو خضر، گرفتار عمر جاوید است
عندلیبی که، بهر غنچه دلش میلرزد / بهتر آنست که، در صحن گلستان نبود
رای روشن، ز بزرگان کهن سال، طلب / آبها صاف، در ایام خزان می گردد
هرکرا تیغ زبان، نیست بفرمان (صائب) / عاقبت، کشتهٔ شمشیر زبان، می گردد
آدمی پیر چو شد، حرص جوان میگردد / خواب، در وقت سحرگاه، گران می گردد
شکست شیشهٔ دلرا، مگو، صدائی نیست / که این صدا بقیامت بلند خواهد شد
مرا بزور قیامت، غمی که هست، این است / که روی مردم دنیا، دوباره باید دید
(صائبا) خجلت سائل بزمینم در کرد / بی زری کرد بمن، آنچه به قارون زرکرد
از مردم افتاده، مدد جوی، که این قوم / با بی پر و بالی، پر و بالی دگرانند
ز اوقات گرامی، آنچه صرف عشق، میگردد / بدیوان قیامت، در حساب زندگی، باشد
تار و پود عالم امکان، بهم پیوسته است / عالمی‌را شاد کرد، آنکس‌که، یکدل شاد کرد
از بس رمیده است، ز هم صحبتان دلم / بیرون روم ز خود، چو شد آواز پا، بلند
پیمانه ام، ز رعشهٔ پیری، بخاک ریخت / بعد از هزار دور که نوبت بما رسید
دهن خویش، بدشنام میالا، زنهار / کاین زر قلب، بهرکس که دهی، باز دهد
بردار کلاه نمدی، از سر بی مغز / کاین خوان تهی، حاجت سر پوش ندارد
از تلخی سوال، کریمی که آگهست / فرصت بلب کشودن سائل نمیدهد
فرصتی تا هست، دلراکن تهی، از اشک وآه / وقت چون‌گردید فوت، ازگریه‌وزاری چه سود
بزرگ اوست که، بر خاک همچو سایهٔ ابر / چنان رود که، دل مور را نیازارد
مشو، از صحبت بی برگ و نوایان، غافل / که شب قدر، نهان در رمضان میباشد
بیگناهی، کم گناهی نیست، در دیوان عشق / یوسف از دامان پاک خود، بزندان میشود
در تنوری، چه قدر جلوه نماید طوفان / شور دیوانه، باندازهٔ صحرا باشد
جمعیکه، در مقام رضا آرمیده اند / خمیازه را، بلوق می ناب می کشند
یافت در بی بصری، گم شدهٔ خود، یعقوب / دیده، از هر که گرفتند، بصیرت دادند
بی سخن، غنچه لبان مست مدامم کردند / باده از شیشهٔ سر بسته، بجالسم کردند
بادب با همه سرکن که، دل شاه و گدا / در ترازوی مکافات برابر باشد
تهی‌دستی،سخنرا رنگ‌دیگرمیدهد،(صائب) / نیرزد نالهٔ جانسوز، نی چون پرشکر باشد
کسیکه، دست بزلف دراز او، دارد / چرا، بدامن این عمر مختصر، چسپد

مرا ز یاد تو، برد و ترا، ز دیدهٔ من
ستم، زمانه ازین بیشتر، چه خواهد کرد

رزق آنچنان خوشست که، کم‌کم رسد بدست
زهر است، روزیٔ که، به یکبار میرسد

چو مجنون کرد، رام خود غزالان را، یقینم شد
که اقبال جنون، در هیچ کاری، در نمی ماند

بقدر جوهر خود، هرکه باشد، فخر میجوید
چمن گل، نی شکر، صائب غزل، دریا گهر دارد

کم است مستیٔ غفلت ترا، که چون طفلان
فسانهٔ دگر، از بهر خواب می باید

بکعبه رفتم و کافر ز کعبه برگشتم
ازین کرشمه، غرض عاشق آزمائی بود

دل، بدشمن چون ملایم شد، مصفا میشود
سنگ، با آتش چو نرمی کرد، مینا میشود

بمیوه، کام جهان، گر نمی کنی شیرین
چو سرو و بید، بهرحال، سایه گستر باش

غنای طبع، بود کیمیای روحانی
چو مال نیست میسر، بدل توانگر باش

نرمی ز حد مبر، که چو دندان مار ریخت
هر طفل نی سوار، کند تازیانه اش

در نوش و نیش، کن بحریفان موافقت
با هرکه، همپیاله شدی، همنهار باش

کدام جامه، به از پرده پوشیٔ خلق است
بپوش چشم خود از عیب خلق، و عریان باش

درون خانهٔ خود، هر گدا، شهنشاهست
قدم، برون منه از حد خویش، وسلطان باش

نهفته چون گنه، از خلق دار، طاعت خویش
باطلاع خدا صلح کن ز شهرت خویش

تیغ را جوهر بود به از نیسام زرنگار
گر ز ارباب کمالی، بستهٔ زیور مباش

صحبت ناجنس، آتش را بفریاد آورد
آب، در روغن چو باشد، میکند شیون چراغ

طفل میگرید، چو راه خانه را، گم میکند
چون نه گریم من که، صاحب خانه را گم کرده ام

مرد مصاف، در همه جا، یافت میشود
در هیچ عرصه، مرد تحمل ندیده ام

با هرکه شکوه از دل افگار میبرم
مجروح را، به سیر نمکزار میبرم

هر چند نیست، قافله درکار، عشق را
هوئی کشیم، و بی خبران را خبر کنیم

از دودمان شعله، بگیریم همتی
پرواز، تا باوج فنا، میکنیم ما

بیرون زنیم خیمه، ز دارالغرور مصر
چون بوئی پیرهن، سوئی کنعان، سفر کنیم

(صائب) بعیب خویش فتاده است کار ما
ز آبرو، زبان ز نیک و بد خلق، بسته ایم

ز خال عنبرین، افزون ز زلف یار، میترسم
همه از مار، و من از مهرهٔ این مار، میترسم

بلائی مرغ زیرک، دام زیر خاک میباشد
ز تار سبحه، بیش از رشتهٔ زنار میترسم

بد از نیکان و نیکی از بدان، بس دیده ام (صائب)
ز خار بی گل، افزون از گل بی خار، میترسم

مدتی چون غنچه، در خون جگر، پیچیده ام
تا درین گلزار، چون گل، یکزمان خندیده ام

از سر هر خار، صد زخم نمایان، خورده ام
تا چو شبنم، روشناس این چمن، گردیده ام

بر خاک تشنه، جرعه فشانی عبادتست
ما باده را بگوشهٔ محراب می کشیم

بسر آستان خرابات، چون نباشم فرش
که بوئی زنده دلان، زین تراب می آید

تفاوتست میان شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب می شنوم

چه حرفهای خنک (صائب) از سیاه دلان
برای خاطر آن آفتاب می شنوم

چون آفتاب، گر چه نداریم لشکری
تسخیر عالم، از نظر پاک، کرده ایم

نومید نیستیم، ز احسان نوبهار
هر چند تخم سوخته در خاک کرده ایم

چراغ طور نسوزد، اگر کلیم شوم
شگفتگی نکند گل، اگر نسیم شود

پروانه نیستم که بیک بال سوختن
معشوقه را حوالهٔ باد سحر کنم

بر دوستان رفته، چه افسوس می خوریم
ما خود مگر قرار اقامت نهاده ایم

از عزیزان، هیچکس خوابی برائی من، ندید
گرچه عمری شد که، چون یوسف بزندان مانده ایم

چونکه در دنیا، مرا بی اختیار آورده اند
منفعل از خویش چون ناخوانده مهمان مانده ایم

عالم بی خبری، طرفه بهشتی بوده است
حیف و صد حیف که، ما دیر خبردار شدیم

نیست جان سوخته، تا دل ما، صید کند
به که پنهان چو شرر، در جگر سنگ شویم

دانهٔ سوخته، خجلت کشد از روی بهار
ما نه آنیم که، شاد از می گلرنگ شویم

از ما، خبر کعبهٔ مقصود میرسید
ما بی خبران قافلهٔ ریگ روانیم

دستی ست کهکشان، که بعالم نشانده ایم
خورشید افسری ست، که از سر فکنده ایم

هر تلخی، که قسمت ما کرده است، چرخ
مئی نام کرده ایم و بساغر فکنده ایم

زان آستین که بر رخ عالم فشانده ایم
دیهیم نخوت از سر قیصر فکنده ایم

بوئی گل و نسیم صبا، میتوان شدن
گر بگذری ز خویش، چها میتوان شدن

شبنم، بآفتاب رسید، از فتادگی
بنگر که، از کجا بکجا میتوان شدن

جدا شو از دو عالم، تا توانی با خدا بودن
که، دارد درد سر بسیار، با خلق آشنا بودن

نیست معشوقی، همین زلف چلیپا داشتن
درد سر بسیار دارد، پاس دلها داشتن

حسن عالم سوز یوسف، چون بر آید از نقاب
نیست ممکن پاس عصمت، از زلیخا داشتن

هر آن نفس که، ز دل بر نیاید از سر درد
ز زندگانی خود، آن نفس حساب مکن

نیست مفلس را ز قرب اغنیا، جز پیچ و تاب
رشته، از گوهر ندارد بهره، جز لاغر شدن

طعمهٔ مور شوی، گرچه سلیمان شدهٔ
زال میگردی اگر، رستم دستان شدهٔ

در پیش هر که، غیر خدا، بستهٔ کمر
زنهار پاره ساز که زنار بستهٔ

بهشت، اگرچه مقامات دلنشین، دارد
نمیرسد، بمقام رضای درویشی(۱)

فغان که، خار علائق، ز تیز دستی ها
امان نداد که، سازیم جمع دامن را

اگر نه عاشقی؟ این چهرهٔ خزانی چیست
اگر نه ماتمی؟ این بخت آسمانی چیست

چو شمع کشته، زبان آوران خموش شوند
اگر بلند بگوئیم که تر زبانی چیست

۱ـ تا اینجا انتخاب از دوست عزیزم میرزا محمد منور بوده، و بعد از این، از نگارنده است.

دل رمیدهٔ ما را، بچشم خود، مسپار   سیاه مست، چه داند نگاهبانی چیست

مدتی شد، کز حدیث اهل دل، گوشم تهیست   چون صدف زین گوهر شهوار آغوشم تهیست

از دل بیدار، و آه آتشین، و اشک گرم   دستگاه زندگی، چون شمع خاموشم تهیست

باز، از معموره دلها، فغان برخاستست   چشم مخموری که، از خواب گران برخاستست

از سبک روحان، اثر در خاکدان دهر نیست   کاروان شبنم، از ریگ روان برخاستست

هست گر آسائشی، زیر فلک، در غفلتست   وای بر آنکس کزین، خواب گران برخاستست

فارغ از اقبال و آسودست زیر آسمان   هرکه (صائب) از سر سود و زیان برخاستست

در حریم وصل او، (صائب) خموشی پیشه کن   مجلس حالست این جا، جای قیل و قال نیست

رنگی روان، وادی سر گشتگی شود   هر نقطه ای که، در خم پرکار عشق نیست

هر که آمد، در غم آباد جهان، چون گرد باد   روزگاری، خاک خورد، آخر بهم پیچید و رفت

(صائب) آمد، در حریمت، با دل امیدوار   شد بصد دل از امید خویشتن نومید و رفت

نه از خدا و نه از خلق، شرم خواهی داشت   ترا که در گنه، از خویش انفعالی نیست

دیوانهٔ که، میرمد از سنگ کودکان   بیرون کنیش ز شهر، که کامل عیار نیست

از دل برون نمیرود، امید بخت سبز   هر چند، تخم سوخته را، نو بهار نیست

با زاهدان خشک مکن، گفتگوی عشق   شمشیر چوب را، جگر کارزار نیست

(صائب) به نیم گردش چشم، آن ستیزه خو   بی اختیار، اگر کندت، اختیار ازوست

تنها نه اشک راز مرا، جسته جسته گفت   غماز رنگ، هم بزبان شکسته گفت

رازی که بود، پرده نشین، همچو اشک من   مژگان شوخ چشم بمردم نشسته گفت

(صائب) تمام شعر تو یکدست و تازه است   این قسم شعرها نتوان جسته جسته گفت

این آهوی رمیده، ز مردم نگاه کیست   این فتنه، پیش خدمت چشم سیاه کیست

شور قیامت، از دل مرغان، بلند شد   تا شاخ گل نمونهٔ طرف کلاه کیست

گردون، بگرد دیدهٔ ما، میکند طواف   تا این سیاه خانه، شبستان ماه کیست

معمور شد ز لطف تو، هر ملک دل که بود   (صائب) خراب کردهٔ چشم سیاه کیست

زمن، مپرس که چون بر تو، ماه و سال گذشت   که روز من بشتاب شب وصال گذشت

درین ریاض، من آن عندلیب دلگیرم   که نو بهار و خزانم، بزیر بال گذشت

نه تخت جم، نه ملک سلیمانم آرزوست   راهی بخلوت دل جانانم آرزوست

تا چند، در سفینه توان بود تخته بند   چون موج، یک سراسر عمانم آرزوست

قانع، بریزه چینی انجم، نیم چو ماه   از خوان آفتاب به لب نانم آرزوست

تازین جهان مرده، رهائی دهد مرا   یک زنده دل، ز جملهٔ یارانم آرزوست

(صائب) دلم سیاه شد از تنگنای شهر   پیشانی کشاده بیابانم آرزوست

گل، اگر پرده‌نشین‌است، چه‌جای، گله است　　خار این بادیه، در پردهٔ صد آبله است

هرکه گردید سبک روح، نماند بزمین　　بوی گل را، نفس باد صبا راحله است

همتی درکار ما، ای عاشقان و عارفان　　بر در دل، حلقه شوق سیر کابل میزند

هر شرابی نیست (صائب) با دماغم سازگار　　عشق کو، تاجرعه ای، از خون منصور آورد

مرا ناله، از پردهٔ دل بسر آید　　بنازی، که لیلی بمحمل بسر آید

درین باغ چون سرو، آزادگان را　　بجای ثمر، عقدهٔ دل بسر آید

خوشا کعبهٔ دل، که در آستانش　　بیک آه، صد کار مشکل بسر آید

ز آگاهی خویش، در زیر تیغسم　　خوشا حال صیدی که، غافل بسر آید

نه زر و سیم و نه لعل و نه گهر، خواهد ماند　　در بساط تو، همین گرد سفر، خواهد ماند

این جهان، آئینه و هستی ما، نقش و نگار　　نقش در آئینه، آخر چه قدر، خواهد ماند

(صائب) کسی که از سخن تازه، یافت جان　　آب حیات را بخضر باز میدهد

تیر مژگان تو، درکارش دل، بی پروا ست　　نیشتر، از رگ بیمار، چه پروا دارد

خاکساران محبت را، بچشم کم، مبین　　بادشاهان گنجها را خاک بر سرکرده اند

خوش آن صدف‌که، گر از تشنگی کباب شود　　دهان خویش، با بسر بهار نکشاید

دوعالم را، بیک پیمانه میبخشند، مخموران　　اگر قارون، نشیند بامی‌آشامان، گدا خیزد

ز عشق پاکدامن، مدعا این است عاشق را　　که از بزم تو یکره بادل بی مدعا خیزد

من بزور عشق پیچیدم، عنان مرگ مرا　　ورنه چندین‌شمع را، برخاک این‌صرصر، کشید

هرکه (صائب) از قناعت کرد و حفظ آبرو　　در همین جا آب از سر چشمهٔ کوثر کشید

چنانکه، ناز ترا، دور میکند از من　　مرا بسوی تو، عجز و نیاز می آرد

چه فارغند ز اندیشهٔ شراب و کباب　　جماعتی که، بدلهای خونچکان سازند

سبکروان، نفسی بهر راه، تازه کنند　　اگر دو روز بااین تیره خاکدان سازند

زان روز که، افتاد ببالای تو، چشمم　　هر موی سنانی شد و از خود بدرم کرد

جمعی که، بار درد تو، بر دل نهاده اند　　چون راه، سر بدامن منزل نهاده اند

در دامن مراد، دو عالم نمیزنند　　دستی که، عاشقان تو، بر دل نهاده اند

این خواب راحتی، که بدرویش داده اند　　با تاج و تخت شاه، مقابل نهاده اند

(صائب) اسیر کشمکش عقل، گشته اند　　آنها، که پا برون سلاسل نهاده اند

وقت خوشی که، دست دهد، مغتنم شمار　　دایم نسیم مصر، بکنعان نمیرسد

بنور عقل درین انجمن، کسی بیناست　　که کرد، دولت بیدار را، بخواب عوض

مگر بعشق، دل‌خویش، خوش‌کنم (صائب)　　وگرنه، عمر ندارد بهیچ باب عوض

از آستان عشق غباریست نو بهار — سرسبز آنکه ، رفت درین آستان بخاک
آزادگان ، ز آب حیاتبند ، بی نیاز — هر سرو ، کرده است دو صد باغبان، بخاک(۱)

۱۲۵- صبا ، پندت کیلاش کول

● بهار گلشن کشمیر : صبا ، پندت کیلاش کول . در سال (۱۸۱۲ع) بوجود آمد ، در عربی و فارسی کاملاً درک داشت ، و شعر فارسی میگفت و در اشعار خود تراکیب و الفاظ کشمیری و استعارات و تلمیحات محلی بکار میبرد . در سال (۱۸۸۸ع) جهان را وداع کرد . دیوان مرتب نیست :

دلا ! پرهیز از سحر نگاه دلربای او — که آهو گشت سودای ز چشم سرمه سای او
خیال جلوه اش، از سر نمی گردد برون هرگز — که طرح سرنوشتم ریختند از نقش پای او
ک بستمی، این رشتهٔ زنار، به گردن — از سرکشی آن زلف، چو کافر نه شدی گر
چنان شعله ، در سینه زد ، سوز عشقش — که شد ، رشتهٔ شمع ، تار گریبان
بهار است، از سوز گلهای حسنش — بسیاری جنون سازگار گریبان
رشک ، بی اختیار را ، چه کنم — طفل دیوانه وار را چه کنم

۱- رک : مقالهای زیر راجع به صائب :
۱) صائب تبریزی - محمد علی - گنجینهٔ معارف ۱ : ۵
۲) زندگانی پر ماجرای صائب - شاه حسین ناصرالدین - گنجینهٔ معارف ۵ : ۳
۳) صائب تبریزی - حیدرعلی کمالی - آینده ۱ : ۳۱۷
۴) آثار صائب - سرور گویا اعتمادی - آریانا ۸ : ۷
۵) سخنی دربارهٔ صائب - مجتهدی مهدی - مهر ۸ : ۲۴۴
۶) صائب و برخی اشعارش بخامهٔ خود او - ابراهیم خلیل - آریانا ۱۵ : ۱۲
۷) آثار نثری از نتائج افکار صائب - حسین نخجوانی - ادبیات تبریز ۶ : ۲۹۹
۸) تذکره از صائب تبریزی و اشعار اخلاقی او - حسین نخجوانی - جهان اخلاق ۲ : ۵۴
۹) منازعه صائب تبریزی با کلیم همدانی - حسین نخجوانی - ادبیات تبریز ۷ : ۲۴
۱۰) وفات صائب - محمد نخجوانی - یادگار ۳ : ۸
۱۱) آرامگاه صائب - گلچین معانی - مجلهٔ سپاهان -
۱۲) سیصدمین سال وفات صائب - گلچین معانی - ارمغان ۱۸ : ۲۹۲

میگرفتم قرار، اندر صبر | زین دل بیقرار را چه کنم
کرد می درد دل، به سینه نهان | دیدهٔ اشکبار را چه کنم
لالهٔ از اشک، آن رخ گلگون | از عدم داغدار میآید
به بین، در زیر ابرو چشم مست یار، ای زاهد! | بزیر طاق محرابی، نشسته باده پیمای
بهار آمد، جنون سر زد، خرد بردار دست از من | که چون مجنون، نهم پای ز صحرای بصحرای
در بحر عشق، آب ز چشم پر آب ما | گرداب موج میزند از پیچ و تاب ما
از دل خیال شعر تو، هرگز نمیرود | روز ازل، مگر شده شاعر خطاب ما
شد گره ناله، در دل، از خونم | شیشه چون پر شود، صدا نه کند
در خیال رخ تو، گل بچمن | چه کند جامه، گر قبا نه کند
ترک بوش و کنار، گل رو پهان | من اگر میکنم (صبا) نه کند
آن شعله خو، به صحن چمن شد، مگر (صبا) | شبنم به گل ز دور نماید شراره ام

(۲ : ۹۵۱)

۱۲۶- صبحی، ملا

● مراة‌الخیال : اصلش از کشمیر است . بکمال فضل و نهایت خوشگوئی موصوف بود . از خادمان سلطان شجاع (۱) است . معزز و مکرم بود . مدةالعمر بر همسران چیره دستی نموده ، نوبت سخن سرائی بدیگران حواله نمود . ازوست :

چه از طوفان اشک ما، رود سیلاب در دریا | معلم افگند اوراق اسطرلاب، در دریا (۲)
بکام فتنهٔ دوران، مدد از آسمان جستن | بدان ماند، که گیری دامن گرداب در دریا (۳)
ندانم از کدامین باده، سرخوش شد حباب آخر | که با این شور نکشوده است چشم از خواب در دریا (۴)

۱- پسر شاهجهان از (۱۰۶۸ه) تا (۱۰۷۰ه) در بنگال حکومت کرد .
۲- تذکره شعرای متقدین و گل رعنا و صبح گلشن دارد .
۳- همیشه بهار و تذکره شعرای متقدمین و گل رعنا و صبح گلشن دارد .
۴- تذکره شعرای متقدمین و گل رعنا دارد .

ز بس کاهیده ام از تشنگی بی او ، عجب نبود اگر چون عکس ، خود را افگنم بیتاب در دریا (۱)
سر زلف درازی، سایه افگنده است، در چشمم باندازی که صیاد افگند قلاب در دریا (۲)
(۱۶۲-۱۶۳)

● همیشه بهار : صبحی کشمیری ، از مداحان سلطان شجاع بود . این دو شعر از افکار اوست :

سر افرازی اگر داری، هوس کسب تواضع کن بابر و بین که ، جا بر چشم دارد از خمیدنها (۳)
(یک بیت دیگر دارد خطی)

● تذکره شعرای متقدمین : ملا صبحی ، اصلش از کشمیر است . از مداحان سلطان محمد شجاع است . و مدت العمر بر همسران چیره دستی نمود:

چه پنهان گفت، پیغام تو در گوش شنیدنها که در پای شنیدنها فتد از شوق دیدنها
نه تنها در فغانم، چون خم خالی، ز هجر می که دارد تاک هم اشکی، ز درد نا رسیدنها
(شش بیت دیگر دارد ۲۰-۲۱)

● گل رعنا : صبحی کشمیری ، از مداحان شاهزاده محمد شجاع بود ، و گوی معنی یابی از اقران خود میربود . از انفاس صبحی است :

دامن کشان گذشت شبی، بسوی زلف یار سنبل همیشه میدهد از دود آتشم
چه رنگین گریها از سیر دل آورده ام (صبحی) کنون از چشم تر دارم تمنای چکیدنها (۳)
(پنج بیت دیگر دارد ۶۹۲-۶۹۳)

۱- تذکره شعرای متقدمین دارد .

۲- تذکره شعرای متقدمین ، نتائج الافکار و صبح گلشن دارد .

۳- تذکره شعرای متقدین ، گل رعنا ، نتائج الافکار ، صبح گلشن و صحف ابراهیم دارد .

● صحف ابراهیم : ملا صبحی کشمیری ، از مداحان سلطان شاه شجاع بود . ازوست :
(یک بیت دارد ۲۱۶)

● تذکره نتائج‌الافکار : صبحی ، سخن سنج بی نظیر ، ملا صبحی ساکن کشمیر، که از مداحین سلطان شجاع بن شاهجهان بود . بطبع بلند، یکه تاز میدان سخنوری . و بفکر ارجمند، گرم ساز بازار نظم گستری . بفضایل و کمالات مقبول قلوب، و بحسن گفتار عزیز دلها بود . اواخر مائه حادی عشر صبح اجالش بسر رسید . از افکار اوست :

چو مرغ نیم بسمل ، اضطراب دل تماشا کن — که گوش همنشینان بست آواز طپیدنها (۱)
چه رنگین گریه ها، ازخون دل آورده ام(صبحی) — کنون از چشم تر دارم تمنای طپیدنها

(دو بیت دیگر دارد ۲۲۱)

● نگارستان سخن : صبحی ، ملائی از قاضیان کشمیر بود و بفصاحت بیان بر معاصران می افزود :

ضعف غالب شده ، از ناله، فرو ماند دلم — دگر از حال من ، او را ، که خبر خواهد کرد
زیر لب دشنام ، ای نا مهربان! دادی مرا — کشته بودی از تغافل ، باز جان دادی مرا

(۵۲)

● صبح گلشن : صبحی کشمیری ، از مداحان شاه شجاع ، برادر عالمگیر پادشاه ست . سواد و بیاض دیوانش برنگ سیاهی سویدا ، و سپیدهٔ صبح دلنشین و خاطر خواه . اواخر مائه حادی عشر صبح حیاتش بشام ممات مبدل گردید . از کلامش این چند اشعار بگوش رسید .

(شش شعر دارد ۲۲۴)

۱- صبح گلشن دارد .

● ریحانة الاداب : صبحي تخلص ، شعری دو تن از شعرای هند میباشد . که یکی از اهالی کشمیر بوده ، و در خدمت شاه شجاع برادر عالمگیر میزیسته ، و در اواخر قرن یازدهم در گذشت .

و دیگری در اصل همدانی بوده و در اثنای سیاحت بهندوستان رفته ، و داخل در خدمت شاه جهان بوده ، و در یکی از جنگها مقتول . و از اوست :

هر طرف، میتگرم، شعلهٔ عالم سوز است　　آنکه دل را نکند داغ ، کدام است اینجا
(۲۵۶ : ۲)

۱۲۷- صرفی ساوجی

● بدایونی : چند گاهی در گجرات با خواجه نظام‌الدین احمد (۱) همراه بوده . در لاهور آمده بوضع درویشانه میبود . و زمانیکه شیخ فیضی بدکن نامزد شد ، همراه رفت و ازانجا سفر آخرت اختیار نمود . صاحب دیوانست و در قصیده و غزل صاحب طرز است . ازوست :

ز راه کعبه ، ممنون عم و گرنه ، میفرستادم　　کف پای ، بزحمت چینی خار مغیلانت (۲)
گل فروش من ، که خواهد گل ، ببازار آورد　　باید اول ، تاب غوغای خریدار آورد (۲)
گرم خواهی بسوزی ، آتش رخسار روشن‌کن　　که از خاکستر من ، تا قیامت نور بر خیزد

● مجمع‌الخواص : مولانا صرفی ساوجی . گویا با مولانا جعفری قرابت دارد . نسب هر دو با افصح‌المتکلمین خواجه سلمان میرسد .

۱- نظام‌الدین احمد (متوفی ۱۰۰۳هـ) مؤلف طبقات اکبری . از سال (۹۹۱هـ تا ۹۹۶هـ) در گجرات بخشی بود .

۲- شمع انجمن دارد .

شاعر خوبی است . فقیر باوی ملاقات نکرده ام ، ولی این ابیاتش را شنیده ام :

بسفر زمانه دانم ، چو منست غریب دارد
سر آن دیار گردم ، که تو اش غریب باشی

بگذر ز چارهٔ من ، بگذار تا بمیرم
من ناتوان که باشم ، که تو ام طبیب باشی

اگرت نصیب ازآن لب ، نرسد مرنج (صرفی)
گنهی کسی چه باشد ، چو تو بی نصیب باشی

غمی ، کز مرگ دشمن دارم ، این است
که ترسم در غم او ، مرده باشد

کشنده و سوختنده مرا ، ای هما! برو
کز قسمت تو هیچ در این استخوان نبود

گویا که ، میکشند مرا هرگز این چنین
غوغای عام ، بسر در زندان من نبود

خدا با این قدر ، در حق آن بیباک میگویم
که گر نامهربانش آفریدی ، مهربانش کن

خبرم ، ز رفتن خود ، بگه سفر ، نکردی
چه صلاح دیده بودی ، که مرا خبر نکردی

چو ز رفتن تو مردم ، تو نشاط کن که ، هرگز
بمراد خاطر خود ، به ازین سفر نکردی (۱)

تو تمام خشم و نازی ، منت ازکدام گویم
چه بروزگار (صرفی) تو ستیزه گر نکردی

(ص ۲۲۲)

● **مآثر رحیمی :** مولانا صرفی ساوجی ، آدمی زادگان ساوه عراق است . مقتدای موزونان سخندان ، و عارفان حقیقت بیان بوده . و در طرز تصوف و تزکیهٔ نفس بغایت کوشیده . درویش نهاد و فانی مشرب بوده . و ــ بصرفی ژولیده موــ اشتهار داشته . و از اقران مولانا عهدی و مقصدی و ظریفی ساوجی است .

و گویند که : چون قدم در وادی شاعری نهاد ، از ساوه بدارالمومنین کاشان شتافت . و بخدمت حسان‌العجم مولانا محتشم رسید(۲) . و مدت ده سال

۱- آتشکده دارد .

۲- متوفی سنه (۹۹۶هـ) . در کاشان مدفون و مقبره‌اش زیارتگاه اهل دل میباشد . نگارنده نیز در ستامبر ۱۹۶۵ع از زیارت مفتخر شده است .

با شعرای کاشان : مثل حاتم(۱) و فهمی(۲) و رضای و شجاع(۳) ــ که دران زمان لوای شاعری بر افراشته بودند ــ شاعریها کرد . و مولانا وحشی بافقی(۴) و غیرتی شیرازی(۵) نیز در آن زمان درانجا بودند . ایشان نیز از مومی الیه اعتبار تمام گرفتند . و غزلیات عاشقانه بنظم آورد که ازو پسندیدند. و بر امثال و اقران او ترجیح نهادند .

و مولانا محتشم را کمال توجه نسبت باو بوده ، و در اصلاح شعراء میکوشید . و او نیز خود را از جملهٔ شاگردان او دانسته ، منظومات خود را مادام که، بشرف اصلاح ایشان نمیرسانید ، بر دیگران نمیخواند. و این معنی را باعث افتخار و مباهات میدانسته .

و در ایام توقف کاشان، اکثر اوقات در صحبت سیدالسادات و النقباء امیر حیدر معمای کاشی ــ که از جمله اکابر و اعیان آن ملک است ، و مولانا وحشی و غیرتی باو میبوده اند ــ بسر میبردند . چون جملهٔ شعرای قرار داده گشت ، و اشعارش درمیان مستعدان مشهور شد، و آوازهٔ تقرب و رعایت مولانا شکیبی اصفهانی و مولانا نظیری نیشاپوری و مولانا عرفی شیرازی و سائر مستعدان ، درخدمت این سخن شناس سخندان(خان‌خانان) بایران رسید ، ارادهٔ سفر هندوستان را، پیش نهاد ضمیر خود ساخته، بهندوستان آمد . و بخدمت بعضی اکابر هندوستان مشرف گشته . بوی آشنای در هیچ وادی بمشامش نرسید،

۱- هدایت‌الله حاتم کاشی متوفی ۹۹۰ھ .

۲- مولانا موحدالدین فهمی کاشانی قرن دهم .

۳- شجاع کاشانی ملقب به کور متوفی ۹۸۱ھ .

۴- مولانا کمال‌الدین وحشی بافقی متوفی ۹۹۱ھ .

۵- ملا غیرتی تیر انداز قرن دهم .

آخرالامر در احمد آباد گجرات، در هنگامی که، این مملکت ستان (خان‌خانان) مظفر و منصور فتح آن ولایت نموده بود (۱)، بمطلب و مدعای اصلی خود رسیده، خود را در سلک مداحانش در آورد. و شاهد این معنی اشعار اوست که درین خلاصه ثبت است. و بقدر حالت و استعداد خود، و فراخور حجت این غریب نواز، رعایت یافت. و انچه شنیده و بآوازهٔ آن آمده بوده، برابر آن مشاهده نمود. و مدتها در رکاب عالی ایشان بسر برده.

و در ایامی که نواب میرزا عزیز کوکه — که مشهور بخان اعظم بود — متوجه سفر حجاز بودند، التماس زیارت بیت‌الحرام و مرقد خیرالانام (علیه التحیة والسلام) نمود. بسرانجام ما یحتاج و ضروریات او حکم رفت. بقدر احتیاج اورا مستغنی ساختند. و بهمراهی خان مشار الیه، بآن سعادت مشرف گردید.

و از مولانا درویش سبز واری — که از راست گویان و درست سخنان است، و در آن سفر رفیق مولانای مشار الیه بوده — شنیده شد که: دعای این خیر محض را، در آن اماکن شریفه بر خود لازم ساخته بود، و بشکر گذاری خود میپرداخت. و میگفت که: از بقیه انعام و احسان ایشان باین سعادت مشرف گشته ام، و تازنده خواهم بود، بر خوان احسان ایشان نان میخورم.

القصه، یا دران سفر خیر اثر و یا بعد از مراجعت در هندوستان،

۱- در فتح گجرات این چهار تاریخ بچهار زبان یافته اند:

(۱) یوم احد ثانی ربیع‌الاول (۹۸۰ھ)

(۲) بر شنبا یکی ربیع‌الاول (ترکی؟)

(۳) روز یکشنبه دویم ربیع‌اولی (۹۸۰ھ)

(۴) اتوار ربیع‌اول کی دوجی (۹۸۰ھ)

و دیعت حیات بقابض ارواح سپرد .

از شیرین گویان و نادر سخنان عهد و زمان خود بود . بعد از خواجه سلمان از ساوه ، از مشار الیه بهتری بر نخاسته . و بکمال زهد و فقر و مسکنت و درویشی آراسته و پیراسته بوده . و نزاکت و دقت طبیعتش ازین دو سه بیت او ــ که در قصیده که در شکوهٔ هندستان قبل از وصول بملازمت ایشان گفته ــ معلوم میشود :

از عدم با خود، نه جان ناتوان آورده ام — روح مجنون را، بسیر این جهان آورده ام
پنبه ام، بر شعله میغلطد که، آسیبش مباد — زیور مهتاب را جنس کتان آورده ام
هستم، از چشمه سار هند ، حلقی تر نکرد — از لب جو، شکوهٔ آب روان آورده ام

و بطرز استاد خود، مولانا محتشم حرف میزند ، و کلامش بر یک و تیره است ، و طبعش خالی از متانتی نیست . و در ایام بودن هندوستان ، طرز خود را، بطرز مولانا عرفی و یاران هندستان، آشنا ساخته .-

و در زمانی که ، ملک الشعرا شیخ ابوالفیض فیضی ، از جانب پادشاه ظل‌الله محمد اکبرشاه، بحجابت بطرف احمد نگر و بیجاپور میرفت(۱)، در ملازمت آن ملک الشعرا سیر دکن نیز نمود . و حین تحریر این اوراق، این اشعار بخط آن جناب ، در کتابخانه عالی دیده شد ، که ثبت رفت :

رفتیم، بمژگان ادب، راه حرم را — چون دیده در آئینه گرفتیم قدم را
زان راه روانیم، که در وادیٔ همت — از گرد توکل نفشانند قدم را
آهسته‌تر ای پیک وجود، این‌چه‌شتاب‌است — از پویه خبردار مکن گوش عدم را
همت طلب از اهل توکل، که بهر گام — صرف ره و رفتار تو، سازند همم را
قانع تو ازین باش، بجزگریه، چه‌اندوخت — آدم که بدریوزه فرستاد شکم را
بس کن‌که، بتنگ آمدم از شکوه نویسی — بر خیز و قلم کن سر انگشت و قلم را
آتش نفسانی که، نظر کردهٔ عشق اند — بی سکه تر از زیگ شمارند درم را

(۱۹۵ بیت دارد ص ۳ : >۶۹-۲۱<)

۱- فیضی از دکن در سال ۱۰۰۲ه باز گشت کرد . رک : تحت فیضی .

● آتشکده : صرفی ، اسمش صلاح الدین . گویند نسبتی بخواجه سلمان داشته . الحق شعرش خالی از امتیازی نیست ، و از تلامذهٔ مولانا محتشم کاشی علیه الرحمه .

با تو رشکم کشد و بی تو جدائی چکنم میکشم این همه، از دیدن و نا دیدن تو (۱)
(صرفی) ز عشق دوست، بنوعی نمردهٔ کز دشمنان، بمرگ تو خرم شود، کسی
(٢٢٦)

● شمع انجمن : صرفی ، صلاح الدین ساوجی چند گاهی در گجرات بود، بعده در لاهور آمده، بوضع درویشان بسر میبرد . در (سنه٩٩٩ھ) همراه فیضی بدکن شتافت و از انجا سفر آخرت اختیار نمود . صاحب دیوان است . ازوست : (سه بیت دارد ٢٥٥)

● روز روشن : صرفی ، ملا صلاح الدین ساوجی . سیر هندوستان هم نموده بود :

عشق آمد و راه دل دیوانه مبندید بر صاحب این خانه، در خانه مبندید
(٢٩٣)

● ریحانة الادب : صرفی ، صلاح الدین ساوجی ، شاعری است ایرانی از اهل ساوه ، و از شاگردان محتشم کاشانی (متوفی سنه ٩٩٦) و از او است : . . . .

و سال وفات و مشخص دیگری بدست نیامد :
(یک شعر داده ٢ : ٢٤٥)

١- شمع انجمن و ریحانة الادب دارد .

۱۲۸- صرفی، شیخ یعقوب کشمیری

● **منتخب التواریخ**: صرفی تخلص. مجمع فضائل و کمالات بود. خلیفه مخدومی اعظم شیخ حسین خوارزمی است. (قدس الله سره) بزیارت حرمین‌الشرفین مشرف شده و سند حدیث از شیخ ابن حجر داشته. در لباس مشیخت سفر بسیار کرده، و اکثری از عظمای مشائخ عرب و عجم را، ملازمت نموده و فوائد اندوخته و رخصت ارشاد و هدایت یافته. و مرید بسیار چه در هند چه در کشمیر و خانقاه دارد.

و صاحب تصانیف علیه رائقه است. خمسه تمام کرده، و رسائل متعدد در معما نوشته و رباعیات مع شرح در تصوف دارد، غیر آنکه احصا توان کرد و انچه بایستی اندکی از حالت صوفیه و ذوق ایشان بود، وگرنه قطع نظر ازان، در جمیع علوم عربیت از تفسیر و حدیث و تصوف، مشار الیه و معتمد علیه و سند امام است. و درین ایام که نزدیک بود تفسیر مینوشت، که آیتی است ازکمالات او. و هم پادشاه مغفرت پناه و هم شاهنشاهی را نسبت بوی اعتقاد غریب بود. بشرف صحبت اختصاص داشته و منظور نظر شفقت اثر گشته، معزز و مکرم و محترم بود. و بذلی و ایثاری داشت که، در اقران فوق آن متصور نبود. اگرچه بمقتضای:

ولولا الشعر بالعلماء یزری

شعر دون مرتبه او بود، اما هیچ گاه ازین وادی خلو ذهن نداشت. این چند بیت ازوست:

در هرچه بینم آن رخ نیکوست، جلوه گر	در صد هزار آئینه، یک اوست جلوه گر
خلقی بهر طرف شده، سرگشته بهر دوست	وین طرفه ترکه، دوست بهرسوست جلوه گر

حالت از فکر، بران گوشهٔ ابرو بنشست | هر کجا گوشه نشینی‌است، درو فکری‌هست
مشکن ای غم دل مارا، و مبین کان دل کیست | دل ما هست ولی، بین که درو منزل کیست
گر بکویش گذری، پای ز سر باید کرد | قصه کوته، ز سر خویش گذر باید کرد

و این معما باسم شیدا ازوست :

ماه من از رخ نقاب انداخته | وه که عمدا روز را شب ساخته

در زمانیکه، از لاهور رخصت انصراف بجانب وطن مالوف یافته، از آن طرف آب راوی، رقعه بفقیر نوشت. و تمیننا بجنس نقل مینماید :

مددی قادری ! دعا و نیاز اخلاص طراز بتقدیم رسانیده، مشهود ضمیر خورشید نظیر میگرداند که : باعث ترک سنت سنیه از محب مخلص حقیقی غالباً آن خواهد بود که، چون طریقهٔ مرضیهٔ راه عند السفر از شرائط مشایعه است، و بالفعل درین زمانه قدرت بر آن نبود، و بالضرور ترک آن سنت بایستی نمود، امید که از حاشیه خاطر فیض مآثر نسیا منسیا نخواهند ساخت، و بمراعات شیمه کریمهٔ حفظ الغیب خواهند پرداخت. و اگر حاجت بکاغذ کشمیری برای مسودات باشد، اعلام نمایند تا بنده از کشمیر مسوده تفسیر خود فرستد، که نقوش آن از کاغذ، بشستن چنان میرود که، هیچ اثری از سیاهی نماند. چنانچه تجربه کرده باشند. و السلام علیکم و الاکرام لدیکم.

و چون بکشمیر رفت، رقعهٔ دیگر ازانجا فرستاده که ختمی بود، و نقل مسوده آن این است :

خدام کرام ! من هو مستغن عن‌المدایح والمناقب والمفاخر، اعنی مولانا و بالفضل اولانا الشیخ عبدالقادر. فتح نمایند. قطعه :

از دوانی (۱) بداونی بیشک | در فنون فضیلت است فزون
پس دلیل زیادت معنیش | که بنایش بصورت است فزون

نیاز نامهای که فرستاده میشود، هر چند که در جواب آن، بنا بسر عدم

۱- اشارهٔ به مولانا جلال‌الدین دوانیست.

لیاقت، جواب خدمهٔ بدایع نگار را تصدیع نمیدهد، اما بهر حال قلم اخلاص عرض بندگی بی اختیار جاری میگردد. امید که هرگاه که در خسخانه نواب فیاضی، در نیمروز تموز بر فرش حصیره سرد تر از هوای کشمیر، بتجرع برف آب گرم میبوده باشند، و استماع نکات شریفه، و مقولات لطیفه مینموده باشند، یاد اسیر محنت حرمان خواهند کرد. بیت:

ای ببزم وصل حاضر! غائبان را دستگیر
زانکه دست حاضران، از غائبان کوتاه نیست

عن الخلف الاعز الارشد الامجد، الشیخ محی الدین محمد، نیازمندی قبول فرمایند. وفقه الله سبحانه و تعالی، لتحصیل العلوم الصوریه والمعنویه بحرمة من سمی بلقبه الشریف، قدس سره اللطیف.

و غالباً بنابر رعایت حق الجوار، سخن سیادت مآبی میران سید قطب الدین در نا نوشتن جواب نیازنامهٔ فقیر، مسموع میدارند. اما میباید که، نظر برحق نفس الامری کنند، که ظاهرا این حق بران حق راجح باشد، و ایضا اعتبار سر اظهار محبت جناب میران نکنند، که آن آخر ثباتی ندارد. والله تعالی اعلم.

ابیت اظهار مضمری که بر طرز جدید آصف خانی، بندهٔ کمینه آنجا گفته، مسوده آن از فقیر گم شده، غالباً ملازمان ازان مسوده نقل گرفته بودند، التماس آنکه نقل از نسخهٔ خود فرستند.

جواب این رقعهٔ اخیر:

هو

لمولفه:

یا من بخیال وجه اینامی   شوقی لا یحمل فی القرطاس
کالشامخ لا یوزن بالقسطاس   و اللجة لا یقاس بالمقیاس

از ثنا چه نویسد که، درج آن در حوصلهٔ عبارت تنگ، و ظرف حروف قاصر ـ عبدالقادر ـ حکم بحر و کوزه دارد:

و ان قمیصا حیک من نسج تسعة   و عشرین حرفا من معانیه قاصر

و از دعا چه گوید:

بسوی سدره، ز من، مرغ طاعتی نه پرد   که قامهٔ نه برد از دعات: در منقار

و از شوق چه باز نماید :

یا من بایادی یده طوقنی من صحة الزمان قد عوقنی
لا اقدر ان اکتب شوقی لکم ما اشوقنی الیک ما اشوقنی

ازان مدتی ، که توجه عالی بآن صوب صواب فرموده اند ، در ترجمان اسرار الهی، که اصل اصول آگاهی عبارت ازان تواند بود ، چه قبل از نوروز چه بعد ازان بچند روز، از دست ما صدق این بیت که ، از مقوله عشره مبشره است :

مردی دراز نیکو در شهرخویش امروز باخواسته نشسته از بخت خویش فیروز

متواتر و متوالی رسیده ، باعث خوش وقتی گردید .

مرقوم خامهٔ مسکین نواز مشکین طراز بود که :

از دوانی بداونی بیشک !

تا آخر در جواب آن ، عرضه میدارد ، مثنوی لمولفه :

ای زبانت ، کلید نامهٔ غیب دل پاکت نتیجهٔ لاریب
داده اعجاز کلک تو بیرون گنجهای نهان کن فیکون
گفتی از منطق گهر پرور کز دوانی ، بداونی خوشتر
گر دوانی و گر بداونیند همه از گنج فضل تو، غنیند
دلم ، آئینهٔ جمال تو، شد مظهر فیض لایزال تو، شد
چه عجب، گر ز روی حق بینی خویشتن را درو همی بینی

اگر خود نهائیست همین قدر بس است ، و اگر نه، من که فضولی، جواب نوشتن چه ! باز بشعر از تقصیر در نوشتن عرایض اخلاص ، که منافیٔ رسم و عادت عوام نه خواص اهل اختصاص است ، کما لا یخفی زبان اعتذار و استغفار کشاده ، استعفا مینماید . و این رقعه را ، کفارت آن جریمه دانسته ، قضایٔ مافات میشمرد . و آنچه از هوای خسخانه و برف آب که یادگار از :

عمر برف است و آفتاب تموز

و نشان داده از : ــ یا معشر المسلمین ارحموا علی من رأس ماله یذوب ــ است ، نوشته اند، چند روزیست که ازین آب و هوا باز مانده :

گرگ دهن آلوده و یوسف ندریده

میگردد :

فمن شاء فلینظر الی فمنظری نذیر الی من ظن ان الهوی سهل

چون بندگان حضرت ، قریب شرف آفتاب بتقریبی نام کمینه را ، خود بدولت، بنهایت کسی بر زبان مبارک رانده، حرف تولیت خطهٔ عالیهٔ اجمیر. شعر :

دنت عن ناظری تلک الخیام علی سکانها منی سلام

فرمود اند ، و هنوز تسلیم نشده ، آرزو دارد که ، اثر این سعادت زود تر از قوة بفعل در آید ، و دل را از آب گردش روزگار و هوای ناسازگار هر دیار، فارغ ساخته برد الیقینی حاصل شود ، که خسخانهٔ گیتی ، چون خس و برف آب ، زمانه چون سراب نماید . و بخت شوریده هر ساعت و هر زمان با این ترانه در فغان است :

ای عجب دلستان نبگرفت و نشد جانتان ملول
زین هواهای عفن، زین آبهای ناگوار

همت عالی و توجه داعی ، درین باب گماشته، در امداد صوری و معنوی کوشند . تا انشاء الله تعالی ! رفته اجمیر را قافیهٔ کشمیر دانسته ، بعلت اینکه، هر دو مکان طیب، مرکز دایرهٔ دو قطب جنوبی و شمالی است ، و جهة جامعه ــ بلدة طیبة و رب غفور ــ دارد . آب چشمه جهالره را، چنانچه ایشان درانجا آب برفتن نوش جان میفرمایند، نوشیده زبان را بزلال شکر و ثنای منعم حقیقی و مجازی تر دارد . شعر :

هنیئا لا رباب النعیم نعیمهم و للعاشق المسکین ما یتجرع

و تمثیل حال کشف مکشوف اهل کشف است .

بنده زاده به بداون رفته بدعا مشغولست ، ظل عالی لا یزال باد . تحریراً فی شهر رمضان المبارک عمت میامنه سنة ثلث و الف (۱۰۰۳هـ) .

و این غزل نیز از خامهٔ دربار گوهر نثار ایشان است که، در بعضی اسفار، به فقیر نوشته بودند:

در دمی، کین نامه میکردم رقم	کان یجری الدمع ممزوجا بدم
هر رقم کز خامه ام ظاهر شدی	کاد یمحو معنیً ذاک الرقم
محو حرف اشتیاق از لوح دل	لیس فی وسعی و قد جف القلم
در بلای هجر، حکمتها بود	لیتنی کوشفت عن تلک الحکم
(صرفی) از دریای اشکم نه محیط	لیس الا مثل رشف من دیم

الحاصل، اوصاف تعریف و کمالات جناب شیخ، چه حد من عاجز بی زبان است! و آثار جمیلهٔ او که، دامان بر میان قیامت بسته است، شاهد حال او بس است:

در تاریخ دوازدهم ذی قعده سنه ثلث و الف (۱۰۰۳هـ) از حبس عالم قید رسته، طایر روح قدسی آشیان او، بعالم اطلاق پرواز فرمود. و — شیخ امم بود — (۱۰۰۳هـ) تاریخ یافته شد. شعر:

سلام علی الدنیا و طیب نعیمها	کان لم یکن یعقوب فیها بجالس
درین خرابه مجوره بسوی گنج مراد	که جای محنت و رنج است این خراب آباد
قضا نهاده، بهرگامش از بلا، دامی	که، پانهاد درین دامگه، که سرننهاد
سواد رفتهٔ گل نیست غیر حرف رجا	ولی چه سود که: بی بهره ایم ما ز سواد
زمان عمر، بسی اندکست، غره مباش!	که تا نفس زدهٔ، عمر دادهٔ برباد

(۳: ۱۲۲—۱۲۸)

صرفی، همان شیخ یعقوب کشمیری است، که شمهٔ از اوصاف کمالش مرقوم خامهٔ شکسته گردید. چون جامع جمیع مراتب حیثیات است، اگر تعریف او که، تکرار ملیح است، مکرر مذکور شود، چه قصور دارد.

باوجود تصانیف معتبر در تصوف و سائر علوم و فنون ، طبعش بنظم اشعار بلاغت آثار، مناسب و ملایم افتاده . و نبذی، از نتائج افکار سحر آثار او ، این ابیات است :

بر رخ فگنده چاشتگه ، آن مه نقاب را — پیش از زوال ، شام رسید آفتاب را
از توتیا مپرس ، و زان خاک در بپرس — خاصیتش ، ز مردم صاحب نظر ، بپرس

تفسیری ، در آخر عمر ، چون — تفسیر کبیر — میخواست که بنویسد ، و پارهٔ مسوده کرده . ناگاه سرنوشت ازل پیش او آمد ، و امر نا گزیر خلایق اورا ، در وطن مانوس و مالوف دریافت . چنانچه گذشت و در گذشت .
(۳ : ۲۶۰)

صرفی . درین سال (۱۰۰۳ھ) شیخ یعقوب کشمیری صرفی تخلص ، که از درگار بوطن مالوف مرخص شده ، برحمت حق واصل شد . (انا لله انا الیه راجعون)

یاران همه رفتند و ره کعبه گرفتند — ما مست قدم ، بر در خمار بماندیم
از نکتهٔ مقصود ، نشد فهم حدیثی — لا دین و لا دنیا ، بیکار بماندیم
(۲ : ۴۰۳)

در هفدهم ماه ربیع الاول این سال (۹۷۷ھ) بعد از گذشتن هفت ساعت از روز، تولد خجسته شاهزاده سلطان سلیم ، بمنزل شیخ سلیم چشتی در فتح پور، واقع شد :

گوی بزمین ستاره آمد — یوسف بجهان دوباره آمد

و شاهنشاهی دران زمان ، بایلغار آمدن از آگره ، از نهایت سرور حکم به تخلیص جمیع زندانیان فرموده تا هفت روز جشن عالی ترتیب دادند . و شعرا قصاید تهنیت گذرانیدند . ازانجمله خواجه حسین مروی، قصیدهٔ گفت که از هر مصراع اول تاریخ جلوس شاهنشاهی، و از هر مصرع ثانی تاریخ ولادت

با سعادت شاهزاده جهان پناه حاصل میشود. و دو لک تنکهٔ نقد صلهٔ یافت.
و آن قصیده این است که:

لله الحمد! از پی جاه جلال شهریار گوهر مجد از محیط عدل آمد برکنار
. . . . الخ (۱)

و شیخ امم شیخ یعقوب صرفی کشمیری، نیز قصیده بهمین اسلوب گفت.
اما چه سود که صله را دیگری ربود. (۲: ۱۲۳)

● هفت اقلیم: شیخ یعقوب، در تصوف مشارالیه میزیسته، و شعر را خوب میگفته. این چند بیت اوراست:

بر سر دار بر آورده، ببین نرگس را کز عروسان چمن، نقره و زر دزدیده (۲)
خالت از فکر بر آن گوشهٔ ابرو بنشت هرکجا گوشه نشینی است، دراو فکری هست
برای عاشق زاری، که در کوی بتان افتد بلائی، گر نباشد بر زمین، از آسمان افتد (۳)
(ص ۱۱۳)

● تاریخ اعظمی: صرفی حضرت شیخ یعقوب. خلف شیخ حسن گنائی (۴) — که از اکابر کشمیر بود — در نهصد و بیست و هشت هجری (۹۲۸ھ) بوجود مسعود آمده. از صغر سن آثار فطانت و تیز فهمی و بزرگی ظاهر داشت. در سن هفت سالگی حفظ قرآن کرده، از خدمت مولانا محمد آنی — که شاگرد حضرت مولانا جامی بود — استفاده علوم نمود، و

۱- رک: بدایونی ۲: ۱۲۱ - سی و یک شعر دارد.
۲- تذکره حسینی و گل رعنا و شمع انجمن دارد.
۳- گل رعنا دارد.
۴- از شاهان شهمیر — شیخ الامم — خطاب یافته بود. گنائی در زبان کشمیری محرر، منشی و دبیر را میگویند و ازین سبب نام خانوادگی گنائی مشهور شد.
۵- از کلمهٔ — شیخ جی — تاریخ برمیآید.

از ایشان مخاطب به — جامی ثانی — شد. پس در جناب مولانا النحریر، حضرت اخوند ملا بصیر، که از عرفا و علمای زمان بودند و ذکرش گذشت، کسب علوم فرمود. بجاذبهٔ الهی — که روح مبارک حضرت علی مکرر جلوه گر شد — ذوق خدا پرستی بهم رسانیده، از آنحضرت در خانقاه معلی بشارت و امر، دریافت خدمت حضرت مخدوم اعلم شیخ حسین خوارزمی، یافته، عازم ولایت شد. و ممانعت والدین و استاد — که بمبالغه بود — سودی نه کرد، بلکه آنها هم در واقعه، از جناب علی ثانی مامور شدند.

از راه بانهال، با چهار رفیق روانه گشتند. در راه عجائب و غرائب بسیار ازآن جناب، مشهود رفقا شد. چون بسمرقند — که وطن حضرت مخدوم بود — رسید، بیرون دروازهٔ آنجناب نشست، و سعادت درون رفتن نکرد. آنحضرت ازان طرف ایشان را طلبیده، و نوازشها فرمود. خلفای هفتگانه، که بهفت در متعین بودند، بنابر معتاد — که تفویض طالبان پیکی از آنها میشد — حاضر آمد ند. حضرت مخدوم فرمودند که: کار این جوان علحده است، ما خود تربیتش میکنم. بعد تعلیم باطنی، میفرمودند که: از جنگل هیزم آورده باشد! در همان اثنا، روداد خلوت اربعین، در ایام شدت سرما شده. بپاک کردن متوضای چله کشان شد. چند گاه در خدمت مانده، داد مجاهده و خدمت داده.

نظری بر مراعات ظهور فرقت والدین، بعد اجازت ارشاد، مرخص بکشمیر شد. مجرد رسیدن بوطن، ابواب ارشاد و تصرف خداداد، برآن جناب وا شد. فوج فوج سالکین، و جوق جوق طالبین، باستفاده رجوع نموده. عالمی مستفید

خدمت و صحبت بجذبه و سلوک شد .

حضرت ایشان را بعد مدتی ، باز سودای ادراک خدمت مرشد آفاق ، غلبه نموده . عازم احرام حریم ملازمت گردید . باستماع خبر توجه حضرت مخدوم بحرمین ، حرکت را غنیمت دانسته ، براه خراسان متوجه دریافت زیارت هر دو کعبه شدند .

در راه فتوحات بسیار ، بصحبت ابرار روزگار حاصل نموده . ازانجمله مصافحه شیخ ابوسعید معمر حبشی ، بوساطت شیخ سلطان علی اوبهی ـــ که بدو واسطه به شیخ ابوسعید میرسد ـــ و زیارت مشهد مقدس رضویه ، و رفع سب و علت قتل سنیه ، که رفضهٔ ایران میکردند ، بتاثیر نصیحت که ، بشاه طهماسپ صفوی در اثنای ملاقات او فرمرد .

و ظهورکرامات دیگر و تحصیل سند احادیث بروایات مختلفه ، از خدمت زبدةالمحدثین شیخ ابن حجر وغیره در حرمین ، و یافتن جبه مبارک آنحضرت امام الامت ابوحنیفه کوفی در بغداد ، و صحبت شیخ المشائخ شیخ سلیم چشتی و اجازت طریقهٔ ایشان ، و عطیات دیگر ، که تفصیل آن در ـــ ثمرات الاشجار ـــ است ، بهزاران هزار مرحمت و مکرمت الهی ، به کشمیر رسیده .

دران وقت بسبب شورش والیان اینجا ـــ که بفساد مذهب ، ملک و دولت را بر باد کرده بودند وکشمیر محل حوادث و آفات شده بود ـــ حضرت ایشان متوجه شده ، بظاهر و باطن سعی و مدد نموده ، ملک را بمردم اکبر پادشاه تفویض فرمود . و یعقوب خان چک ـــ که از راه شقاوت ذاتی ، مصدر امور نا مشروع شده بود ـــ بسزا رسید .

حضرت ایشان بعد اطمینان اصلاح شهر، برای حفظ دل خود، باز سفر حرمین اختیار فرمودند. در اندک زمانی معاودت فرموده، کتب تفسیر و حدیث و فقه — که درین شهر نبود — آوردند. مردم را مستفیض ساخته، شب پنجشنبه بعد عشای اخیر دوازدهم ذیعقده سنه هزار و سه (۱۰۰۳ھ) رحلت فرمودند. — شیخ امم بود (۱) — تاریخش میشود — فخر الانام — شیخ الباطن — شیخ بکمال — نیز تاریخ است.

تصانیف آنحضرت در همه علوم بسیار است. از انجمله:

۱ـ تفسیر قرآن (که در غایت تبحر و بسط و دقت است) اما بآخر نرسید.

۲ـ مسلک الاخیار.

۳ـ وامق و عذرا.

۴ـ لیلی و مجنون.

۵ـ مغاری النبوت.

۶ـ مقامات مرشد. (هر پنج نسخه مقابل خمسه حضرت مولانا عبدالرحمن جامی است)

۷ـ مناسک حج.

۸ـ شرح صحیح بخاری.

۹ـ حاشیه توضیح و تلویح.

۱۰ـ تفسیر دو پارهٔ آخر قرآن.

۱۱ـ روائح.

۱ـ این تاریخ عبدالقادر بدایونی گفته است.

۱۲ـ شرح رباعیات.
۱۳ـ رسالهٔ اذکار.
خلفای حضرت ایشان بسیارند بمحل خود مذکور میشود.

(۱۱۱-۱۱۰)

حضرت شیخ یعقوب در تاریخ او (ملا فیروز مفتی) فرموده. تاریخ:
از پی تاریخ، آن در دین وحید گفت: شد از بهر دین، ملا شهید
۹۷۳ھ (۱۰۳)

● تذکرهٔ حسینی: صرفی، یوسف کنعان خوش حرفی، شیخ یعقوب صرفی. از اهل کشمیر بود. (یک شعر دارد ص ۱۸۶)

● گل رعنا: مولانا صرفی، تخلص شیخ یعقوب کشمیری است. چون در علم صرف علم یکتائی می افراشت، صرفی تخلص اختیار کرد. مجمع فضل و کمال و خلیفهٔ شیخ حسین خوارزمی بود.

بشرف زیارت حرمین شریفین رسیده. و سفر بسیاری در لباس مشیخت نموده، بصحبت علمای عرب و عجم فائز گردیده. فراوان فوائد اندوخت، و رخصت ارشاد و هدایت یافت.

صاحب تصانیف عالیه است. رسائل متعدد در معما، و تصوف، وسائر علوم تصنیف کرده. همایون پادشاه و اکبر پادشاه را در خدمت او اعتقاد درستی بود. بذل و ایثار بسیار مینمود. شیخ عبدالقادر، صاحب تاریخ بدایونی (منتخب التواریخ) احوالش در جرگهٔ فضلا و هم درشعرا، بخوبی مینویسد، و میگوید: ـ بتاریخ دوازدهم ذی‌القعد سنه ثلث والف(۱۰۰۳ھ) از حبس عالم فنا رها شد، و ـ شیخ امم بود ـ تاریخ یافتم (انتهی). شیخ با وصف علم و فضل
۱۰۰۳ھ

فکر سخن میکرد . ازوست :

بر رخ فگنند چاشت ، که آن مه نقاب را — پیش از زوال ، شام رسید آفتاب را
از توتیا مپرس و زانِ خاکه در بپرس — خاصیتش، بمردم صاحب نظر بپرس
خالت ، از فکر بران گوشهٔ ابرو بنشست — هرکجا گوشه نشینی است، درو نکری هست
مشکن ای غم! دل ما را و مبین، کان دل کیست — دل ما هست ، ولی‌ببین که، درو منزل کیست
گر بکویش گذری ، پای ز سر باید کرد — قصه کوته ، ز سر خویش گذر باید کرد
در هرچه بینم ، آن رخ نیکوست، جلوه گر — در صد هزار آئینه ، یک روست جلوه گر
خلقی بهر طرف شده ، سرگشته بهر دوست — و ین طرفه تر، که دوست بهرسوست‌جلوه گر(۱)

(۶۵۲—۶۵۴)

شیخ یعقوب صرفی در حق او (قادری شیخ عبدالقادر بداؤنی) گوید :

از دوانی بداونی بی شک — در فنون فضیلت است فزون
بس دلیل زیادت معنی — که بنایش بصورت است فزون

(۹۳۹)

● **صحف ابراهیم** : شیخ یعقوب صرفی کشمیری ، از مشائخ صوفیه ، و افاضل علوم رسمیه . در علم حدیث شاگرد شیخ ابن حجر ، و در فن شعر استاد شیخ محسن فانی بود . مثنوی خمسه و رسائل متعدده در معما دارد . و در علوم شعر، از معاصران پای کمی نمیدارد .

و در کشمیر با دستگاه بسیار خانقاه عالی بنا نهاده و اندوختهٔ خود را ، بصرف جود و ایثار داد .

همایون پادشاه در خدمت او اعتقاد بسیاری داشت . سال هزار و سیوم (۱۰۰۳هـ) جهان گذران را گذاشت . ازوست :

ز ضعف تن، عجب حالی است، بیمار محبت را — که نتواند کشید از نا توانی بار صحبت را

(۲۲۵ الف)

شیخ یعقوب از خطه کشمیر بود دیگر احوالش براقم نرسیده .

(۳۸۰ ب)

۱- این چهار شعر آخر صوفی در کتاب خود ثبت کرده است .

● **شمع انجمن :** صرفی شیخ یعقوب کشمیری ، یوسف کنعان خوش حرفی است . عالم کامل و صوفی مشرب بود . اکثر مشائخ عرب و عجم را در یافته ، و بزیارت حرمین شریفین سعادت اندوخته . سند حدیث از شیخ ابن حجر مکی مفتی مکه حاصل کرده . و بدرگاه اکبری مقبول و محترم زیسته . در (۱۰۰۳ﻫ) بجانب کشمیر رفت ، همانجا مرحلهٔ آخرت پیمود . در آخر عمر، تالیف تفسیری شروع کرده ، لیکن اتمامش ننموده . شاعری دون رتبه اوست .

(دو شعر دارد ۲۵۵)

● **تاریخ نظم و نثر زبان فارسی :** شیخ یعقوب صرفی کشمیری ، از مشائخ معروف صوفیه هندوستان، و خلیفه شیخ حسین خوارزمی — پیشوای معروف طریقه نقشبندی — بوده . سفر بسیار کرده ، و بسیاری از مشائخ آن زمان را، دیده بود . و ازیشان رخصت هدایت گرفته . و مریدان بسیار در همه جا ، و مخصوصاً در کشمیر داشت . و در آگره(؟) خانقاه او ، در زمان جلال‌الدین محمد اکبر، رونق بسیار داشت ، و همایون پادشاه و اکبر بوی بسیار احترام میکردند .

و سر انجام در ۱۲ ذی‌القعده (۱۰۰۳ﻫ) در گذشت و تاریخ رحلت وی را — شیخ امم بود — یافته اند .

وی از دانشمندان نامی زمان خود بوده ، و در شعر مهارت کامل داشته ، و خمسه ای ساخته ، و رسائل چند در معما نوشته . و رباعیات و شرح رباعیات در تصوف دارد ، و نیز تفسیری بزبان فارسی نوشته است ، در غزل هم دست داشته است .

(۳۴۰ : ۱)

شیخ یعقوب بن خواجه حسن گنائی عاصمی کشمیری، متخلص بصرفی، از مشاهیر صوفیه حنفی قرن دهم بود. و در نهصد و هشت (۹۰۸ھ) ولادت یافت، و در هرات ازشاگردان ملا محمد ــ شاگرد عبدالرحمن جامی ــ بود، و او بوی ــ جامی ثانی ــ لقب داد.

و پس ازان، بعبادت و ریاضت پرداخت، و نخست بامیر سید علی همدانی ارادت میورزید، و سپس در حلقهٔ اصحاب شیخ کمال الدین حسین خوارزمی در آمد. و برای درک خدمت او، از کشمیر بسمرقند رفت. و بیرون دروازه شهر، در خانقاه او اقامت کرد، و پس از چندی ــ که در خدمت او بود ــ اجازهٔ ارشاد و خلعت بوی داد، و او را مامور کشمیر کرد.

و پس از چندی، که مردم را ارشاد میکرد، دوباره بدیدار مرشد خود بسمرقند و از انجا با او بحج رفت. و در باز گشت از آن سفر، در مشهد بدیدار شاه اسمعیل رسید ــ که در آن موقع در کشتن اهل سنت مبالغه میکرد ــ و در برابر خوارق عادتی، که شاه ازو دید، بدو معتقد شد و او ویرا از کشتن مردم منع کرد.

و ازانجا ببغداد رفت. و ابن حجر، جبهٔ ابو حنیفه کوفی را، باو داد. و در آن جا با شیخ سلیم فتح پوری چشتی دیدار کرد و وارد طریقهٔ چشتی شد. و پس از سفرهای چند بکشمیر باز گشت. و در واقع فتح کشمیر بدست جلال‌الدین اکبر، بیاری آن پادشاه برخاست، چون یعقوب خان چک حکمران کشمیر، شیعه متعصب بود. بار دیگر عازم حج شد، و پس از یکسال باز گشت.

و سر انجام در شب پنجشنبه ، ۱۲ ذی‌القعده (۱۰۰۳هـ) پس از نماز عشا در گذشت .

یعقوب صرفی در نظم و نثر فارسی، از بزرگترین صوفیه هندوستان بوده، در شعر گذشته از ـ دیوان غزلیات ـ و ـ مجموعهٔ رباعیات ـ و ـ وامق عذرا ـ و ـ لیلی و مجنون ـ تتبع خمسه نظامی کرده . و منظومه ای شامل فتوحات رسول ، بنام ـ مغازی النبی ـ سروده ، و در نثر ـ شرحی بر صحیح بخاری ـ و کتابی در ـ تفسیر ـ و ـ مسلک الاخیار ـ و ـ مقامات مرشد ـ و کتابی در ـ مناسک حج ـ و ـ حاشیه بر توضیح و تلویح ـ و تفسیر دو جزء آخر قران ـ و ـ روایح شرع ـ و ـ رسالهٔ اذکار ـ از او مانده است .

(۱ : ۲۷۲)

یعقوب صرفی کشمیری ، در (۹۶۲) با شیخ سلیم ، پیشوای چشتیان هندوستان، بحج رفته ـ و درین سفر از ابن حجر مکی ، مفتی مکه ، اجازهٔ روایت حدیث گرفته است . خمسه او بنام ـ پنج گنج ـ شامل مثنویهای ـ مقامات پیر ـ و ـ وامق و عذرا ـ و ـ لیلی و مجنون ـ و ـ مغازی النبی ـ و ـ مسلک الاخیار ـ در برابر مخزن الاسرار ست . و دیوان اشعار خود را نیز فراهم کرده است .

(۲ : ۸۲۹)

● **تذکره علمای هند** : شیخ یعقوب صرفی تخلص کشمیری خلف شیخ حسن گنائی عاصمی ، از اکابر کشمیر بود . در ... صد و هفتاد و هشت (۹۷۸هـ) (۱) هجری ولادت یافته .

۱ـ سال ولادت غلط است . در سال (۹۲۸هـ) بدنیا آمده است .

در حداثت سن آثار فطانت و تیزفهمی و بزرگی از پیشانی او ظاهر بود. در هفت سالگی فضیلت حفظ قرآن مجید دریافته. علوم متعارفه بخدمت مولانا محمد شاه آنی ـــ تلمیذ مولانا عبدالرحمن جامی ـــ و نیز بخدمت ملا نصیر اکتساب نموده، و بزیارت حرمین شریفین شرف اندوز شده. از شیخ حسین خوارزمی تعلیم باطن و سند حدیث از شیخ ابن حجر مکی گرفته. و در لباس مشیخت سفرها کرده، و اکثر از عظمای مشائخ غرب و عجم را ملازمت نموده، فوائد کثیر اندوخته، رخصت ارشاد و هدایت یافت. مریدان وی بسیار بودند.

شب پنجشنبه دوازدهم ذی قعده سال یکهزار و سه هجری (۱۰۰۳ھ) رحلت فرمود. تصانیفه:

۱ـ تفسیر قرآن مجید ناتمام.
۲ـ مسلک الاخیار.
۳ـ مثنوی وامق و عذرا.
۴ـ مثنوی لیلی مجنون.
۵ـ مثنوی مغازی‌النبوی.
۶ـ مقامات مرشد. (این هر پنج کتب مقابل خمسه مولانا جامی گفته)
۷ـ مناسک حج.
۸ـ شرح صحیح بخاری.
۹ـ حاشیه توضیح تلویح.
۱۰ـ حاشیه روایح.
۱۱ـ حاشیه رباعیات.
۱۲ـ رساله اذکار وغیرها.

(ص ـ ۲۵۴)

● پارسی گویان کشمیر: صرفی یعقوب، فرزند میر حسن گنائی. بسال (۱۵۲۱ میلادی) در شهر سرینگر چشم بجهان کشود. خانواده گنائی خاندان فضلا و علما بشمار می آمد. از کودکی آثار متانت و تیز بینی و ادراک و بزرگی در یعقوب هویدا بود، و در هفت سالگی قرآن مجید را حفظ داشت. در شعر بشاگردی ملا محمد آنی ختلانی، شاگرد مولانا جامی، در آمد. و تخلص صرفی را ازو گرفت. استادش وی را ــ جامی ثانی ــ خطاب میکرد.

در سن نوزده سالگی از کشمیر بسوی خراسان عزیمت نمود، شیخ حسین خوارزمی ویرا به مریدی پذیرفت. پس از مسافرت های طولانی در هند و ایران، به کشمیر باز گشت و بتدریس پرداخت.

بسال (۱۵۹۵ میلادی) در سن هفتاد و پنج سالگی (۷۵) جهان را بدرود گفت. مقبره او تا کنون در ــ زینه کدل ــ موجود است.

صرفی، از نظر شعر فارسی، در کشمیر مقام ــ نظامی ــ را دارد. وی اولین شاعر پارسی گوی کشمیری است، که خمسهٔ به مقابل ــ خمسه نظامی ــ گفته است. مثنویهای او عبارت اند از:

۱ـ مسلک الاخیار.

۲ـ وامق و عذرا.

۳ـ مغازه النبی.

۴ـ مقامات مرشد.

۵ـ لیلی مجنون.

بعلاوه، یک دیوان مشتمل بر غزلیات و رباعیات از وی برای ما باقی

مانده است . شعرای متاخر کشمیر، که اغلب صوفی بودند، از صرفی تقلید کرده اند .

صرفی چندین کتاب نثر برشتهٔ تحریر کشیده ، از آن جمله اثری است، بنام ـ روائح ـ که در مقابل کتاب ـ لوائح ـ جامی نوشته شده ، و یک نسخهٔ آن نزد متولی خانقاه وی موجود است ، و طبق روایتی که در محل بگوش میرسد ، بخط خود استاد میباشد .
(ص ۸ - ۹)

● رشحات کلام صرفی : اطلاعات ذیل را از ـ کتاب رشحات کلام صرفی ـ اقتباس کرده ، داده میشود :

ولادت و خانواده و نسب

در سال (۹۲۹ھ) بدنیا آمد . از کلمهٔ ـ شیخ جیو ـ سال بر میآید . پدرش حضرت شیخ میر حسن گنائی بود . و در دورهٔ سلطنت شهمیری ، منصب امرائی داشت و بلقب ـ شیخ الامم ـ معروف بود .

نام خانوادگی ـ گنائی ـ به این جهت بود که ، در لغت کشمیر گنائی دبیر و محرر و عالم را میگویند . و اکثر افراد این خاندان علما بودند و بدارالانشاء دولتی نیز متعلق میبوده اند . و این خانواده را عاصمی نیز گفته میشود ، زیرا که نسب ایشان بحضرت عاصم بن امیرالمومنین سیدنا عمر ابن الخطاب (رضی‌الله‌عنه) میرسد .

حضرت شیخ بابا داؤد خاکی (۱) خلیفه سلطان العارفین شیخ حمزه

۱- بابا داؤد خاکی (۹۲۸-۹۹۴ھ) مرید و خلیفه سلطان العارفین شیخ حمزه کشمیری مصنف ـ وردالمریدین ـ و ـ شرح دستورالسالکین ـ و ـ شرح قصیدهٔ لامیه ـ رک : خاکی(ص ۲۲۰)

مخدوم ، برادر خالهٔ زاد شیخ یعقوب صرفی بوده .

مورث اعلی این خانواده ، امیر محمد در عهد شهمیریان بکشمیر وارد شد و نفوذ بسیار پیدا کرد . فرزند او میر با یزید پسری داشت میر محمد علی گنائی، و او دو پسر پیدا کرد، میر محمد حسن و میر محمد حسین .

میر محمد حسن هفت پسر داشت بنام ، میر کمال ، میر یعقوب ، میر محمد شریف ، میر نوروز ، میر محمد ، میر ابراهیم ، میر حیدر . مولانا صرفی پسر دویم بود . مولانا صرفی در بارهٔ خانوادگی خویش در — مغازی النبی — اشعار سروده است :

پدر و برادران

بگریم دلا ! بعضی از حال خویش — ز حالی که ، بر من گذشت است پیش
پدر ، کز منش باد ، خوشنود روح — بروحش ز حق ، صد هزاران فتوح
حسن نام او همچو اخلاق او — کف واصفان کوته از طاق او
بکار جهان بوده است از ملوک — براه خدایش قدم در سلوک
بمعنی و صورت فضیلت شعار — دلش گنج اسرار پروردگار
علومی که ، کسبی است ، آموخته — کمالات وهبی ، هم اندوخته
همه هفت تن بوده او را پسر — چو ، هفت اختر آسمان ، جلوه گر
مرا زان میان بود ، حد وسط — کلانتر ز من بود یک کس فقط
کمالش بهر فن و نامش کمال — کمالاتش افزون ز حد مقال
ز من خورد تر آن بفطرت لطیف — که نام وی آمد محمد شریف
ازو خورد تر شاه نوروز نام — بکسب کمالات عالی مقام
پس از وی محمد ، که آمد بمن — از انجمله هم صحبت و هم سخن
بصورت ، مرا او برادر ، و لیک — بمعنی مرا اوست ، فرزند نیک
پس از من ، بجای من ، او هست بس — نبرد این سعادت ، جز او ، هیچکس
براهیم ، ازو خورد تر آمده — ز اسرار دین با خبر آمده
ازو خورد تر ، حیدر نیک خو — فرشته خصال و ملک خوی او

راجع به شاعری

چسو در سال هشتم نهادم قدم ز طبعم روان گشت شعر عجم
پدر کردی اصلاح اشعار من دران کار بودی، مددگار من

درس و استادش مولانا محمد آنی

سپرد است انکه مرا با یکی که بود است از اولیا بی شکی
محمد ورا نام آنی لقب ز جامی گرفته فنون ادب
فن تعمیه، بردم از وی، بکار بنوعی که گشتم دران نامدار
معما که فکریست نزد خرد بدیهه همچون گفتمی بی عدد
بسن صغیرم نکرده نظر مرا در تصوف شده راهبر
شدم در علوم دگر بهره گیر ز ملا رضی و حافظ بصیر(۱)
من و والد من مربای او بجان بندهٔ خاص و مولای او
ازو، علم صوفیه، آموختم دقیقات عقلیه، اندوختم
فن منطق و اصطلاح و کلام بدیع و بیان و معانی تمام
رضی، آن بسی شان و فضلش شگرف مرا فقه آموخت هم نحو و صرف

سفر سمرقند و حضرت شیخ کمال‌الدین حسین خوارزمی

صرفی از کشمیر رخت سفر بربست و بعزم سمرقند راه گرفت. از همراهیان او برادرش میر نوروز، یوسف برادر رضاعی، بوته صوفی، و شیخ بهرام بودند. در سیالکوت با مولانا محمد و در لاهور با ملا قاضی صدرالدین و در کابل با ملا محمد امین لاری، صحبتها کرد. و از راه بدخشان بلخ و غور درسمرقند رسید، و آنجا بدست حضرت شیخ کمال‌الدین حسین خوارزمی بیعت کرد و تمام مقامات روحانی آنجا طیٔ کرد و بمقامی رسید که خود میگوید:

تعجب مکن، گر مرا نیز، پسر در اندک زمان ساخت، روشن ضمیر
چه روشن ضمیری، که رویٔ زمین شد از پرتوم، روشنای گزین

۱- درسگاهش در محله خنده بون نواکدل سرینگر بوده. بابا داؤد خاکی و ملا شمس‌الدین وغیره از همان درسگاه بودند.

سلسلهٔ طریقت کمال‌الدین حسین

سید الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ (صلی‌الله علیه و سلم) ، امیرالمؤمنین حضرت علی المرتضیٰ (کرم‌الله وجه) ، حضرت شیخ حسن بصری ، حضرت خواجه حبیب اعجمی ، حضرت شیخ داؤد طائی ، حضرت شیخ معروف کرخی ، حضرت شیخ سری سقطی ، حضرت شیخ جنید بغدادی ، حضرت ابو علی رودباری ، شیخ ابو علی کاتب مصری ، شیخ ابو عثمان مغربی ، شیخ ابوالقاسم گرگانی ، شیخ ابو بکر نساج ، شیخ احمد غزالی ، شیخ ضیاءالدین ابوالنجیب عبدالقادر سهروردی الکبری ، شیخ عمار یاسر ، شیخ ابوالجناب احمد بن عمر الخیوفی المشتهر به ولی تراش ، شیخ نجم‌الدین ، شیخ رضی الدین علی ابن لالا غزنوی ، شیخ جمال‌الدین احمد ذاکر جورفانی ، شیخ عبدالرحمن اسفرائنی ، شیخ ابوالمکارم شیخ رکن‌الدین علاء الدوله سمنانی ، شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی ، حضرت امیر کبیر سید علی ابن شهاب‌الدین الهمدانی ، حضرت خواجه اسحق ختلانی ، امیر عبدالله برزش آبادی ، شیخ رشیدالدین بیداوازی ، شیخ حاجی محمد خبوشانی ، **شیخ کمال الدین حسین خوارزمی .**

شیخ یعقوب صرفی ، خواجه حبیب الله نوشهری ، شاه قاسم حقانی ، خواجه یعقوب دارولی ، خواجه حبیب‌الله عطار ، شیخ اکمل الدین میرزا محمد کامل بیگ خان بدخشی ، شیخ نعمت الله ، شیخ حاجی عبدالسلام قلندر ، شیخ فخر الدین عبدالوهاب نوری (۱) ، شاه فضل‌الله نوری ، شاه اسدالله نوری ، شاه عظیم‌الدین نوری ، شاه محی‌الدین نوری ، شاه محمد علی نوری ، پیر محی‌الدین نوری (سجاده نشین فعلی)

۱ـ از خانوادهٔ صرفی نبیرهٔ برادرش میر محمد اسمعیل ابن میر محمد اسحاق را مرشدش لقب نورالله داده بود ، و ازین جهت به نوری موسوم میباشند .

علمای مکه ، سند علوم و تبرکات

صرفی وقتیکه بمدینه و مکه رفت ، از علمائی آنجا نیز استفاده کرده است . از استادان وی اند، علامه ابن حجر مکی، مولانا شیخ عبدالعزیز ، شیخ حسن مکی ، و شیخ فتح‌الله مدنی که در زمان خود در فقه و حدیث و تفسیر نظیری نداشت . و در همین سفر تبرکات بقرار ذیل حاصل کرد :

از بغداد : کلاه حضرت بایزید بسطامی
از مشهد : عصای حضرت امام رضا
از گجرات : جبهٔ امام ابو حنیفه

ملاقات با علماء و صوفیاء وقت

در همین سفر، صرفی را با علما و صوفیا ملاقات و صحبت بدین قرار دست داد .

در کابل : میر محمد عرب ، سید میر عبدالله ، قاضی ابوالمعالی ، مولوی خورد ، علامه محمد امین لاری .

در بدخشان : شیخ محمد علی ، درویش محمد امین قندوزی ، شیخ شمس‌الدین دشتکی ؟

در رستاق : شاه یوسف مجذوب .

در بلخ : شیخ محمد زاهد بلخی ، حاجی دوست محمد خان .

کولاب ختلان : بر مزار حضرت امیر کبیر سید میر علی همدانی سه ماه معتکف بوده ، و میگوید :

مشرف شده این فقیر حقیر بطوف مزار امیر کبیر

و آنجا از خواجه مکنکگی و محمد پنبه دوز بخارائی اجازهٔ سلسلهٔ نقشبندیه حاصل کرد .

نار نول : شیخ نظام‌الدین نارنولی، قاضی محمد صالح، علامه شاه ابوالخیر و شیخ سلطان او بهی .

فتح پور : شیخ سلیم چشتی .

سرهند : امام احمد ربانی مجدد الف ثانی (۱) .

وفات

مولانا صرفی بتاریخ ۱۲ ذی قعده ۱۰۰۳ھ ازین جهان فانی بسرائی جاودانی شتافت ، و در خانقاهی که برای خود ساخته بود و نزد زینه کدل است ، دفن شد . و این محله بنام ـــ محله ایشان صاحب ـــ معروف است. خواجه حبیب‌الله نوشهروی که مرید و خلیفهٔ خاص ایشان بود تاریخ گفت :

بهر تاریخ نقل رهبر دین   اول و آخر چراغ ببین

۱۰۰۳ھ

لیس کمثله شیء (؟) ـــ فخرالانام ـــ شیخ امم بود ـــ شیخ الباطن ـــ نیز کلمات تاریخ است .

تالیفات در شرح حال

دو کتاب در شرح حال مولانا صرفی نوشته شده :

(۱) فتحیات کبرویه : از شیخ عبدالوهاب نوری

(۲) سیاحت صرفی منظوم : از خواجه حبیب الله نوشهروی

روضة‌الابرار ، ثمرات الاشجار ، وجیزالتواریخ ، نیز شرح حال مولانا صرفی دارد .

۱- امام احمد ربانی مرید وی بوده .

تصانیف

تصانیف مولانا صرفی بقرار ذیل دیده میشود. در نثر:

۱- مطلب‌الطالبین : تفسیر در عربی دو پارهٔ آخر کلام مجید.
۲- شرح بخاری : تفسیر و تشریح احادیث بخاری.
۳- مناسک‌الحج : مسائل حج از روی قرآن و حدیث.
۴- حاشیه توضیح و تلویح : (علامه تفتازانی) مفصل و استادانه.
۵- اربعین : احادیث در اوصاف اهل‌بیت و خلفای راشدین.
۶- کنز‌الجواهر : در فن تعمیه.
۷- ید بیضا : معمیات خویش و شرح آنها.
۸- ثلاثیات بخاری : شرح.
۹- تقریظ بی نقط بر سوا طع‌الالهام فیضی فیاضی (عربی).
۱۰- روائح : جواب لوائح جامی. (مطبوعه در سال (۱۳۲۳ھ) نولکشور لاهور)

تصنیفات در نظم بدین قرار دارد:

خمسه

۱) مغازی‌النبی : بجواب سکندرنامه نظامی و خردنامه اسکندری جامی و هفت پیکر خسرو. اشعار (۳۳۸۰)، سال تصنیف سنه (۱۰۰۰ھ).

چو کردم طلب سال ختم‌الکتاب مرا گفت پیر خرد در جواب
طلبگر تو خواهان این مطلبی ز حرف دوم از مغازی النبی

از حرف دوم (غ) عدد یکهزار بر میآید.

۲) مسلک‌الخیار : بجواب مخزن‌الاسرار نظامی، تحفة‌الاحرار جامی و مطلع‌الانوار خسرو .

در این مثنوی ، صرفی بیست مجالس با مرشد ، در بیان اسرار و رموز تصوف نوشته است . تعداد اشعار (۲۰۵۳) سال تصنیف از نام مثنوی ــ مسلک‌الاخیار ــ برمیآید .
۹۹۳ه

مسلک‌الاخیار چو کردیم رقم نام رساله شد و تاریخ هم
۹۹۳ه

۳) وامق و عذرا : بجواب شیرین و خسرو نظامی ، یوسف زلیخا جامی ، تعداد اشعار (۳۶۰۲) . سال تصنیف (۹۹۳ ه) .

بختم نامه صرفی دید لایق که تاریخش بود معشوق و عاشق
۹۹۳ه

درسال (۱۳۱۸ه) در مطبع نولکشور لاهور چاپ شده است.

۴) لیلی و مجنون: تعداد شعر (۲۶۰۲) ـ سال تصنیف (۹۹۸ه)

در خاتمۀ سخن طرازی تاریخ تو، شرح عشقبازی
۹۹۸ه

۵) مقامات مرشد: در ضرورت مرشد و در مسائل تصوف و اسرار روحانی . تعداد اشعار (۳۵۰۰) ـ سال (۱۰۰۰ه) :

سال تاریخ ختم این نامه خواستم تا نویسدش خامه
گفت یابنده، طبع نادره‌گو: از« مقامات راه پیر» بجو
۱۰۰۰ه

منظومات

۱) قصائد : صرفی در مدح حضرت امیرکبیر سیدعلی همدانی و حضرت

شیخ کمال‌الدین حسین خوارزمی و درمدح اولیای دیگری قصائد غرا سروده است، که تعداد آنها پنج صد گفته میشود.

۲) دیوان : دیوان ایشان دارای (۸۵۰) غزل هست. که تاحال بچاپ نرسیده و نسخ خطی آن در سرینگر یافته میشود، مثلاً : کتابخانهٔ ادارهٔ تحقیقات علمی سرینگر دارای دو نسخه است. پیر محی‌الدین نوری سجاده نشین یک نسخه دارد. حبیب‌الله کامل یک نسخه دارد.
محمد طیب صدیقی مؤلف ـــ رشحات کلام صرفی ـــ یک نسخه دارد.

● **انتخاب کلام صرفی : (۱)**

این مقامی است که، نی‌صبح و نه شام است اینجا
روز و شب روشنی از، پر تو جام است اینجا

کفر و دین را، نرسد دست به طاق در دیر
چه حد بتکده و کعبه کدام است اینجا

عشق برتر بود، از پختگی و خامی عقل
خام چون پخته شود پخته چو خام است اینجا

یار آگه ز محبان، که ره دل بدل است
نه ره قاصد و نی راه پیام است اینجا

جای که، نهان خانهٔ ما گم شدگان است
آنجا نبود، نام و نشان نام و نشان را

(صرفی) دل ما، زندهٔ جاوید، بر عشق است
از زندگی ما، چه خبر، مرده دلان را

روزی که، کرده ایم ستم هاش را، حساب
دانسته ایم محنت روز حساب را

چو جان ماست، درهرجا که‌سازد جلوه گاه، آنجا
بدن را اعتباری نیست، خواه اینجا و خواه آنجا

چرا گشتی جدا، چون‌دیده و دل، هردو جای‌تست
بیا بنشین ز راه لطف، گه اینجا و گاه آنجا

من غم دیده را، دربزم عیش گلرخان، ره نیست
ولی شادم که، باری نالهٔ من برد راه آنجا

بکوی دوست، خون عاشقان بیگنه ریزند
مگر جز ببگناهی نیست ای(صرفی) گناه اینجا

جان در تنم زکوی تو، ای سیمتن جدا
همچون مسافری، که بود، از وطن جدا

(صرفی)! تو خود جدا نشوی زان صنم، ولی
سازد بصد بهانه ات، از خویشتن جدا

غیر از جگر چه میخورم، اکنون که کرد عشق
از خوان غم حواله به من، این نواله را

چون بر زمین نیافتمست، ساختم روان
در جستجوی تو، به فلک آه و ناله را

ز ضعف تن، عجب حالی است بیمار محبت را
که نتواند کشید از ناتوانی بار صحبت را

۱- از ـــ رشحات کلام صرفی ـــ نگارنده انتخاب این اشعار کرده است.

مپرس از اهل تقوی لذت جام مئی عشقش / چو ذوقی نیست ایشان را، چه میدانند لذت را
ای بگوش تو، حدیث بسی غمان، جا ساخته / نشنوی از دردمندان ناله های زار را
گر نگهدارم دل خود را، ز چشم مست تو / وه چه سازم، چون کنم، آن طرهٔ طرار را
نظارهٔ تو، رهبر من شد بکوی عشق / عشق تو شد: بکوی جنون رهنمون مرا
از بسکه خون ز دیدهٔ غمدیده ریختم / آخر کشید جانب تیغ تو خون مرا
آرزو داری که، بوسی (صرفیا) خاک درش / میبری آنجا بخاک، این آرزوی خویش را
بهر جای که بینم قامتش را جلوه گر انجا / بگوش جان رسد از عالم بالاخبر آنجا
چو سوی جلوه گاهی او روم، حالی عجب دارم / که نشناسم سر از پا و ندانم پاز سر آنجا
بکویش رفت دل، جان نیز خواهدرفت دنبالش / که تا گویند درد یکدگر با یکدگر آنجا
محبان را نه دل میماند و نی جان وخان ومان / من وکوی محبت: گرچه باشد صد خطر آنجا

راجع بگجرات گوید:

به صحرای عدم، افتاده ام، در منزل اول / هنوز اندر رهت، زینگونه بسیار است منزلها
اگر گجرات و منزلهاش میبینی، نمیخواهی / کنار جوی رکناباد و گلگشت مصلی را
غلام هندوی خالت شوند، ای شوخ گجراتی / گر انصاف است خوبان سمرقند و بخارا را
به شهر احمد آباد است، در هر کوچه بازاری / ولیکن نیست جز سودای خوبان اهل سودا را
برو در احمد آباد و بهر جانب تماشا کن / اگر خواهی که بینی دلبران ماه سیما را
تماشای، بتان احمد آبادم، تمنا بود / بحمد الله! که ایزد کرد حاصل، این تمنا را

در افشان چشمت ای(صرفی) است حاجت نیست چون (حافظ)
که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

نه مقصودم لب جامی و نی مقصد لب جوی / ازین لبها چه حاصل، گر نگیرم کام ازان لبها.
چه تاثیر است سوز سینه ام را، بنگر ای همدم / که نامم بر زبان میرانی و میسوزدت لبها
از کشاکش های دهر، افسرده ایم / ساقیا بر خیز در ده جام را
خاک راه عشق گردد، شاد باش / خاک بر سر کن غم ایام را
ردن است، آغاز کار عاشقی / کس نداند (صرفیا) انجام را
خواست چون ایزد، بلای عام را / آفرید، آن فتنهٔ ایام را
بسکه دل، در اضطراب افتاده است / نیست آرامی درو آرام را
هوایت، از عدم آورد در وجود مرا / وگرنه، آرزوی آمدن نبود مرا
غرض ز زیستنم مردن است، در غم او / وگرنه (صرفی) ازین زیستن چه سود مرا
اگر به محنت عشق تو، مبتلا بودی / قرار و صبر نبودی، طریقهٔ ایوب
اگرچه، کار تو نسبت بمن ستمگاری، است / ولی، منم به تو در عالم وفا منسوب
چگونه، طاقت بار محبتم، بودی / اگر مدد نه رسیدی، ز جانب محبوب
بنای غم، ز اشکم گرنه ویران، درجهان گردد / ازین سیل فنا ویران شود کاخ جهان یارب

دلم از آتش عشق تو، کباب است و کباب | جانم از گرمی شوق تو، خراب است و خراب
پیشهٔ ما ز ره عجز، نیاز است و نیاز | شیوهٔ تو ز سر ناز، عتاب است و عتاب
یک نگاهم ز دو چشم تو، سوال است و سوال | از تو یک غمزهٔ خونریز جواب است و جواب
نیست سوداگری، آئین محبت، یعنی | گر بجانان بدهی جان، عوض جان مطلب
گر ترا میل تماشای رخ خوبان است | حسن را بین و ازین طائفه احسان مطلب
نقد جان داده، غم عشق بتان، میطلبی | این متاعیست گرانمایه، تو ارزان مطلب
(صرفی) و سرش در قدم یار شب وصل | یا رب که نیابند رقیبان خبر امشب
سحر گاه است و می آید نسیم گلشن کویش | بر آور (صرفیا) دستی که هنگام مناجات است
خواهیم جان فروخت بیک غمزه اش، ولیک | چون این، هرازوی است به سودا چه‌حاجت‌است
دلم که، جز الم عشق را درو جا نیست | چنان پر است که گنجائش تمنا نیست
به حسن گرمی بازار یوسف است چنان | که حاجتش به خریداری زلیخا نیست
نیست درد عاشقی درمان پذیر | دولت جاوید را انجام نیست
تیره روزان جهان عشق را | کمتر از صبح سعادت شام نیست
وصل جانان بر تر است از سعی ما | در خور عنقای ما این دام نیست
کس بزور پا بکویش ره نبرد | در ره این کعبه جنای گام نیست
قیس را مجنون شد از لیلی لقب | بی نشانان رهت را نام نیست
در غمش تنها دل من، خون نشد | یک دل بیغم، درین ایام نیست
جام می صرفی ز دل، رنجم زدود | مرشد من غیر پیر جام نیست
رشتهٔ جان مرا با تار زلفش صد گره | ورنه بی‌وجهی مرا زین‌گونه پیچ وتاب نیست
نیاز میکشد، اما بغمزه میگوید: | بدین بهانه ترا آزمودنم هوس است
حدیث شهد و شکر چند گوئی، ای طوطی | حکایتی، ز لب او شنودنم هوس است
فکنده طوق وفایت بگردن، آمده ایم | که پاسگان تو، خود را نمودنم هوس است
هزار غم بدل من از وست ای (صرفی) | ولی هزار دگر هم فزودنم هوس است
فرق است در مشارب اهل جنون، ولی | در اصل راه قیس و ره کوهکن یکی است
(صرفی) غمش نشین که بویرانهٔ جهان | آواز چغد و نغمهٔ مرغ چمن یکی است
ای که، خاک ره تو، سرمهٔ اهل نظر است | سرمه و خاک ره تو، بنظر هردو یکی است
ضرر جان من از غمزهٔ تو، نفع من است | در ره عاشقیم نفع و ضرر هر دو یکی است
(صرفی) افتاده سر تاجوران در ره دوست | خاک آن رهگذر و افسر و سر هرسه یکی است
ملک دل از، دو چشم سیه پیشه ات، خراب | آباد کشوری که درو، پادشه یکی است
جز عاشقی گناه محبان نیامده | اهل گنه برون ز شمار و گنه یکی است
ره نیست سوی کعبهٔ جان، جز طریق عشق | رهرو اگر هزار هزار است ره یکی است

روی دل من است ، بسوی حبیب من
(صرفی) مرا بهر دو جهان ، قبله‌گه یکی است

دلم یکی وزبانم یکی و کار یکی است
زبان من سخن از دل کند که یار یکی است

بباغ دلبری ، از قامت سهی قدان
نهالهاست ولی سرو گلعذار یکی است

چگونه شرح بلاهای خود ، توانم کرد
اگر هزار بلا گویم از هزار یکی است

گریهٔ شادی شب دیدار جانان، داشت شمع
ورنه، پیش‌روی تو بی‌موجبی، چون میگریست

آرزومندی که وصلت چاره ساز او نشد
آخر از بیچارگی با درد هجران خو گرفت

روز من ساخت تیره ، آن خورشید
کار بخت سیاه کرد و گذشت

دندان تو سین آمده و زلف تو لام است
در کشور خوبی ز خدا بر تو سلام است

گر خون جگر میخورم از هجر ، حلال است
ور باده کشم بی لب لعل تو، حرام است

امروز، غلام خودم آن شاه بتان ، خوانند
خاقان جهانم بچنین روز غلام است

زین گونه که بخت سیهت تیرگی آورد
(صرفی) عجبی نیست اگر ،صبح تو شام است

آن گل نورس که (صرفی) بلبل شیدای اوست
یارب! از باغ که خواهد بود، از گلزار کیست

ای خوش آن روزی که خواهی کرد قصد قتل من
قاتل من ! روز بسمل ، عید قربان من است

صرفی از چشم ترم برخاست طوفان بلا
صد چو نوح وکشتیش حیران طوفان من است

دل جمع شد ، آن مه چو قدم ماند بدیدم
شک نیست که جمعیت دل ، در قدم اوست

گویند ، چرا این همه غمگین و حزینی
یاران ! غم بسیار من از ، لطف کم اوست

به عشق کوش ، گر آزادگی هوس داری
غلام خسرو عشق از دو کون آزادست

شوخ چشمی آمد و صد فته برپا کرد و رفت
عالمی را چون منی دیوانه شیدا کرد و رفت

آمد از بهر شکست رونق خوبان شهر
نیکوان شهر ما را خوار و رسوا کرد و رفت

غمزه اش هم جانستان و ناز او هم دلستان
دلبر من آمد و تاراج جانها کرد و رفت

سر و ناز ما، بلای جان ما گشت و گذشت
باز چون شد جلوه گر، صد فتنه پیدا کرد و رفت

بکویت روز و شب افتاده بودن، آرزو دارم
ولی اندیشه است از نازکی و تندیٔ خویت

نشانی گر نباشد از رخ خوبت در آئینه
چه یارای برابر بودن او را با مه رویت

اگرچه آهوی چشم بتان، شیر افکن است، اما
بیک تیر نگاه تیز تو ، شد صید آهویت

اگر فرسنگها بیرون کنی زان کوی (صرفی) را
کمند جذبه، گشته رشتهٔ جانش، کشد سویت

توشهٔ حسنی ز خوبان بنده ات
هر غلام تو ایازی دیگر است

زاهد از (صرفی) نماز خود مخواه
عشقبازان را نمازی دیگر است

شب فراق تو ام مونسی و یاری نیست
بجانم ، از غم هجران و غمگساری نیست

اگر نه عشق تو ورزم ، دگر چه کار کنم
که در جهان به ازین کار هیچ کاری نیست

چو مبتلای بلای شب سیاه غمت
ز بخت تیرهٔ خود هیچ رستگاری نیست

بکنج هجر ، تنم بیقرار چون نبود
که جان غمزده را ، در تنم قراری نیست

جدا ز روی تو خلقی است دردناک، ولی   چو من، ز درد فراق تو، دلفگاری نیست
اگر چه بار غم اوست در دلت (صرفی)   چه غم چو بر دل کس از تو هیچ باری نیست
میخواستم که روزی، باشی دوای دردم   شکر خدا که دیدم امروز همچنانت
گر رخصت تو باشد ور خاطرت نرنجد   جور و جفای هجران یک یک کنم بیانت
من ز جان دلگیر و سعی تو به قبض جان من   ای اجل! تعجیل کن بهر خدا تاخیر چیست
بادهٔ صافت، صفای دلی دهد، ای شیخ شهر   جام می در دست گیرا این سبحه تزویر چیست
فرقتم مقصود اغیار و مرادم وصل دوست   عاقبت (صرفی) نمیدانیم تا تقدیر چیست
تو غزالی ساخت دلگیرم ز شهر و اهل شهر   همچو مجنون خوی با آهوی صحرای خوش است
سر نهادن در ره تسلیم، کار عاشقی است   در طریق عشق بازی ترک خود رای خوش است
گر بخواهی نعرهٔ مستانه، از (صرفی) شنو   نغمهٔ نی را شنودن از دم نائی خوش است
گلعذارانی که در شهر اند، میدانم همه   وان گل اندام سهی بالا، نمیدانم که کیست
ز تیغش سینه‌ام چاک و جگر خون و دل افگار است   ولی میگویدم با تو، هنوزم کار بسیار است
من دیوانه در عالم بنوعی گشته ام رسوا   که رسوایان عالم را بسی چون از منی عار است
به اندوه و بلا عشقت خریدار است جانم را   متاعی بس محقیر است این عجب کان را خریدار است
در ایام جمالت، میکند کار اجل، چشمت   اجل را میتوان گفتن که، در عهد تو بیکار است
چو یاد اوست بدل، خون بریز ز دیده، نه اشک   به آب، پرورش نخل باغ من، غلط است
ببین که کاسهٔ چشمم همیشه پر خون است   تهی چو ساغر نرگس ایاغ من، غلط است
بکنج انزوا و گوشهٔ بدنامی افتادیم   نه مارا با کسی و نی کس را هست با ما بحث
احمد آباد است، و هر سو نازنینان فوج فوج   بیدلان افتاده در دنبال ایشان فوج فوج
خاکساران در ره خوبان فتاده خیل خیل   خوبرویان داده رخش ناز جولان فوج فوج
گر درین شهرم نماند دل بجا، عیبم مکن   دلربایان بین، بهر جانب خرامان فوج فوج
شوخ چشم من فرستاده، پی غارتگری   خیل ناز و غمزه را در کشور جان فوج فوج
تا بت من رهزن دین مسلمانی شده   رو سوی بتخانه آورده مسلمانان فوج فوج
خیل دلها را، تعاقب کرده چشمش، بسته بود   چون شدند از رزم گاه او گریزان فوج فوج
شهسواران را به چوگان تکبر همچو گوی   رانده رانده، راند ترک من بمیدان فوج فوج
دل یکی بود و کبابش کردم از بهر غمی   چون کنم کامد مرا زین گونه مهمان فوج فوج
از ملائک نیست (صرفی) را بکوی دوست راه   بسکه گرد آن شب و روزند گردان فوج فوج
دردمندان ترا، درد تو آمد، قوت جان   در دیار عاشقی نبود، مداوا را رواج
غلام همت آن رند میکشم، ساقی   که، نقد هر دو جهان داد، در بهای قدح
تیغ تو به قتل تا شده تیز   جائیکه اجل دران نگنجد
مجردان، برهی عاشقی، چو گام نهند   نخست، بر سر خود پا، درین مقام نهند

گر بکویش گذری، پای ز سر باید کرد   قصه کوته، ز سر خویش گذر باید کرد
آخر کار توان دید رخ یار، ولی   اول از هر دو جهان قطع نظر باید کرد

آنانکه، لذت غم درد تو یافتند   نی آرزوی عیش نه فکر دوا کنند
گر عیش کشتگان تو دانند، زندگان   بر زخم یک خدنگ تو، صد جان فدا کنند
(صرفی) بلا کشان طریق محبتش   از جان خود نشانهٔ تیر بلا کنند

تا غمش سازد خلاص از عالم کثرت مرا   تن بکاهد دل رباید غارت جانم کنند
من ضعیف و ناتوان، بار محبت بس گران   قوتی بخشد غمش کین مشکل آسانم کنند

دلم، در کوی او رفته بشادی میخرد، غم را   ازین سو میرود غمگین ازان سو شاد می آید
مکن روی ارادت، سوی شیخ خانقه (صرفی)   که پیر می فروشت، از پی ارشاد می آید

مثال ای (صرفی) از بیماری تن   دلت باید که، بیماری نه بیند

هلال عید، مگو بر فلک، هویدا شد   کلید میکده گم گشته بود پیدا شد(۱)
مرا که بنود تمنای وصلش، این عجب است   که روز وصل، دو چندانم این تمنا شد

ز بهر عاشق زاری که، در کوی بتان افتد   بلای گر نباشد بر زمین، از آسمان افتد
بجانان کارم افتاد است و شد حالم بسی مشکل   کسی حالی مرا داند که، کار او بجان افتد

یاد آن روز که، بر دیدهٔ من جای تو بود   سرمهٔ چشم من از، خاک کف پای تو بود
یاد آن روز که، منزل به دلم داشتهٔ   سرو بستان دلم قدر دل آرای تو بود
یاد روزی که، دماغ و دل ارباب وفا   عطر پرور ز سر زلف سمن سای تو بود
یاد آن روز که، بودم به رهت خاک صفت   بر سرم، سایهٔ اقبال ز بالای تو بود
یاد آن روز که، درمان خود از وصل تو یافت   درد مند تو که، عمری به تمنای تو بود
یاد آن روز که، چون وعده نگاهی کردی   (صرفی) دل شده گستاخ تقاضای تو بود

بعد عمری دیشب، آن احوال پرسیدن چه بود   پس چو عرض حال خود کردیم، نشنیدن چه بود
چون گنهگاران، ز کوی خویشتن، راندی مرا   جرم این بیچاره، غیر از عشق ورزیدن چه بود

اگر گاهی بسوی بیدلان جانانه میبیند   نمیدانم که میبیند بسویم یا نمیبیند

مژده ای دل که، یار می آید   دلبر غمگسار می آید
شاد زی! بلبل خزان دیده   که کنون، نو بهار می آید
بوی زلفش مگر صبا آورد   که بسی مشکبار می آید
در نظر مینمایدم گردی   مگر آن شهسوار می آید

یاد ایامی که، چشمم روشن از روی تو بود   توتیای دیده ام، خاک سر کوی تو بود
یاد ایامی که، بودم در سجود عاشقی   قبله ام روی تو و محرابم ابروی تو بود
یاد ایامی که، بر سر خاکساران ترا   سایهٔ رحمت ز سرو قد دلجوی تو بود

۱- این منسوب بجهانگیر و نور جهان است.

یاد ایامی که، مقصود دل و مطلوب جان — حاصلم از حسن روی و خوبی و خوی تو بود
یاد ایامی که، فارغ بودم از مشک و عبیر — در دماغم نکهت زلف سمن بوی تو بود
یاد ایامی که، بود آئینهٔ رویت، به پیش — سوی من روی تو بود و روی من سوی تو بود
گر چه روزی چند دور افتاد (صرفی) از درت — هر کجا باشد بجان و دل دعا گوی تو بود
بیک خرگاه جمعی از بتان لاله رخسارند — بسان برگهای گل، که در یک غنچه جا دارند
چنان کبز باد، باهم شاخهای گل، در آویزند — ز مستی، یک دگر را در کنار خود، همی آرند
همه از بادهٔ ناز و شراب حسن مدهوش اند — همه بند قبا وا کرده و آشفته دستار اند
اگرچه مست جام بادهٔ ناز اند پیوسته — ولیکن در طریق فتنه و آشوب هشیار اند
غم، درین شهر از برای جستجوی من، رسید — جسته جسته، آخر از هر سو بسوی من رسید
هر کجا گرد آید از جانها و دلها لشکری — با سپاه غمزه، ترک رزم جوی من رسید
گر خرابست از جنون حال دل سودا زده — مژده ای دیوانه، کان زنجیر موی من رسید
بزم میخواران بدور لعل او، گرم است لیک — زان میان سنگ ملامت بر سبوی من رسید
بر گلوی خشک من، بنهاد تیغ آبدار — باز آب رفته، ای (صرفی!) بجوی من رسید
به دلم گرفته منزل، غم او که، جان ستاند — اگر این هوس ندارد، بدلم چه کار دارد
جفایش، لشکر درد و بلا بر من کشید، اما — وفای من سپاه صبرم اورا روبرو دارد
بیاد، او چنان خود را فرامش، کرده ام (صرفی) — که یاد خود اگر خواهم، نمی آید بیاد خود
ای خوش آنانکه ز کونین، کناری گیرند — که توانند نگاری بنگاری گیرند
جمعی که بی نصیب ز دیدار مانده اند — در جستجو کمر به میان بر نه بسته اند
بخدا، از تو رسیدم نه ز جای دیگر — بخدای که جز او نیست خدای دیگر
احمد آباد بهر گوشه. نگاری دیگر — نتوان یافت بدین حسن دیاری دیگر
سینه چاک است بهر گونه بصد داغ بلا — هر طرف جلوه کنان لاله عذاری دیگر
کار این خلق، همه عاشقی و معشوقی است — کس درین شهر، ندیدیم بکاری دیگر
هیچگه نیست خزانی که مدام است این جا — هردم از لاله رخان تازه بهاری دیگر
اهل این شهر، همه مست می لعل بتان — جز بدین می، نبود باده گساری دیگر
زندهٔ لعل بتان اند، همه احیایش — زندگان را بجز این نیست قراری دیگر
کشتهٔ خنجر عشق اند، همه امواتش — پر ازان است بهره گوشه مزاری دیگر
گرچه این شهر پر از ماهوشان است، ولی — جز **ابوالفتح** نخواهیم نگاری دیگر
گرچه فارغ بود از یاریم، آن بی پروا — حاش لله که، شوم مائل یاری دیگر
بی رخش گر به گل و لاله کشایم دیده — باد بر دیدهٔ من هر مژه خاری دیگر
همه را سینه ز تیر غمش افگار ولی — مثل (صرفی) نبود سینه فگاری دیگر
صبح وصل، آمد بجای شام هجران، غم مخور — خواهمت روزی سپردن جان بجانان غم مخور

جان حزین، دلهم حزین، در سینهٔ تنگ است لیک — کلبه احزان، شود روزی گلستان ، غم مخور
نیست از راه ادب سویت، به این پا آمدن — از سر خود ساختم در راه تو، پای دگر
روزگارم تیره از سودای روی تست و بس — غیر ازینم نیست در سر هیچ سودای دگر
گرچه از غیر دل ما نیست مقصودی ترا — لیک باشد دلبر خود رای را رای دگر
عقل رفت و عشق تو، در کشور دل، جا گرفت — آمد اکنون پادشاهی کشور آرای دگر
جدا ز روی تو، چون دوزخ است (صرفی) را — اگرچه رشک بهشت است گلشن کشمیر
نه گنبد فلک ، ز فغانم پر از صداست — افغان که ، نیست ماهوشان را خبر هنوز
بگذشت عمر ما به تمنای مقدمت — خاک رهت شدیم و تکردی گذر هنوز
روز حسیات غمزدگانش ، بشب رسید — پیدا نه گشت شام غمت را سحر هنوز
چو عید آمدی امسال و باز ، بگذشتی — ولی عجب که، چو امسال دیگر آئی باز
کیست جز آهم که روز غم بود، همدم مرا — لیک آن هم، کی تواند بود بیش از یک نفس
در بزم طرب، باده ز خون جگرم بس — سرمایهٔ عشرت، ز قضا این قدرم بس
من ندانم چون کنم (صرفی) به شبهای فراق — کامده ، بدتر ز صد روز قیامت، یک شبش
گردم غبار و همدم باد صبا شوم — باشد بدین بهانه در آیم ، بخانه اش
چون برگهای لاله و گل ، در هوای تو — برباد داده ام جگر لخت لخت خویش
بفردای قیامت وعدهٔ دیدار خویشم داد — چو امروزش ندیدم کی توانم دید فردایش
ای اسیر غم عشقت ، چه عوام و چه خواص — غم تو عام ، ولی دولت خوبی به تو خاص
بهر مرغ غمت از رشتهٔ جانم دامی است — که ازین دام نخواهد شدن آن مرغ خلاص
بعد (خسرو) بود (جامی) بلبل باغ سخن — کیست جز(صرفی) کنون آن مرغ خوش خوان را عوض
ای که میگوئی که حال خویش کن با یار عرض — سینهٔ پر خون کنم یا دیدهٔ خونبار عرض
نی چنان یاری که فکر حال زار من کند — نی مرا یار ، که حال خود کنم با یار عرض
بر دل، از کوه غمش صد بار دارم، بلکه بیش — نیست یارا تا به او این غم کنم یکبار عرض
ای که میپرسی ازان نسبت که من دارم به او — هست چون پروانه جانم روی جانانم چو شمع
جگر را پارهٔ و دل را فگار و سینه را پر خون — بهر نوعی که، مطلوب غمت بود، آن چنان کردم

بما دوست شبی نشسته بودم — وز زحمت غیر رسته بودم
جام خودی و شراب هستی — این ریخته آن شکسته بودم
آثار رقوم خامهٔ صنع — از لوح وجود شسته بودم
پرواز کنان ببال همت — زین دام فریب جسته بودم
فارغ ز دو کون همچو (صرفی) — در کنج عدم نشسته بودم

یاد باد آنکه ، چو بر رهگذرت بود سرم — سر عزت بفلک بود ازان رهگذرم
یاد باد آنکه، چو در راه تو میماندم سر — مینهادی قدمی برسرم از راه کرم

هرگز به شب عیش ، شب غم نفروشم جور تو ، به لطف همه عالم نفروشم
این یک دل غمگین که پر از درد تو، دارم باشد که بصد خاطر خرم نفروشم
صد ملک نیاز من و یک ناز تو گفتم گفتا چو نفیس است متاعم نفروشم
جامی کـه ، بدریوزه دهد پیر مغانم (صرفی) بهمه سلطنت جم نفروشم
گر ترا گویند : بی او زنده ام، باور مکن بر اسیر محنت هجر است ، بهتان زیستن
تن بجان دارد حیات اما حیات جان تن است پس تو خودفرما! که دارد بی تو، امکان زیستن
کشتگان تو، حیات جاودانی یافتند آب تیغت بر شهیدان کرد آسان زیستن
در ره فقر ، از سر همت قدم مردانه نه تخت و تاج پادشاهی را همه پامال کن
دولت دنیا و اقبالش چو سویت رو کند پشت همت، جانب آن دولت و اقبال کن
سوزو درد (خسرو) از شعرتو خواهم (صرفیا) من نمیگویم چو (جامی) وصف خد و خال کن
سخن از وصل ، دلا! چند که، بی بنیاد است سخنی را که بگوئی تو ، به بنیاد بگو
مغنی ، سحرگاه گفت : این ترانه که بی باده خوش نیست چنگ و چغانه
صباح است ساقی ، صبوحی کرم کن کـه دارم خمـار شراب شبانه
نسیما ! رو به سوی گلستان آهسته آهسته به گل کن شرح حال بلبلان آهسته آهسته
اگر یابی بکویش، رفته رفته قاصدا! راهی بشرح حال ما بکشا زبان آهسته آهسته
در شرح شوقم ، عمر درازت ای خضر! باشد بسیار کوتاه
از کفر و ایمان وا رستم ای دل احکام دینی دانستم آنگاه
ننهاده (صرفی) در نیستی پا از سرهستی ، کی گردد آگاه
آمدی در کلبهٔ تاریک، روشن ساختی محنت آباد مرا ، خوشتر ز گلشن ساختی
ز جور یار میندیش ، وصل اگر خواهی اگر ز خار بترسی ، بگلستان نرسی
اگر ز جان و دل خویش، نگذری (صرفی) از و بکام دل و مدعای جان نرسی
گاه حور و ملکی گاه پری و بشری گاه بر اوج فلک گه بزمین جلوه گری
همه جا جلوه گه تست ، چه پست و چه بلند هر کجا مینگرم ، ای تو! مرا در نظری
دامنت پاک ز آلایش امکان و حدوث هر چه گویم: که ازان پاک، ازان پاک تری
(صرفی) از کعبهٔ توحید نشان کی یابی تا نه از بادیهٔ هستیٔ خود در گذری
بنده وار ، استاده بر پا سرو، پیش قد تو دولت آزادگی دریافته زین بندگی
حسن مه رویان دیگر چند روزی بیش نیست قامت حسن تو دارد ، خلعت پایندگی
(صرفیا) فرخندگی جز بندگی در عشق نیست نیک بختا بندهٔ کو، دارد این فرخندگی
یار ما ، با دردمندان یار بودی ، کاشکی مرهم ریش دل افگار بودی کاشکی
تا بچند از نامرادی درد محرومی کشم بر مرادم دولت دیدار بودی کاشکی
حیف ازان گردی که ، از خاک رهش برباد رفت سرمهٔ این دیدهٔ خونبار بودی کاشکی

ای صبا ! مشک فشان غالیه سا می آئی — جان من باد فدایت! ز کجا می آئی
بوی جان از نفست، خسته دلان میشنوند — چون مسیحا، بدم روح فزا می آئی
وه چسان شکر قدوم تو کنند اهل صفا — که ز آئینهٔ دل، زنگ زدا می آئی
بارک‌الله! ز تو، دل خرم و جان خوشنود است — خیر مقدم ز ره مهر و وفا می آئی
راحت سینهٔ پر محنت عشاق، ز تست — شادمان ساز دل غمزده ها می آئی
غالباً میرسی از روضهٔ فردوس برین — یا ز سر منزل آن حور لقا می آئی
سرمهٔ دیدهٔ (صرفی) بکن از گرد رهش — اگر از کوی وی ای باد صبا می آئی
جامه گلگون! ز پی کشتن ما می آئی — ورنه خود گو، تو بدین رنگ چرا می آئی
خلعت ناز ببر دامن نازک بمیان — به کجا میگذری و ز کجا می آئی
این زمان کار دل و جان و خرد، دشوار است — که بصد فتنه و آشوب و بلا می آئی
گر نداری سر آزار محبان ز چه رو — گره افگنده در ابروی دوتا می آئی
از پی کشتن ما، آمدن تست، ولی — خاطرم خوش که، سوی اهل وفا می آئی
غارت صد دل و جان میکنی، ای تنگ قبا — همه را بسته بیک بند قبا می آئی
بر سر خود ز خدا، تیغ تو (صرفی) میخواست — تیغ در کف تو هم از بهر خدا می آئی

وصال او، که از نقد دو عالم قیمتش، بیش است — بجان دادن، اگر گردد میسر، رائگان یابی
نشان ما چه میجوئی ز نام ما چه میپرسی — که از گم گشتگان او نه نام و نی نشان یابی
نشان تیر مرگ، آخر شوی (صرفی) درین عالم — اگر منزل‌کنی در ملک عشق، از مرگ امان یابی

سر زلف سیه از سر شکستی — سراسر قدر مشک تتر شکستی
نمودی قامت و سرو سهی را — ز پا انداختی و سر شکستی
شکستی سر، شهان کج کله را — ز سر، طرف کله چون، پر شکستی
چرا بسمل نه کردی، مرغ دل را — چرا پر بسته بال و پر شکستی
کشیده تیغ مژگان و ز دلها — بدین یک تیغ صد لشکر شکستی
سپاه حسن را، چون جلوه دادی — سپاه خسرو خاور شکستی

چون صنوبر، کاشکی صد دل، بدست آوردمی — تا بصد دل آرزوی آن سهی قد کردمی
نیستم، عمر عزیز من! دمی بی یاد تو — آری از عمر عزیز آمد غنیمت هردمی

گر از تیغ محبت نیست زخمی، در دل وجانت — غم این جان افگار و دل پر خون چه میدانی
چو خاری در دلت، از خار خار عشق نخلیده — لطافتهای آن رخسارهٔ گلگون چه میدانی
چو آگه نیستی، از فتنه های آن پری پیکر — صلاح کار در حال من مفتون چه میدانی
ملاف ای مدعی، چون ره بخلوت‌گاه عشقت نیست — که اسرار درونی را، تو از بیرون چه میدانی

ز خیل بیدلانست کس چو من نیست — تو هم خود انتخابی کرده باشی

نسیم صبح ! عجب مشکبار میگذری / مگر ز طرهٔ مشکین یار میگذری
ز زلف اوست بهر تار، صد هزار گره / صبا ! چگونه زان تار تار میگذری
چو زلف خویش، مبادا که بیقرار شوی / گر دمی بدل بیقرار میگذری
کسی نه کشتهٔ تیغ تو، خون چه میبارد / نخورده باده، چرا مست وار میگذری
چو تو بهار : اگر میرسی پس از ماند / شتاب، همچو نسیم بهار میگذری
ز پرتو دل من، خانه ام شود روشن / بخاطرم چو تو، شب های تار میگذری
ز ضعف جان، نتوانند نفس زدن بغمش / چگونه ناله ازین حال زار میگذری
ز خاک رهگذرت، خار غم دمد (صرفی) / بهر زمین که، چنین اشکبار میگذری

(انتخاب از رشحات صرفی)

۱۲۹- صفیا، صفی‌الدین صفاهانی

● **هفت اقلیم** : صفیا، بلطف طبع و حدت ذهن موصوف بوده. بسیار مهربان و بدل نزدیک و گرم خون است. و در یاری پا بر جای چون بیستون. بیت :

ز خوی نیک و بخلق کریم و خوش منشی / عجب مدار که، بیگانه آشنا گردد

این ابیات از وی می آید :

در هجر بتی، دیدهٔ پر خون دارم / اشکی که درو گم است، جیحون دارم
آهی که، بسوزد دل گردون، دارم / اینها همه، از طالع واژون دارم(۱)
از دوری ما، هیچ غمین نیست دلت / با خود ز جدئی ما بکین نیست دلت
ز آزردن ما، یقین پشیمان شده / پر بیمهری اگر چنین نیست دلت
شوره بختم، که بختم سر نگون بی / تیره روجم که روجم واژگون بی
شدم خواری کش، کوئی محبت / ز دست دل، که یا رب! غرق خون بی
در میخانه کشادند، سبو پر می کن / پیش ازان کت در میخانه به بندند بمرگ
دست بگرفتهٔ مخلوق، بجای نرسد / افتد آنکس، که بامداد کسی برخیزد(۲)

(۲ : ۲۴۴)

۱- نقی کاشی دارد.
۲- صبح گلشن دارد.

● **میخانه**: طوطیٔ شکرستان معانی آقا صفی صفاهانی(۱) یکی از آدم زادهایٔ صفاهان است. آن قدر فضل، که او دارد، درسلسلهٔ ایشان کسی نداشته است. در اول جوانی و نوبهار زندگانی، در مقام انتظام نظم شده، و بسیاحت مشغول گردیده است. و درعین سیاری به دارالامان هندستان آمده(۲)، بخدمت میرزا جعفر آصف خان رسیده. و مدتی نوکری آن خان عالیشان کرده، و همراه ایشان بدارالعیش کشمیر رفته، و سیر آن ملک نموده است.

بعد از چندی، در لباس قلندران در آمده، تمام بلاد هند و سند را درآن لباس دیده است. چون دران کسوت بدارالخلافه آگره رسید، خان عالشیان مهابت خان، او را ازان کسوت برآورده، معزز و مقرب خود ساخت. و فوجداریٔ اکثر پرگنات خود را بدو مفوض گردانید. (۳) آن صاحب فطرت، در سپاهی گری آن قدر دست و پا زد، و تردد نمود، که خداوندش برسر انصاف آمده، سالیانه اش را، به سی و پنجهزار مقرر فرمود، و حل و عقد معاملات خود بدو وا گذاشت.

۱- نام او صفی‌الدین و تخلص صفی بود. رک: به همیشه بهار (سپرنگر ۱۳۵).

۲- بقول صاحب مخزن الغرائب: صفی در عهد اکبر پادشاه بهند آمده بود و در عهد جهانگیر پادشاه ترقی نمایان کرده. صاحب هفت اقلیم اورا بدین الفاظ ستوده است: صفیا بلطف طبع و جدت ذهن موصوف بود، طبیعت او بسیار گرم خون است و در یاری پا برجا تر چون بیستون. سندیلوی در حق او میگوید: در سخاوت و فتوت یگانهٔ زمانهٔ خود بوده، و باوجود دولت و مکنت، نشست و برخاست با درویشان کردی، و خود هم نهایت گداز بوده. گاهی بصفای ذهن بگفتن شعر مبادرت نمودی. غالباً همین صفیا اصفهانی ست که بقول طاهر نصرآبادی (سپرنگر ص ۹۵) با حکیم شفائی مراسم دوستی داشت.

۳- صفی از جانب مهابت خان در جلیسر (از مضافات آگره) حاکم آنجا بود و شاعری بنام انور لاهوری آنجا بخدمتش آمد و باو چندی ماند. (رک: میخانه ص ۸۲۹)

الحال که سنه ثمان و عشرین و الف (١٠٢٨ھ) است در خدمت آن خان عالیشان در صوبهٔ کابل است .

مسود این اوراق ، در سنه سته عشرین و الف (١٠٢٦ھ) در ماندو بخدمت آن عزیز رسید . دران ایام سنش نزدیک بشصت (١) رسیده بود . اشعار خوب و ابیات مرغوب دارد ، و مثنوی قریب به هزار بیت در بحر ـ خسرو شیرین ـ منظوم گردانید . این بیت اول از مثنوی اوست :

خداوندا ! به عشقم رهبری کن خدای کردهٔ ، پیغمبری کن

و عدد ابیاتش همگی ، از قصیده وغیره به دو هزار (٢٠٠٠) بیت رسیده بود . ـ ساقی نامه ـ نا تمامی ، قریب به چهل بیت داشت ، باین ضعیف داد . آن اشعار در بلدهٔ پتنه با خانهٔ مولف سوخت . این دو بیت ازان ابیات است :

شهی ، کو ببخشندش بگیتی خراج بساقی کشاید کف احتیاج
مرا نالهٔ نی ، به از صد چله درانی بمنزل برد قافله

این قطعه نیز از ایشان است :

خارد ار پشت مرا ، انگشت من خم شود از بار منت ، پشت من
همتی کو تا نخارم پشت خویش وا رهم از منت انگشت خویش (٢)

(چاپ لاهور ٥٢٨ - ٥٥٠)

● **ماثر رحیمی** : آقا صفی مشهور به صفیا . آقا صفی از آدمی زادگان دارالسلطنهٔ اصفهان است . و پدر بزرگوارش خواجه محمد قاسم مدتها استیفای

١- در چاپ آقای معانی ـ بشصت و یک ـ ثبت است (ص ٢٢٩) . ازین برمیآید که در حدود (٩٦٦-٩٦٥ھ) بوجود آمده باشد .

٢- چاپ آقای معانی در عبارت تغیر دارد و ساقی نامه نیز دارد که آن در این تذکره بر صفحه ٦٥٩ ثبت کرده ایم .

دارالسلطنهٔ اصفهان کرده ، و دران کار استقلال تمام داشته . وی بکمال حیثیت و استعداد آراسته و پیراسته است . و علم سیاق و حساب و دفتر ، گویا وضع کردهٔ اوست . چرا که از واضع بهتر میداند ، و شکسته را نیکو مینویسد .

و گاهی متوجه نظم غزل و رباعی عارفانهٔ عاشقانه میشود . و تتبع اشعار قدما نمود . شعر فهم و سخن شناسی است .

و در هر کاری سلیقهٔ درست دارد . و بسببی ــ که بر راقم ظاهر نیست ــ بوسعت آباد هندوستان آمده، مدتی مدید از حواشی نشینان بزم فیاض این سپه سالار (خان خانان) بوده . و در برهان پور خاندیس در سلک ملازمان و چاکران ایشان، منتظم بوده . آخرالامر چون طبعش بسیر و سیاحت مایل بود ، فقر و درویشی و مسکنت را بر مهم منصب دنیوی ترجیح نموده، و در معمورهٔ هندوستان سیار شد . و مدتی درین وادی با درویشان و فقرا بسر برد . و صحبت داشت . و اکثری از درویشان، مرید و معتقد او شدند . تا آنکه نواب عضدالدوله و رکن‌السلطنه مهابت خان از حقیقت حال او آگاهی یافته ، از پلاس فقر، بلباس مستعار منصب و مهم دنیوی ، در آورد . و رتق و فتق مهمات و معاملات رعیت و سپاهی سرکار خود را . بعهدهٔ آن کاردان مهم گذار و عمل پیشهٔ منصب شعار، گذاشت .

و الحق، او نیز چنانچه باید و شاید، آن امر خطیر را سرکرده، کاردانی خود را بر عالمیان ظاهر ساخت، و رعیت و سپاهی و صاحب خود را از خود راضی و شاکر داشت. و امروز از عمال مشهور معتبر کاردان هندوستان است. و در وادی دنیوی و جمعیت و اسباب ، از مشاهیر است . و عنقریب ترقی کلی کلی خواهد کرد .

و این ابیات که درین خلاصه ثبت میشود ، مسودهٔ آن را حضرت آقائی آقا محمد شیرازی — میر بخشی این سپه سالار— باین خاکسار سپردند، که زادهٔ طبع خدام صفی الانام است ، و در مدح این ممدوح عالمیان (خان خانان) در برهانپور خاندیس — در ایامیکه در ملازمت ایشان بود— گفته ، و بر این سپه سالار گذرانیده و بتحسین و توصیف و تعریف و جائزه سرافراز گشته . این کمترین نیز جرات نمود ثبت نموده . العهدة علی‌الراوی:

مرغی آمد بگلشن ، از کوی ٭ تا برد ، از گل چمن بوی٭
باغ و بستان ندید ، خلدی دید ٭ نقد دید ، انچه را به نسیه شنید
وطن خود گرفت گلشن را ٭ آشتی داد پا و دامن را
خواست در ظل لا یزالی گل ٭ خواند اوراد ، بی زوالی گل
نغمه پرداز آن حریم شود ٭ خاک روبی کند نسیم شود
شوکت بارگاه گل ، چون دید ٭ حرز را — ان یکاد — خواند و دمید
گفت با خود: کزین شکوه و جلال ٭ پر عجب دارم ار نگردم لال
خوش بخندید ، بر رخ او ، گل ٭ خندهٔ گل ، بلا ست بر بلبل
کرد خوگر ، بخلق خوش ، او را ٭ لیک ، ادب داشتی خمش او را
از ادب ماند در حجاب آن مرغ ٭ شد صبا آتش و کباب آن مرغ
گل نپرسید دیگر ، از حالش ٭ بر نیامد سر از ته بالش
شد خجل ، آن غریب در گلشن ٭ از خجالت بکس ، نگفت سخن
منم آن مرغ منفعل مانده ٭ از تمنای خود ، خجل مانده
راه دور و دراز ، طی کرده ٭ رو باین آستانه آورده
در گلستان ز بخت افسرده ٭ سر بجیب قفس فرو برده
گشته با ده زبان ، چو زاغ و زغن ٭ خجل از روی بلبلان چمن
لیک امیدم ، بصدق و اخلاص است ٭ مخلص خاص ، هرکه شد خاص است

(۳: ۱۶۵۳-۱۶۵۵)

● نصرآبادی : صفیا اصفهانی ، در عمل رمل آگاهی داشت ، طبعش

خالی از لطفی نیست . با حکیم شفائی معارضه داشت . شعرش اینست :

مکن ناکشته از خاطر فراموشان فراموشم · که چون از خاطرت رفتم ز خاطرها فراموشم
ببازار محبت ، از پئی سودای دل ، رفتم · دچارم شد، خریداری و شد سودا فراموشم
بیمرغم و بال مگسی میطلبم · آزادم و کنج قفسی میطلبم
فریاد که ! فریاد رسم، خاموش است · خاموشم و فریاد رسی میطلبم

● صبح گلشن : صفیا اصفهانی ، در مجامع اصفیاء سخن ، گردن می‌افراشت ، و در علم رمل مهارتی داشت . (یک شعر دارد ص ۲۵۲)

● روز روشن : صفیا اصفهانی . فقیر طبیعت و درویش رویت بود . در عهد اکبر پادشاه بهند رسید و بسلطنت جهانگیر پادشاه ، کارش بالا گرفت . رباعی :

پرسید از من ، ز روی پرکاری ، دوست · کز بهر چه ، مار افگند دائم پوست
گفتم : چو بزلف تو کنندش نسبت · در پوست نمیگنجد و حق هم با اوست (۱)

(یک بیت دیگر دارد ۳۹۰)

● وفات و ساقی نامه : متن میخانه که بعد از تصحیح و تحشیهٔ آقای گلچین معانی چاپ کرده اند ، در متن اضافهٔ ذیل دارد ، و این عبارت در نسخهٔ مولانا محمد شفیع نیست :

.... و در بحر مثنوی مولوی معنوی جلال‌الدین محمد رومی (قدس سره) نیز پارهٔ اشعار گفته . این دو بیت ازان مثنوی اوست که در مدح حضرت مولوی گفته :

مثنوی مولوی معنوی · مردهٔ صد ساله را بخشد نوی
این قدر دانم که ، آن عالیجناب · نیست پیغمبر ، ولی دارد کتاب

ساقی نامهٔ خود را ، هنگام ملاقات باین ضعیف داد، و ازان سر زمین

۱- نقی کاشی دارد .

در خدمت صاحب خویش به کابل رفت . و بتحقیق پیوست که در سنهٔ ثمان و عشرین و الف (۱۰۲۸ه) در شهر مذکور از ساغر مرگ ، بی شعور گردید . (میخانه ۲۳۰ چاپ گلچین)

شرح حال به این عبارت ختم شده است، و بعد ازان ـــ ساقی نامه ـــ بقرار ذیل است ، که متن مولوی شفیع دارای آن نیست .

ساقی نامه

الا ای خرد پرور کامجوی — همی باده مگذار و روی نکوی
ازان ، غم برون کن ز انبارها — وزین ، شادی آور بخروارها
مکن تکیه برهستی بی ثبات — غنیمت شمر چند روزه حیات
ز هستی مزن دم که ، مستی بود — ترا بند و زنجیر هستی بود
مر این بند و زنجیر را جز بمی — ندانند شکستن فلاطون و کی
علاج غم آن ، به که از می کنی — کنون گر نکردی، دگر کی کنی
بمی ، رونق عقل و دانش بده — که بهروز بینی نهانش بده
مکش عقل را ، کار فرما بود — پرش جهل را رونق افزا بود
حکیمانه ، گر باده ریزی بجام — فلاطون و لقمان در آری بدام
وگر ساغر از می لبالب کنی — دل روشن از تیرگی شب کنی
وگر کم خوری زین کلید هنر — کشائی در گنج لعل و گهر
بمیخانهٔ درد نوشان درآ — زمانی تو در خرقه پوشان درآ
که بینی گروهی منزه زلات — برونهای شوخ و درونهای صاف
بمی شسته از دل همه بغض و کین — سلیمان در آورده زیر نگین
ز خود پنج روز جهان بی خبر — مبرا ز خوف و بری از خطر
جهان زیر فرمان و گردن ببند — کمند افگنانند و خود در کمند
ازیشان مدد جوی و همت بخواه — کز ابر ست، سر سبزی هر گیاه
اگر من ز ساقی شدم کامجوی — مکن عیبم، ای یارا فرخنده خوی
بیا ساقی، از احتیاجم برآر — وزین کشور بی رواجم برآر
شهی کو ستاند ز گردون خراج — بساقی کشاید کف احتیاج
بهندم رسان خوش دران مرز و بوم — بویرانه ، تاکی نشینم چو بوم
بملک عراقم چو گنجی بخاک — و یا موم در آتش تابناک

بیا ساقی، آن آب آتش خصال / بده تا برآیم ازین تیره حال
مدد کن بیک جرعه، بی غشم / که از بخت بد برسر آتشم
ز روی و کف ساقی کامیاب / خلیلم در آتش کلیمم در آب
بده ساقی، آن رشک کان یمن / بدانسان که گردون نماند بمن
که گردون دون بس حسود آمدست / ز رشکی که دارد کبود آمدست
نیارد که بیند دل شادمان / همی جان دهد از غم بی غمان
بده ساقی، آن ساغر یکمنی / بکوری این چرخ اهریمنی
مغنی تو هم نغمهٔ ساز کن / در خرمی و فرح باز کن
مرا نالهٔ نی، به از صد چله / درایی، بمنزل برد قافله
بده ساقی، آن سلسبیل وجود / که گلشن شوم بر خلیل وجود
دل از هر بد و نیک خالی کنم / بپیرانه سر خرد سالی کنم
مغنی یکی نغمه پرداز شو / برآی از خود و جمله تن ساز شو
یکی نغمهٔ بی مزد و منت بیار / همه حور و غلمان ز جنت بیار
رهی زن، که برخود بگرییم زار / ازان پیش، کز ما برآید دمار
بده ساقی، آن مایهٔ دلخوشی / کلید نهانخانهٔ بیهشی
بده ساقی آن کیمیای رحیق / کزو شیشه شد لعل و ساغر عقیق
بعزت بپاشام و عزت بده / که در ده بزرگست، سالار ده
بده ساقی، آن عور مستور را / جگر گوشهٔ تاک انگور را
مرا، میزبانیست هم کیش من / نهد خوان رنج و بلا پیش من
بمن، هر زمان درد و غم، میدهد / کریمست منعم نه کم میدهد
جفای فلک را چو روئین تنم / درین آسیا، سنگ زیرین منم
نیاسایم از جور گردون دمی / نخورده غمی، پیشم آید غمی
بیا ساقی، آن دشمن فکر را / بمن بخش، آن شاهد بکر را
که با او، دمی شادمانی کنم / کلاه نمد را، کیانی کنم
ایا شاهد سرو بالای من / فدای قدت جمله کالای من
برقص اندر آیم، کنم جان نثار / بخاک رهت سازم ایمان نثار
تو دامن فشانی چو از روی ناز / منت جان فشانم ز راه نیاز
بده ساقی آن تلخ شیرین نسب / بصورت حریرو بسیرت قصب
بده ساقی اکنون که دوران تست / صراحی و ساغر بفرمان تست
نکوئی کن و روز، فرصت شمار / که هر مستیی، دارد از پی خمار
صراحی! من از رشک مردم بست / که آندست در گردن تاکست

پیاله! تو هم نسا قبولی مکن ‌ ‌ ‌ مبوس آن لب و بلفضولی مکن
سفالین لبی را کجا شایدی ‌ ‌ ‌ که هر لحظه آن لعل، آلایدی
مغنی تو هم جرعهٔ نوش کن ‌ ‌ ‌ ابا ساز، دستی در آغوش کن
رسان این دعا را بآواز نی ‌ ‌ ‌ بعرض مهین وارث ملک کی
بگو ای خداوند اقبال و بخت ‌ ‌ ‌ شهنشاه شاهان با تاج و تخت
اگر دورم از درگه شهریار ‌ ‌ ‌ امیدم چنانست از کردگار
که شه را بمن لطف نزدیک باد ‌ ‌ ‌ دل خصم او تنگ و تاریک باد
بفتراک شه دست اقبال باد ‌ ‌ ‌ ظفر پیش و نصرت ز دنبال باد
بهر نیک و به ایزدش یار باد ‌ ‌ ‌ بفرق عدو خاک ادبار باد
تو حاجت روا گشتی، ای شهریار ‌ ‌ ‌ ز فیروزی بخت، در هر دیار
که از عمر ایشان فزاید بشاه ‌ ‌ ‌ که جاده چو شد، ره شود شاهراه
نه این در، بکلک و زبان سفته ام ‌ ‌ ‌ به اقبال شاه جهان، گفته ام
خدیو عدو بند کشور کشای ‌ ‌ ‌ جهان داور و نقد شیر خدای
سپهر مروت جهان کرم ‌ ‌ ‌ که نگذاشت نقدی بکان کرم
بشمشیر بگرفت روی زمین ‌ ‌ ‌ ببخشید آنکه بنفشش نگین
ز عدلش، جهان جمله یک شهر شد ‌ ‌ ‌ خرابی، چو عنقا ازین دهر شد
شهنشاه شاهان روی زمین ‌ ‌ ‌ کزو روشنی یافته شمع دین
جهاندار شاها، جهان زان تست ‌ ‌ ‌ زمین و زمان هم بفرمان تست
فلک را بپیشت سر افگند گیست ‌ ‌ ‌ بگوش اندرش حلقهٔ بندگیست
چو رخش عزیمت در آری بزین ‌ ‌ ‌ بهم در نوردی زمان و زمین
چو تیغ تو دشمن نوازی کند ‌ ‌ ‌ سر خصم، چون گوی بازی کند
ز تیغ تو فتح و ظفر روشنست ‌ ‌ ‌ چه شد خصم گر آهنین جوشنست
چو رو آوری، پشت بینی ز خصم ‌ ‌ ‌ بزنهار، انگشت بینی ز خصم
مگر تیغ قهر تو، عریان شده ‌ ‌ ‌ که دستار، از فرق کیوان شده
بکام دلت باد، چرخ بلند ‌ ‌ ‌ سر دشمنانت بخم کمند
بشادی بزن، ای مجسم ز جان ‌ ‌ ‌ که از تست، روشن چراغ جهان
ز نور آفریدت خداوند پاک ‌ ‌ ‌ چنین پاک گوهر نزاید ز خاک
جهان داورا! کام دلها برآر ‌ ‌ ‌ جهان را بـاین شاه عاقل سپار
دلش را بهر کام، منصور دار ‌ ‌ ‌ که تو کامبخشی و او کامگار
چراغ دلش را، فروزنده دار ‌ ‌ ‌ چو بخت خود شاه فرخنده دار
شها! تا فلک ساقی کام باد ‌ ‌ ‌ ترا، بادهٔ عیش در جام باد
(صفی) از غلامان درگاه تست ‌ ‌ ‌ دعاگوی عمر تو و جاه تست

این قطعه و این یک بیت نیز از واردات اوست :

قطعه

خارد ار پشت مرا ، انگشت من — خم شود از بار منت پشت من
همتی کو تا نخارم پشت خویش — وا رهم از منت انگشت خویش

بیت

الهی! قفل غفلت را کلیدی — بزید نفس مارا بایزیدی

(۴۳۱ — ۴۳۵)

● **انتخاب اشعار از عرفات** : آقای گلچین اشعار زیر را از عرفات تقی در چاپ خود آورده ، و قول تقی است که : اشعار صفی قریب بچهار هزار بیت است :

نصیب کس نشود این دلی ، که من دارم — ز دل مپرس که، با دیده هم سخن دارم
هزاربت بشکستم برغم نفس ، و هنوز — درون کعبه، یکی کهنه برهمن دارم
گناهگار تو ام! گر کشی و گر بخشی — بدست تیغی و دست دگر کفن دارم
با غیر همزبان ، دگر ای نازنین ! مباش — گرد سر عتاب تو گردم ، چنین مباش
بی مهر و بی محبت و بی التفات شو — پر در پی رضای دل آن و این مباش
مردان خدا را خبر ، از حالت خود نیست — آئینه ندارد خبر، از روشنی خویش
مکن تا گفته از خاطر فراموشا! فراموشم — که چون از خاطرت رفتم، ز خاطرها فراموشم
ببازار محبت، از پی سودای دل ، رفتم — دچارم شد خریداری ، که شد سودا فراموشم
(صفی) چندان بدم، کز لوح محفوظ ضمیر او — چو نیکی، از نهاد مردم دنیا فراموشم
منم که، جان و دل از ننگ من، ز تن بگریخت — ز بس که، بیهده گفتم، ز من سخن بگریخت
بجلوه بود، ببازار خود فروشی، گل — چو دید روی تو، از شرم در چمن بگریخت
هلاک فیض محبت شوم که، از یعقوب — هزار رنج، بیک بوی پیرهن بگریخت
در وقت خمار ، چون یزیدم — بشکنیم چو رسید، بسایزیدم
رفتم چو آب و سبل میندار رفتنم — من باده ام ز جام و سبوی تو میروم
در میخانه کشادند، سبو پسر می کن — پیش ازان کت ، در ویرانه ببندند بمرگ
در هجر بتی ، دیدهٔ پر خون دارم — اشکی که درو گمست ، جیحون دارم
آهی که ، بسوزد دل گردون، دارم — اینها همه ، از طالع واژون دارم
سیمرغم و بال مگسی میطلبم — آزادم و کنج قفسی میطلبم

فریاد که، فریاد رسم خاموشیست خاموشم و فـریـاد رسی میطلبم
پرسیه ز من، ز روی پرکاری، دوست کنز بهر چه مار، بفگند دائم پوست
گفتم: چـو بزلف تو، کنندش نسبت در پوست نمیگنجد و حق هم با اوست

۱۳۰ـ صهبا، لطف‌الله بیگ کشمیری

● ادبی دنیا : لطف‌الله بیگ صهبا ، از شاگردان محمد رضا مشتاق بوده .

۱۳۱ـ صیدی، مولانا صیدی کشمیری

● مآثر رحیمی : مولانا صیدی ، چون وطن و حسب و نسبش معلوم نبود و شعرش نیز لیاقت آن نداشت، که درین نسخه ثبت افتد ، قلم از تحریر آن سر باز میزد . حکایت: بریسمان خریداری نمودن یوسف ، بخاطر رسید که، باوجود کاسد قماشیها از خریداران یوسفش شمردند ، و کسی منعش ازان مقدمه ننمود . و سالهاست کـه اسمش باین سبب در عالم ، مذکور میشود ، این بیچاره چرا محروم باشد . و در خزانهٔ لعل و رخام هر دو میباید و درکارست، و ننوشتن اشعار او را، بی مروتی دانسته بتحریر این قصیده ـــ که از جملهٔ اشعار اوست که بمدح ایشان گفته ـــ پرداخـت . و چون ایـن سپه سالار، بجهت رعایت ایـن طبقـه و طائفـه ، بهانه طلب بودند ، ایـن گرامی طبقـه ، نیـز بهر زبان کـه داشتند ، در مداحی و دعاگوئی ایشان ، میکوشیدند و وسیلهٔ رزق خود ، میساختند .

و مه چهار صیدی تخلص در هندوستان بوده اند و هستند . ظاهراً که صیدی کشمیری بوده باشد . و حالات و بزرگی این سپه سالار بحدیست که، اگر حسان بن ثابت درین زمان بوده باشـد ، از مدح و ثنائی ایشـان عاجز

خواهد بود :

آنکه بحر سخا و احسان است | میرزا خان ، خانخانان است
آنکه بحرات از عدالت او | خوشتر از کابل و بدخشان است
آنکه از هیبت و صلابت او | تن اعدا ، چو بید لرزان است
ای که، در جود و در شجاعت و فضل | هرچه گویم ، هزار چندان است
آنکه بر خاک آستان درش | حاتم طی ، کمینه دربان است
ای سپهر سخا و بحر کرم | حال (صیدی) بسی پریشان است
نیست او را وظیفه ، از جای | در مهمات خویش ، حیران است
تا که از مکه آمد ست ، بهند | از غریبان و مستحقان است
عاجز ست و غریب و درمانده | خاصه اکنون که وقت یاران است
از غم قرض خواه ، گشته ملول | قرض دار نوش ، فراوان است
نظر لطف ازو ، دریغ مدار | که دعاگویت از دل و جان است

(۱۳۴۶ - ۱۳۴۵)

۱۳۲- صیرفی ، مولانا میر علی

● هفت اقلیم : بمکارم اخلاق و محاسن آداب ، نام برآورده فضیلت تمام داشته و احیاناً شعری میگفته . از وی می آید :

سبو بسبو ده و خم خم دل نژند مرا | قدح چه آب زند آتش بلند مرا (۱)

کشمیری است . (۱۱۲-۱۱۳)

● گل رعنا : صیرفی ، نامش ملا میر علی معاصر صرفی (متوفی ۱۰۰۳ھ) سرآمد افاضل آن دیار بود . و صیرفی نقود بازار افکار او، سکهٔ سخن میزند . ترجمهٔ پسر او (مستغنی) (۲) در حرف المیم خواهد آمد .

(یک شعر دارد ۶۵۲)

۱- گل رعنا و صحف ابراهیم و صبح گلشن دارد .
۲- رک : تذکرهٔ اصلح چاپ بنده ص ۳۸۶

● صحف ابراهیم : ملا علی صیرفی کشمیری ربطی بعلوم متداوله داشت. دیگر احوالش معلوم نیست. (یک شعر دارد ۲۲۵)

● صبح گلشن : صیرفی ، میر علی از صیرفیان دارالعیار قلوب علم تنویر و سخن تخمیر است ، و معاصر شیخ یعقوب صرفی کشمیر.
(یک شعر دارد ۲۵۸)

۱۴۳ــ ضمیر ، پندت نرائن داس دهلوی

● نگارستان سخن : ضمیر تخلص ، پندت نرائن داس دهلوی است (۱). و در ابیات و عباراتش مضامین لطیفه :

صد شیشهٔ شراب ، ببزم طرب شکست — دلها ز دست محتسب بی ادب ، شکست
مستیٔ چشم یکی ، سرخوشیء باده یکی — نشهٔ آن ست میخوار دوبالا افتاد
تو و شوخی و تبسم ، بهزار ناز کردن — من و عجز و جان فشانی ، ز سر نیاز کردن
چوخمار زود آرد ، چه خوش است سوی ساقی — پی جام باده ، دستی بهوس دراز کردن
(ص ۵۳)

● روز روشن : ضمیر ، پندت نراین داس پسر راجا رام دهلوی ست . در عدالت دیوانی دهلی بکار و بار وکالت اشتغال داشت و هنگام تالیف ــ آفتاب عالمتاب ــ عمرش بچهل سال رسیده بود :

بیاض دیدهٔ خونبار ، بس رسالهٔ ما — بود معانی برجسته ، آه و نالهٔ ما
نموده ایم ، تصرف سواد وحشت را — بمهر چشم غزالان ، بود قبالهٔ ما
اگر (ضمیر) بعمر دوباره مشتاقی — بنوش آب حیات می دوسالهٔ ما
چه‌دوا(ضمیر)بجویم! بکه، دردخویش گویم — که نمیتوان علاج ، غم جان گداز کردن
(۲۰۲)

۱ــ نام این شاعر در فهرست شعرای کشمیر ــ در ادب و ثقافت کشمیر ــ داده شده است ممکن است که نسلاً کشمیری باشد و در دهلی زندگانی میکرد .

۱۲۴ـ ضیاء، خواجه ضیاءالله دیوانی

● تاریخ اعظمی : خلف الصدق خواجه هاشم (دیوانی) است . در اخلاق و اطوار بر پدر خود تفوق، و بغایت حسن طبع و خوبی اوضاع داشت. و اکثر اوقات همت بر فقراء اهل سنت و جماعت میگماشت . گاهی میل بشعر پردازی هم مینمود . این رباعی از اوست :

مردم بجنون، ز یکدگر در پیش اند خود را ، بهتر ز غیر خود ، اندیش اند
این بر خر خود نازد ، و آن بر زر خویش این مرده دلان ، زنده به خبط خویش اند

وقتیکه محتضر شد ، وصیت کرد که بدستور اهل سنت و جماعت او را تکفین و تجهیز و غسل نمایند . به همان طریق عمل شد . (۲۰۸)

۱۲۵ـ طالب، ملا طالب اصفهانی

● طبقات اکبری : قریب بیست سال(۱) است که در کشمیر سکونت دارد ، و در سلک بندهای درگاه منتظم است :

خوش آن بزمی که، سرننهاده برزانوی نومیدی تو گوی یار دربکشود و یار از در درون آمد

ربا عی

زهرم بفراق خود چشانی ، که چه شد خون ریزی و آستین فشانی که چه شد
ای غافل ازان که، تیغ هجر تو چه کرد خاکم بفشار تا بدانی که چه شد(۲)
(۸۱۵)

● منتخب التواریخ : طالب اصفهانی ، قریب هشت سال است که در کشمیر ساکن است . اول بصورت قلندری بود آخر نوکری اختیار کرد، و در

۱ـ هفت اقلیم سی سال و بدایونی هشت سال دارد .

۲ـ بدایونی، هفت اقلیم، ریاض الشعرا ، مجمع النفائس ، صحف ابراهیم ، نگارستان سخن دارد .

ملازمت پادشاه رسید. و از کشمیر او را نزد حاکم تبت خرد (۱) (بلتستان) ــ که علی رای باشد ــ بایلچی گری فرستاده بودند، باز آمد و ــ رساله ــ در غرائب و نوادر آن ولایت، نوشته بشیخ ابوالفضل گذرانید، تا داخل ــ اکبرنامه ــ ساخت. دردمندی خیلی دارد و سلیقه او در شعر و انشا درست است. ازوست این رباعی:

عمنامهٔ من نخوانی و کهنه شود
مهجوری من ندانی و کهنه شود
دیر آمدنت، مباد کین زخم فراق
ترسم که تو دیرمانی و کهنه شود(۲)
یک روز من خسته ره منزل دل
از آبله پای طلب ساخته گل
جان صرف رهی کنم، که از بهر نیاز
جان برسر جان باشد و دل برسر دل
بعیش کوش که این بکر عمر حجله نشین
چو گل برفتن از غنچه مادر افگنده(۲)
شادم از اهل جهان کز اثر صحبت شان
بجهانی ندهم گوشهٔ تنهائی را(۲)
(۳: ۲٦۵)

● **هفت اقلیم** : بابا طالب، قریب سی سال در کشمیر توطن داشته شمیم عافیتی از جانب حکام آن مقام، بمشامش میرسد. چون آن دیار بتحت تصرف اولیای قاهره درآمد، ملحوظ نظر عنایت بیغایت شاهنشاهی گشته، از منتسبان این آستان گردید. و گاهی بنا بر تقریبی شعری میگوید. این اوراست :
(یک بیت و دو رباعی دارد ۲ : ۴۳۰)

● **مآثر رحیمی** : بابا طالب اصفهانی از دارالسلطنت اصفهان است و مدتهاست که در هندوستان میباشد، و در سلک بندگان بادشاه ظل الله اکبرشاه منتظم بود.

۱ــ رک : اکبرنامه ۳ : ۵۵۲ آنجا هست که : میرزا بیگ را (سال ۹۹۷هـ) پیش علی رای حاکم تبت خرد و ملا طالب و مهتر یاری را پیش مرزبان تبت کلان فرستادند. و بتاریخ ۲۵ آبان سال (۹۹۸هـ) ملا طالب، مهتر یاری، و میرزا بیگ بر گشتند (۳ :۵٦۸) و دیگر بار طالب در سال (۱۰۰۵هـ) همراه امید علی جولک و محمد حسین کشمیری نزد علی زاد مرزبان خرد تبت رفت و ایوب بیگ، سلیم کاشغری، عبدالکریم کشمیری را پیش کوکلتاش کلیو حاکم بزرگ تبت فرستادند (اکبرنامه ۳ : ۷۲۱)

۲ــ هفت اقلیم دارد.

و درویش طبیعت و صافی مشرب است . و در هندوستان به بابا طالب اشتهار دارد . و اکثر اوقات بمصاحبت اکابر و اعیان این ولایت ، مثل حکیم ابوالفتح و زین خان کوکه و شیخ ابوالفضل و شیخ فیضی و سائر بزرگان بسر میبرد ، و بصحبت او میل تمام داشتند . و در کمال خوش صحبتی و بی تعلقی و قاعده دانی است . و بیشتر ایام توقف در هندوستان در کشمیر دلپذیر میباشد . و بغایت از آب و هوا و دیگر خصوصیات آن دیار محظوظ است .

و در وقتی از اوقات فرمان فرمائی کشور هندستان نورالدین محمد جهانگیر پادشاه، او را بطلب میرزا غازی ترخانی والی تته فرستاد (۱) . برسم حجابت و دوران رفت و آمد کارهای نمایان ازو بظهور آمد . و الحال صدر ولایت گجرات است (۲) .

و در شاعری و نکته دانی نیز مهارتی تمام دارد . و فی الجمله طالب علمی نیز کرده ، و همیشه با مولانا قاسم و مولانا نظیری ـــ که از دانشمندان روزگار بودند و در هندوستان بدانش ممتاز بودند ـــ بسر میبرد و صحبت میداشت . و خود را بمداحی و دعاگوئی ابن عالیجاه (خان خانان) مشهور ساخته . و عمر خود را صرف مداحی ایشان کرده ، و رعایت کلی یافته و مییابد .

اگرچه الحال توقعی ندارد ، نظر بر حقیقت میگمارد و نقش مدح ایشان مینگارد . و از دولت مدامی ایشان از زخارف دنیوی بی نیاز است . و از

۱ـ رک : میرزا غازی ترخان و شعرای دربار او ـ تالیف نگارنده . اکبر پادشاه (۱۰۱۰ هـ) فرستاده بود، و دو سال در سند توقف کرد که میرزا را همراه ببرد . رک: ماثر رحیمی ۲: ۳۵۰

۲ـ گویا وقتی که نهاوندی ماثر رحیمی را تالیف میکرد بابا طالب در گجرات بود . و سال تالیف کتاب (۱۰۲۵هـ) است .

روش اشعاری که در مدح ایشان گفته ، روش التفات و مرحمت عالیجاه، و اخلاص این اخلاص مند را ، میتوان یافت . این اشعار در کتابخانه عالی از زادهٔ طبع وقاد بابا موجود بود که بمقام ثبت در آمد :

قصیده

گویدش، کیست که باشد سبب دولت من خانخانان مربی و ولی نعمت من
توئی امروز، که ازلطف تو، درعرصهٔ خاک آسمان، کسب بلندی کند، از همت من
لطفت آن کرد که ، صدبار بروزی شکند تلخی زهر، بکام شکر از لذت من
چیزی از قدر تو ، اندیشه نیارد ، هر چند عرش را ، سدره نشیمن بود، از فکرت من
سرکنم خاک برین در، که نشیند روزی گرد دولت ز در جاه تو برجبهت من
خاک این درگهم و میرسدم، کز ره فضل عزت چرخ کشد سر زنش دولت من
بر رخت بینم ودانم پئی نظارهٔ تو وقت افسوس همیداشته بر فرحت من
گرم مدح توام آنگونه، که درشتم عدوت نسخهٔ تیزی الماس دهد حدت من
من کیم کز ره امید بپاکوبی بخت آستان تو کشد ، درد سر خدمت من
گر بدرگاه تو، پای نکشد رای امید ور بدامان تو، دستی نزند همت من
آب در دیدهٔ امید ، بگرداند بخت خاک در دیدهٔ راحت فکند محنت من
جز درت، بر درهرکس که، زدم دست امید بود، دست همه کوتاه تر ، از همت من
پای جهد، آبلها کرده که درکوی مراد دست در دامن اقبال تو ، زد رغبت من
بندهٔ بخت سیه بختم اگر در دورت سرمهٔ دیده نشد رهگذر حرمت من
گرنه، بر بازوی اقبال توام، دست بود ناتوانی ز توان در شکند قوت من
آفتابی است ، عطای توکه، ازفیض طلوع خندهٔ صبح تعجب دهد از کربت من
من کیم، کز ره فضلم ، کرمت بنوازد رحم آور به پریشانی و بر غربت من
سخنی از تو بجایم برساند ، که ز قدر چرخ بردوش کشد غاشیهٔ ، حشمت من
فرصت شکر تو، گر در همه عمر باشد در دل خاک بود ، حق تو درذمت من
کم نگردد ز تو، و من شوم افزون وزنی ذیل عصیان طلبت مینکشد همت من
گر نه از لطف توام کار بر آید بمراد ریگ در چشم تمنا فکند تربت من
بدعا دستم و برخاسته ام از بهرت آن هجوم است که بازو شکند دعوت من
مدت عمر ترا خواسته (طالب) که بود دور کوتاهی دهر از ابدی مدت من
هست از ماه برون سال تو از سال فزون دشمنت بخت نگون عمر تو بر عدت من

مثنوی

بدین خسته اندوه ناساز بخت — جدائی ست چون مرگ بگرفت سخت
چو اشک فراق تو سرگشته ام — به بیچارگی دل فروهشته ام
بمجز این غم جانستان بگذرد — اگر بد وگر نیک هان بگذرد
نه زهرم ، که تلخیست آرام را — نه شهدم ، که شیرین کند کام را
نه شوقم ، که دل را دهم شادیء — نه دردم ، که آرد غم آبادیء
نه خاکم ، که هر آستان را درم — نه سیلم ، که هر جا رسم بگذرم
نه ابرم ، زمین را نم آگندهٔ — نه برقم ، بتاریک شب خندهٔ
نه صبحم ، بروشن دلی تازه رو — نه شامم ، بمهتاب روی نکو
نه آهم ، کلید دل تنگ خویش — نه اشکم ، بشویندهٔ ننگ خویش
نه زاریم ، در یکدل آرد اثر — نه خاموشیم ، بر لب گفت تر
نه دستی که ، از غم سویٔ سر برم — نه پایٔ که ، شادی رهی بسپرم
ندانم چیستم و ز شمار کیم — بخودکار نایم بکار کیم
زهی خانخانان دانش نژاد — جوان و بعقل از جهان پیر زاد
پسر بر پدر کارساز آمده — بخلق از خدا سرفراز آمده
بکار از جهان دیدگان هوشمند — بدانش بزرگ و برای ارجمند
بس آمد پئی کار پیشینیان — بپستی نمودار پیشینیان
بروشن دلی عقل روشن روان — نگهبانی خاطر بیدلان
علم گشته چون تیغ در رزم بخت — چراغ فروزندهٔ بزم بخت
سپه را ، بسالار بودن پناه — بدشمن ز خوش طینتی نیک خواه
مرا از جهان دو جهان حاصلی — بجانت که چون دوستی در دلی
چو بیچاره ام ، چاره ناچار رفت — چو در مانده ام دستم از کار رفت
بلطفت که ، شادی گداز غم است — بمهرت که ، دل گرمیٔ عالم است
بدل ، داشتنهات بیچاره را — بره بردنت ، مرد آواره را
که طالب ز غیر تو ، وارسته است — ولی چون صنوبر ، ترا بسته است
ازان ره ، کزان آستان گشته ام — بخود سایهٔ روز برگشته ام
اگر از توانائی پایٔ بخت — کشد بر درت ناتوانیم رخت
چنان سویت از شوق ، ره میبرم — که از سایهٔ خویش هم بگذرم
دگر مرکب لنگ بخت زبون — نیارد ز کشمیر بازم برون
نترسم ، ز کشمیر ترسم که هان — غم تنگی آرد ، بهندوستان

سفارش خطی بودم از کلک تو
بدل بد که شد عالمی ملک تو
گرفت آنکه، چون آستینم فشاند
همی خواند و دید و بخندید و ماند
بدل گفتم: این خط، خط بندگی است
شرف نامهٔ مدت زندگی است
همین بس که دانند زان تو ام
کمین بندهٔ آستان تو ام
اگر چه مراد دلم را نگشت
ولی چون اثر در دل او نشست
چو تریاک در کار زهر آزماست
اثر زان بود گرچه زهرش بجاست
بآخر، رود زهر و راحت اید
مرا مرهمی بر جراحت رسد
وگر غم بود چون منی را چه غم
که غم زاده ام از دیار عدم
تو خوش باش! کو بر جهانی، چو شام
بروزی شود روزگاری تمام

(۱۲۶۵-۱۲۵۹)

● تزک جهانگیری: طالب، صفاهانی الاصل است، در عنفوان شباب بلباس تجرید و قلندری گذارش بکشمیر افتاد، و از خوبی جا و لطافت آب و هوا، دل نهاد آنملک شده توطن و تاهل اختیار کرد. بعد از فتح کشمیر بخدمت عرش آشیانی در سلک بندهای درگاه انتظام یافته. الحال عمرش قریب بصد (۱) رسیده و در کشمیر، بفراغ خاطر با فرزندان و متعلقان بدعای دولت ابد قرین، مشغول است.

(جشن چهاردهمین نوروز، ص ۲۸۶)

چون بعرض رسید که: فقراء کشمیر در زمستان از شدت سر ما، محنت میکشند و بسختی و دشواری میگذرانند، حکم فرمودی که: قریهٔ از اعمال کشمیر ــ که سه چهار هزار روپیه حاصل آن بوده باشد ــ حوالهٔ ملا طالب اصفهانی نمایند، که در وجهه لباس فقرا و گرم کردن آب بجهت وضو ساختن در مساجد، باید که صرف نماید.

(جشن هفدهم ص ۲۲۵)

۱ــ رک: حاشیه تحت صحف ابراهیم.

● **مجمع النفائس** : بابا طالب اصفهانی. مدتها مجرد بوده بدرویشی و فقر سلوک نموده . در عهد جهانگیر پادشاه مرد متعین گشته : صدارت گجرات یافته . ازوست :

کدام سایهٔ ، دیوار را ، پناه بریم — که سایه را، ته دیوار هیچکس، جانیست

(یک رباعی دارد ۲۱۹ الف)

● **تاریخ اعظمی** : بابا طالب اصفهانی ، در زمان حکومت چکان به کشمیر رسیده ، با حکام اینجا آشنائی ورزیده . چون بفنون علم آراسته و انواع کمالات پیراسته بود ، قبولیتی بهم رسانید ، و در قرب سلاطین از اقران در گذرانید . در نزاع امرا و فتن ارباب داعیه ، سعی مصالح بسیار داشت ، چنانچه قدری از ین حکایات را در اوراق گذشته قلم عبرت رقم برنگاشت .

تا ایام تسلط اولیای دولت اکبر ، به چمن پیرای نکته سنجی بود . چون رحلت کرد ، در محله بابا پوره در مزار بابا خیل (۱) آسود .

در فنون شاعری ماهر بود و لطف طبعش از حسن معنی ظاهر . صورت گذرانش معلوم نیست . این چند بیت ازو به قلم می آید :

از سر کوی تو دل ، با دیدهٔ تر میرود — شعله در دل، ناله بر لب، خاک بر سر میرود
حرف شرح درد دل ، گر آشنای لب کنم — خون ز جیب دیده ، تا دامان محشر میرود
شعله در پروانه افتد، بلبل آید در خروش — گر بگوییم آنچه ما را ، بی تو بر سر میرود
در حلقهٔ ما زمزمهٔ سور نباشد — ما غمزدگان را دل مسرور نباشد
بی روی تو، بیرون کنم از دیده ، نظر را — گر ذوق تماشای تو، منظور نباشد
ویرانهٔ دل ، چون سر تعمیر ندارد — بگذار که ، این غمکده معمور نباشد

(۱۱۵-۱۱۴)

۱- رک : تحت صحنت ابراهیم که در مدفن گجرات نوشته است .

● ریاض الشعرا : طالب صفاهانی ، درویش کامل و محقق فاضل بوده . بهندوستان برآمده . مدتی بسر کرده است . معاصر شاه عباس ماضی مغفور است. اوراست این رباعی : (۱) (خطی)

● صحف ابراهیم : بابا طالب اصفهانی . در آوان جوانی ، از دوستان ایران رنجیده . بکشمیر آمد ، و بلباس قلندران میگذرانید .

چون آن خطهٔ دلپذیر ، مسخر بندگان اکبری گردید ، بابا طالب بشرف ملازمت آن پادشاه مشرف گشته ، رسالهٔ از جانب پادشاه ، پیش حاکم تبت رفته . چون باز آمد ــ رسالهٔ ــ در بیان نوادر آن مملکت نوشته ، بعلامی شیخ ابوالفضل داد ، که داخل ــ اکبرنامه ــ سازد . چنانچه دران کتاب ، حالات آنجا مندرج است .

بالجمله تا زمان اکبر پادشاه وظیفه در کشمیر داشت. چون شاه جهانگیر پا بر سریر سلطنت گذاشت . هرگاه بکشمیر میرفت: ملاقات از بابا طالب میفرمود . و از رباعیاتش اکثر این رباعی بر زبان فیض بیانش میبود :

زهرم بفراق میچشانی که چه شد خونریزی و آستین فشانی که چه شد
ای غافل ازین که، تیغ هجر تو چه کرد خاکم بفشار تا بدانی که چه شد

در زمان جهانگیر بکشمیر درگذشت . و در ــ تذکرهٔ آرزو ــ مذکور است که : دران عهد از لباس درویشی برآمده ، صدارت گجرات یافته ! و صاحب ــ خلاصه ــ (۲) گوید که : مولانا ابوطالب که در اوان جوانی از اصفهان بهندوستان رفته ، مدتها درانجا بفراغت گذرانیده ، در نواحی گجرات

۱- رک : تحت طبقات اکبری

۲- خلاصةالاشعار تقی کاشی

سنه اربع و ثمانین و تسعمائه (۹۸۴) (۱) بعالم بقا شتافت. (۲۳۹ ب)

● **نگارستان سخن** : طالب بابا، مشهور به بابا طالب. الفاظ و کلماتش مکمن لطائف معانی و شرائف مطالب است. (یک رباعی دارد ۵۲)

● **روز روشن** : طالب بابا. طالب اصفهانی معروف به بابا طالب، فاضلی آزاد مشرب بود. در زمان شاه عباس ماضی، بهندوستان رسیده، در خطهٔ دلپذیر کشمیر سکونت گزید. زمانیکه جلال‌الدین محمد اکبر پادشاه بر کشمیر استیلا یافت، طالب بزمرهٔ منشیان شاهی منسلک گردید، و منظور نظر عاطفت سلطانی گشته، برسم رسالت اکبری بخدمت والی تبت رسید، و ــ رساله ــ متضمن غرائب ملک تبت، بنظر شیخ ابوالفضل گذرانید، که در ــ اکبر نامه ــ مندرج است. و در سنه ثلثین و الف (۱۰۳۰ه) از کشاکش این سپنجی سرا رست :

شادم از اهل جهان کز اثر صحبت شان بجهانی ندهم گوشهٔ تنهایی را
کدام سایهٔ دیوار را، پناه بسرم که سایه را، ته دیوار هیچ کس، جانیست
بیرون میا که، شهرهٔ ایام میشوی ما کشته میشویم تو بدنام میشوی
(۲۰۶)

● **تاریخ نظم و نثر در زبان فارسی** : ملا بابا طالب اصفهانی، از اصفهان بهند رفته و هشت سال در کشمیر اقامت داشته. نخست قلندر منش بوده و سپس وارد خدمت دربار جلال‌الدین اکبر شده و اکبر اورا از

۱ــ رک : تاریخ اعظمی که مدفن ایشان در محلهٔ بابا پوره در جوار مزار بابا خلیل نوشته است. و اینجا سال وفات (۹۸۴ه) غلط است. در روز روشن (۱۰۳۰ه) ثبت است. جهانگیر در سال چهاردهمین که سال (۱۰۲۸ه) میشود، گفته است که: عمرش الحال قریب بصد رسیده، پس قرینه اینست که سال فوتش (۱۰۳۰ه) باشد نه سال (۹۸۴ه). و چون در سال (۱۰۲۸ه) عمرش قریب بصد سال بود. پس تولدش را باید که در حدود (۹۲۸ه) بدانیم.

کشمیر بسفارت نزد حاکم تبت خرد علی رای فرستاد، و در باز گشت ازین سفر ــ رسالهٔ ــ در غرائب و نوادر آن سر زمین نوشت ، که نسخهٔ آن را بابوالفضل علامی داد و وی هم در ــ اکبر نامه ــ گنجانید . و گذشته ازین ، در غزل سرایٔ هم استاد بوده است .
(۲۳۱ : ۱)

۱۳۶- طالب، آملی

● عرفات العاشقین : . . . با آنکه هنوز در عنفوان شباب بوده، و برصفحه عذار خطی نداشت ، رقم خط و نظم دلپذیرش ، چون زلف دلبران، صید قلوب عارفان میکرد . الحق خوش مینویسد و شعر را، از چاشنی و تازگی و مزه . رتبه عالی داده . و طالع شهرتی غریب و عجیب دارد . وقتی که از ایران به هند عزم کرده بود ، در سند بخدمت میرزا غازی وقاری ــ که حالتش مذکور خواهد شد ــ قیام نموده ، و وی در مقام تربیت او در آمده و چندی با او هم مشق شد ، چه او نیز جوانی خوش طبیعت بود . و بعد ازان بهند آمد ، و در ملازمت اعتمادالدوله کمال ترقی کرده و میکند . روز بروز در همهٔ حالات بر آمد مینماید . دیوانش قریب بدوازده هزار بیت بنظر مخلص رسیده ، مبنی بر اقسام سخن ، خصوص قصیده و غزل و بجز آن هم نزدیک بدوازده هزار بیت مسودات داشت ، که داخل هنوز نساخته . و در اجمیر الحال که هزار و بیست و پنج (۱۰۲۵ھ) است ، خود همه روز در شرف صحبت واقعم ، چه در جوار همیم ، و بخدمت و صحبت او مانوس و مشعوف . الحق وجودش بغایت مغتنم و عزیز است ، و همه روز بر سر مشق سخن و مباحثه و مذاکره آنست .

(آقای گلچین معانی در ــ میخانه ــ ۵۵۲)

● میخانه : ذکر ملک‌الشعرای دارالامان هندوستان ، طالب آملی .
این نادرهٔ عصر فرید زمان و وحید دوران خود ست . آن قدر اهلیت و استعداد ــ که با اوست ــ با دیگر شعرای این ایام نیست .

مولد آن سر غزل دیوان نکته دانی از آمل مازندران است . در وطن خود بسن رشد و تمیز رسیده و در مقام انتظام نظم شده ، تا سر رشتهٔ آن بدست آورده است . در اول جوانی و نو بهار زندگانی ، از مسکن خروج نموده ، بدارالمومنین کاشان (۱) آمد ، در آنجا متوطن شد و تاهل اختیار کرد . ابتدای نشو و نمای او ، در شهر مذکور واقع شد .

و ازان بلده ــ بتقریبی که تحریر آن مناسبتی بسیاق این اوراق پریشان ندارد ــ بدر آمده .

بعد از اندک ترددی بشهر مرو رفت و چندی در خدمت بکتش خان(۲) ــ که از جانب جمجاه انجم سپاه شاه عباس حسینی صفوی ــ حاکم آن دیار بود ــ بسر برد ، وقصائد غرا درمدح آن ممدوح برشتهٔ نظم در آورد .

بعد از انقضاء آبخورد ، هوای سیر دارالامان هندوستان ــ که نشو و نما دهندهٔ هنرمندان است ــ در سر او جلوه گر شد . و سودای این سر زمین که ــ خانه عافیت خردمندان است ــ او را بسیر و سفر آورد ، بنا بر آن ، آن طالب حقیقی هندوستان ، مثنوی در بحر ــ خسرو و شیرین ــ بنام بکتش خان تمام گردانید ، و در آن نظم این مضمون به ادا رسانید که : ارادهٔ دیدن وطن

۱ــ ظاهراً ورودش بکاشان بنا بر قرابتی بود که ، به حکیم نظام‌الدین علی کاشی واله حکیم رکن‌الدین مسعود (حکیم رکنا) کاشی داشت . حکیم علی مذکور شوهر خالهٔ طالب بود . (شفیع بحواله ریو ۱ : ٦٧٩)

۲ــ بفتح اول وثالث . برای احوالش رک : میخانه حاشیه ۵۲۵ گلچین وعالم‌آرای عباسی۲ : ۸۰۲

کرده ام . امیدوارم که خان عالیشان مداح خود را دوستکام فرمایند ! تا دیده را از دیدار دوستان* وطن و اقربای* مسکن ، آب داده، باز بملازمت معاودت نماید .

آن خان عالیشان این بلبل هزار داستان را ، آدمیانه بجانب مازندران بهشت نشان روانه گردانید . آن آزومند گشت دار الامان هندوستان ، سیر این ملک را ، بر حب وطن ترجیح داده راه هند در پیش گرفت .

این چند بیت ازان مثنوی است که بجهت بکتش خان گفته و ازو رخصت طلبیده است :

بگلشن خانهٔ خلوت ، شب دوش	که با غم ، خفته بودم ، در یک آغوش
یکی خواب عجیبم ، روی بنمود	که سهمش ، حیرت اندر حیرت افزود
چنان دیدم که : چشمم غرق خون بود	سراپا پیکرم زنگار-گون بود
بدین تقریب ناگه ، جستم از خواب	تو گوئی ، زد قضا بر دیده ام آب
یقینم شد که ، پایم در رکاب است	سفر ، تعبیر این آشفته خواب است
فلک در خاطرش میگردد این عزم	که چندی سازدم محروم ازین بزم
کدامین بزم ! بزم عیش خانی !	که بادش ، بخت دائم در جوانی
فلک روبد بمژگان ، خاک راهش	کند در سرمه دان ، خاک سیاهش
تنش در جوشن سیماب سیمای	سر اندر مغفر خورشید اندای
اتاقه (۱) عنبر افشان بر سر خود	چنان کز فرق مجمر کاکل دود
چهار آئینه ، بر تن داده ، ترتیب	همه خورشید پیکر ، مساه ترکیب
که فتح از هرطرف چون آیدش پیش	درآن آئینه بیند صورت خویش
فلک قدرا ! بقایت جاودان باد !	همیشه ، شاهد بختت ، جوان باد !
یکی بر حرف (طالب) گوش بکشا !	بگو هر گوش را : آغوش بکشا !
اگر لطف تو اش ، دستور بخشد	چو خور کو ذرهٔ را نور بخشد
عنان سوی وطن تابیده چندی	کند خویشان خود را ریشخندی
دو روزی ، با غم آشامان ، سر آرد	دگر ، رخ را بسوی این در ، آرد

۱- اتاقه : بضم اول ، پر کلاه و جیغه ، و این ترکیست . گلچین بحواله بهار عجم .

رباعی

(طالب) گل این چمن ، ببستان بگذار بگذار ، که میشوی پشیمان ، بگذار
هندو نبرد بتحفه کسی جانب هند بخست سینهٔ خویش بایران بگذار

اما چون طالب از بکتش خان جدا گردید ، اول بار به قندهار آمد(۱). در آن آوان ، میرزا غازی ترخان، از جانب خدیو جهانگیر کشور کشا شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه ، حاکم قندهار بود (۲) . او را در خدمت خود نگاهداشت و در رعایت خاطر او کوشید . چون زبدهٔ دودمان ترخانیان در قندهار از دست ساقیٔ اجل ساغر مرگ گرفت. آن بلبل دستان سرای در همان سال ، که سنه عشرین و الف (۱۰۲۰هـ) بود (۳) بدارالخلافه آگره آمد .

این ضعیف را ، مرتبه اول در هند ، در آن ایام با او ملاقات واقع شد . جوانی دیدم ، بانواع هنر آراسته . عزیزی ملاحظه نمودم ، باصناف سخنوری پیراسته . در فن شعر از امثال و اقران ممتاز . و در علم سلوک و مردمی بی انباز . چنان خلیق و زود آشنا ، که درین فن نیز عدیل نداشت. و در سخن فهمی و انصاف ، بمرتبهٔ مقید که ، دقیقهٔ فروگذاشت ، در ادراک نمودن ابیات صغیر و کبیر ، نمینمود . در مثنوی خویش ، دو سه بیت در

۱- شبلی گفته است که : این اشتباه مؤلف میخانه است ، طالب از ایران اول بهند آمد و مدتی اینجا بسر کرد و بعد ازان بقندهار رفت . (شعرالعجم ۳: ۱۵۰)
رک : تحت عنوان شعرالعجم .

۲- میرزا غازی از سال (۱۰۱۷هـ) تا سال مرگ که (۱۰۲۱هـ) هست در قندهار کوس ادب نوازی و هنر پروری مینواخت . رک: کتاب - میرزا غازی و بزم ادب وی - نوشتهٔ نگارنده که زیر چاپ است . طالب قصائد گرم و غرا برایش سروده است .

۳- قول صحیح اینست که بتاریخ یازدهم صفر (۱۰۲۱هـ) بروز جمعه جهان را پدرود گفت .

درست آشنایی خود ، بیان فرموده . حقاً که حالی اوست ، و در آن تکلفی نکرده است . آن ابیات این است :

کتب طی کرده ام در دوستداری یکی علامه ام ، در علم یاری
سزد آنان که، علم مهر دانند درین فنم وحید العصر خوانند
نباشد بیوفائی در بساطم وفا یک گل بود از اختلاطم

این مطلع را نیز درین باب گفته :

منم که یک سر موشید در بساطم نیست رسوم ساخته ، در طرز اختلاطم نیست

القصه ، چون میان این کمترین و آن زبدة المتاخرین، صحبت منعقد شده، این دو رباعی را در آن ایام تازه گفته بود ، برین ضعیف خواند :

بر من گل خون، شگفت از شبنم صبح داغ دگرم ، تازه شد از مرهم صبح
تا صبح دمید ، غوطه در خون خوردم گویا دم تیغ بود ، بر من دم صبح ،

وله :

شوریست نهاده رو، چه در شهر و چه ده بر قوس قزح زمانه میبندد زه
دارد بسر ایام یکی فتنه ، که باز ابروی کمان میجهد و چشم زره

تکلف بر طرف که ، این دو رباعی را بنهایت خوب گفته است ، و ازین بابت ابیات خوب ، بسیار دارد .

اما چون چند روزی ، در آن ایام در آگره ماند ، خواجه قاسم دیانت خان (۱) دو کلمهٔ سفارش آمیز در باب او ، بخان عالیشان تهمتن معرکهٔ روز

۱- رک : ماثرالامرا ۲: ۸ وخزانه عامره ص ۳۰۰ از امرای جهانگیری و شاهجهانی بوده ، اصلاً از دشت بیاض بود ، در عهد جهانگیری بهند وارد شد . در سال (۱۰۴۰ه) در احمد نگر وفات یافت .

جنگ ، عبدالله خان بهادر فیروز جنگ(۱) نوشت ، و آن عزیز را بخدمت آن خان بلند همت فرستاد. چون طالب بمطلوب رسید ، خان فیروز جنگ آن قدر مروت و مردمی بدو نمود ، و آن مایهٔ احسان و انسانیت باو فرمود ، که درین جزو زمان از کم کسی آید .

بعد از مدتی بتقریبی ــ که سبب آن ، خوب برین ضعیف ظاهر نیست ــ مفارقت از خدمت آن خان عالیشان اختیار نموده ، بدار الخلافه آگره آمد . و در مقر سلطنت جهانگیری بشرف خدمت ، مسند آرای سریر وکالت و دهندهٔ کرسیٔ وزارت ، وزیر اعظم دار الامان، مدار المهامی فرمانروای هندوستان ، اعتمادالدوله العلیة العالیه ، که در این ایام خجسته فرجام، رای عالم آرایش، شمع شبستان مملکت شاهنشاهی است ، و فکر صواب اندیشش، کلید عقده کشای جهانگیر بادشاهی، مشرف شد(۲) . آن مبارک وزیر همایون مشیر ، طالب آملی را ، در خدمت خود نگاه داشت ، و در صدد تربیت او شد ، تا نشو و نما یافت .

بعد از اندک ایامی ، خود باعث ازدیاد رشد طالب گردید ، و او را داخل بساط بوسان محفل عظمت و شوکت پادشاه جهان پناه، آسمان جاه، سلیمان دستگاه ، شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه گردانید (۳) .

آن منتخب نکته سنجان در اندک زمانی جوهر خویش بر فرمانروای

۱ـ عبدالله خان زخمی فیروز جنگ از اولاد خواجه احرار بوده و در آخر عهد اکبری بهنصد رسید . در زمانی که طالب باو برخورد ، آن ناظم گجرات بود. در هفدهم شوال(۱۰۵۲ﻫ) در گذشت . (رک: ماثرالامرا ۲ : ۷۷۷)

۲ـ پدر نور جهان غیاث‌الدین اعتمادالدوله آصف خان متوفی سنه (۱۰۳۱ﻫ)

۳ـ آزاد بلگرای در خزانه عامره ورود طالب بدربار جهانگیر بسعی دیانت خانه میداند. رک: تحت خزانه عامره .

دارالامان هندوستان و شهریار جهان بخش جهانستان ، ظاهر ساخت . تا در سنه ثمان و عشرین و الف (۱۰۲۸ھ) این شهنشاه گردون اساس و این پادشاه جوهر شناس، طالب را ، از امثال و اقران برگزیده ، بخطاب ــ ملک‌الشعرای ــ (۱) مفتخر و سرافراز گردانید .

الحال، بدولت این خسرو غریب دوست مسکین نواز، و این خورشید ذره پرور ، از همه چیز بی نیاز ، سر آمد سخنوران و برگزیدهٔ نکته‌وران است .

الهی ! بشگفتگی طبع مشاطگان سخن ، و پیرایهٔ بندی دیباچه آرایان صحائف نو و کهن، که تا زبان سخن درکام جنبانست ، و بنان قلم در کف نقشبندان، هموارهٔ گلشن اقبال این شهریار نامدار را ، از صرصر حوادث در حفظ و امان خویشتن داری، و همیشه ذات ملکی صفات این جهانگیر جهاندار را ، از جمیع آفات مصؤن داشته بر سریر سلطنت متمکن داری .

لمولفه

خداوندا ! بطبع اهل دانش ــ بنور دیدهٔ اصحاب بینش
بآن عشقی که ، دادی عاشقان را ــ بعرفانی که ، دادی عارفان را
که شه را ، چون سخن پاینده داری ــ چو نام نیک ، دائم زنده داری

بر معنی طرازان کشور معانی ، و لفظ آرایان اقلیم سخندانی ، پوشیده نماند که: ملک‌الشعرای این جزو زمان، طالبای آملی ــ ساقی نامه ــ بسامانی نگفته بود . این ضعیف از ــ جهانگیر نامهٔ ــ (۲) او ابیاتی چند ، که در

۱ــ رک : تحت تزک جهانگیری اواخر ماه محرم ۱۰۲۸ھ بملک الشعرای رسید .

۲ــ نسخه جهانگیر نامه در کتابخانهٔ رامپور است و این مثنوی دارای ۳۲۶۵ شعر است .

رک : تحت اسلامک کلچر . شمارهٔ آورل ۱۹۶۷ع .

صفت بزم جهانگیری بود، و مناسبتی باین کتاب داشت، انتخاب نموده درین تالیف مرقوم قلم پریشان رقم گردانید:

دلا تا توانی، کم آزار باش | بهر کار چون عقل، هشیار باش
فلک را دران بزم عشرت قرین | گهی دست رقاص و گه آستین (۱)

این دو سه بیت برجسته، که مناسبتی باین کتاب دارد ازوست، که درین کتاب درج کرده شد:

مردم ز رشک، چند ببینم که، جام می | لب بر لبش گذارد و قالب تهی کند
گنه توبه، بکس فاش نگویم، که اگر | بشنود مادر رز، شیر حلالم نکند
چشم این غفلتم، از بادهٔ خون گرم نبود | که درین تنگدلی، یاد سفالم نکند

(۵۲۰-۵۲۵)

● تزک جهانگیری: جهانگیر پادشاه وقتیکه به کشمیر میرفت و در کلانور منزلش بود، طالب را خطاب ــ ملک‌الشعرای ــ داد و در تزک مینوسد که: درین تاریخ روز شنبه دهم دیماه از چهاردهمین سال جلوس (برابر با اواخر محرم سنه ۱۰۲۸ هجری قمری) طالب آملی بخطاب ــ ملک‌الشعرای ــ خلعت امتیاز پوشید.

اصل او از آمل است. یکچندی با اعتمادالدوله میبود. چون رتبهٔ سخنش از همگنان در گذشت، در سلک شعرای پایتخت منتظم گشت. این چند بیت ازوست:

ز غارت چمنت، بر بهار، منتهاست | که گل بدست تو، از شاخ، تازه ترماند
لب از گفتن چنان بستم، که گوئی | دهان، بر چهره زخمی بود، به شد
عشق در اول و آخر، همه ذوقست و سماع | این شرابیست که، هم پخته و هم خام خوشست

۱- ۳۲۴ بیت دارد. رک: میخانه چاپ گلچین ص ۵۵۵ تا ۵۷۰

گر من، بجای جوهر آئینه بودمی | بی رونما، ترا بستر کی میشودی
دو لب دارم، یکی در می پرستی | یکی در عذر خواهیهای مستی

(ص ۲۸۹)

● لطائف الخیال : طالب آملی در سال (۱۰۱۰ه) از مازندران به عراق رفت. و قصیدهٔ در مدح شاه گفت. بعد به قندهار رفت نزد میرزا غازی ترخان. وقتی که بساط سلطنت او بهم خورد، به هند رفت و از نوکری امرای آن حدود، آزار بسیاری کشید.

عاقبت الامر جهانگیر پادشاه بسر وقت او افتاده، در سلک منصب دارانش درآورده بخطاب ــ ملک الشعرای ــ مقررش ساخته. الحق بسیار خوش وقت بوده.

اتفاقاً ازچشم زخم روزگار، آسیبی از سودا باو رسیده مجنون شد. دو سه سال در کسوت جنون، خون در کاسهٔ مجنون میکرد. در سنه ست و ثلاثین بعد الالف (۱۰۳۶ه) بدار بقا شتافت. (۱) (از میخانه ۵۵۱)

● نصرآبادی : طالب آملی، از آمل مازندران است. گلشن طبعش از نسیم فیض الهی تازه، و عندلیب خاطرش بر شاخسارهٔ تازه گوی بلند آوازه. چنانکه خود گفته :

(طالبا) عندلیب زمزمه ایم | سخن تازه آفریدهٔ ماست

قرابتی بحکیم رکنا دارد، چنانکه حکیم در مرثیه او گفته :

فرزند عزیز و طالب خویشم رفت | زین واقعه ها، چه بادل ریشم رفت
من بودم و آن عزیز، در عالم خاک | خاکم برسر که، آن هم از پیشم رفت

۱- لطائف الخیال محمد عارف شیرازی. نسخهٔ کتاب خانهٔ ملی ملک شماره ۴۳۲۵ - بروایت آقای گلچین معانی در میخانه.

در هندوستان رفته در خدمت خدیو قدردان شاه سلیم کمال اعتبار داشت. بعد ازان بخدمت شاهجهان (۱) هم بمنصب ـ ملک‌الشعرای ـ سرافراز گردیده. طالب تخلص میکرد. سودای بهمرسانیده مدتی خاموش بود، چنانکه خود گوید:

مارا زبانشکوه، زبیداد چرخ، نیست | از ما خطی بمهر خموشی گرفته اند
بصد زبان، خموشی چوشانه ساخته ام | دماغ وقت ندارم بهانه ساخته ام

قبل از بیدماغی، بادشاه اراده نمود که او را مهر دار کند، دران باب قطعهٔ گفته، این دو بیت ازان جمله است:

اگر دهر یکدانه یاقوت گردد | برو بینم از چشم بی اعتباری
چو مهر تو دارم، چه حاجت بمهرم | مرا مهر داری، به از مهر داری

دیوانش بنظر رسیده، چهارده هزار بیت بود. در اوان شباب ازین منزل پرخطر بار سفربست. شعرش این است (۲).

غـزل

لخت دل، برمژه سیماب شد از گریهٔ ما | سرمه در چشم سفید، آب شد از گریهٔ ما
هرکجا، در ره عشق تو، بیتابی هست | گرد بادش، همه گرداب شد از گریهٔ ما
بنگاهی، چو بسوزند بتان، پیکر ما | سرمهٔ ناز، فروشند ز خاکستر ما
از باده، بر فروز رخ شاهدانه را | یوسف نگار کن، در و دیوار خانه را
با محرمان زلف توام، سینه صاف نیست | تا قتل همرهم چه نسیم و چه شانه را
دل تا اهل، اهل آزار است | خاک تا مردم، آدمی خوار است
مژهٔ در جهان نمیبینم | دهر گوی دهان بمار است
آن زلف که، جمع آمده، یک چنگل بازاست | چون بازکنی، مایهٔ یک عمر دراز است
بقتل اهل وفا، نرگست، سبک دست است | نگه، بچشم تو، شمشیر درکف مست است
کمان ناله ام، چون دوش زه شد | بتن پیراهن گردون زره شد

۱ـ این اشتباه است از جهانگیر یافت.

۲ـ پنج شعر از قصیده:

چنان بخار هوا، تیره ساخت آب حیات | که قطره، برلب جومیکند، نیابت خال

دارد و بعد ازان اشعار غزل داده است.

مردم ز رشک ، چند به بینم که جام می / لب بر لبت گذارد و قالب تهی کند
چنان ز حسن تو، اجزای بزم، رفته ز هوش / که گر ، صراحیٔ می بشکند ، صدا نکند
هر سنگ که بر سینه زدم، نقش تو بگرفت / آن هم صنمی بهر پرستیدن من شد
هر عضو تنت، ساده تر از عضو دگر بود / مویٔ که بر اندام تو دیدیم کمر بود
نیست درازی عجب ، از شب هجران یار / ز آنکه شهیدان عشق ، عمر باو داده اند
مرد بی برگ و نوا را، سبک از جای مگیر / کوزه بیدسته چو بینی ، بدو دستش بردار
بزم گردون، چون چراغ بخت ما، بی نور بود / موم دل بگداختیم و شمع آهی ریختیم
از بسکه چاکم برجگر، آن غمزه ؛ بی رحمانه کرد / یک نیمه زخمم کهنه شد، یک نیمه را تا دوختم
رشتهٔ ، نیست ز اسباب جهان، در دستم / که بآن رشتهٔ، دل خویش، بدنیا بندم

رباعیات

خورشدل زخمی که ناز (یار) مرهم نکشید
من بلبل آن گلم ، که در گلشن راز
آسوده دلی که ساغر جم نکشید
پژمرده شد و منت شبنم نکشید

آن نیستم، آن که با خسیسی سازم
آنم که ، چه کار بر سر افتد ، یک عمر
یا چون فلک پیر که پیسی سازم
چون آب روان، بخاک لیسی سازم

در از رخ تو که دور بادا ز نگاه
در لشکر مژگان، همه شب خونریزی است
چاکست سراپای دل از خنجر آه
با اینکه بهم نمیرسند این دو سپاه

شوریست نهاده سر، چه در شهر و چه ده
دارد بسر ایام، یکی فتنه که باز
بس قوس قزح زمانه میبندد زه
ابروی کمان میجهد و چشم زره

(۲۲۵-۲۲۳)

● کلمات الشعرا : طالب آملی ، صاحب طبع و صاحب کمال و خوش خیال بود . اشعار عالمگیر بسیار دارد . مرزا صائب وغیر سخن سنجان ، اورا باستادی قبول داشتند ، و این مطلع ازو مشهور است :

بتن بویا کند گلهای تصویر نهالی را / بپا بیدار سازد خفتگان نقش قالی را

هیچ کس بجنگ این بیت بر نتوانست آمد . برای این مصرع مدتها فکر کرده ، پیش مصرع رسانده :

جسم از غم فربهم نزار است / یک برگ گلم دو جامه وار است
آبم بکن ای شرم، بنزدیکی آن کوه / شاید بغلط، یار ز من دست نشوید

گرمی عجب ز خوی تو نبود که، در جهان هر آتشی که مرد، بخوی تو جان سپرد
خواستم تا سینه بخراشم بناخن ، جسم زار درمیان پنجه ام ، مانند موی در شانه ماند

بهمین اکتفا نموده شد ، و الا سخنان و ابیات پر مضامین بسیار دارد .

(چهار بیت دیگر دارد ۱۲۰)

● ریاض‌الشعرا : طالب آملی ، بابا طالب آملی از مستعدان روزگار بوده، خطوط را خوب مینوشته ، در مصاحبت و مجلس آرای نظیر نداشته . اشعارش در کمال عذوبت و بلاغت و شستگی و تازگی و روانی و نازکی واقع شده . وی خاله زاده حکیم رکن‌الدین مسعود مسیح است . چنانچه این شعر را حکیم مرحوم در مرثیه او گفته است : فرزند . . . . . الخ

مدتها درخدمت مرزا غازی بسر کرده ترقیات نموده . پس ازان بخدمت جهانگیر شاه رسیده کامیاب گردیده . در آخر خبطی بدماغش و فتوری در افکارش، راه یافته . تقی اوحدی نوشته که : ویرا دیده ام و با یکدیگر صحبتهای بسیار داشته ایم !

از نتائج طبع وقاد آن فاضل بیهمال است :

بسکه زهر چشم او، پیمود بر من جام تلخ تلخ شد در استخوانم مغز ، چون بادام تلخ
گریزم در پناه زلف، آنکه کام دل جویم بتاریکی کنم دریوزه، درویش سبک رویم
دشنام خلق را ، ندهم جز دعا جواب ابرم ز تلخ گیرم و شیرین عوض دهم
آنجا که ابروی تو نماید هلال را چون ناخن بریده بزیر زمین کنند
بی نیازانه ، ز ارباب کرم ، میگذرم چون سیه چشم ، که بر سرمه فروشان گذرد
چنان ز روی تو ، در نور ، غوطه خورده ستم اگر پدید شود، گویم: این سیاهی چیست
سبک چنین که ، بگلگون نی سوار شوم امید هست که ، رنگ پریده را گیرم
تشنه میرانم که ، صد کوثر بفریادم رسد شاید آن آب دم خنجر، بفریادم رسد
هر عضو، بت ساده تر، از عضو دگر بود موی که ، بر اندام تو دیدیم ، کمر بود

سخن چین بزم تو، گلچین بود — حدیث چو گل، بسکه رنگین بود

خوش آنکه مست حیا با تو همشراب شوم — تو رفته رفته شوی آتش و من آب شوم

ز بخت تیره ام، امید روشنائی نیست — همان ستارهٔ خویشم، گر آفتاب شوم

دام گستردم، ولی از نارسائیهای بخت — تا تو در دامم درای، سبز گردد دانه ام

ز بس گریسته ام، گل فتاده در چشمم — کنون بحسرت ازان گل گلاب میگیرم

ز انگشتم، نسیم غنچهٔ فردوس، می آید — نمیدانم سحر، بند گریبان که، وا کردم

زخم تیغ او، هلالی بود بر پیکر مرا — من بدست خویشتن، ماه تمامش ساختم

من و دل، ازان روزی، غم دیده ایم — که صبح ازل، روی هر دیده ایم

دران انجمن، غیر ابهامی یار — دمی را بیک نشاء کم کرده ایم

دو پلک دیده بهم تا بصبحدم بنهم — بلی سرست گناهم، ازان بهم بنهم

غفران تو بیاد نیارد گنهٔ ما — در دفتر عصیان ورق توبهٔ ما

مومیائی بهر اصلاح شکست آید بکار — منکه گشتم توتیا از مومیائی فارغم

گر من، بجای جوهر آئینه، بودمی — بی رونما، ترا بتو کی مینمودمی

شکست خلق نجویم بغایتی، که اگر — می صبوح شوم نشکنم خمار کسی

با چنین چهره، که امروز تو آراستهٔ — هر که آئینه بدست تو دهد، دشمن تست

دراین گلزار، مسکین لاله، هر پادر گلی دارد — چرا داغی نسوزد بر جگر آن هم گلی دارد

صبح است، و به که رو بچمن چون صبا کنم — کسب هنر گذارم و کسب هوا کنم

گل گل ز باده، چون پر طاوس، گشتهٔ — آمادهٔ هزار دهن بوس گشتهٔ

دست قبول عشق چه غم، گر دلم شکست — باشد شکستنی ورق انتخاب را

عید قربان است، امروز آهوان دشت را — آن شکار افگن، مگر طرح شکار افگنده است

جگر از کاوش آن غمزه پناهی میجست — هیچ (پر) امن تر از خانهٔ زنبور نیافت

سوی چمن، چو آب روان شو، که غنچها — چون ماهیان تشنه، دهنها کشاده اند

دل شرح بی وفائی گل، پیش یار کرد — این حرف آشنا، بدلش سخت کار کرد

نیست درازی عجب، از شب هجران یار — زانکه شهیدان عشق، عمر باو داده اند

با چنین بختی که من دارم، عجب نبود اگر — مادر از نامهربانی، آب در شیرم کند

یارا زبان شکوه ز بیداد چرخ یافت — از ما خطی بمهر خموشی گرفته اند

یک قطرهٔ خون، در دلم از بخت زبون نیست — اشکم ز حیا، چهره بر افروخته چون نیست

دلم ز غنچهٔ تصویر ذوق درد آموخت — که خنده بر رخ مشاطهٔ بهار نکرد

حریص کرد مرا، تیغ او، بخوردن زخم — برنده بود بلی آب اشتها آورد

گشتم چندان ضعیف ، که گر آتشم زنند
ایما چه، و اشاره کدام و کنایه چیست
ز سینه تا بلبانم ، سبحه میشمارد آه
آئینه را ببرق نفس، آب ساختم
می آیم این که ، از سفر بیخودی بخویش
ما خموشان را زبان معذرت کوتاه نیست
بر افگن پرده ، تا گل قطرهٔ ز آب حیا گردد
نشان عشق دارم در شکست رشک معذورم
ز خونریزی نیاساید زمانی دیدهٔ عاشق
چشمی که آیدش بنظر ، سخت کاریم
ترسم، بغلط یار ز من، دست بشوید
نخواهم غیر از مهر خموشی بر دهن باشد
با صد کرشمه، آن بت سرمست میرود
اکنون که، گشت گوشهٔ زندان وطن مرا
هوا در عطر سای مایهٔ موی تو میگردد
تو با گل گر نشینی ، سالها عادت نگردانی
چو عاشقان ، بقیامت نشان یار دهند
ز سرمه خاک بلب، کو جمال نرگس یار
سیر گل و هوای گلستان و گشت باغ
تا چند بکاوم دل غم پیشهٔ خود را
بسکه بر بستر گران شد جسم غم پرورد ما
وجود سایه نداریم ، نیست در همه دهر
بخون دل ، زده ام غوطه، تا بگردن خلق
ضبط نگه مکن ، که بچشم تو داده اند
گه بدل جلوه کند پرتو او ، گاه بچشم
چو در جریدهٔ اعمال خود، نظاره کنم
اگرچه شیشهٔ ما ، از نسیم در خطر است
بحشر تن بجحیم افگنم نخستین گام
دل شکستهٔ من ، خوی زلف او دارد
دور فلک ، بچشم نمی آورد مرا
کفر است ، در طریقت ما، کینه داشتن

دودم بپای خویش بروزن نمیرسد
در چشم او، صریح سخن میکند نگاه
ز گریها که ، گره گشته در گلوی من است
غافل که، آب نیز پذیرد مثال دوست
پر عاجزم مباد که پامال خود شوم
عذرهای لنگ ما را، لطف او، رهوار بود
خرامان شو که، آب زندگی بی دست و پا گردد
گر این یاقوت، بر خورشید تابد، کهربا گردد
ز هم دوزند دائم، گر چه لشکرهای مژگانش
ابری شود بگریه اگر چشم سوزن است
این شرم بنزدیکی، آن کوهکن آیم
که میترسم نهانی باغبانش در سخن باشد
خود میکند خرام و خود از دست میرود
آزاد کردنم بغریبی فگندن است
صبا بر گرد گل میگردد و بوی تو میگیرد
وگر، یکدم نشیند با تو گل، خوی تو میگیرد
ترا نشان بسر انگشت زینهار دهند
که هست خوردن خونش ز آب روشن تر
نزع دل و دماغ بود، کو دل و دماغ
نشتر کده سازم رگ اندیشهٔ خود را
بعد مرگ از خاک معشوقانه خیزد گرد ما
غمی که سایهٔ دیوار ما ، پناهش نیست
گمان برند که ، دارم زه گریبان سرخ
بیماری که ، نیست به پرهیزش احتیاج
قسمت این شد که، در آئینهٔ آتش بینم
هر آن ورق ، که ز عصیان تهی است ، پاره کنم
گمان مبر که ، تنزل ز سنگ خاره کنم
دل و دماغ ، رسن بازی صراطم نیست
که تا وزیده هوائی برو پریشان نیست
او هم بدیدهٔ تو به من میکند نگاه
آئین ما نشد، سینه چو آئینه داشتن

رباعی

آنانکه گره بر آتش از مو زده اند ... ره خوابم بچشم جـدر زده اند
لختی نه نهم دیده بهم پنداری ... مژگانش مرا گره بر ابرو زده اند

(خطی)

● تذکره حسینی : شاعر والا مناقب محمد طالب المشهور به طالب آملی . برادر خاله زاد حکیم رکنای مسیح است که استاد مرزا صائب بوده . چنانکه حکیم این رباعی در مرثیه گفته :

فرزند عزیز . . . . الخ .

القصه . طالب بهند دلبند رسیده در خدمت شاهجهان(۱) کامیاب گردیده . ویراست :

خانهٔ تست دل و دیده ، ز طوفان سرشک ... گر چکد آب درانجا . تو درین خانه بیا
اوراق کهنه کی بمثنی کهنه میرسد ... ذوقی که در پیاله بود در رساله نیست
عشق را ، بر سر بالین من آرید ، بعجز ... کین طبیبیست که مشهور بیمن قدم است
مانع ریزش آن گریه ، نمیدانم چیست ... که جگر بر مژه می آید و پس میگردد
آهو مکس ای شرم بنزدیکی آنه ، کـو ... شاید بغلط یار ز من دست بشوید
سرو ریزم دل بدامن مژگان ... بنا گه چو آواز پـای در آید
چو بینه برخ عنبرین دام زلفت ... مصور پـر مرغ تصویر بنـدد
باعث راندنم از بزم ، بجز عار نبود ... ورنه کس را ، بمن و بودن من ، کار نبود
بسوی خویشتن ، از لطف گستاخانه کش دستم ... که من بسیار محجوبم هم آغوشی نمیدانم
ای کاش ! گوش رغبتم احول شدی ، چو چشم ... تا هرچه گفتی ، از تو مکرر شنیده می
ای خوش آن دل ، که هم آغوش جراحت باشد ... دوستدار الم و دشمن راحت باشد
مرد را وقت فرود ، آمدن تیغ بسر ... چین فگندن به جبین نیک شهادت باشد

(۱۹۸-۱۹۹)

● مجمع النفائس : محمد طالب آملی . و آمل قصبهٔ از مازندران است . قرابتی بحکیم رکنا داشت چنانکه حکیم در مرثیه او گفته : فرزند . . . الخ

۱- جهانگیر .

در عهد شاه سلیم جهانگیر بهندوستان آمده بخطاب ـــ ملک الشعرا ـــ امتیاز یافته . اول در سند بخدمت میرزا غازی ـــ که احوالش مذکور میشود (انشاء الله تعالی) ـــ قیام مینمود . و وی در مقام تربیت او در آمده ، چندگاه با او بود . بعد از وی بهند آمده . در ملازمت اعتماد الدوله کمال ترقی کرده .

دیوانش پانزده هزار بیت بلکه زیاده است . مبنی بر اقسام سخن . تقی اوحدی گوید که : بدولت صحبت آصف سلیمان شان اعتماد الدوله خواجه غیاث الدین محمد رازی ولد میرزا محمد شریف هجری (۱) باین پایه رسید. زیرا که ، جناب آصفی سیزده هزار کتاب را ، بدست خود تنقیح نموده ، . . . گشته . هیچ مجلسی نبود که ، در اقل دو سه هزار بیت از قدما وجددای زمان خود نخواندی . و از رسائل تصوف و تاریخ وغیره بیان نفرمودی. آنچنان طبعی را که ، چنین مربی باشد. سخن را بهر پایه که رساند ، گنجائش دارد.

و این که ، نصر آبادی نوشته که : در عهد شاهجهانی ـــ ملک الشعراء ـــ شده خطا است . حاصل سخن طالب آملی ، حاکم نمکسار استعاره است ، رنگینی که در کلام او یافته میشود ، کم در دیوانی بنظر می آید . شعر او را طرز خاصی است . قصائد و غزل او را ، توصیف نمیتوان کرد . در قدما خواجو را ـــ نخلبند شعرا ـــ لقب است و متاخران طالب آملی را ـــ بلبل آمل ـــ گویند. ازوست :

نظارهٔ ترا ، در جهان جز دو چشم نیست ــ یک چشم باز مانده ، ویک چشم برهم است
خانه شرع خرابیست ، که ارباب صلاح ــ در عمارت گری گنبد دستار خودند
اثر سبلی سرپنجهٔ بیزاری ماست ــ اینکه در چشم کسان سکهٔ روی درم است
دلم ، ز غنچهٔ تصویر ذوق درد آموخت ــ که خنده ، بر رخ مشاطهٔ بهار نکرد

۱- در متن منجری نوشته شده است که اشتباه کاتب معلوم میشود .

خوش آمد! از ره دور این می و صفا آورد   که رنگ رفتهٔ ما را ، بروی ما آورد

من کیم کز شرم قتل من سر اندازد به پیش   هیکل خونم ، گرانی میکند بر گردنش

دام گستردم ، ولی از نارسائیهای بخت   تا تو در دام در آی، سبز گردد دانه ام

زخم تیغ او هلالی بود ، بر پیکر مرا   من بدست خویشتن ، ماه تمامش کرده ام

غفران تو ، تا زود بیابد ، گنه ما   در دفتر عصیان ، ورق توبه شکستیم

دو عالم دو هنگامه خود بیش نیست   برین دامن افشان بر آن آستین

ز خرده گیری روز حساب ، آزادم   ورق سیاه چنان کرده‌ام ، که نتوان خواند

با خر تو حریفیش کشادن نتوانند   خواهم گره دل زنم آن بند قبا را

آئینه را ز برق نفس ، آب ساختیم   غافل که، آب نیز پذیرد مثال دوست

تا بکف پای او نهاده رخ از رشک   رنگ نیارم بچهرهٔ دید حنا را

غیر می ، هر چه کنم نوش، وبال است مرا   می اگر خون فرشته است، حلال است مرا

گفتی که : از نهان دلت بیخبر نیم   تو در دلی ، کدام نهان ، برتو فاش نیست

هر نسیمی را که، در دل یاد زلف او گذشت   تخم سنبل کشت، تا یک هفته، از هرسو گذشت

سرمه بی دنباله کش بر نرگس دنباله دار   گوشهٔ چشم سیاه از گوشهٔ ابرو گذشت

چون شدی ایمن، مباش ایمن که ازخار آشیان   چنگل باز است مرغی راکه، بال وپر بسوخت

هر حلقهٔ زنجیر ، سر زلف تو چشمی است   کان چشم بروی تو ، بحسرت نگران است

هر کسه دید استخوان سوخته ام   بر سیه بختی همای گریست

دید چون زخم کاری جگرم   چشم سوزن بهای های گریست

تخم ریحان زلف ، یعنی خال   گرمی عشق را ، فزون سازد

برون آید نفس، افتاد و خیزان، از دل تنگم   چو مجنونی‌که ، با زنجیر از زندان برون آید

بپای گلبنی ، از ساعتی بیاسایم   ز هر گلی بسرم ، لخت آتشی ریزند

منم که گوش فغان ، برلب خروش من است   فغان محشریان، پیش خیز جوش من است

منم پیمبر دیر و موافقان اصحاب   نسیم میکده وحی و صبا سروش من است

منم که یکسر مو شبه در بساطم نیست   رسوم ساخته در شان اختلاطم نیست

نه ملامت گر کفرم ، نه تعصب کش دین   خنده‌ها بر جدل شیخ و برهمن دارم

ز جوش اهل ریا، باب کعبه مسدود است   بیا که ، وجد کنان درگه صنم پویم

رباعیات

(طالب) اگرت نصیبی از ادراک است   در خاک مغانت فلک‌الافلاک است

شاید که ، تنزلت رساند بسپهر   چون نیمهٔ آسمان بزیر خاک است

روزی که، بمرگ گل، نشیند گلشن
بلبل شود از مرثیه خوانان چمن

میراث گل و لاله، چو تقسیم کنند
رنگ از تو، و نکهت از تو، و داغ از من

هر صبحدم از پی، شب تاری دارد
هر نشا٬، در آستین خماری دارد

جز اشک، بعالم گل بیخاری نیست
وان نیز، بمژگان، سروکاری دارد

آنی که، در حسن برویت، باز است
وز لالهٔ فردوس گلت ممتاز است

مانند مگس بگرد سرچشمهٔ نوش
بر گرد لب تو بوسه در پرواز است

جانها، مجروح خسته دارد زلفت
دلها، در خون نشسته دارد زلفت

هر تاری ازو کشد بسوی آهنگ
حکم سپهر شکسته دارد زلفت

تا در قفس سینه بود، مرغ نفس
مگذار که، آن شود عنان گیر هوس

دیدی که، همیشه اوج گیری چو هما
چون سایه نشین شبی؛ چه عنقا چه مگس

ابیات

اشاره فهم نیم، عذر غفلتم، بپذیر
زبان گوشهٔ ابروی او، نمیدانم

ببوی زلف بتان برده اند، عاقلم از خود
امید هست که دیوانه اورند بخویشم

قامت از بار دلم خم شده چون حلقهٔ زلف
عمرها شد که سر از ناخن پا میخارم

چو بر جریدهٔ اعمال خود، نظاره کنم
هرآن ورق، کهز عصیان تهی‌است، پاره کنم

همین نه، از رخ یاران و دوستان، خجلم
ز روی٬ خود، که سیه باد، سخت منفعلم

بها، رسیده بمعراج، مومیائی را
درین بهار، ندانم که توبه بشکسته

میان عشقبازان فخرها دارم که، از یکسو
به بلبل میرسانم نسبت، از یکسو بپروانه

ز موشگافی تیغ تو، بپرسرم دم نزع
گمان برند که هر مو، کشاده گیسوی

از بلبلان بغیرتم، از باغبان برشک
کامروز گل بطور تو، دستار بسته است

میتوانیم، شبی را بمی کردن روز
صبح صادق نفسی دارد و ماهم نفسی

ز سرمه خاک بلب، کو بهال نرگس یار
که هست خوردن خونش، ز آب روشن تر

نکته الوان چکد از لعل خط آوردهٔ دوست
نقل را رنگ نماینده چو شکر سیه است

اکنون که هست گوشهٔ زندان وطن مرا
آزاد کردنم بغریبی فکندن است

(طالب) از چاک گریبان، چه خبر میپرسی
سر شب بود که، از سرحد دامن بگذشت

من و شوخی که استیلای حسنش در صف محشر
شکایت شکر سازد بر زبان ها داد خواهان را

نالهٔ مرغ چمن، کم‌کرده سیر آهنگ نیست
واگذارید، ای نوا سنجان! بخاموشی مرا

ما مصیبت زده، مرغان قفس، مشتاقیم
گرد پرواز بشوئید ز بال و پر ما

ما که، خورسند بپابوس رکابی باشیم
ای عنان تاخته بخت، این همه امساک چرا

هر کجا، در ره عشق تو، بیابانی بود
گرد بادش، همه گرداب شد از گریهٔ ما

بخون طپیدهٔ شمشیر رشک میداند
که روز ماتم فرهاد عید پرویز است

زدی چو تیغ، زمانی بکش عنان سمند
که نیم کشتهٔ ناز ترا، وصیت هاست

بتان را طرفه اعجازیست (طالب)
که در آزار شان بیزاری نیست

زخم را بسته لبی، ذوق دگر میبخشد
ورنه الماس، بمرهم کدهٔ ما، کم نیست

داغی بدل گرفته، گذشتم ز کوی یار
دستم، دماغ چیدن گل، بیش ازین نداشت

داغم، که همچو مردمک دیده، سینه ام
میدان ترکتازیٔ یکداغ، بیش نیست

مژده ای خار ره عشق! که این مجنون را
طرف دامانی اگر نیست، کف پای هست

اجل، اینک بسرم تاخته، جان میطلبد
تا امیدش نکنم، گر ز تو ایمای هست

نیمکش کرد، چنان تیغ نگاهی، کز بیم
شوق دست نگه، از دامن پاکش برداشت

فتنهٔ حسن، چو پیراهن یوسف بدرید
عشق طرح دل یعقوب ز چاکش برداشت

کرشمه، تا نرسد نیشتر فشان، از پی
گمان مبرکه نگاهی، دلی فگار کند

چون شکر آن کنیم، که بر بیدلان شوق
جور تو، همچو لطف خدا، کم نمیشود

شد استخوان سوخته ام، خاک و همچنان
از مشهدم هجوم هما کم نمیشود

عالم از زنده تهی گشت، کنون امید است
که دگر نوبت تیغت به شهیدان برسد

من کشتهٔ چشمی، که دو عالم دل و دین را
هردم بادای خرد و باز فروشد

درگریه نقش روی، که منظور دیده بود
کز هر ترشح مژه، صد گلستان فتاد

با مطربان چو زخمه بتار فغان زدیم
صد عندلیب دل، بکف از آشیان فتاد

دلی دارم که درآغوش مرهم زخم ناسورش
نمک میگوید و خمیازه بر خمیازه میریزد

مانع ریزش این گریه، نمیدانم چیست
که جگر بر مژه می آید و پس میگردد

نسیم دوستیش بر مشام جان نرسید
کسی که، دشمنیٔ خویش اختیار نکرد

دشنهٔ غمزه بیالای که، آشوب دلم
ننشیند بجگر کاوی مژگانی چند

چو غمزهٔ تو، بقصد جفا، برون آمد
اجل بماتم اهل وفا، برون آمد

که میزند رقم گریه، کز در و دیوار
صریر خامهٔ مژگان بگوش می آید

نسیمی نگذرد بر بیستون از گلشن شیرین
که گلگون بازی بر مشهد فرهاد ننماید

حاشا که، در بساط دل درد خو، بود
ذوق که، نیم غنچه تبسم درو، برد

شعله حل کرده پی دفع صداعم (طالب)
بخوش دوائیست همانا که مجرب باشد

نکشودند مرا بخیهٔ نظاره بچشم
مگر آندم که شگاف قفسم بربستند

خیال فتنهٔ زلفش درآمد، در دل تنگم
باشوبی، که گوئی! روزگار از در درون آمد

چون کند ترک سر زلف تو کز خون دلم
شانه را چاشنی در بن دندان افتاد

تمیز حور و غلمان، زین ادا مفهوم میگردد
که آشوب کمند زلف در گیسو نمیباشد

تو آن شکار فریبی، که هرکجا مرغیست
بسوی دام تو، راهی ز آشیان دارد

طراز دامن هر قطره ، گوشهٔ جگریست چکیدهٔ سر مژگان مـا ، نشان دارد
جراحتی‌که، دعاگوئی دست و تیغ تو نیست لبش بسوزن الماس دوختن دارد
خزان رسید و ببوی بهار رفته، هنوز ذخیرهای جنون، در دماغ و دل دارم
ای جنس هنر، چون تو متاعی بجهان نیست عیب تو همین است که، در کشور مائی

(۲۱۹ الف - ۲۶۱ الف)

● سرو آزاد : طالب آملی ، بـرادر خالـه زاد حکیم رکنا کاشی بـود . جویای معانی بلند است و غواص لالی دلپسند . میرزا صائب گوید :

بطرز تازه، قسم یاد میکنم (صائب) که جای (طالب‌آملی) در اصفهان پیداست (۱)

در ریعان شباب از ولایت خود بر آمده به نزهتکدهٔ هند خرامید . چون میرزا غـازی وقـاری از پیشگاه جهـانگیر پادشاه ـ بصوبه داری قندهار مـامور گردید ، و نقد کمیاب قدردانی اهل کمال را رواج داد ، طـالب خـود را بآستان میرزا غازی کشید ، و به التفات فراوان اختصاص یافت .

طالبا قصیدهٔ طولانی در مدح میرزا غازی میطرازد (۲) . و دران قصیده؛ رفتن خود از هند پیش میرزا ، مفصل بیان مینماید . از انجاست این بیت:

عنایـات شوق تـو شد ، ورنه کی دل زدی فال رجعت ز هندوستانم

و بعد رحلت میرزا غـازی (۳) ، کسرت ثانی به گلگشت هـند شتافت ، و ایامی با عبدالله خان بهادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر برد . آخر باعتصام

۱- صائب دیگر شعر هم دارد :

بسر نیامـد شور (صـائب) از شکر زار سخن
تـا زبان طوطی خوش حـرف (آمل) بسته اند
(طالب آمل) گـذشت و طبعهـا افسرده شد
گرچـه رو ، آن آتشین گفتار ، در عـالم نماند

۲- در مدح میرزا ده قصیده و دو ترکیب بند دارد .
۳- ۱۰۲۱ﻫ .

ذیل جهانگیری قوی پایه شد . و در سنهٔ ثمان و عشرین و الف (۱۰۲۸ھ) بخطاب ــ ملک الشعرای ــ بلند نامی اندوخت . و در همین سال ابو طالب کلیم همدانی از هندوستان بعراق عجم معاودت نمود .

طالب آملی در مدح جهانگیر پادشاه و اعتماد الدوله وزیر و نورجهان بیگم قصائد غرا دارد .

و ستی النسا خانم همشیرهٔ طالبا ست . ستی النسا خانم در عهد صاحبقران ثانی شاهجهان ، مدار المهام محل پادشاهی بود . و شوهرش نصیر برادر حکیم رکنا کاشی ، در هندوستان رخت هستی بر بست . چون فرزندی نداشت ستی النسا خانم دو دختر که از طالبا مانده بود ، به فرزندی بر گرفت . کلان را بعقد ازدواج عاقل خان و خرد را بحبالهٔ نکاح حکیم ضیاء الدین مخاطب به رحمت خان ــ که پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکنا ست ــ در آورد .

ستی النسا خانم در ذی الحجه سنه ست و خمسین و الف (۱۰۵۶ھ) بساط زندگانی در نوردید .

طالبا در اوائل ، مهردار اعتمادالدوله بود ، آخر مستعفی شد و قطعهٔ اعتذاری بنظم آورده ، ازانست :

دو صنف اند ، اهل طبیعت ، که هرگز نـدارند ، بـبام سـر سـازگاری
یکی را ، فرومایگی کـرد شاعـر یکی را ، بزرگی و عالی تباری
من آن شاعر شکر لله ، که دارم ز بخت بلند تو امیدواری
که گر دهر یاقوت یکدانه گردد درو بینم از چشم نا اعتباری
به گلـزار معنی هزار فصیحم بمنصب چه شد نیستم گر هزاری
چو ، مهر تو دارم ، چه حاجت بمهرم مرا مهر داری ، به از مهر داری

طالبا در مدح قلیچ خان ناظم لاهور (۱) ، قصیده هشتاد و چهار (۸۴) بیت در یک شب فکر کرد و بآن مینازد و میگوید :

منم که، نیست چو من، شاعری ز اهل سخن | منم که ، نیست چو من، قائلی ز اهل کلام
گواه این دو بیه معنی ، همین قصیده بس است | که یافت آن، سر شب تا سپیده دم اتمام

اما ، میرزا صائب اشهب فکر از طالبا تیز تر راند ، و هنگام ورود برهان پور ، قصیده شصت و یک (۶۱) بیت در یک چاشت ، در مدح ظفر خان بنظم آورد ، درانجا میفرماید :

هزار حیف که، عرفی و نوعی و سنجر | نیند جمع بدار العیار برهان پور
که، قوت سخن و لطف طبع ، میدیدند | نمیشدند بطبع بلند خود ، مغرور
همین قصیده که یک چاشت روی داد مرا | ز اهل نظم که گفت است در سنین وشهور

اگرچه طالبا را بیست و سه بیت(۲۳) افزون است ، اما افزونی ابیات طالبا، با وسعت وقت، کم است . و کمی ابیات مرزا، با تنگیٔ فرصت، افزون. و این معنی ، از تقسیم ابیات بر ساعات ، واضح میشود .

آمدم برین که ، نسبت بجناب مرزا صائب بی ادبی نمیتوان کرد . اما این همه تفاخر از طالب آملی نا منظور است . چه شوکت قصیده قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین در عرض چهار ساعت نجومی انشا نمود، و مطلق لب باظهار کمال نکشود . مطلع قصیده این است :

بسکه جوشد شعلهٔ حل کرده از مینای من | شیشه را فوارهٔ آتش کند صهبای من

۱- قلیچ خان اند جانی . از (۱۰۱۶ﻫ تا ۱۰۱۹ﻫ) در لاهور کرت ثانی حکومت کرد و سنه فوتش از تعداد حروف : ـ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ـ (۱۰۲۳ﻫ)ظاهر میشود . در شعر ـ الفتی ـ تخلص میکرد این رباعی ازوست :

عاشق هوس وصال در سر دارد | صوفی زرقی ز خرقه در بر دارد
من بندهٔ آنکسم که ، فارغ ز همه | دائم دل گرم ، دیدهٔ تر دارد

(مآثرالامرا ۳ : ۶۹)

و در آخر قصیده گوید :

شب که گردیدم هم آغوش پریزاد خیال	چار ساعت درگذار شام دیو آسای من
این همه اطفال معنی راکه ، افکار من اند	زاد کلک مریم آسای مسیحا زای من

طالبا در عین جوانی از زیبا خلعت زندگانی بر آمد و این واقعه در سنه ست و ثلثین و الف (١٠٣٦ﻫ) پیش از فوت جهانگیر پادشاه بیک سال رو داد .

دیوان قصائد و غزلیات و رباعیات طالبا در وقت تحریر بدست آمد ، فرصت وفا نکرد که بانتخاب پرداخته شود . گل چند از گلستانش حوالهٔ دست قلم میشود : (هشت بیت دارد ٢٦-٢٧)

● مقالات‌الشعرا : طالب آملی ، از شعرای بلاغت آئین و فصحای نزاکت آفرین است . مرزا صائب و مثل وی بشاگردیش قایل . بهند آمده خدمت میرزا غازی و قاری ، که مذکور شود ، لازم گرفت . و بعد چندی بگجرات رفته ، ایامی با عبدالله خان فیروز جنگ بسر برد . ازان جا بدرگاه جهانگیری شتافته ـملک‌الشعراـ لقب یافت . در اواخر ، جنون بر مزاجش طاری شده ، در عین جوانی در سنهٔ ست و ثلاثین و الف (١٠٣٦ﻫ) ـدرگذشت . منه :

بستیم عهد با گل بستان تازهٔ	گشتیم عندلیب گلستان تازهٔ
از جان دیر سانه؛ عجب گر کنیم یاد	اکنون که ، یافتیم بتن ، جان تازهٔ
دل بی تکلف از سر و سامان فتاده بود	بازش نصیبه شد سرو سامان تازهٔ
دل طی نموده ملت و آئین کهنه را	دین نوی گرفته و ایمان تازهٔ
از میرزای(غازی) و (طالب) ، زمانه یافت	ممدوح تازهٔ و ثنـا خوان تازهٔ
بقتل اهل وفا ، نرگست سیه مست است	نگه بچشم تو ، شمشیر درکف مست است
تاکیان وقف هم آغوشی زه ساختهٔ	پر نـاوک مژهٔ چشم زره ساختهٔ
ز غارت چمنت ، بر بهار ، منتها است	که گل ، بدست تو ، از شاخ تازه تر ماند

گویند از برای پیش مصراع این بیت مذکور، شش ماه تلاش کرده .

منه :

خانه شرع خرابست که ارباب صلاح | در عمارتگری گنبد دستار خودند
برگ عدم‌ساز کن دلا، که در این عهد | عمر طبیعی نصیب برق و شرار است
برم ز ناله بنوعی، که همنشینان را | صدا بگوش رسد از شکستن رنگم

(هفت بیت دیگر دارد ص ۳۷۳)

در تذکره وقاری نوشت است :

طالب آملی و ملا مرشد بروجردی اول بخدمت او (غازی) بسر میبردند، طالب در حق وی گوید :

چراغ انجمن دهر، میرزا غازی | که زوست روشن این هفت کاخ ظلماتی

(۸۲۹)

● خزانهٔ عامره : طالب آملی . طالب بلبل آمل و شاعر خوش تخیل است . سخن را بمرحمت والا مینوازد ، و پایهٔ او را تا سدرة المنتهی بلند میسازد .

در آغاز شباب، سری بگلگشت هند کشید و چندی در ینجا بسر برده . نزد میرزا غازی ــ که از طرف جهانگیر پادشاه بنظم قندهار میپرداخت ــ شتافت، و بفراوان نوازش اختصاص یافت . بعد فوت میرزا غازی دوبار رخت بدیار هند کشید . دیانت خان تعریف او بمسامع خلافت رسانیده ، پادشاه را مشتاق ساخت، و او را بحضور برد . اتفاقاً، طالبا برای رسای دماغ، مفرحی استعمال کرده میرود و استیلاء نشاء حواس او را معطل میسازد و گنگ شده اصلا زبان بنطق آشنا نمیشود . دیانت خان را، این صورت در نظر پادشاه و حضار مجلس، خجالت عجیبی رو نمود . چون طالب بخانه برگشت و افاقت از نشاء دست داد، سر بگریبان تشویر فرو برد، قطعه اعتذاری، همان وقت برسبیل

ندامت، بنام دیانت خان انشا کرده ارسال داشت. این دو بیت ازان است :

مفرحی زده بودم ، بقصد گفتن شعر	عروج نشاء او ، کرد هر چه کرد بمن
ببزم بادشهم ، زان زبـان نمیگردیـد	که گشته بود مرا خشک زان زبان و دهن

دیانت خان بعد مطالعه قطعه عذر پذیرفت ، و خمار او را بساغر لطف شکست .

اما دیانت خـان محمد حسین از اعیـان دشت بیاض اسـت . بمتانـت و رسائی فهم موصوف بود ، و در تاریخ دانی یکتای روزگار میزیست . در عهد جهانگیری بهند آمده در سلک ملازمان خسروی انخراط یافت . آخر از عتبهٔ جهانگیری جدا شده ، بصاحبقران ثانی شاهجهان ــ که دران وقت در جنبر منزوی بود ــ پیوست . و بمزید تـقرب درجـه پیمائی افـتخار گشت . و روز جلوس صاحبقران ، بمنصب دو هزاری و انعام هشت هـزار روپیه نقد سرفراز گردید، و در سال اول جلوس بواقعه نویسی دکن مامور ، سپس بقلعه داری احمد نگر مورد عنایت گشت . و در سال سیوم جلوس ، بمنصب ده هزار و پـانصدی مرتـبهٔ اعتبارش افـزود . و در همین سال مطابق اربعین و الف (۱۰۴۰هـ) در احمد نگر رخت بیاض عدم کشید.

طالبا چندی مهردار اعتماد الـدوله جهانگیری بـود آخـر استعفا کـرد و قطعه معذرتی نظم آورد . ازان است : دو صنف اند . . . الخ (۱) .

اعتماد الدوله التماس او را پذیرفته ، از خدمت مهر داری معاف داشت و در سلک ملازمان جهانگیری منتظم ساخته . چندان در ترقی او کوشید که بپایهٔ ــ ملک الشعرای ــ رسانید .

۱ــ رک ؛ تحت سرو آزاد ص ۱۹۶

تاریخ بداونی و دیگر کتب معتبر، ناطق اند که: اکبر پادشاه از پایهٔ اسلام افتاده بود تا بجای که، دینی تراشید و — دین الهی — که آن را دین لاهی توان گفت، نام گذاشت: و بعضی رسوم از دین هندوان پسندیده جزو دین خود ساخت. مثل آفتاب پرستی و ریش تراشی. جهانگیر هم بر طریقهٔ پدر ریش میتراشید.

وقتی طالب را حکم ریش تراشیدن شد، طالب قطعهٔ گفته بعرض رسانید. و ریش خود را محفوظ داشت. قطعه این است:

سفر میکنم صاحبا! ورنه من — چه سر، بلکه گردن تراشیدمی
بناخن، نه با تیغ از روی خود — من این مشت سوزن تراشیدمی
سر و ریش و ابرو بروت و مژه — برسم برهمن تراشیدمی
ازو، این گیاه خدا کشته را — نه از بهر خرمن تراشیدمی
که سنبل، چو آرائش دامن است — پی زیب دامن تراشیدمی
چو من راهم خارج از رسم تو — که سر وقت رفتن تراشیدمی
وگرنه بایمای ابروی تو — سر از صفحهٔ تن تراشیدمی

عمر طالبا کم وفا کرد، در عین شباب ست و ثلثین و الف (۱۰۳۶ھ) آستین قضا چراغ حیاتش را خاموش کرد. طالبا در وصف قلم قصیده گفته، و عجب حق این خدمتگذار کامل عیار، بجا آورده:

هان ای نمکین آهوی مشکین خطائی — از نرگس مستانه کنی غالیه سائی
آهو، اگر از ناف بود نافه کشا، چیست — بر گوشهٔ چشمت، اثر نافه کشائی
مستانه روی، بر ورق لاله و نسرین — بآنکه، درین باغ نه شبنم نه صبائی
از صلب که گیرد، رحمت نطفه شب و روز — کارام نگیری دمی از نادره زائی
آن رنگی مستی، که کنی غالیه آلود — از بوسهٔ تر عارض خوبان خطائی
سر بعد بریدن فتد از حالت گفتار — تو با سر مقطوع چسان نغمه سرائی
داغ بسر انگشت خرامی بنزاکت — مانند عروسان نفس جلوه نمائی
داغ اند ز رفتار تو، کبکان و تدروان — با آنکه چو طاؤس همه زشتی پائی
هر گه بسیه چشمه، زنی غوطه سر از بر — صد گوهر ناسفته، برآری چو برائی

در گونه شبیهی بنی‌ٔ نغمه زن ، اما هنگام نوا لب نتهی بر لب نائی
خاک قدمت ، صاف تر از آب‌حیات است هر چند که تا ساق نهان در گل و لائی
زیر قدمت ، فرش ورقهای‌ٔ زر افشان از جنس سمرقندی و از جنس خطائی
گاهی، دومین سیف لسان الشعرای‌ٔ گاهی، ششم انگشت کرام الوزرائی
با آنکه، بریده است سر هر دو زبانت صد نغمه سرائی همه رمزی و ادائی
خون در بدنت برده بنوعی که، دم تیغ آلوده نگردد بگه عضو ربائی
آن لحظه که، طاؤس خرامی کنی آهنگ برپای تو افتند، تدروان هوائی
خود از درو احشای‌ٔ درونت همه ماراست شکت نیست که موسی نبان را تو عصائی
زان روکه، درا لازمهٔ زانوی ناقه است بر زانوی تو کرده صریر تو درائی
ای خامهٔ مشکین رقم! ای حور سیه مست ای شغل تو چون زلف بتان غالیه سائی
داری بسر شیفته سودای نهانی در گوش دلم گوی که، مست چه هوائی
در زیر لبت زمزمه هست همانا در توطیهٔ مدح جهان داور مانی

ایضاً از تخلصات اوست تمهید بهار میکند و میگوید :

بر دم طاؤس گل برپا شود از ملاقات نسیم گلفشان
بسکه آتش فیض نم گیرد ز ابر شعله نشناسی ز شاخ ارغوان
مرغکان افتند مست، از شاخسار همچو برگ از صدمهٔ باد خزان
اندران فرصت ، چو یابند آگهی آب و باد آن رهزنان بوستان
طوق قمری را، برد آب از کنار تاج هدهد را برد باد از میان
این خبر، چون از زبان عندلیب آشنا گردد بگوش باغبان
غنچه سامان، یک جهان چین بر جبین پیچد از غیرت بخود، چون خیزران
وان دود زو حام ، کی را در کشد از قدم تا فرق بر بند گران
پس پی حکم سیاست آورد سوی دارالعدل دارای زمان

بعد تمهید موسم گرما :

زبان سوسن، از تشنگی، فتاده برون چو نوک خنجر فرزانهٔ عدیم مثل

این قدر اشعار طالب آملی کفایه میکند : و خامه را از تحریر اشعار غزل معاف داشتم ، که تذکرهای‌ٔ حاضر، اشعار انتخابی غزل او را، از میان برده اند و کمتر مایه گذاشتند تا بغیر حاضر چه رسد :

گنگی زیاده چون پر طاؤس گشتهٔ آمادهٔ هزار دهن بوس گشتهٔ

خان آرزو این بیت را بنام طالب آملی آورده و بنام میر عبدالغنی تفرشی، که باب العین ـ مجمع النفائس ـ ختم بنام اوست ؛ نیز گرفته . لکن معذور توان داشت که عالم عالم اشعار جمع کرده تا کجا قوت حافظه وفا کند . شیخ محمد علی حزین و واله داغستانی بیت مذکور را بنام میر عبدالغنی تفرشی نوشته اند . این معنی تائید میکند که بیت از میر عبدالغنی است . و همچنین در ـ مجمع النفائس ـ این رباعی بنام عبدالغنی تفرشی و زاهدعلی خان سخا تخلص هر دو گرفته :

عمری ، بره وفا نشستیم ، عبث	دل ، جز تو بدیگری ، نبستیم عبث
درپیش تو، قدر هر مگسی بیش، از ماست	ما این همه استخوان شکستیم عبث

و شیخ محمد علی حزین و واله داغستانی رباعی مذکور بنام میر عبدالغنی آورده اند . میر عبدالغنی طالع عجبی دارد که متاع او مفت بغارت میرود . طرفه اینکه خان آرزو در ـ مجمع النفائس ـ همین یک بیت و یک رباعی از میر آورده ، بیت در قسمت آملی و رباعی در حصهٔ سخا رفت ، و غنی بیچاره فقیر گردید .
(۳۰۰-۳۰۳)

● آتشکده : طالب ، از شعرای آملست و مدتی در هندوستان در خدمت شاه سلیم از معتبرین بوده . صاحب دیوان است و در شاعری طرز خاص ـ که مطلوب شعرای فصیح نیست ـ دارد (۱). بعد از مطالع دیوان او ، این چند بیت انتخاب و ثبت گردید .
(دوازده شعر دارد ص ۱۶۶)

۱ـ صاحب عرفات میگوید : سید طالب آملی ... درر شهوار کلام خجسته نظامش بسیار ، و تازه نغمهای عبارت تمکین ، استعاراتش بامزه و بی اندازه ، پیک فطرتش از خیالات متداوله صهل کرته اندیشان ، لختی قدم کمال برتر مینهد ، و رخش فکرتش از جادهٔ افکار راست تر است (؟) بلند گریان ، نیز گامی چند برتر میدود .

☚

● صحف ابراهیم : طالب آملی ، محمد طالب آملی : از تربیت یافتگان عمدةالفصحا اعتمادالدوله خواجه غیاث‌الدین محمد رازی ولد میرزا محمد شریف، و خاله زاده حکیم رکنای مسیح کاشی است.

بلند فطرتان، بخوش بیانی و رنگین ادائی و بلاغت و عذوبت کلامش، قائل اند . در زمرهٔ قدما خواجو کرمانی را ـــ نخل بند معانی ـــ گویند و در متاخران او را ـــ بلبل آمل ـــ نامند . الحق که ، شاعر لفظ تراش و معنی آفرین و موجد طرز تازه است . جمیع اقسام نظم ، خاصه قصائد بقدرت تمام گفته، و ـــ جهانگیر نامه ـــ مشتملبر پنج هزار (۵۰۰۰) بیت نظم کرده .

بالجمله، در زمان شاه سلیم جهانگیر از آمل ـــ که از توابع مازندران است ـــ رخت سفر بر بسته اوائل ، میرزا غازی وقاری تخلص، حاکم سند پیوسته و زمانی در خدمت آن حاکم والا رتبت گذرانیده . و آخر بدارالخلافة هند رسیده از درگاه جهانگیر شاه ، در سال یک هزار و بیست و هشت

☜ ابو طالب تبریزی در خلاصة الافکار نوشته است : شاعر متین و یکی از فصحهای نزاکت آئین ...... در کلامش، متانت سخن قدما و رنگینی متاخرین، هر دو یافته میشود .
در نشتر عشق است : کیف اشعار آبدارش ، کیف ربای بادهٔ وصل . کلام شگفته اش ، رشک افزای ریاحین . و خاطر همیشه بهارش، نمونهٔ فردوس برین . شاعری ادا بند ، نازک تلاش ، باریک بین ، معنی تراش است .

عبرتی در ریاض الافکار میگوید : کلام شیرینش خیلی شورش افزا و اشعار رنگینش بهر کام و دهان زبان را شیرین فرماست .

از جمله تذکره نویسانی که از طالب یاد کرده اند، تنها مرحوم آذر است، که نسبت بوی حسن اعتقادی ابراز نمیدراد و شعر او را مطلوب شعرای فصیح نمیداند .
(پاورقی از سادات ناصری در آتشکده ۲ : ۸۸۶)
براؤن از ریو نقل کرده گوید : طالب صاحب سبک شعری خاص است که پس از وی ، فصحا از پیروی آن احتراز جسته اند . (دهخدا طالب ۲۳ : ۲۴) غالباً ریو بر گفتهٔ آذر باور کرده است .

هجری (۱۰۲۸ھ) خطاب ـ ملک‌الشعرای ـ یافت ، و لوای شهرت و عزت بر افراخت . شاه سلیم از قدر شناسی ، منصب مهرداری تسلیم میفرمود ، اما طالب قبول نکرده ، بعرض این قطعه استعذار نمود :

ز شاعر، ثنا خوانی آید ز خدمت — که بلبل ، غزلخوان بود ، نه شکاری
چو مهر تو دارم ، چه حاجت بمهرم — مرا مهر داری به از مهر داری

گویند غزل خود را که مطلعش این است :

به تن بویا کند ، گلهای تصویر نهالی را — بیا بیدار سازد ، خفتگان نقش قالی را

بنورجهان بیگم فرستاد . بیگم این را کنایه دانسته بهم بر آشفت و بضبط خانه اش فرمان داد . در خلال این حال ، طالب معروض داشت :

ز شرم آب شدم ، آب را شکستی نیست — بحیرتم که ، مرا روزگار چون بشکست

بیگم گفت : یخ بست و شکست ! الحاصل بتوسط مهابت خان از جریمه اش در گذشت .

کلیاتش پانزده هزار بیت ، ستودهٔ اکثر فصحا و پسندیدهٔ مرزا صائبای مرحوم است . در ـ طبقات شاهجهانی ـ مذکور است که : اواخر خبطی بر دماغش زده بود ، بخاموشی درساخته و ترک بهمه نموده با کسی مختلط نمیشد ، تا آنکه یک سال قبل ارتحال جهانگیر پادشاه ، در سنه یک هزار و سی و شش (۱۰۳۶ھ) بعهد جوانی ، ازین جهان فانی انتقال نمود :

حشرش بعلی ابن ابیطالب باد
۱۰۳۵ھ ؟

تاریخ رحلت اوست .

و همشیرهٔ طالبا ، موسومهٔ ستی‌خانم درعهد شاهجهان مدار المهام محل شاهی بود . و دو دختر طالبا را بفرزندی خود گرفته . یکی را بعاقل خان و

یکی را با برادر زادهٔ حکیم رکنا منعقد ساخت . اما طالبا در مدایح مرزا غازی و جهانگیر پادشاه و اعتماد الدوله وزیر و نورجهان بیگم قصائد دارد .

(خطی ۲۲۰ ب - ۲۲۱ الف)

● نتائج‌الافکار : طالب آملی . عندلیب گلشن خوش تاملی ملا طالب آملی ، که برادر خالائی حکیم رکنا کاشی بوده . بطبع نقاد، گرم ساز هنگامهٔ معانی است ، و فکر وقاد رنگ بخش گلستان سخندانی . بخیالات بلند صدر آرای ایوان سخن ، و بکلام دلپسند برگزیدهٔ ارباب این فن .

در عنفوان شباب بوسعت آباد هند رسید و چندی در اینجا بوده . بخدمت میرزا غازی وقاری ــ که از حضور جهانگیر پادشاه بنظامت صوبه قندهار سرفرازی داشت و بیشتر مراعات و قدر افزائی اهل کمال نظر میگماشت ــ شتافت ، و بالطاف فراوان و نوازشات نمایان اختصاص یافت . و قصیدهٔ طولانی در مدح میرزا نگاشت .

و بعد وفات میرزا غازی، بار ثانی بنزهتکدهٔ هند رسیده، سرمایهٔ جمعیت و کامرانی اندوخت . چندی با عبدالله خان بهادر فیروز جنگ ناظم گجرات بفرط عزت و اعتبار گذرانید . پس ازان ، بوسیلهٔ جمیلهٔ اعتمادالدوله ــ که بپایهٔ وزارت کامران بوده ــ مقتبس انوار حضوری جهانگیر پادشاه گشت ، و بمقتضای لیاقت بایسته کارش بحدی رونق پذیرفت ، که از پیشگاه شاهی بخطاب ــ ملک الشعرائی ــ علم شهرت افراشت .

آخرالامر، در عالم شباب ست و ثلثین و الف (۱۰۳۶هـ) این دار ناپائدار را گذاشت . این چند بیت از طبع بلند اوست :

من و اندیشهٔ بوس و کنار او، محال است این — مگر بینم بخواب ، این آرزو های خیالی را

ای آب رخ از نخل قدت جلوه گری را — پرواز ز بال و پر تو ، حسن پری را

باهمه سوز جگر، لب نکشاید دم نزع
دست قبول عشق، چه غم، گر دلم شکست
باچنین چهره ، که امروز تو آراستهٔ
افروختن و سوختن و جامه دریدن
هر عضو تنت، ساده تر از، عضو دگر بود
آغشته صد هزار کدورت، بزیر چرخ

از من آموخته آتش ، روش مردان را
باشد شکستگی ورق انتخاب را
هر که آئینه، بدست تو دهد، دشمن تست
پروانه ز من، شمع ز من، گل ز من، آموخت
موئی که ، بر اندام تو دیدیم ، کمر بود
مانند درد ، در ته مینا نشسته ایم

(هفت بیت دیگر دارد ۴۳۸-۴۴۰)

● شمع انجمن : طالب ، برادر خاله زاده حکیم رکنا کاشی بود . بلبل آمل، شاعر خوش تخیل، جویای معانی بلند، و غواص بحر لآلی دلپسند است. سخن را بمرحمت والا مینوازد و پایهٔ اورا تا سدرةالمنتهی میرساند . شعلهٔ ادراکش شمع محفل سخن و لمعهٔ خیالش آرائش هر انجمن .

در ریعان شباب و آغاز نامیهٔ جوانی ، از ولایت خود بر آمده ، بنزهتکدهٔ هند خرامیده سری بگلگشت این گل زمین کشید . و چندی نزد میرزا غازی ـــ ناظم قندهار از طرف جهانگیر پادشاه ـــ بسر برد ، و بفراوان نوازش اختصاص یافته . و بعد رحلت او ، کرت ثانی رخت بدیار هند کشید ، و ایامی با عبدالله خان بهادر ناظم گجرات بسر برد . آخر باعتصام ذیل جهانگیری قوی پایه شد . و در سنه (۱۰۲۸هـ) بخطاب ـــ ملک الشعرائی ـــ بلند نامی اندوخت .

تاریخ بدایونی و دیگر کتب معتبره ناطق اند که : اکبر پادشاه از پایهٔ رفیع دین اسلام افتاده بود ، تا بجائیکه ریش تراشید و دین الهی ـــ که آن را دین لاهی توان گفت ـــ نام گذاشت . و بعض رسوم هندوان پسندیده جزو دین خود ساخت . مثل آفتاب پرستی و ریش تراشی . جهانگیر هم بر طریق پدر ریش میتراشید . وقتی طالب را حکم ریش تراشیدن شد ،

طالب قطعهٔ گفته بعرض رسانید و ریش خود را محفوظ داشت . قطعهٔ این است : سفر میکنم . . . الخ

طالب در عین جوانی از زیبا خلعت زندگانی بر آمد و در عین شباب در (۱۰۳۶ھ) آستین قضا ، چراغ حیاتش را خاموش کرد . طالب در وصف قلم ، قصیده گفته و عجیب حق این خادم کامل عیار ، بجا آورده . تمام قصیده در ـ خزانه عامره ـ ایراد کرده ، مطلعش این است :

هان ای نمکین آهوی مشکین خطائی — از نرگس مستانهٔ کنی غالیه سائی

دیوانش وقت تحریر این جریده بدست آمد ، فرصت وفا نکرد که بانتخاب پرداخته شود ، گلی چند از گلستانش حواله دست قلم میشود (۱) :

گر من ، بجای جوهر آئینه ، بودمی — بی رونما ، ترا بتو کی می نمودمی
ای خاک قناعت که چوگل بر سر ماتی — از سر نفشانیم ترا، کافر مائی
ای جنس وفا ! چون تومتاعی، بجهان نیست — عیب تو همین است که در کشور مائی
در طالعت ، ای شمع ! هنر نیست فروغی — گویا تو هم از، سلسلهٔ اختر مائی
جانی مگر ای می ، که بجائیست قرارت — گه بر لب ما ، گه بلب ساغر مائی
باعث راندنم از بزم ، بجز عار نبود — ورنه کس را ، بمن و بودن من ، کار نبود
ای کاش! گوش رغبتم احول شدی، چو چشم — تا هر چه گفتمی ، از تو مکرر شنیدمی
بسوی خویشتن، از لطف گستاخانه کش دستم — که من بسیار محجوبم هم آغوشی نمیدانم(۲)
سبک چنین که ، بگلگون می ، سوار شدم — امید هست که ، رنگ پریده را گیرم

(هشت بیت دیگر دارد ۲۷۲-۲۷۴)

● **شعرالعجم** : مولانا شبلی مرحوم و مغفور آنچه در شعرالعجم نوشته اند، اختصار آن بقرار ذیل است :

۱- این عبارت از سرو آزاد است . رک: صـ ۶۹۷ .

۲- شبلی نعمانی گفته :

من فدائی بت شوخم ، که بهنگام وصال — بمن آموخت خود ، آئین هم آغوشی را

تعلیم

طالب بعمر پانزده شانزده سال تمام علوم را حاصل کرد . و هندسه، منطق هیئت، فلسفه، تصوف و خوشنویسی را بتکمیل رسانید. در قصیده گوید :

پا بر دومین پایهٔ اوج عشراتم
و اینک، عدد فنم از آلاف، ز یاد است

بر هندسه و منطق و هیئت و حکمت
دستی است مرا کش ید بیضا ز عباد است

وین جمله، چو طی شد تمکین علم حقیقت
کاستاد علوم است، برین جمله مزاد است

در سلسلهٔ وصف خط این بس، که ز کلکم
هر نقطه، سویدای دل اهل مراد است

پوشم سلد شعر، چو دانم، که تو دانی
کاین پایه، مرا ثامن این سبع شداد است(۱)

نخستین قصیده

همانوقت حاکم مازندران میر ابوالقاسم بوده (۱۰۱۵-۱۰۱۴ه) ، طالب قصائد در مدح وی سروده است . و مطلعی زیر، از همان قصیده است که، گمان میرود که اولین قصیدهٔ او میباشد :

سحر که، غنچه کشاید گره ز پیشانی
زند دم، از دم عیسی، نسیم بستانی

سحر که، طرهٔ پیچان مشک سای نسیم
بطرف عارض گلبن کشد پریشانی(۲)

مسافرت

مازندران (کاشان و مرو)

از مازندران طالب به کاشان وارد شد، و در آنجا ازدواج کرد، و

۱- در پاورقی آتشکدهٔ (سادات ناصری) هفت شعر ثبت شده و اختلاف قرات نیز دارد. نسخهٔ شعرالعجم مطبوعهٔ لاهور غلط چاپ شده است، باین جهت اشعار را از آتشکده اقتباس کرده ایم .

۲- نگارندهٔ پاورقی آتشکده چاپ سادات ناصری (ص ۸۲۶) نوشته است که : این قصیده در سال (۱۰۱۴-۱۰۱۵ه) سروده است، زیرا که همین دو سال ابوالقاسم در مازندران بود . و دران موقع طالب بعمر نوزده سالگی رسیده بود . و از همین روی سال ولادتش (۹۹۶ه) شمار کنیم .

تربیت شعر در کاشان حاصل کرد. ازینجا به مرو رسید و به ملکش خان حاکم آنجا، توسل پیدا کرد، و قصائد در مدح ایشان سرود. از مرو بهند شتافت و این رباعی گفت:

(طالب) گل این چمن ببستان، بگذار بگذار که میشوی پریشان، بگذار
هندو نبرد تحفهٔ کس، جانب هند بخت سیهٔ خویش، بایران، بگذار(۱)

هند: (لاهور)

صاحب میخانه گفته است که: طالب مستقیماً به قندهار رسید! ولی این اشتباه است، زیرا که طالب احوال سفر خود در یک قصیده نوشته است و ازان پیداست که از مرو بهند رسیده است، و مدتی آینجا بود و از هند بقندهار رفت. در هند، دهلی، لاهور، ملتان، سرهند را دیده است. یک قصیده در توصیف لاهور نوشته است، و میگوید که:

گمانم نیست کاندر، هفت کشور بود شهری به آب و تاب لاهور
میان بکشا و خوش وا کش که در هند فراغت نیست جز در خواب لاهور

در لاهور بر دست شاه ابوالمعالی (۲) بیعت کرده است و راجع بمرشد میگوید:

کنم زان رو مرید آسا شب و روز کرامتها بیان در باب لاهور
که پیر و دستگیر و مرشد من یکی قطب است از اقطاب لاهور

۱- بیزاری از وطن در اشعار زیر نیز ظاهر است:
به غربت بسته ام دل، تا قیامت باز نکشایم وطن بیزارم، اما با کسی این راز نکشایم
راجع بهند گفته است:
مرو بدیدن بلبل، سوئی چمن طالب بیا که، بلبل مست غزل سرا اینجا ست
درآ بهند، ببین رتبهٔ سخا و سخن که منبع سخن و معدن سخا اینجا ست
بهند جوهریانند، قدر فضل شناس رواج گوهر دانش، بمدعا اینجا ست
تو فاضل نظر از قبلهٔ افاضل جوی پناه فضل جهانگیر پادشا اینجا ست
۲- متوفی ۱۰۲۴ﻫ مدفن در لاهور.

خدایا ز نسدهٔ جاوید دارش	به آب خضر، یعنی آب لاهور (۱)

راجع به نگاران لاهور و خوبان دهلی در قصیده، احساسات قلبی خود را بدین طور ظاهر کرده است :

نگاران **لاهور** و خوبان **دهلی**	بدل کرده بودند، پیوند جانم
یکی چهره سودی، بچشمم رکابم	یکی بوسه دادی، بزلف عنانم
فشاندی یکی در بغل، یاسمینم	نهادی یکی، در دهان برگ پانم
غزلان **ملتان** بنیرنگ سازی	که بندند از غمزه، دست و دهانم
من از جمله، چون نکهت گل گریزان	که خود را، ببزم همایون رسانم(۲)

قندهار : (میرزا غازی)

در همان زمان میرزا غازی در قندهار بود و طالب از قدر دانیها و سخن دوستیهای او آشنا شد، و یک قصیده که دران بقندهار رفتن آرزو کرده است، در خدمت ایشان فرستاد و این طور مطلب را بیان کرد :

یکی بلبل بی پر و بال شوقم	که محرومی از طرف گلزار دارم
درین خست آباد، نی روی ماندن	نسامان، یک گام رفتار دارم
ندانم چرا، یارب! اینسان خرابم	چو لطف خداوند معمار دارم
صف آرای تیغ و قلم، **خان غازی**	که لب در ثنایش گهربار دارم
بلند آفتابی، که دور از رکابش	برخ، کوکب اشک سیار دارم
جدا ز آستانش، ز اشک دمادم	سر آستین، رشک گلزار دارم(۳)

از هند بقندهار رسید، و در قصیدهٔ که، در خدمت میرزا تقدیم کرد، از دشواریهای راه و آسیبهای که در راه دیده بود بیان کرده است :

خدای داند و من بنده، کاندرین مدت	چها کشیده ام، از حادثات دورانی
درین سفر که نصیبم مباد، دیگر بار	بگونه گونه، غمم بود صحبت جانی
ثمر اختلاطی، باران برشگال را	ز من مپرس، که این قصه نیست پایانی

۱- این قصیده (۲۳) بیت دارد .
۲- این قصیده (۲۴) بیت دارد .
۳- این قصیده (۲۴) بیت دارد .

ز اگره تا بخیابان گلشن لاهور رفیق بودم با ابرهای بارانی
بعزم ملتان، چون زورقی شدم چو هلال زد از سرشکم، نیلاب کوس عمانی
ز مکث ملتان نزدیک شد بدان، که مرا بدل شود لقب آملی بملتانی
دران مضیق ملالت، چهار مه بودم بسان مهره، بششدر تمام حیرانی(۱)

با میرزا غازی رابطهٔ دلی پیدا کرد، و قصیده‌های بسیار گرم و غرا برایش نوشته است، و از مداحی گذشته دعوای عاشقی کرده است:

تکلف نیست معشوق من است، او نیست ممدوحم ازان، این شعر عشق آمیز، در مدحش سرائیدم

هند بار دوم: (دیانت خان)

بعد از فوت غازی (۲) بار دگر بهند مراجعت کرد، و در آگره رسید با خواجه قاسم دیانت خان (متوفی ۱۰۴۰ه) و بتوسط او با عبدالله خان فیروز جنگ حاکم گجرات ربط پیدا کرد و از آگره بگجرات رسید.

گجرات: (عبدالله خان فیروز جنگ)

وقتیکه دیانت خان به عبدالله خان برایش سفارش کرد، عبدالله خان طالب را نامه نوشت و بگجرات طلبید. طالب ذکر این نامه، با افتخار بسیار در قصیده کرده است:

صبا رفتار پیکی، در طلوع صبح نورانی بگوشم زد صدای زنگ، چون بانگ سلیمانی
ز سیر آهنگی آن نغمه، مست از جای برجستم بهر جانب نگاهی تاختم از روی حیرانی
یکی باد غبار آلوده، بر در جلوه گردیدم عرق، ریزان چو مرواریدش، از اطراف پیشانی
دویدم پیش وگفتم: خیرمقدم! وانگه افشاندم بپایش مشتی از ناسفته گوهرهای مژگانی
گلاب آوردم و پیشانیش از گرد ره شستم دریغا! کاش بودی قدرتم، بر آب حیوانی
بپایش آشنا کردم بسی وز گرد نعلینش نمودم سرمه دان دیده، بر کحل صفاهانی
پس از وی، با هزاران شوق بیتابانه، پرسیدم که: ای جاروب راهت شهپر مرغ سلیمانی

۱- قصیده (۱۱۷) بیت دارد.
۲- سال وفات میرزا غازی (۱۰۲۰ه) نوشته شده است ولی وفات او در سال (۱۰۲۱ه) است.

لبت آبستن رمزی است ، گویا مژدهٔ داری — که، می باروز رویت، همچوگل آثار خندانی
چوبشنیداین‌سخن، بکشودلب، وانگاه‌چون‌طوطی — زبان را چاشنی داد، ازادای شکر افشانی
بگفت: ای عندلیب گلشن معنی! که بر یادت — مدح نوشند، خوش طبعان ایرانی و تورانی
بشارت باد! کاینک، باهزاران مژده آوردم — خط آزادی مرغ دلت، از دام حیرانی
در اثنای تکلم، کاغذین درجی پر از گوهر — بپوسید و بدستم داد، ازروی روش دانی
من‌آن منشور دولت، چون بدست خویشتن دیدم — شدم سر تا قدم، بهر سجود شکر پیشانی
بسوی قبلهٔ گجرات (۱) رو تسلیم ها کردم — به آدابی که بر من کرد گردون آفرین خوانی
پس از تسلیم، بکشودم ز عنوان مهر مشکینش — چو دیدم آفتابی چند در جلباب ظلمانی
شدم شاداب تر، چون مهر عنوان را رقم دیدم — بنام نامی سرچشمهٔ توفیق یزدانی
سحاب فیض (عبدالله خان) آن مظهر احسان — که لی بحری ز دست همتش جان برده نی کانی

(غالباً طالب با عبدالله خان رابطهٔ دلی پیدا نکرد زیرا که عبدالله خان امیر شعر دوست و سخن فهم نبود و مردی تندخو بود، به این جهت) وقتیکه عبدالله خان عزم دربار جهانگیری کرد، طالب نیز استدعا کرد که: در خدمت ایشان بدربار همراه شود :

آسمان قدرا! چوداری در خیال — عزم درگاه شهنشاه زمان
وز، جوان مردان ایرانی سپاه — برگزیده ستی، چهل شیر ژیان
گرچه من، در جرگهٔ شیران نیم — لیک، از اخلاص دارم چشم آن
کز نظر چون بگذرد تفصیل اسم — نام (طالب) نیز، باشد درمیان

لاهور: (شاپور)

غالباً عبدالله خان او را همراه بدربار نبرد و طالب ذریعهٔ شاپور طهرانی را پیدا کرد. و درلاهور به ایشان ملاقات کرد، و در یک غزل ذکر ملاقات با شاپور کرده میگوید :

بحمدالله که! در ملک سخن دستور را دیدم — جهان رشک عطارد شاعر مشهور را دیدم

۱- راجع بگجرات شعر زیر هم دارد :

در حسرت لعل تو، ز هند مژه (طالب) — چندان یمنی ریخت که، گجرات یمن شد

به (خسرو) داشتم روی نیازی در سخن (طالب) ازو در سوختم چون، صنمت (شاپور) را دیدم
چه خوش‌حالم که بعد از مدت یک ساله مهجوری خوش و خوش وقت اورا دیدم و لاهور را دیدم(۱)

آگره : (دیانت خان ــ مفرح ــ اعتمادا دوله ــ مهرداری)

ممکن است که بوسیلهٔ شاپور یا بوساطت دیگری آخر طالب بدربار اعتمادالدوله راه پیدا کرد و اعتمادالدوله او را بدربار شاهی رسانیدند.

ولی از تذکرها و نیز از قرائن ، پیدا است که ، اول دیانت خان او را با همراه خویش بدربار برد. طالب ــ مفرح ــ که مردمان بجای شراب میخوردند ــ و از بنگ و افیون ساخته میشد ــ خورد . مقداری زیاده خورده بود، وقتیکه جهانگیر پادشاه فرمایش شعر کرد طالب نتوانست که چیزی بسراید . دیانت خان خجالت بسیار کشید و این واقعه سبب ناراحتی پادشاه هم شد . وقتیکه طالب بخانه رفت و از نشهٔ سر برآورد ، در معذرت یک قطعهٔ ــ که

۱- آقای گلچین معانی در میخانه نوشته اند که : ملاقات این دو شاعر در لاهور ظاهراً بایستی در سال ۱۰۲۵ھ روی داده باشد . چه آنکه ملا عبدالنبی شاپور را درین سال در لاهور دیده و مینویسد که: همدرین سال روانهٔ ایران گشت. بطوریکه میدانیم ، شاپور دیگر به هند باز نگردید . و اما بنظر نگارنده نبایستی شاپور واسطهٔ ملاقات طالب آملی با اعتماد الدوله شده باشد ، زیرا که باوجود خویشاوندی نزدیک با اعتماد الدوله ، در هیچ جا ندیده ام که شخصاً بملاقات وی رفته باشد . و تا در هند بوده ، در سایهٔ حمایت میرزا جعفر آصف خان بسر میبرده و این خود شایان توجه است که چرا شاپور ، باوجود قرابت با اعتماد الدوله و نورجهان ، اصلاً بدربار جهانگیر بار نیافت و بجای طالب ، او ــ ملک الشعراء ــ نشد .
(میخانه ص ۵۵۰)

غلام علی آزاد ، برای نخستین بار بدربار جهانگیر بسعی دیانت خان میداند و ازین پیدا است که او بسعی دیانت خان بدربار رسید . از خوردن مفرحی زبانش گنگ شد و اصلاً بنطق آشنا نشد . پس ازان طالب بار دگر بسعی اعتمادالدوله بدربار بار یافته است . از نوشته جهانگیر در تزک نیز پیدا است ، جهانگیر نام اعتماد الدوله برده است .
(تزک ص ۲۸۹)

دارای پنجاه و هفت شعر است ـــ سروده در خدمت دیانت خان فرستاد :

چه لطفها که، نمودی و مینمائی نیز | بهر غریب و مسافر، علی الخصوص بمن
نخست آن که، چو در غربتم نظر کردی | به مهر، بردی از خاطرم، هوای وطن
چهارم آن که ، ببزم شهنشهم بردی | چو دل، به پهلوی خود ساختی، مرا مسکن
بپادشاهم ، سرگرم گفتگو کردی | بمهر ، دیدمی خفاش را ، حریف سخن
تو آنچه باید، کردی ، ولیک طالع شوم | بدستیاری گردون، نفاق زد بامن
به بست نطق مرا بخت بد، وزان بستن | کشود بر من، هم دوست طعنه هم دشمن
کرا گمان که، چو من ، استعاره پردازی | بصد زبان فصاحت بیان، شود الکن
کرا گمان که، فتد رشتهٔ کلام مرا | چو تار زلف عروسان، شکن بروی شکن
ازین قیاس نما! غورکن! که قدرت کیست! | بیک دو لحظه، چنین قطعهٔ ادا کردن
دو چیز، مهر زبان سخنوری گردید | مرا ببزم شهنشاه خوش عیار سخن
یکی زبونی طالع، که دائم از اثرش | بهر دیار ، قریبم به گونه گونه محن
دگر زیادتی نشهٔ، که نامش را | نمیتوانم از شرم، بر لب آوردن
ادا صریح کنم، تا گمان مبی نبری | چراکه ، شسته ام از وی ، بهفت آب دهن
مفرحی زده بودم به قصد ، گفتن شعر | عروج نشهٔ آن ، کرد هر چه کرد بمن
به بزم بادشهم ، زان زبان نمیگردید | که گشته بود مرا ، خشک از زبان و دهن
سخن شناسا ! پیش تو، چون برآرم سر | کز انفعال ، سرم غوطه خورد در گردن
نه کرده جرم ، مرا عفو کن ، به لطف عمیم | که خوش نما است ، خطای نکرده بخشیدن
من ارچه بیگنهم ، بخت من گنهگار است | گناه بخت مرا ، لطف کن ، ببخش بمن

اعتمادالدوله(۱) طالب را بمنصب مهرداری فائز کرد ، ولی طالب این منصب را ـــ طوریکه باید ـــ انجام نمیداد ، آخر استعفا داد و در معذرت قصیدهٔ سرود . این چند شعر ازآنست :

دو زهرست در ساغرم ، هر دو قاتل | دو زخم است بر سینه ام ، هر دو کاری
یکی آنکه ، بپی خواهش نفس و کوشش | برویم شگفت این گل شرمساری
دگر آن که ، شد رنجه یاری ، که بامن | ز روی مو بمویش دم از دوستداری

۱ـ راجع به اعتمادالدوله گفته است :

خاک پای ، اعتماد الدوله‌ام، کز روی قدر | برگ‌سبز آسمان ، ازباغ‌دولت‌خیز،اوست

نیم ز اهل دیوان ، بدفتر چه کارم
مرا شاعری زیبد و می گساری
بمن ، خدمت مدح فرمودن ، اولی
که بس عاشقم ، بر جواهر نثاری
نه چسپید ، بر اهل سخن ، شغل دنیا
چو بر پیر میخانه پرهیزگاری
ز شاعر ، ثنا سنجی آید ، نه خدمت
که بلبل ، نوا خوان بود ، نه شکاری
خصوصاً ، من شاعری ، کز تجرد
بروحانیان زیبدم ، هم قطاری
مشت بنده داغدار قدیمم
بخادم کنون مهر خود میسپاری
چو مهر تو دارم ، چه حاجت بمهرم
مرا مهر داری ، به از مهر داری
حق این است ، اما ! ز جرمی که رفته
همه انفعالم ، همه شرمساری
همین خجلتم ، دور دارد ز خدمت
چو ابلیس ، بجرم ز درگاه باری
وگرنه ، همان (طالب) حق شناسم
ز سر تا قدم ، شوق خدمتگذاری

دربار و ملک‌الشعرای

اعتمادالدوله طالب را بدربار رسانید ، و بحکم شاهی در زمرهٔ شعرای دربار منسلک گزدید . و در سال (۱۰۲۸هـ) بمرتبهٔ ـ ملک الشعرای ـ هم مفتخر شد .

طالب در دربار ـ تا زنده بود ـ با آبرومندی بسر میکرد ، یک بار جهانگیر پادشاه ازو رنجیده شد و بعد از چند روز ، طالب باز افتخار حضوری را یافت . طالب در یک قصیده اشاره به این واقعه کرده است :

به نسبت گهرم داده بودی از کف خویش
ترا ز جود ، زیانی چنین هزار افتاد
چو رد شدم ز کفت ، چرخم از هوا بربود
بگرمی که ، زبانم بزینهار افتاد
یکی مقابل خورشید داشت آئینه ام
برید کز عرقش موج بر عذار افتاد
چو پیش مشعل مه ، برد شب چراغ مرا
بچهره گونهٔ کاهش شمع وار افتاد
ازین نشاط ، مگر دست آسمان لرزید
که باز در کف خاقان کامگار افتاد
کنون برشتهٔ مهرش بدار ، کز تقدیر
دوباره ، درکفت این در شاهوار افتاد

وفات

طالب درسال(۱۰۳۶هـ) در عین ایام شباب این جهان را پدرود گفت .

اعزه و اولاد

طالب یک همشیره بنام ستی‌النسا خانم داشت، که او را بسیار دوست میداشت، و بجای مادر میپنداشت. ستی‌النسا برای دیدن وی از ایران بهند وارد شد. طالب در خدمت شاهی در سفر بود و ستی‌النسا خانم در آگره انتظار میکشید. طالب این قطعهٔ سرود:

صاحبا! ذره پرورا! عرضی — بزبان سخنور است مرا
پیر همشیره ایست غمخوارم — که باو، مهر و مادر است مرا
چارده سال، بلکه بیش گرفت — کز نظر دور منظر است مرا
دور گشتم ز خدمتش، بعراق — وین گنه، جرم منکر است مرا
او نیاورد تاب دوری من — که به مادر برابر است مرا
آمد اینک، به اکره، و ز شوقش — دل طپان، چون کبوتر است مرا
میکشد دل بسوی او آهنگ — چه کنم شوق رهبر است مرا
گر شود رخصت زیارت او — به جهانی برابر است مرا

ستی‌النسا خانم در ازواج نصیرای کاشی بود و بعد از وفات وی، ستی‌النسا خانم در خدمت ممتاز محل بیگم میبود. زن قابل، خوش تقریر، و سلیقه مند بود، و در طب نیز مهارت کامل میداشت. ممتاز محل اورا بمنصب مهرداری فائز کرد. و شاهدخت جهان آرا (متوفی۱۰۹۲ه) را نیز درس میداد، و تربیت میکرد. بعد از وفات ممتاز محل (متوفی۱۰۴۱ه) شاهجهان ستی‌النسا خانم را مدارالمهام و صدر کل امور حرم شاهی کرد.

طالب دو دختر داشت که آنها را ستی‌النسا خانم پرورش کرد و یکی را در عقد عاقل خان داد و دیگری را با ضیاء الدین ازدواج کرد.

(۳: ۱۲۸-۱۶۹)

● **مآثرالامرا** : دربارۀ عاقل خان و ستی‌النسا خانم ، صاحب مآثرالامرا شرح احوال اینطور دارد :

عاقل خان

عاقل خان عنایت الله: برادر زاده و متبنای افضل خان ملا شکرالله است . نام پدرش عبدالحق ، که در عهد فردوس آشیانی بمنصب هزاری دو یست سوار رسیده ، و به امانت خانی ممتاز گردیده . خط نسخ بسیارخوب مینوشت . سال پانزدهم در جائزۀ کتابه ـــ که در گنبد ممتازالزمانی نگاشته ـــ بعطای فیل سرافرازی یافت . سال شانزدهم رخت از دنیا بربست .

خان مذکور سال دوازدهم (۱۲) بتفویض خدمت عرض مکرر مباهات اندوخت پستر بخطاب عاقل خان و تقرر دیوانی بیوتات از تغیر ملتفت خان نامور گشت . سال پانزدهم (۱۵) از اصل و اضافه، بمنصب دو هزاری پانصد سوار و خدمت میر سامانی سر بلند شده پایه عزت برتر نهاد . سال هفدهم (۱۷) چون موسوی خان بملک فنا شتافت، خدمت عرض و قائع صوبجات و رساله انعام ـــ که باو متعلق بود ـــ نیز بنامبرده مفوض شد . سال هیژدهم (۱۸) باضافه دویست سوار رایت افتخار بر افراخت و عرض وقایع صوبجات از از تغیر او، بملا علماءالملک مقرر گردید . سال نوزدهم (۱۹) از اصل و اضافه بمنصب دو هزار و پانصدی ، هشتصد سوار قامت قابلیت آراست . و پسترچون خانسامانی از عزل او ، بملا علاءالملک تونی (۱) مقرر شد ، او باضافه

۱- رک : مآثرالامرا ۳ : ۵۲۲ در سال هفتم شاهجهانی از ایران بهند آمد . متوفی ۲۷ ذیقعده (۱۰۷۳هـ) در لاهور در باغی ـــ که جهت مدفن خود ساخته بود ـــ دفن شد .

دویست سوار و خدمت بخشیگری دوم و عرض وقایع صوبجات ، فرق عزت بر افراخت. سال بیستم(۲۰) با جمعی برای رسانیدن مبلغ بیست و پنج لک روپیه بغور، نزد شاه بیگ تهانه دار آنجا ، دستوری پذیرفت . در همان سال از اصل و اضافه بمنصب سه هزاری هزار سوار و مرحمت علم لوای کامرانی بر افراخت. و آخر سال بیست و دوم (۲۲) مطابق هزار و پنجاه و نه (۱۰۵۹ﻫ) در ایامی ــ که بلدهٔ کابل مطرح الویه ظفر نواز بود ــ بمرگ مفاجات بساط زندگی در نور دید .

از نظم و سیاق بهره ور بود . صبیهٔ پرورش کردهٔ ستی خانم ــ که راتق و فاتق مهمات مشکوی اعلی حضرت بود ــ در حبالهٔ نکاح داشت .

ستی‌النسا خانم

خانم مذکور، از اولاد اهالی مازندران است . و خواهر طالب آملی ، ــ که در عهد جنت مکانی بخطاب ملک‌الشعرای سرفرازی یافته ــ . پس از فوت شوهر خود نصیرا ــ برادر حکیم رکنای کاشی ــ بامداد طالع ، بخدمتگاری ممتازالزمانی امتیاز اندوخت .

ازانجا ــ که بشیوا زبانی و ادب شناسی متحلی بود و از مراسم خانه داری و علم طب باخبر ــ از سائر خدمتگاران قدیم گذرانیده بپایهٔ مهرداری رسید . و چون از علم قرائت و سواد فارسی نامها آگهی داشت بتعلیم بیگم صاحب (جهان آرا بیگم) مقرر شده سر باوج کیوان رسانید :

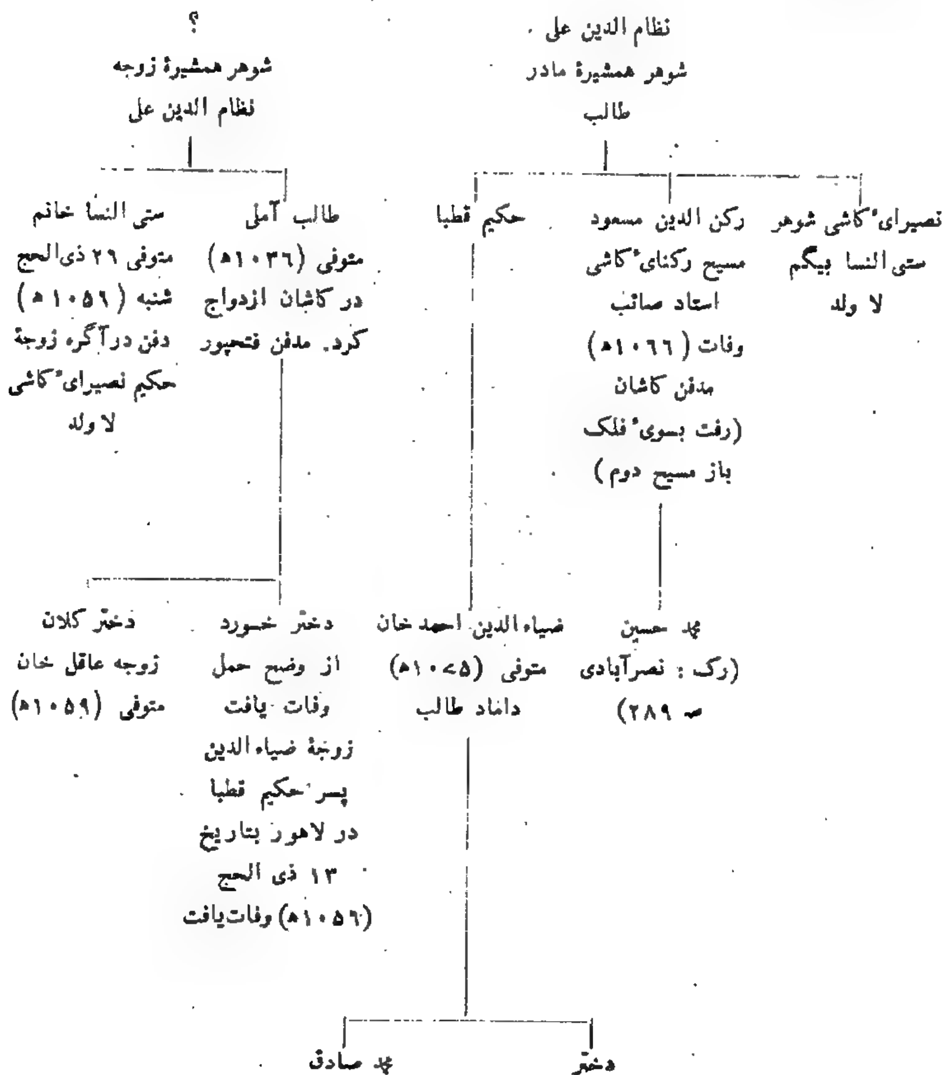
پس از فوت ممتاز الزمانی ، پادشاه از راه قدردانی صدارت محل باو تفویض فرمود . ازان رو که فرزندی نداشت ، پس از فوت طالبا دو دختر او را، بفرزندی بر گرفته بود . کلان را بعقد ازدواج عاقل خان و خرد را بقید

ازدواج ضیاءالدین مخاطب برحمت خان پسر حکیم قطبا ــ برادر حکیم رکنا ــ در آورده بود .

سال ــ بیستم در ایامی که بلده لاهور مقر سلطنت بود ــ کوچک ، که باوی خانم را آنس بسیار بود ، بعارضهٔ وضع حمل فوت کرد . خانم چند روز بسوگواری او بخانه خود رفته نشست . پس ازان پادشاه او را دز مکانی ــ که میان محل پادشاهی داشت ــ از خانه طلب داشته ، خود بتسلی او متوجه شده دران مکان تشریف فرمود و بدولت خانه همراه آورد . او بعد فراغ کارهای حضور، بمنزل معهود رفته ، واصل بحق گردید . پادشاه ده هزار روپیه برای تجهیز و تکفین او ، از سرکار داده حکم نمود که : جای بامانت بسپارند ! پس از یک سال و کسری باکبرآباد برده در مقبره ــ که غربی روضهٔ علیا (تاج محل) متصل بچوک جلوخانه ، بمبلغ سی هزار روپیه ، از سرکار پادشاهی ترتیب یافته ــ مدفون گردید . و دیهی ، که حاصلش سی هزار روپیه است ، جهت اخراجات آنجا مرحمت شد .

(۲ : ۶۹۰ - ۶۹۲)

● **طالب و خانوادهٔ نصیرای کاشی :** سلسلهٔ خویشاوندی طالب ، با خاندان رکنای و نصیرای کاشی بقرار زیر است :



● **وفات و مقام وفات** : در سال وفات طالب اختلاف است :

۱- باغ معانی و مرآة العالم و ایتهی (۱) (۱۰۳۵ه)
۲- تذکرة الشعرا (۲) (بانکیپور مؤلف نامعلوم) و طبقات شاهجهانی (۳) (۱۰۴۰ه)
۳- دیگر منابع (۱۰۳۶ه)

اصح قول آخرین است . یعنی طالب یک سال پیش از وفات جهانگیر پادشاه در سال (۱۰۳۶ه) جهان را پدرود گفت .

یک قطعهٔ تاریخ منسوب بملا صبوری مشهدی (۴) در آخر دیوان طالب آملی مکتوبهٔ (۱۰۴۲ه) نسخهٔ شخصی شیخ دین محمد (لاهور) بدین قرار ثبت است :

از چرخ بگو: ز رفتن طالب ، داد — کامروز ، ادای نظم از پا افتاد
تاریخ وفاتش از خرد جستم ، گفت : — حشرش بعلی ابن ابی طالب باد (۵)

۱۰۳۵ه

و همین تاریخ در مفتاح التواریخ اینطور ثبت است :

داد ای فلک! از مردن طالبا ! هان داد — امروز بنای نظم از پا افتاد
تاریخ وفاتش ز خرد جستم ، گفت : — حشرش بعلی ابن ابی طالب باد (۶)

۱۰۳۵ه

۱- تاریخ ادبیات از ایتهی (ترجمه رضا زاده شفق ص ۱۹۵)
۲- نسخهٔ رامپور شماره ۲۳۹۱ (مقاله دکتر عابدی در اسلامک کلچر)
۳- ریو: ۲ : ۶۷۹
۴- در مفتاح التواریخ بنام شیدا ست .
۵- رک : طالب آملی تالیف سرهنگ عبدالرشید
۶- رک : مفتاح التواریخ ۲۳۱ و آتشکده چاپ آقای سادات ناصری ۸۸۲ ، نیز رک : ریو ، ۲ : ۶۷۹ فقط شعر تاریخ بحواله مرآة العالم (ورق ۳۲۱) ثبت کرده است .
در پا ورقی کلمات الشعرا (ص چاپ لاهور) — سرش بعلی ابن ابی طالب باد — نوشته شده است ، که غلط است و عدد (۷۷۷) برمیآید .

از همین تاریخ سال (۱۰۳۵ﻫ) برمیآید که غلط است . ولی کمی یک عدد در تاریخ گوئی جائز داشته اند . اگر بجای ــ بعلی ــ باعلی ــ بخوانیم سال (۱۰۳۶ﻫ) بر میآید .

حکیم رکنای کاشی که برادر خاله زاد طالب بوده ، در رثای او گفته است :

فرزند عزیز طالب و خویشم رفت زین واقعها ، چه با دل ریشم رفت
من بودم و آن عزیز ، در عالم خاک خاکم بر سر که ، آن هم از پیشم رفت (۱)

ولادت

در پاورق آتشکده ، سال ولادت طالب آملی (۹۹۶ﻫ) قرار داده شده است و نگارندهٔ پاورقی ، مینویسد که . . . . ورودش بکاشان در حدود سال (۱۰۱۳ﻫ) صورت گرفته باشد و . . . . بیشتر محتمل است که ، در هفده هیجده سالگی بدین سفر پرداخته باشد . باحتمال قوی سال ولادتش هم در حدود سنهٔ (۹۹۶ﻫ) میباشد (۲)

۱ــ فهرست بانیکپور ، ۳ : ۴۸

۲ــ رک : آتشکده ۲ : ۸۲۶ بحث مفصل دارد .

نگارندهٔ پاورقی آتشکده ، این دو رباعی طالب ، راجع بعمرش ثبت کرده ، نوشته است که : بوقت مرگ عمرش بحدود چهل سال بود .

در چهل گذشت ، سال عمرم ، از بیست باید همه دید گشت و بر من بگریست
آن تخم نکشتم که پس از مرگ ، توان بر تربت من نوشت ، کین مشهد کیست

این رباعی سروده است وقتیکه طالب ایران را ترک گفته و بگردش در شهرهای مختلف هند پرداخته است . و رباعی زیر را موقعی سروده که بخدمت جهانگیر درآمد ولی هنوز بملک الشعرای نرسیده بود :

از بیست چو ده گذشت ، سی ساله شدم روشن قمر حیات را هاله شدم
بینور ، چو داغ جگر لاله شدم بیذوق ، چو آواز رسن ناله شدم
(ص ۸۲۶)

گویا این رباعی در سالهای ۱۰۲۶-۱۰۲۷ﻫ سروده است .

مقام وفات

راجع بمقام وفات طالب ، یعنی بکدام جا طالب وفات یافت، هیچ جا صراحت ندیده شد : در تاریخ ادبیات ایتهی است که : طالب بحکم آنچه از بهترین مآخذ برمیآید به سال (۱۰۳۵ه) در (فاذپور ؟) وفات یافت (۲). شاد روان تربیت ، که ماخذش معلوم نیست ، مینویسد : طالب در هزار و سی و پنج (۱۰۳۵ه) در کشمیر در گذشت (۱)

فاذپور یا فتح پور

نگارنده عقیده دارد که ، طالب که چند سال پیشتر عارضهٔ جنون پیدا کرده بود، و از همه علائق کناره کش شده، در فتح پور زندگانی میکرد، وفاتش در فتح پور شده باشد . فاذ پور در اصل از ایتهی یا از مترجم یا در چاپ بجای فتح پور غلط درج شده است :

● **آثار طالب** : تذکره نویسان تعداد ابیات اشعار طالب را باختلاف ذکر کرده اند ، مثلاً :

تعداد شعر

۱-	ابو طالب در خلاصة الافکار	بیت	۹۰۰۰
۲-	طاهر نصر آبادی	،،	۱۲۰۰۰
۳-	خان آرزو و قدرت الله	متجاوز از	۱۵۰۰۰
۴-	تقی اوحدی که او را در سال ۱۰۲۵ه دیده بود		۱۴۰۰۰

۱- ترجمه رضا زاده شفق . ص ۱۹۵

۲- ریحانة الادب ۳ : ٦

۱) دیوان :

نسخ خطی که در ایران یافته میشود، آنها نیز با یکدیگر تفاوت دارند :

۱ـ نسخهٔ کتابخانه مجلس شورای ملی : (شماره ۱۰۱۹) چندین جا افتادگی دارد ولی باین، غزلهایش از سایر نسخه بیشتر است (۱) .

۲ـ نسخهٔ کتابخانه ملی ملک : (شماره ۵۲۹۱) از لحاظ تعداد قصائد از سایر نسخ کاملتر میباشد .

۳ـ نسخهٔ کتابخانه ملی ملک : (شماره ۵۵۵۳) قطعاتی آمده، که در سایر نسخ دیده نیامد .

تعداد ابیات دیوان طالب بنا بر نسخ موجود در تهران بقرار ذیل است:

غزل	تعداد ۱۱۵۳	شمارهٔ ابیات ۱۳۱۲۵
قصیده	،، ۳۸	،، ۲۵۹۵
قطعه	،، ۴۶	،، ۱۵۷
ترکیب بند	،، ۷	،، ۶۰۰
دو بیتی	،، ۱۵۲	،، ۱۵۰۹
مثنوی	،، ۳	،، ۴۷۶
		۱۸۹۶۲

۴ـ نسخهٔ سپه سالار : (شماره ۱۳۷) شامل غزلیات و مقطعات و یک مثنوی و رباعیات میباشد. و در حدود (۳۵۰۰) بیت میباشد و بخط نستعلیق خوب نوشته شده (۱) .

۱ـ فهرست نگار یوسف شیرازی نوشته است که این نسخه بزرگترین نسخهٔ از دیوان طالب است و شامل ۱۷۰۰۰ بیت از قصیده و قطعه و غزل و رباعی و مثنوی است .

۱ـ رک : فهرست سپه سالار ۲: ۶۲۸ نسخ دیگر در تهران :
۱) شورای ملی ـ شمارهٔ ۱۰۱۸
۲) ملی ملک ـ شمارهٔ ۵۳۹۳-۵۲۹۱-۵۵۲۳. (آتشکده سادات ناصری ص ۹۰۳)

نسخ قدیم در جاهای غیر از ایران

نسخ خطی از دیوان طالب کتابخانهای سراسر جهان موجود دارند، ولی نسخ از حیث قدامت استنساخ، که ما اطلاع داریم، به قرار ذیل دیده میشود .

۵ـ نسخهٔ شخصی شیخ دین محمد (لاهور) (مورخه ۱۰۴۲ھ) (۱)

۶ـ نسخهٔ موزهٔ برطانیه شماره Add, 5630 (مورخه ۱۰۴۴ھ) (۲)

۷ـ نسخه شخصی صوفی تبسم لاهوری (مورخه ۱۰۵۸ھ) (۳)

۱ـ رک : طالب آملی سرهنگ خواجه عبدالرشید .

۲ـ رک : ریو ۲ :

۳ـ رک : طالب آملی سرهنگ خواجه عبدالرشید .

سرهنگ عبدالرشید تعداد نسخ در کتابخانهای مختلف به اینقرار شمار کرده اند :

بودلیون : شماره ۱۰۹۰ تا ۱۰۹۲	عدد	۳
ایتهی : شماره ۱۰۲۴ تا ۱۰۲۹	"	۶
بانکیپور : شماره ۲۹۲ تا ۲۹۶	"	۵
ایوانوف : شماره ۷۲۶ تا ۷۲۷	"	۲
بوهار : شماره ۳۸۴ تا ۳۸۶	"	۳
آصفیه : شماره ۳۹۵	"	۱
حیدرآباد دفتر دیوانی :	"	۱
سالار جنگ :	"	۱
عمر یافعی مرحوم حیدرآباد :	"	۱
علیگره :	"	۱
رامپور :	"	۵
حبیب گنج :	"	۳
محمود آباد لکهنو :	"	۲
پشاور موزهٔ ملی :	"	۲
نسخهٔ شخصی آقای محمد حنیف صدیقی حیدرآباد :	"	۱
		۳۶

بهار نوشته است نسخ دیوان کتابخانه زیر نیز دارند :

تعداد اشعار بنا بر نسخ هندی

قصائد (۱)	تعداد	۲۰۵	بیت	۵٦۷۴
غزل	،،	۱۵٦۳	،،	۱۴۱۲۱
جهانگیر نامه (مثنوی)			،، قریباً	۳۴٦۵
دیگر مثنویها	،،	۱۵	،،	۱٦۴۸
رباعیات	،،	۹۵۲	،،	۹۵۲
قطعات	،،	۴۱	،،	۷۷۳
ترکیب بند (۲)			،،	۵۸۹
				۲٦۹۲۲

۲) مثنوی جهانگیر نامه :

میخانه از همین مثنوی اشعار دارد. و یک نسخهٔ ازین مثنوی در رامپور بشماره ۴۲۴۹ دارای ۳۴۷۷ بیت است. صحف ابراهیم گفته که : این مثنوی پنج هزار بیت دارد.

ابتدا :

بنام فروزندهٔ مهر و ماه فرازندهٔ رایت صبحگاه

☞ اوده کیتلوگ : ص ۵۷۵
میونخ : ص ۳۸
کنگس کالج آکسفورد : شماره ۱۷۲
د ، جونگ ـ کیتلوگ : ص ۲۲۴

۱ـ یک دیوان مشتمل بر قصائد در بانکیپور هست. طالب قصائد در مدح نبی کریم صه ، حضرت علی رض ، جهانگیر (متوفی۱۰۳۷ه) ، شاه عباس کبیر (متوفی۱۰۳۸ه) میرزا غازی (متوفی ۱۰۲۱ه) ، اعتمادالدوله (متوفی ۱۰۳۱ه) ، عبدالله خان فیروزجنگ (متوفی ۱۰۵۴ه) ، میرزا چین قلیچ خان (متوفی ۱۰۲۲ه) ، نورجهان (متوفی ۱۰۵۵ه) و دیانت خان (متوفی ۱۰۲۰ه) سروده است.

۲ـ ترکیب بند در وصف حضرت امام رضا ، میرزا ابوالقاسم (حاکم مازندران) ، ملکش خان و میرزا غازی سروده است. (مقاله دکتر عابدی اسلامک کلچر اپریل ۱۹٦۷ع)

۳) مثنوی قضا و قدر :

طالب باین عنوان یک مثنوی سروده است که شعر اول آنست :

شنیدم روزی از طرز آشنای عروسی نکته را برقع کشای (۱)

شاد روان دهخدا فرموده اندکه: این شاعر مثنویست، ببحر ــ خسرو و شیرین ــ نامش ــ قضا و قدر ــ وبسبک مثنوی ــ پیر و جوان ــ میرزا نصیر : : : (۲)

● طالب و کشمیر : ما نمیدانیم که طالب بکشمیر چند بار مسافرت کرده است ، تنها نیز رفته است یا با جهانگیر پادشاه در سال (۱۰۲۹ھ) رفت . دیوان طالب درد ست نداریم تا پیدا کنیم که راجع به کشمیر چه و چقدر گفته است ، ما دو غزل داریم که دران راجع بـه کشمیر احساسات خویش را بیان کرده است :

بیا که مجمع خوبان دلربا اینجاست کرشمها همه اینجا ، و نازها اینجاست
قدم ز نقطهٔ کشمیر ، بر نمی گیریم مقیم مرکز عیشیم ، و جای ما اینجاست
مده بغارت بیگانه ، کشور دل خویش که ترک تاز ، نگه های آشنا اینجاست
کجا بهشت ، کجا بزم بادهٔ زاهد ! تو ، دل بجای دگر بستهٔ ، و جا اینجاست
جوان شو ، از نفسم ! همنشین ، مرو بچمن اگر بکسب هوا میروی ، هوا اینجاست

۱- مثنویهای طولانی دیگر نیز دارد یکی در توصیف ملکش خان که ازین بیت شروع میشود .

سرم را بساز شوری در کمین است کی بی سوز دل آهم آتشین است

دیگری نیز در توصیف خان مذکور دارد :

شجاع الملک ملکش خان ، که دوران بر او نازش کند ، چون جسم بر جان

سوم در حمد باری تعالی :

الهی ذرهٔ آگاهیم بخش رهی بنمای در گمراهیم بخش

علاوه ازین مثنویها دیگر نیز دارد .

(مقاله دکتور عابدی اسلامک کلچر اپریل ۱۹۶۷ع)

۲- لغت نامه دهخدا زیر طالب (۲۳ : ۴۴)

باولین قدم ، از اهل راز ماندی باز
کرا خیال که همراهیٔ تو ، تا اینجاست
بکنج گلخن خویشم ، هوایٔ گلشن نیست
کجا روم که ، مرا باغ دلکشا اینجاست(۲)

ابیات زیر سروده است وقتیکه با جهانگیر پادشاه در کشمیر بود :

فیض پیاله بخشد، آب و هوایء کشمیر
از خشت خم نهادند ، گویا ، بنایء کشمیر
چون خاک عشق بازان ، هر لحظه در مشامم
بوئی محبت آید ، از کوچه‌هایٔ کشمیر
کشمیر می ستانم، از حق، بجائی جنت
اما نمی ستانم جنت بجایٔ کشمیر
شاهنشه جهانگیر، چید از بهار او، گل
خوش مستجاب گردید ، آخر دعایٔ کشمیر
گردی ز نور بنمود ، همرنگ نور ، گفتم :
کین سرمهٔ بهشت است یا توتیایٔ کشمیر
جنت کجا تواند ، با او ، برابری کرد
چون لطف پادشه گشت رونق فزایء کشمیر
وصف بهشت جاوید، از عاشقان او پرس
مارا زبان نگردد، جز در ثنایء کشمیر
هر کس، پی تماشا کردند خوش فضائی
رضوان فضایٔ جنت، (طالب) فضایٔ کشمیر

این دو بیت نیز دارد :

عرصهٔ کشمیر را دیدیم و میبینیم باز
گر امان یابیم (طالب) عرصهٔ اجمیرهم
(طالب) چرا به عجله نه پیچد عنان چرخ
کاندر رکاب شاه جهانگیر میرود

۳- غزل زیر در همین زمین از بقای شاعر است که در مدح خان خانان سروده است :

غزل مولانا بقای

کجا رویم بجای دگر ، که جا اینجاست
خلاف نیست ، تو اینجائی و خدا اینجاست
بگو بغنچه که بر خود مبند تهمت بوی
مباد ، گوش کسی بشنود، صبا اینجاست
چه حالت است که هرکس که درد دل جوید
پی آورد بدل من که نقش پا اینجاست
گذشت مست و ندانست کز تجلی می
چو بر فروزد و آتش شود گیا اینجاست
بجز شکایت بلبل غم که گوش کنم
که حرف عشق بگوش من آشنا اینجاست
بجلوگاه بتان چون رسی، گران کن پای
که روی در عقب و دیده در قفا اینجاست
چنین که از پی درمان بهرزه میگردی
بدرد خویش اگر وا رسی دوا اینجاست
تو گر ز اهل سلامت شدی درین سر کوی
برو برو که، من اینجایم و بلا اینجاست
به نیم گردش چشمی، قرار من بربود
کشش بیا و ببین کاه و کهربا اینجاست
بشیخ خانقه از ما که زائران دلیم
دعا رسان و بگو قبلهٔ دعا اینجاست
ترا که منزلت قرب خانخانان نیست
هوس کشد که (بقای) شوی خطا اینجاست

۱۳۷ـ طالع ، پندت ویدهه لعل در ، سرینگر

● بهار گلشن کشمیر : احوالش در دست نیست . در ـــ بهار گلشن کشمیر ـــ غزل زیر ثبت است :

خاک بر گشتیم و از کوی بست منزل ما | ماند افسوس بسی ، درد و هوس در دل ما
همچو پروانه ، به شمع رخ جانان ، سوزم | جلوهٔ حسن رخ یار ، بود قاتل ما
بسکه سرگرم فنائیم پس از مردن هم | عوض سبزه دمد شعلهٔ آه ، از گل ما
خیزد آواز اناالحق چه خوش از سینهٔ من | جلوه گاه شجر طور بود محفل ما
ساغر عشق بتان ، گیر تو (طالع) شب و روز | که جز از عشق ، نباشد بجهان ، حاصل ما

(۲ : ۹۷۱)

۱۳۸ـ طاهرای ، کشمیری

● تذکرهٔ نصرآبادی : خالی از لطف و شوخی نبوده ، در هندوستان بخدمت دانشمند خان میبود . مثنوی در مدح پادشاه (۱) گفته . این بیت ازانجاست :

بهتر بحری که سیل هیبتش تاخت | در از دهشت حباب آسا برون تاخت
کسی که ، ساخت بقسمت ، نمیکشد آزار | که در گلوی هما استخوان نمیماند

(۴۴۸)

۱۳۹ـ طاهر ، میر طاهر علوی

● همیشه بهار : طاهر ، استاد طور خود بوده ، و نیز در همه سخنوران ، شاعری او مسلم الثبوت است . در عهد عالمگیری از ولایت بکشمیر رسید و سهانجا پیمانهٔ عمرش لبریز گردید . من اشعاره :

قصیده که در اول دیوان دارد دو سه بیت ازان می نگارد :

از حد دو دیده مطلع دیوان حیرتم | بسمل تر از نگاه پریشان حیرتم
طراح باغ جلوه تمنای کیستم | صد نگه طناب خیابان حیرتم

۱ـ بمدح شاهجهان گفته باشد

گاهی باین طرز هم میفرمودند :

در کمان ابروش، شد نیم‌کش، تیر نگاه کند دیگر در نظر دارد نگه دزدیدنش
از شکست رنگها سیر بهار زعفران میکند پیداست هردم زیر لب خندیدنش

(خطی)

۱۴۰- طبخی کشمیری

● صحف ابراهیم : طبخی کشمیری ، هزال بیهمال بود . اوائل در فردین بحرفت طباخی اشتغال داشت، در آخر ترک نموده داخل فرقهٔ سخنوران شد . هرچند عامیست اما کلامش مربوط است . معاصر فروعی قزوینی و تقی اوحدی بود . (۱۲۷ الف)

۱۴۱- طغرای ، ملا طغرای تبریزی ، مشهدی

● نصرآبادی : شخصی میگفت که : مشهدی است ! در هند میباشد . در نظم و نثر کمال قدرت دارد . چنانچه ــ منشآت ــ (۱) او بنظر فقیر رسید ، طورش غرابتی دارد درکمال پاک . و کلامش مرغوب و خیالاتش محبوب . باوجود آرام ــ وحشت ــ تخلص دارد . مدتی در هند باعتبار، قرابت میر محمد سعید میرجمله، بود . بنا بر حب وطن مراجعت نموده ببلای کد خدای مبتلا شده . بعد از مدتی طالعش مدد نموده زوجه اش فوت شده . باز بی علاج یک سال قبل از حالت تحریر ، بهند رفت . امید که سلامت مراجعت نماید . این اشعار از منشآت اوست :

فضای لا مکانی ، بارگاهش هجوم بی نیازیها ، سپاهش

۱- بنام ــ رسائل طغرا ــ که دارای هفده رسائل است معه رقعات و منشئات دوبار در مطبع نولکشور کانپور (۱۸۷۱-۱۹۰۳ع) و یک بار درلکهنو (۱۸۸۵ع) چاپ شده است . و مدتی شامل درس بوده است .

ندارد ایزد، از یک رنگیء عار بسود الله را، تشدید درکار
نگردد بی حیاتش، آب راهی دمی بی خار خارش نیست ماهی

تعریف باغ

سواری کنز ره گلزارش آید سمندش در نظر گلگون نماید
پی ضبط اصول صوت بلبل زند باد صبا کف بر دف گل

تعریف کوه

بجای قلهٔ کوهش رسیده که رنگ چهرهٔ رفعت پریده
ز موج لاله، ازبس خورده هلو(؟) بسود راهش بصد باریکیٔ مو

تعریف فیل

چنان عکسش بدریا زد سیاهی که راه آب را، گم کرد ماهی

تعریف سرما

چنان در وی برودت پا فشرده که آتش در درون سنگ مرده

رباعی

اثنی عشری گوی ز پاکان برده صد حصن بکمبتین عرفان برده
پیوسته بدین دوشش زده نقش مراد در نرد عقیده هر که ایمان برده
آنی که ترا، خیل کواکب سپه است خورشیدی‌ونیلی سپرت، قرص مه است
گر تیره نماید سپرت، نیست عجب مه پهلوی آفتاب دائم سیه است (۱)
(۳۴۰-۳۳۹)

◎ کلمات‌الشعرا: ملا طغرا، شاعر خوش فکر و منشی طبیعت بود. بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر برده. در تعریف راه کشمیر و شهر آن، رسالها نوشته:

خوش آن ساعت که بزم آرا نشینی بر لب جوی خط پشت لبت چشم قدح را گردد ابروی (۲)

۱- ریاض‌الشعرا دارد.

۲- تاریخ اعظمی و ریاض‌الشعرا و تذکرهٔ حسینی و شمع انجمن و محبوب‌الزمن دارد.

آبرو میرود از دست برآمد شد غیر   چون حباب ، از همه جانب ره کاشانه به بند(۱)

● همیشه بهار : ملا طغرای مشهدی ، اصل از مشهد مقدس است . چندی در کشمیر توطن اختیار کرده بود . وقتی ابو طالب کلیم و حاجی محمد جان قدسی ــ پادشاه نامه ــ برای شاهجهان گفتند ، طغرا این چند بیت انشا کرد :

دو رهزن ، بهم کرده اند ، اتفاق   یکی از خراسان یکی از عراق (۲)
کتابی که ، از بهر دارای عهد   مرتب شد از گفتهٔ ، این دو رند
بود لفظ و معنیش از وی بداغ   . . . .

در نظم و نثر قدرت کمال داشت ، و معانیهای غریبه بر زبان می آورد :

گویند نقش مارا کس پیش و پس نباشد   وقتی که من نباشم گو هیچ کس نباشد (۲)
ماخانه زاد دامیم ، باید که بعد مردن   تابوت ما اسیران غیر از قفس نباشد (۳)
بسکه از سنگینیء جان کندهٔ پای خودایم   عمرها چون آسیا گشتیم ، و بر جای خودایم
(خطی)

● تاریخ اعظمی : طغرا ، شاعر خوش فکر و معنی یاب و منشی طبیعت بود ، بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر میبرد . در تعریف کشمیر و راه عبورش ــ رساله ــ نوشته داد سخنوری داده . اشعارش نیز خالی از چاشنیء مضامین نیست . . . . .

رقعاتش بطرز خیال بندی و تعریفات باغ و اقسام میوه و گل و جام و مل از هر جزو کل ، بکمال دلپسندی مشهور . ارباب خیال است ، از فقرات

۱ـ همیشه بهار و تاریخ اعظمی دارد .

۲ـ مجمع النفائس دارد .

۳ـ تذکره حسینی و مجمع النفائس دارد .

اوست : درخت آبی از بی آبی ، روی بهی ندیده. نیز ازوست که ، تحریر وصف ناسپاتی نماید ، صفحه کاغذ نباتی. ازوست. رباعی :

کشمیر

کشمیر بود فصل خزان عالم نور بر طالب فیض دیدنش هست ضرور
گوئی که درین باغ چمن ساز قضا آورده نهال شعلهٔ از خرمن طور (۱)

از نوکران شاهزاده سلطان مراد بخش بود. قصیده در مدح شاهزاده گفته است. اول آن قصیده این است :

دارای عرش کوکبه، سلطان‌مراد بخش زینت فزای سلطنت اورنگ آسمان

آخرهای عمر بکشمیر بتحریک و رفاقت، میرزا ابوالقاسم دیوان مشهور قاضی زاده ، بکشمیر آمده در گوشهٔ معنی سنجی مشغول بوده.

استغنای عجیبی داشت. در محله رانیواری ــ نزدیک شرب ناید یار؟ ــ در یک دکانی دیوانه وار سکونت میکرد. چنانکه . . . . ؟ صالح جراح گفته میشود. چون رحلت نمود بر صفهٔ ــ مقبرةالشعراــ بر سر بلندی پل، در کجن آسود. (۱۵۱-۱۵۲)

● ریاض‌الشعرا : ملا طغرای مشهدی ، در نظم و نثر دستگاه عالی داشته . در زمان شاهجهان پادشاه بهندوستان آمده اکثر بلاد دکن را سیر کرده ، آخرالامر در خطهٔ کشمیر جنت نظیر ، پای همت در دامن عزلت و انزوا کشیده ، همانجا در گذشت . این چند بیت ازوست که ثبت گردیده .

عشق از محیط شعبده، چون سر بر آورد از بیضهٔ حباب ، سمندر بسر آورد
سرچشمهٔ این بادیه را ، خضر بد نیست برداشتمی کاش چو گوهر ز وطن آب

۱- رک تحت رسالهٔ تجلیات در صفحات آینده .

دگرگون گر شود چرخ ، از لکدکوبش ، مشو ایمن — هما ، بر دانه گردد آسیا ، وقتی که برگردد (۱)

ملا طغرا بکلیم نوشته :

ای طالب کلیم زمان و مسیح دم — کز نو بهار ناطقه ات گلستان شدم
مضراب ، از تراشهٔ کلک تو ، ساختم — قانون نواز زمزمهٔ بلبلان شدم
راه حدیث پایهٔ نظم تو دست داد — بودم اگر زمین سخن ، آسمان شدم
کردم نظر ، بنافهٔ آهوی خامه ات — مشکین نگاه تا قلم استخوان شدم
حلال مشکلات توئی اهل نظم را — رو داده مشکلی ، بتو زان همزبان شدم
ده سال پیش ازین ، بتقاضای روزگار — در جانب دکن بر خان زمان شدم
از گفتهای خویش ، بمن خواند مطلعی — که اینک ، قلم گرفته بتحریر آن شدم
رفتم بکوی او ، گذدم پاسبان شدم — گفتم که : سیر باغ کنم ، باغبان شدم
گل کرد ، چون غلط ز بن شاخ ، مطلعی — آهنگ رمز داشتهٔ بلبلان شدم
دریافت مدعا و بر انصاف راه نیست — بکشود لب که قافیه سنج زمان شدم
اکنون برنگ او ، ز تو نو مطلعی دگر — آمد بگوش و اینک ازان تر زبان شدم
غارتگر نگه ، برخست پاسبان شدم — گلچین باین چمن چو رسد باغبان شدم
ظاهر نشد که چیست تفاوت ، درین دو بیت — هر چند در مقابله روشن بیان شدم
معنی همان و لفظ همان و غلط همان — سرگشته در مغایرت این و آن شدم
پهنای راه فرق ، که در جستجوی آن — هر چند گام فرق زدم ناتوان شدم

(خطی)

● تذکرهٔ حسینی : طغرا فرمانروای ممالک معانیء دلکشا ، بلبل گلستان مشهد ، ملا طغرا . در زمان شاهجهان پادشاه بهند آمده و در خطهٔ کشمیر جنت نظیر پا بدامن کشیده ، همانجا رحلت نموده . ازوست :

یوسف ، از خجلت بهتان زلیخا ، داغیست — ورنه ، خودداریء او ، نیز کم از زندان نیست
زجعد پر شکنت ، دل بصد فغان افتد — چو کودکی که ، ز بالای نردبان افتد
توان گلی که ، شب از دیدن چراغ رخت — تذرو باغچه طور ز آشیان افتد (۲)

۱- این سه بیت مجمع‌النفائس دارد .
۲- دو بیت آخر مجمع‌النفائس و شمع انجمن و محبوب‌الزمن دارد .

میانش بینم و چیزی بدستم درنمیآید چوآن عکسی که افتد در دل آئینه، از موی (۱)
(۱۹۲)

● مجمع‌النفائس : ملا طغرای ، مشهدی . نصرآبادی اورا قزوینی (۲) گفته . گویا در عهد جهانگیر پادشاه بهند آمده . آوازهٔ نظم و نثر او هر طرف افتاده . کلیاتش در هندوستان کمال شهرت دارد ، علی‌الخصوص منشأت او . دیوان غزل قریب بده هزار (۱۰۰۰۰) بیت بنظر آمده . قصائد غرا دارد، ازان جمله قصیده در تعریف راجا جسونت سنگه گفته مشتملبر الفاظ هندیه . اگرچه در اشعار دیگرش نیز عمداً این الفاظ آورده . نثر اونهایت رنگین ست، عبارتش بسبب کثرت الفاظ هندی، بعضی ازجاها بی رتبگی دارد . غرض، او معنی یاب مقرری است، ازین جهت دربند الفاظ بایسته و معانی تازه است . و مذهب او این است که، لفظ تازه چون معنی صاحب دارد . با این همه زبان گزنده داشت که شعرای عصر خود را بد یاد کرده و نسبت دزدی بانها نموده . ازین جهت شعرای عصر هجو او نیز کرده اند . و بمقتضای ــ من عاب عیب ــ عمل نموده اند . حتی که در جناب مثل میرزا صائب علیه‌الرحمه سوء ادبی نموده و گفته :

(صائب) از پرده حیا لوچی دختر هیچ و خواهر پوچی

و میرزا ، نظر بر بزرگی خود ، چند شعر او برسبیل انتخاب در بیاض خود نوشته . سبحان‌الله میرزای مذکور مغفور این حسن ادا درحق طغرا و سلیم

۱ـ در شمع انجمن هست .
میان میبینم و چیزی بچشم در نمی آید بدان ماند که در آئینه باشد سایهٔ موی
۲ـ نصرآبادی تبریزی نوشته است نه قزوینی . نسخه خطی تذکرهٔ نصرآبادی که در بانکیپور است نیز تبریزی دارد . از مؤلف ــ نشتر عشق ــ همین طور اشتباه شده است . آنهم قزوینی بجای تبریزی نوشته است . (رک فهرست ۳:۱۲۵)

وغیره ــ که این ها با میرزا خوب نبودند ــ صرف کرده . خدایش بیامرزاد، و نیز طغرا در حق سلیم گفته :

کهنه دزد شاعران ، یعنی (سلیم)

و بطریق کنایه در حق قدسی و کلیم گفته :

دو دزدند کرده بهم اتفاق یکی از خراسان دگر از عراق

و چون شعرای عصر را بدزدی نسبت میکرد ، ملا غنی کشمیری در مذمت او گفته :

(طغرا) که بود روح کثیفش چو جسد با اهل سخن شده است دشمن ز حسد
گویند که: برند شعرش ارباب سخن نامش نبرند تا بشعرش چه رسد (۱)

مخفی نماند ، طغرا در بحرهای که تخلص او موزون نمیشد ــ شیفته ــ تخلص آورده . ازواست :

خواستیم آسودگی، لیکن؛ خدا هرگز نخواست گر خدا میخواست ، ماهم از خدا میخواستیم
در سر کوی تو ، از بس کشتکان افتاده‌اند میروم از هر طرف چون بخیه بر بالای زخم
صف بسته غمزه ات ز پی قتل دوستان دشمن شدم بخود، بسپاه تو آمدم
چرخ دون همت بهفتاد و دو تن (۲) آبی‌نداد مائن تنها بساو امید قانعی داشتیم
نه من، از میکده بیرون روم، نی زاهد از مسجد چه زین بهتر نه او بیند مرا هرگز، نه من او را
در قفس تا نکنم زمزمه ، با خاطر جمع داد صیاد بمن آب جدا دانه جدا
دلش از خواندن صد چار قل راضی نمیگردد صراحی از چه ره، وسواس‌دارد، در نماز امشب
بما ز روی چه زلفت کجست؟ راست بگو! ترا بمصحف رخسار خویش، سوگند است
آن غنچه که ، از باغ رود بالب خندان گل از پی او ، تا در باغ آید و گرید
مجنون که، شورشنامه را زو به نمیداند کسی از بهر تحقیق جنون، در پیش من زانو زند
موسم بارش ابر مژه، مجنون است که جهد برق و سیه خانهٔ لیلی سوزد

۱- مرآة آفتاب نما دارد .
۲- کنایه از شهیدان کربلا ست .

بآن پری بخورانید، یک دو جام شراب / چو بی خبر شود، او را بمن حواله کنید

ز طاق خانهٔ (طغرا) کتاب و کاغذ را / برون فگنده، پر از شیشه و پیاله کنید

در سخاوت کم ز حاتم نیست تاک باد دست / دخترش را عزتی چون دختر حاتم کنید

تا نزیم در غمش، آن بت گلپیرهن / روز جدائی بمن بند قبا میدهد

توبه چگونه نشکنم، در شب وصل، کان پری / چون بکرشمه تن دهد دختر رز پسر شود

کس بفریاد جرس، گر نرسد، جا دارد / دل که، بیدرد بود، ناله چه تاثیر کند

ز جنس لاله و گل، نیست مادر و پدرش / ندانم این همه رعنائی از کجا آورد

در محبت سست بنیادیم، مانند حباب / از پر کاهی بهرسو میپرد دیوار ما

ندانی غیر یک عالم جفا صاحب کلاهی را / معلق آفتی، پندار چتر پادشاهی را

بی سبب قارون نمانده این قدرها در زمین / میکند هر سو تفحص گنج دقیسانوس را

از هوسهای تلون میکند گلبندیش / صوفی ما گر به بیند رنگ شال طوس را

بر بام فلک، ماه جهان رنگ نبازد / کز پنجرهٔ زلف توشد، روی تو پیدا

آشوب قیامت که، نهان بود ز مردم / در یوزه کنان شد، بسر کوی تو پیدا

زان پیش که از بیضه بر آریم سر شوق / بی طاقتی افتاد درین نه چمن از ما

زان حنای کز گل خونریزی پروانه یافت / رونق دست عروسان است پای شمع را

زاهد نگفت می ده، دادم باو ایاغی / خدمت ثواب باشد حیوان بی زبان را

نگین جم ز پشت نقره خنگ خود فرو آید / چو یاقوت سوار او شود بر روی این پیدا

چهره اش، لبریز پرتو، کاکلش ظلمت فشان / اختلافی هست بام پشت و روی ماه را

بر شمار عیب ما بیگانگان هم تاختند / لیک مانع شد هجوم آشنا بیگانه را

تا نسازد خورمی، بر اشک بلبل جای گرم / در گلستان را مکن بند قبای خویش را

میچکد، بر خرقهٔ سالوسی زاهد، شراب / چون بیفشارد گلو گاه عصای خویش را

هر پارهٔ دل ما سودائی بستی شد / صد جا خروش دارد، یکجا خریدهٔ ما

شکوه دانه و دام، از نفس انداخت مرا / شور بیهوده ز چشم قفس انداخت مرا

دل و جان در قدم ناقهٔ او صرف نشد / بیوفای بزبان جرس انداخت مرا

یار چو همسایه شد، خانه ز طاقت فتاد / زد بلب بام ما بوسه لب بام ما

دست میباید ز ایران شست، بعد از سیر هند / گر بهند آئی ز ایران از لب دریا بیا

شد چو منصور از پی کسب هوا بر بام دار / گفت: ای (طغرا) چه پائین ماندهٔ! بالا بیا

یار سرگرم حیا، سن ادب آموز نگاه / چشم تا کار کند، شرم حجاب است این جا

بی ریش کی رسد، بمخطط در اعتبار / در پشت نسخه جا برد اوراق ساده را

اشک در اظهار دردم برد از طوطی گرو / بی زبان نتوان شمردن طفل خاموش مرا

فقیر آرزو گوید که بجای کرو و اگر سبق میفرمود مناسب طفل بود :

تا نرسد نکهت رخش، بپاسبان — در قفس زلف کرده باد صبا را

فقیر آرزو گوید که اگر بجای رخش، گلش میگفت مناسب تر بود :

بوسه بسه پیغام داده، گشت پشیمان — همت او را ببین و طالع ما را
چو رو دهد بر آن شوخ مست، رفتن ما — بود چو شیشهٔ مسی، خون ما بگردن ما
دل، تاب غمش نداشت، امروز — کردیم ذخیره بهر فردا
میکند دوران، مه عیدین را دمساز هم — گر به بیند، یک نظر آن ابروی پیوسته را
تا چمن پر از خط نوخیز، او را دیده است — میتراشد از لب جو، سبزهٔ نو رسته را
وا نشد بند قبایش، از گریبان گل بچین — میتوان از رخنه دیدن گلشن در بسته را
سیر روحانی است، عکس سرو گل، دیدن در آب — نیست در جای چمن، غیر از کنار جو مرا
بوی عشقم، زنده میداردا و گرنه، همچو گل — مینمایند زخم این پهلو ازان پهلو مرا
برنگ دختر رز، گر ز پیراهن برون آئی — ز صافی میتوان در پیش رودیدن نقابت را
همه رنگ همه بوئی همه آبی همه آتش — چو رخ برتابی از محفل نگیرد کس عنانت را
جامی که از کف تو، در آید بدست غیر — ما هی برد که گشته ز برج شرف جدا
خونخواره ایست غمزهٔ او، کز کمال حسن — گیرد ز دشته قیمت خون چکیده را
لب جانبخش او عیسی است، ریحان خطش مصحف — مکرر گشت دین، کان رو بعیسی داد قرآن را
بدین نازک مزاجی تابکی هر جا نهی پارا — همان بهتر که چون عینک بچشم مانهی پارا (۱)
بسکه از خون صفا، شاداب میبینم ترا — همچو عکس شاخ گل، در آب میبینم ترا
گر شب تاریک برداری، نقاب از روی خود — از فروغ چهره، در مهتاب میبینم ترا
وه چه تردستی که پیش از تیغ ناز انداختن — همچو گل سر پنجه در خوناب میبینم ترا
ندید مادر ایام، روی شوکت ما — چو طفل اشک، بزرگی نبود قسمت ما
محرومی ایاغ وصالت، ز پنجه کرد — امشب سفید، دیدهٔ گریان شیشه را
به تسکین دلم، یکسان بود لطف و عتاب او — اگر سرد است اگر گرم آب، ساکن سازد آتش را
(طغرا) ز ابر قطره فشان، پای کم مدار — پیش از سحاب گر نکنی گریه کم چرا
گر بود آن سرو قامت در لباس اهل جنگ — چار باغی میکند از جلوه چار آئینه را
تا نشیند اهل دانش زیر دست آشیال — بر عطارد داد تقدیم آسمان ناهید را
معمار دهر، خانهٔ شطرنج را، نساخت — اندازه تا نبرد، ز دیوار پست ما

۱- مرآت آفتاب نما دارد.

چون گل، حریف بستن دستار نیستم
دستار بستهٔ مگر افتد بدست ما

چو گلبرگی که، از جنبش نگیرد جا برو شبنم
ز بس دل میطپد در وی سر مو نیست غم را جا

بمثل سازی خود گر دکان نچیده خدا
چرا بصورت بسی مثلث آفریده خدا

چو گشت چهره کشای تو، ز آب و رنگ وجود
هزار رنگ، ز هرجانبت کشیده خدا

چون قابل آویزه شد، طاق کمان ابروت
آویخت چشمت هر طرف، قندیل تیر ناز را

در شهر بسند شوقت چون خانه های شطرنج
بی بهره کرد کثرت از کوچه خانه ها را

ناصح! از پند تو بیزارم، چه میگوئی مرا
میکند حرف تو آزارم، چه میگوئی مرا

میکن عیبم که: پیشت سبحه و سجاده نیست!
در پی ناقوس و زنارم، چه میگوئی مرا

غمزه گفت از بهر (طغرا) تیغ ساز کینه شو
زد باو چشمک که، در کارم، چه میگوئی مرا

رو بویرانی نمیآرد بنای آسمان
تا یکی بیند کسی این خانهٔ سرکوب را

باد صبا چرا نشود خرقه پوش گل
کشکول فقر بافته از آشیان ما

در چشمهٔ که بگذرد آب از گلو مرا
آید بیاد جدول شمشیر او مرا

بهندستان زلفش، شانه ترکش بسته، میآید
نمیداند که اینجا کس نمیپرسد سپاهی را

ز بسکه، هیئت افلاکیست در دل ما
چو گرد باد، مشخص نگشت منزل ما

درین محیط که، سرگشتنست حاصل ما
یکی فتاده چو گرداب راه و منزل ما

سبب خوش باد ساقی مگذر از فکر سحرخیزی
که فیض شام معراجست بزم صبحگاهی را

بسکه دارم نسبت از راه پرستش با شراب
میزند لبیک عهدی گر بگویم یا شراب

بدر مستنیر است، پیمانه در شب
مهتاب دانست، میخانه در شب

پر شده پیمانه ام، ظرف ندارد اجل
ورنه ز من میگرفت، در عوض جان، شراب

گر سیل سر شکم، بنهد رو به تنزل
خاک ته دریا گل سرشوی حبابست

فتوی ده مستی هوای ابراست
تعلیم کنندهٔ هوا کیست

شدم خفیف ز بالا نشینی گردون
باین سپاه چه سازم که جای خود نشناخت

بر سرم داغ جنون تا ز خیالش گل کرد
لاله خمیازه کش گوشهٔ دستار منست

شقایق بندهٔ روی چو ماهست
بنفشه از کنیزان سیاهست

بنقره باج فرستد طلای دست افشار
دمی که، ساعد شیرین بدست پرویز است

ساقیا! دختر رز طبع زلیخا دارد
یکسی ده که، بشکل پسر یعقوب است

قابو طلب وصل چرا بوسه نگیرد
امروز که دست تو گرفتار ایاغست

ز بسکه ریشهٔ منعم ببخل پیوند است
زرش بکیسهٔ صد پاره همچو گل بنداست

مباش غره بگفتار خویشتن (طغرا)
ببین که قیمت گفتار ایزدی چند است

(طغرا) حریف درد جدائی نمیشوی
بس تا توان کشیدن آزار مشکلست

صد ناز کنند خار چمن بر گل رعنا   تا در بر او جامه برنگ گل خار است

ما تشنگان ، ز شیشهٔ می ، آب میخوریم   چون این فرات بسته شود، کربلای ما ست

دنیا و آخرت، چو ترازو فتاده است   یکسو اگر کمست دگر سو زیاده است

اشک بلبل بهر تعمیرش گرفته، گل در آب   موسم گل هر کجا دیوار بباغ افتاده است

نیست از دست زبان و دل ، یکی   لب بفکر دیگری، دل در سراغ دیگری

گلخن عشقم، چو خورشید اخگرم آسوده نیست   همچو گردون ، تودهٔ خاکسترم، آسوده نیست

گر فوج خط هزار نهد رو بملک حسن   پروا مدار، تا سر زلفت سر آمد است

از وعدهٔ وصل تو، وفا را خبری نیست   مردیم ز هجران و قضا را خبری نیست

بهر درازی عمر ، زلفش دعا طلب شد   آمین بر آمد از دل ، تا شانه دست برداشت

ما دل خوشیم زانکه ، بما گرم بر خورد   دوزخ اگر فسرده نگردد، بهشت ما ست

در گریه فشارد مژه، دامان ز نم اشک   یک قطره ازین آب بمیزاب حرامست

بعد مرگ از سخن چنان گذریم   زیبد سنگ مزار ما سخن است

فتوای سرخ روی مستان ، چرا نداد   مفتی اگر سیاه درون، چون کتاب نیست

ما امت عشقیم، ز ما، صبر مجوئید   کین طرز عمل، گفتهٔ پیغمبر ما، نیست

کسی که عاشق او شد، خدا ملاحت داشت   چگونه عشق نورزم به دلربای ملیح

نیامدی که ، مبادا بمیرم از شادی   بیا که! مرگ به از انتظار میباشد

سیه فامی که، پایش سرخی از رنگ حنا دارد   چسان ماند برم، چون دود آتش زیر پا دارد

ز ماه چارده هرگز نترسد آن هلال ابرو   که چندین نیمکاسه زیر یک کاسه چرا دارد

از کشاد و رصد بباغ ارم ، دارد عار   دست هرکس که بیک بند قبای تو رسد

مویم چو پنبه، بسکه سراپا سفید شد   خالم چو پنبه دانه، بر اعضا سفید شد

صیاد، بر آشیانه ام، تاخت   دانست که ، بال و پر ندارد

روزی زاهد بیچاره توکل نشده ست   ورنه امروز، چرا توشهٔ فردا برداشت

دلم بیتاب شد (طغرا) خبر کن آن جفا جو را   که پیچ زلف را بکشاید و طرز دگر بندد

ما مصیبت زدگان را، چه تواضع به ازین   که بهر جا بنشینیم فغان بر خیزد

صیاد بسر آزادیٔ صید است، مبادا   ما را بفریب قفس ، از دام برآرد

جور کنی، وفا کنم! زخم زنی، دعا کنم!   چون بدل تو جا کنم ، باش ببین چها کنم

شب، نهال قامتش را، دلکشا میخواستم   بر گریزانی ازان بند قبا میخواستم

امرد پرستی آرد، روز جزا خجالت   نتوان حساب دادن از روی فرد ساده

کسرا وسیله بگلچینی نگاه کنم   کسی که محرم او نیست آشنای من است

(۲۲۳ الف — ۲۲۴ الف

● سرو آزاد : ملا طغرای مشهدی، طغرای منشور استعداد است و فروغ پیشانی قابلیت خداداد. طرح نثر بطور نو انداخته، و لآلی عبارات را، بجلای تازه، نظر فریب جوهریان ساخته.

از ولایت خود بسواد اعظم هند خرامید، و یکچند در ظل عنایت شاهزاده مراد بخش بن شاهجهان پادشاه بمراد دل کامیاب گردید.

و در رکاب شاهزاده بسیر ممالک دکن پرداخت، آخر در کشمیر جنت نظیر، گوشهٔ انزوا گرفت و همانجا بمقر اصلی شتافت. و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید.

طغرای کلامش به این خوش نقشی صورت میبندد :

دلا! چو شمع، رگ گردنی، ملائم کن — ز بهر دادن سر، پای خویش قائم کن(۱)
کج نیابد کام دل، بی اتفاق راستان — تا بقربانت شود بما تیر میسازد کمان(۱)
کلاه فقر ز ترک گل و گیاه مکن — بغیر ترک هوا صرف این کلاه مکن
اگر چو آئنه، سر تا قدم شوی همه چشم — بسوی دوست نگر، سوی خود نگاه مکن(۲)
گدای عشق، گرت جانشین خویش کند — نشسته باش و تواضع به پادشاه مکن
عروسان را بسوی حجله، نتوان برد بی سازی — بآواز دف و نی، دختر رز را بمینا کن
باید چو برق، خنده زنان از جهان گذشت — نتوان چو ابر، برسر دنیا گریستن
موی سیه کافتد ز سر، هرگز نمیگردد سفید — از عیش غربت کی کند پیری تصرف درجوان
سایه می افتاد از (طغرا) در ایام شباب — پیر چون شد میخورد از سایه (طغرا) بر زمین
مینا بپای ساغر، چون سر نهد بسجده — چیزی دگر نخواهد، غیر از دعای یاران
در سه فصل عمر باید، سر بجیب غم کشید — تا توانی همچو گل، یک فصل خندان زیستن
شاید ببینند، آنچه بما کرد آسمان — از دود آه، سرمه بچشم ستاره کن (۳)

(۱۲۵-۱۲۴)

۱- شمع انجمن دارد.

۲- نتائج الافکار دارد.

۳- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد.

● مرأت آفتاب نما : طغرا ، بعضی اورا مشهدی نامند . و صاحب تذکره نصرآبادی قزوینی نوشته . در انشا قدرت تمام داشت ـ منشآت و رقعاتش ـ شهره آفاق . آخر عهد جهانگیر در هندوستان رسیده بسیر دکن پرداخت و در کشمیر توطن گرفت . ـ ساقی نامه ـ قریب پنجاه هزار بیت در جواب ظهوری نوشته ، هجو معاصر خود ، که قدسی و سلیم بودند ، کرده . غنی کشمیری در هجو او گفته :

(طغرا) که بود روح کثیفش چو جسد — با اهل سخن شده است دشمن ز حسد
گویند که برند مغز ارباب سخن — نامش نبرند تا بشعرش چه رسد

(خطی ۱۸۶- الف)

● نتائج‌الافکار: ملا طغرا ، صاحب فکر بهار پیرا ملا طغرا . که اصلش از مشهد مقدس است . بطبع رنگین در چمنستان انشا پردازی داد گلفشانی داده . و بگلهای آبدار معانی ابواب بهارستان بر روی نظارگیان کشاده . بکلام رنگینش دامن گلچینان سخن لبریز ، و عبارت متینش بکمال لطافت حلاوت بخش و شور انگیز . فقراط دل نشینش از فرط نزاکت، رنگ پیرای سحر سامری. و طرز خاصهٔ فصاحت آگینش، چهره آرای عرائس جادوگری . طغرای منشور بلاغتش اگر نامند بجا است ، و گل رعنای باغ فصاحتش ،اگر دانند زیبا .

ملا از ولایت بگلگشت هند رسیده ، چندی در ظل عاطفت ، شاهزاده مراد بخش بن شاهجهان، بنهایت خوش وقتی ساز و برگ جمعیت بهمرسانیده، و همراه رکاب شاهزاده بسیاحت ممالک جنوبیه وقت خوش گذرانید . آخرالامر در کشمیر دلپذیر بکنج انزوا نشست، و همانجا اواخر مائه حادی عشر، رخت سفر آخرت بر بست و متصل قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید . این چند بیت از طبع رنگین او بنظر رسید . (سه شمر دارد ۴۲۱)

● **شمع انجمن** : طغرا مشهدی طغرای منشور استعداد است ، و فروغ پیشانی قابلیت خداداد . طرح نثر بطور نو انداخته ، و لآلی عبارات را بجلای تازه نظر فریب جوهریان ساخته .

از ولایت خود بسواد اعظم هند خرامید، و یکچند در ظل عنایت شاهزاده مراد بخش بن شاهجهان پادشاه ، بمراد دل کامیاب گردید ، و در رکاب او بسیر ممالک دکن پرداخت . آخر در کشمیر گوشهٔ انزوا گرفت ، و همانجا بمقر اصلی شتافت . و در نزدیکی قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید .

و منشآتش ، که کارنامهٔ رنگین و نگارخانهٔ چین است ، غایت شهرت دارد . طغرای کلامش باین خوش نقشی صورت میبندد :

(سیزده بیت دارد ۷۶۸-۷۶۹) (۱)

● **دهخدا** : طغرا ، تخلص شاعریست از مشهد مقدس. صاحب دیوان و مثنوی و منشآت ، اکثر اشعارش در این کتاب به طریق اسناد مذکور است . (آنند راج) (۳۳ : ۲۵۷)

● **وفات ملا طغرا** : ریو در فهرست (۲ : ۷۴۲) نوشته است که: طغرا همرام شهزاده مراد در معرکهٔ بلخ بوده ، و بکشمیر رفت و آنجا با میرزا ابوالقاسم میبود، و در آخر عمر در کشمیر از علائق دنیوی کناره گرفته در انزوا میبود ، تا آنکه حیات را پدرود گفت . و بقول مؤلفین تذکره : در مزار الشعرا، کنار کلیم در خاک آسوده شد . از سال (۱۰۷۸ﻫ) پیشتر وفات یافته است ، زیرا که در — مراةالعالم — که در همان سال تالیف شد ، ذکر طغرا دارد و ازان پیداست که پیشتر ازو وفات یافته بود .

(۲ : ۷۴۲ — بانکیپور ۳ : ۱۲۶ — ایتهی : ۸۶۸).

۱ـ محبوب الزمن تذکرهٔ شعرای دکن ـــ که در اردو نوشته شده ـــ شرح حال طغرا دارد ، زیرا که طغرا چندی در دکن هم بوده . (۲ : ۶۹۵-۶۹۶)

● **آثار ملا طغرا** : ملا طغرا ــ طوریکه در اوراق گذشته از نظر گذشت ــ دیوان، رسائل، مثنویات، و منشآت دارد . منشآتش و رسائل دراین شبه قاره بسیار معروف و قرنها در درس شامل بود. نگارنده در بارهٔ آثار وی هرچه معلومات فراهم آورده است ، آن بقرار ذیل هست .

کلمات طغرا : نسخهٔ بانکیپور (شماره ۳۳۳) اوراق ۵۲۰ (۱) . این مجموعه، دیوان نظم و رسائل در نثر بقرار ذیل دارد :

دیوان

۱) ساقی نامه : (ورق ۱ تا ۱۲۷ الف) بیت اول :

زهی لطف سازندهٔ آب و خاک بـرقص آور سبـز طـاؤس تاک .

۲) غزل: (ورق ۱۲۷ ب تا ۲۹۲ ب) غزل نخستین . ابتدا به این بیت .

نمیشد نوخط دیوان ما، رشک گلستانی ز بسم‌الله برسر گر نمیزد شاخ ریحانی

غزلیات بترتیب تهجی . ابتدا :

تا نام تو، سر دفتر معنیست رقم را بر فرد بیان سجده خرد راست قلم را

۳) قصائد : (ورق ۲۹۲ ب تا ۳۵۳ ب)

تبارک الله ازین بزم عشرت افروزی که عیش میرسد ازوی بچار حد جهان

۴) فرد : (ورق ۳۵۷ الف تا ۳۵۸ ب)

صد دل، بیک نگاه تو، سوزد جدا جدا یک آتش است، و شمع فروزد جدا جدا

۵) مثنویات مختصر ، ترجیع بند ، ترکیب بند ، مخمس : (ورق ۳۵۸ب تا ۳۹۷ الف) مثنوی اول به این بیت شروع میشود .

بنام آنکه ، شد سازندهٔ چرخ برقصش چرخ، چون معروف درکرخ

۱ـ رک : فهرست بانکیپور ۳ : ۱۲۵-۱۲۶ .

رسائل

بعد از دیوان رسائل در نثر اینطور دارد :

۱) فردوسیه : (ورق ۳۹۹ ب) در تعریف کشمیر و در بیان گل و سبزه، آبشار و باغ و کوهسارها (۱) .

۲) تاج المدایح : (ورق ۴۰۲ الف) در تعریف شاهزاده مرادبخش. ابتدا :

چون این نسخه زیب لوایح شده ... سرخ روئی
قلم بنگارش ثنائی شهنشاهیست .... الخ

۳) الهامیه : (ورق ۴۰۶ ب) در تصوف . ابتدا :

در نزد محبت همه جا خصل حکمت .... الخ
لله الحمد که نقش مرادم در پوست تختهٔ تجرد نشسته .... الخ

۴) مرآة الفتوح : (ورق ۴۱۱ الف) در حالات فتح بلخ و بدخشان از دست شاهزاده مراد بخش در سال (۱۰۵۵-۱۰۵۶ه) . ملا طغرا درینموقعه همراه مراد بخش بود . ابتدا :

یکه تازان میدانش تقریر از دولت ستایش .... الخ

۵) مرتفعات : (ورق ۴۱۵ الف) احوال دربار جهانگیر . ابتدا :

نو بهار آمد که مقراض از پر بلبل کند .... الخ

۶) تجلیات : (ورق ۴۱۶ الف) در تعریف کشمیر و مدح میر حسین سبز واری . . (۲)

۱- رک : ریو ۲: ۶۴۲ شماره Add. 16,852 و ایتهی دیوان هند شمارهٔ ۱۸۸۶- ۱ : ۸۶۹
نیز رک : همین رساله فردوسیه بر ص ۵۲۶ کتاب حاضر

۲- رک : همین رساله بر ص ۶۰۶ کتاب حاضر

۷) مشابهات ربیعی : (ورق ۴۲۰ ب) یا مشابهات بدیعی . ابتدا :
موسم آن باشد که مینا واگ هندی میکند .... الخ

۸) کنزالمعانی : (ورق ۴۲۲ الف) در وصف شاه شجاع . ابتدا :
نفایس مخزن دهان جواهر حمد مکرمیست .... الخ

۹) تعدادالنوادر : (ورق ۴۲۴ الف) در احوال راه کشمیر و در وصف هفت منازل راه . (۱)

۱۰) مجمع الغرائب : (ورق ۴۲۵ ب) در تعریف چشمهٔ کمام (کشمیر) ابتدا :
چه نویسم از وسعت دریا چهٔ کمم ... الخ

۱۱) تحقیقات : (ورق ۴۲۷ الف) وصف به انداز شاعرانه راجع به آسمان و ستارها . ابتدا :
از بس غلط است حرف قاموس فلک ... الخ

۱۲) آهنگ بلبل : (ورق ۴۲۸ ب) جوش بلبل یا دیباچهٔ معیارالادراک نیز گفته میشود . در تعریف و در بیان حقایق شعری و روحانی اشعار حافظ شیرازی . ابتدا :
پیشرو ساز سخن ترانهٔ حمد صانمیست ... الخ

۱۳) نمونهٔ انشا : (ورق ۴۲۹ ب) در توصیف اورنگزیب عالمگیر . ابتدا :
سمین ورقی ز یاسمینم دادند ... الخ

۱- رک : همین رساله بر ص ۴۹۷ کتاب حاضر

۱۴) دردناک : (ورق ۴۳ ب) یا گریۀ قلم . در تعریف موسم باران ابتدا :

گریۀ قلم خطاب این رقم ... دردناک
طغراست که از ماتم افروزی ... الخ

۱۵) معراج‌الفصاحت : (ورق ۴۳۳ الف) در تعریف سید بهادر خان ابتدا :

از حق سخن معجزه آئین خواهم ... الخ

۱۶) انوارالمشارق : (ورق ۴۳۷ الف). ابتدا :

ای جوش دل صراحی و جام از تو ... الخ
شب نشینان بزم سخن بشراب حمد خالقی سرخوش اند ... الخ

۱۷) پریخانه : (۴۴۱ الف) در تعریف شاه عباس ثانی . ابتدا :

ای راقم فرد رزق چه صبح و چه شام .... الخ
لفظ قلمی که قطعه نویسان مقال سر مشق تازگی .... الخ

۱۸) وجدیه : (ورق ۴۴۷ الف) در تشبیهات موسیقی . ابتدا :

نغمۀ دلنشین بترنم حمد سازنده مقام پذیرد ... الخ

۱۹) کلمة‌الحق : (ورق ۴۵۴ الف) برای" آزادی" شاه و شاهزاده . ابتدا:

دوران چو در سایش مردی بما نداده ... الخ

۲۰) آشوب نامه : (ورق ۴۵۵ الف) در وصف هفت مثنوی زلالی. ابتدا:

شکر ناظمی که ابیات بروج سپهراز معنی
ابداعش صورت وجود بسته ... الخ

۲۱) ثمرۀ طبی : (ورق ۴۶۱ الف) تشبیهات و استعارات و تراکیب

طب . ابتدا :

ای درد تو بهتر از دوائی دگری ... الخ
لشکر حکیمی که درد بیدرمان ایوب از داروئی صبوریش ... الخ

۲۲) جلوسیه : (ورق ۲۶۶ الف) در جلوس عالمگیر پادشاه . ابتدا :

ای کسوکبه ات فروغ پیمای سریر ... الخ
سر زبان از حمد شهنشاهی تواند بتاج رسید ... الخ

۲۳) چشمهٔ فیض : (ورق ۲۷۴ الف) خطاب به پادشاه در بارهٔ معراج نبی کریم‌ص . ابتدا :

ای ملک وجود بر درت ماوائی ... الخ .
حمد اکبر پادشاهی که لشکر نور ذاتش ... الخ

۲۴) عنبر نامه : (ورق ۲۸۹) یا ـ عبرت نامه ـ تعقیبای کاشی نوشته شد ، راجع بسرقات نصیرای همدانی . ابتدا :

قلمی بهر مقیما شده عبرت نامه ...
در حالتی که تیغ جانخراش را قلمتراش شمردی ... الخ

۲۵) تذکرة الاحبا : (ورق ۵۱۹ الف) یا تذکرة الاخیار یا تذکرة الاتقیا . در شرح حال چند مشاهیر کشمیر که معاصرین ملا طغرا بودند (۱)

از رسائل مذکور هیزده رسائل (۲) معه رقعات و مقدمه از طغرا،

۱- رک : همین رساله در صفحات آینده ص ۷۶۵

۲- چاپ شده : فردوسیه ـ تاج المدائح ـ الهامیه ـ مراةالفتوح ـ تجلیات ـ کنزالمعانی ـ مرتفعات ـ مجمع الغرائب ـ مشابهات ربیعی ـ معیارالادراک ـ تحقیقات ـ تعدادالنوادر ـ چشمهٔ فیض ـ جلوسیه ـ انوارالمشارق ـ آشوب نامه ـ رقعات ـ عبرت نامه ـ تذکرةالاخیار .
چاپ نشده : وجدیه ـ ثمرهٔ طبعی ـ نمونهٔ انشا ـ پریخانه ـ کلمةالحق ـ معراج الفصاحة .

بنام — رسائل طغرا — سه بار در مطبع نولکشور (کانپور ۱۸۷۱ و ۱۹۰۳ع و لکهنو ۱۸۸۵ع) چاپ شده است) (۳)

۲۶) رقعات : این جزو عبرت نامه است، و این رقعات بنام شاه‌شجاع قاضی نظاما ، میرزا سنجر ، شمسای زرین قلم ، مسیح الزمان ، قاضی زاده ، خواجه لالا ، طالب کلیم ، بزمی ، میرزا ابوالفتح ، وغیره نوشته شده است .

۲۷) خمسه ناقصه : راجع به دربار گولکنده (دکن) است که مجموعه ریو (۱۳، ۷۴۳) دارد . ابتدا :

آزرده‌ام از دیدن بیدردی چند . . . الخ

۲۸) مراةالعیوب : در تضحیک پلچی خان امیر دربار گولکنده . ابتدا :

پولچی همه وقت بادهٔ عنابی نیست . . . الخ
مجموعهٔ ریو (۱۴ : ۷۴۳)

۲۹) ضیافت معنوی : راجع به قحط در دکن . ابتدا :

بدکن سال غم آسایش دلها قحط است . . . الخ
مجموعه ریو (۲۶ : ۷۴۴) .

● **رسالهٔ تعدادالنوادر** : که عبارتی است ازین مقالات رنگین ، نزد معنی طلب انشا سرمایه ایست بهر خیالات دلنشین . رباعی :

در تیره زمین هند ، دلگیر شدم	وز غصهٔ این خاک سیه ، پیر شدم
شاید بکفم گل جوانی آید	در فصل بهار سوی کشمیر شدم

۳- دیوان هند ، از مجموعه رسائل طغرا ، نسخ دیگر هم دارد ، بر شمارهٔ ۱۵۸۷ - ۱۵۸۹ - ۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱ (رک: ۱: ۸۶۸-۸۷۵) نسخهٔ موزهٔ بریطانیه شمارهٔ Add 16,852 در سال (۱۱۴۱هـ) استنساخ شده است .

ایضاً :

در منزل کوهسار این تازه سرشت گشته گل و باده ، جانشین گل و خشت
با آنکه ، رهش هزار طوبی دارد هشت است منازل چو باغات بهشت

چوکهتی

اول . چوکهتی : بجان افزای هوایش ، غنچهٔ دل از پژمردگی وارسته ، و به نشاط پیمای فضایش ، غم بی برگی از میان بکنار نشسته . نسیم کوهسارش ، پلنگ طبعان را بفکر نرم خوی انداخته ، و شمیم اشجارش منقلب مزاجان را دارو شناس اعتدال ساخته . تا پیر خرد پهنیهر(۱) را بمردم این مکان نسنجیده ، بمعنی ـــ لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنه ـــ نرسید . چشمه بدهان حباب از بهر تبنیم میخواهد ، وجوی بزبان موج از حوض کوثر خراج میطلبد . رباعی :

سنگ از نم او سبزهٔ سیراب دهد گلهای ترش سبق بگرداب دهد
بکشوده ز چشمه کوه صد چشم هوس تا چشم خود از سبزهٔ آداب دهد

نوشهره

دوم . نوشهره : اگرچه درون قلعه اش در رنگ برج کوکنار بی آرائش افتاده ، بیرونش از برگ زینت چون حصار لاله داد نمائش داده . در طینت خود را بهتر از ارم ذات العماد میخواند ، و ـــ لم یخلق مثلها فی البلاد ـــ در شان خود میداند . دلربائی است که از دروازه بر نیک و بد چشمک میزند ، و خوش ادائی است که از کنگره بر سفید و سیاه میخندد . از نهایت زیبائی برج بر دامنش خسپیده ، و از غایت رعنائی خندق بر گردش گردیده . بازار از بیتابی در پیش او دراز افتاده ، و جوئبار از بی طاقتی در عقبش تن بفریاد داده . رباعی :

واله شده بر فصل تموزش نیسان بهتر ز بهار گشته ایام خزان
از بس پاکیست ، خاک دامن کوهش سر در قدمش نهاده ، صد آب روان

چنگیزهتی

سوم . چنگیزهتی(۲) : اینجا زر سازی بنگ بمرتبه رواج ندارد ، که یاقوت کاری شراب تواند نام بر آرد . بلبل این مقام بی کلاغ دوح لال شهباز دم نمیزند ، و آهوی این دشت بی خر نفس باباکپور چرا نمیکند . کیفیت هوا ابرها را اوج پیمای تر دماغی گردانیده ، و نشه زمین کوهها را بعیوق سرخوشی رسانیده . اگر نسیم این مفرح زار دست تحقیق و تفحص کشاید ، ـــ ان الفجار لفی نعیم ـــ از مصحف گل بر آید . رباعی :

۱ـ موضعی ست خوش و خورم .

۲ـ بازار چنگیزخان .

روشن بعمارت است چشم تر آب و ز موج کشوده حوض او دفتر آب
فواره نداد یک قلم تن به نشست استاده همیشه چون الف بر سر آب

راجور

چهارم . راجور : اگر پسر زمیندارش گندم نمیانداد ، آدم صفی‌الله یک جو دل بگندم نمیداد . و اگر دختر مرزبانش سبز رنگ نمیبود ، خضر نبی بسبز پوشی کف نمیکشود . از عکس گل رخان خاک سر چشمهٔ تازگی یافته ، و از سایهٔ سروقدان آب بخوشخرامی شتافته . اگر نقاش صنع صورت سبزان را باین حسن نمینگاشت : صدف — لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم— نمیداشت . رباعی :

کوهش، بت سبزی است، پر از عشوه و ناز دارد ز دو آبشار زلفین دراز
از خوش کمری ستاده در هر طرفش عالم عالم صنوبر از بهر نیاز

تهانه

پنجم . تهانه : سطح هوایش از گلهای ابر طعن بر صفحهٔ ابروی دارد ، روی زمینش از رنگینی عبارات گلستان را بنظر در نمیآرد . بلندی رواقش حرف پستی عرش را برکرسی نشانیده، و شمسیهٔ طاقش روی تسخیر آفتاب را از آفاق گردانیده . حوضش عروسی است آئینهٔ صفا بر زانو نهاده ، و بجهت شانه کردن از موج گیسوی خود کشاده . بقصد خرامش سنگ مرمر برخاک راهش فرش گردیده ، و زمین جلوه‌گاهش از آب روان — یالیتنی کنت ترابا — شنیده . رباعی :

هر قطرهٔ او ، گذشته به از ، لولو تر و ز حسرت آن ، خشک شده آب گهر
فوارهٔ اوبست سهی بالای ست کز آب فگنده بر سر خود چادر

بیرکله

ششم . بیرکله : بزور سبزهٔ سیراب هر کوهی صد معدن زمرد را خاک مالی میدهد ، و بفرط لالهٔ شاداب هر پشته هزار کان یاقوت را بر زمین میزند . اشجارش چون نقش تذرو رنگ بست تر و تازگی افتاده ، و جوئبارش چون چشمهٔ طاؤس بنونه کاری گلها تن داده . اگر بآتش لاله کان نقره در جوش نمیبود، آبشار قلهٔ کوهش سیم گداخته نمینمود . هرکه این آبشار آسمان پیوند را ندیده ، معنی — و انزلنا من‌السماء — را نفهمیده . رباعی :

از قطره، شده بوسه ربائی در کوه و ز موج ، فگنده پیچها در بر کوه
پای از سر کوه بر ندارد هرگز چون سرکش کوه کرده جا بر سر کوه

پوشانه

هفتم پوشانه : بمشابهت اشجارش نخل طور شجرهٔ نجابت میدارد ، و بمناسبت جوئبارش چشمهٔ کوثر نسب نامهٔ لطافت میآرد . هر کوهی ژنده پیل احمدی است خرقه پوش سبزه ، و هر پشته ابراهیم ادهمی است جبه دار سه برگه . هوایش گلهای شاداب ابر را دسته میبندد ، و فضایش لاله های سیراب شفق را بدامن میکشاند . از کشت زارش مضمون — فی کل سنبلة مائة حبة — پیدا ، و از چشمهٔ سارش معنی — لنخرج به حبا و نباتا — هویدا . رباعی :

بی تخم زمین گشته به از مینا سبز وز تازگی خاک شده خارا سبز
در جوی نصیب اگر بود قحطی آب بی آب شود چو گلشن دیبا سبز

پیر پنجال

هشتم : پیر پنجال (۱) : اگر سنبل شب در کوهش ریشه میداشت، پشتهٔ سبز فلک معدوم میانگاشت . و اگر نسرین ماه از جویش بهره میدید ، منت آب از چشمه آفتاب نمیکشید . تذرو اشجار بزمزمهٔ — تجری من تحتها الانهار — تر صدا ، و کبک کوهسار بترنم — فیها عین جاریة — رنگین نوا . سقای مرغان را از هوایش دستگاه آب میسر ، و آدم آبی را از خاکش برگ زندگی بیشتر . غباریکه ندارد اگر از زمین بر خیزد، بغربال شگفتگی خاک فیروزه می بیزد . رباعی :

از ابر گذشته تیغ این کوه شگرف سر چشمهٔ کوثر شده در آبش صرف
بر چشم کبود چرخ گل میافتد از بسکه سفید است ز گچکاری برف

اگرچه از پای این کوه پرشکوه تا اصل کشمیر بهشت نظیر ، اندک مسافتی هست ، چون بصیب تماشای گلهای گونا گون طی مسافت بخاطر نمیرسد ، گویا که مسافتی نیست ، از نهایت جوش لاله جهان جهان خرمی بر شهر و ده ریخته ، و از غایت طغیان بنفشه عالم شگفتگی بکوچهٔ و بازار آمیخته . مفسر مصحف گل — و نهی النفس عن الهوی — را معکوس فهمیده ، و قاری سیپارهٔ سنبل — فان الجنة هی الماوی — را مخصوص کسی نه دیده . سرو موزونش از بلندی طبع سحابی تخلص دارد ، و صنوبر معما گویش از رسائی ادراک خود را اوجی میشمارد . از هر گل زمین صد بال تذرو طرح نقاشی میپذیرد ، و از هر قطعهٔ خاک هزار دم طاؤس سر مشق گلکاری میگیرد . رباعی :

کشمیر ، بهشت بی در و دیوار است تا چشم کند کار ، گل و گلزار است
کو صفحه نهال او ، که در تعریفش جوی قلم از آب سخن سرشار است

ایضاً :

(طغرا) شده نیسانی تقریر سخن سر سبزی ازو یافته تحریر سخن
تا پای خزان بباغ لطفش برسد گر دست بهار را زمین گیر سخن

(۱) نام بزرگیست که آبادی مزارش به این نام موسوم گردید .

● **رسالهٔ فردوسیه**: عبارتست از ین بوستان معنی پروری، که چون در موسم اردی‌بهشت بطراحیش پرداخته، از جوی قلم انشا، در زمین رضوان پسند کاغذش از برتری، بجای سنبل و نسرین خط و خال حور و غلمان نهال ساخته.

... ...

ثنای بهار پیرای که، انگشت سبزه را بدانهای شبنم غلطان سبحه گردان تهلیل خویش نمود، و حمد نیسان آرای که پنجهٔ بنفشه را از نم وضوی باران به بستن پیمان سجدهٔ خود کشود

... ...

گلستان، سینهٔ رنگین ز داغش   چمن، افتادهٔ راه سراغش

... ...

حضیض وصف صنعش، اوج تقریر   گل از صنعش، گلزار کشمیر (۱)

کشمیر

حبذا شهری که، اگر شمیم گلستانش بطرف بدخشان وزد، آب لعل بوی گلاب گیرد. و اگر نسیم چمنش بجانب یمن غلطد، خون عقیق رنگ زمرد پذیرد. در دامن کوهسارش یاسمین از بس بیکدیگر بافته، مخمل سبزه در هیچ طرف جای خواب نیافته. مردم دیدهٔ بعکس پذیری گلنارش کارخانه دار شفق سازی، و طفل نگاه بمشاهدهٔ لاله زارش گرم شغل آتشبازی. در طی مسافت کشت زار زعفران تذرو آفتاب رنگ پرواز باخته، و در سیر بهار ریحان زاغ شب بآشیان اقامت پرداخته. بنفشه خط گلرخان اگر برو در نمیماند، خود را به بنفشه زارش میرساند. سنبل زلف خوبان اگر پای خود بسته نمیدید، سری بسنبلستانش میکشید. سوداگران شهر سبز و صبا تا از کارگاه بهار سازی چمنش متاع خرمی در نگاه نه بندند، نهال نشوند. و دریافتگان قابلیت نشو و نما اگر بنزهت کدهٔ گلشنش ریشهٔ امید ندوانند، برخویش بنالند. گل خورشید اگر بنظر بهارش در آمدی، از خزان بر آمدی. و بلبل صبح اگر بشاخ گلشنش نشستی، لب از فغان نه بستی. ناطقه را از شمارهٔ گلهای الوانش رنگی نیست، و باصره را از اندازه اطراف گلستانش طرفی نه. سبزه با شش جهت عهد یک جهتی بسته، و سه برگه در چهار حد مربع نشسته. طفل غنچه تا بخاکبازی سر بر آورده، کچه اش بصد هزار رنگ گل کرده. نرگس می پرست انگشت نمای دست از قدح نکشیدن، بنفشه سیاه مست ثابت قدم بسر غلطیدن. و از موج خیز رنگ گل زورق آشیان بلبل طوفانی، و از رطوبت سبزه سرد شعلهٔ آواز تذرو در ریشه دوانی. بفتوای اعتدال هوا تنور افروخته لاله بانگشت داغ صلح نموده، باقتضای پاکیزگی قضا طفل بیدست و پای شبنم بشستن مشقی عوض

۱- بست و یک شعر دارد.

کف کشوده. آفتاب هرگاه فرش زرین پرتو در سبزه زارش گسترانیده، زمردین برچیده. و سحاب هر وقت نهال آتشین برق در گلزارش کاشته، نخل گل افشانی بر افراشته. ابرها در راه هواداری این گلشن شب و روز بهم چشمی در قطره زدن، نیلوفر بنشاط سر از زمین بر آوردن در انداز کلاه بر آسمان انداختن. از طرب انگیزیٔ خاک موج رود بتار قانون در نوا خوانی، و از سبکروحی آب رقاص حباب باصول خفیف در مقام روانی. ماه معینش دستگاه روشنی بدرجهٔ دارد، که عکس زنگی را از پایهٔ تیرگی بر میآرد. پنجهٔ آتشین آفتاب تابمحاذات آبش رسیده، از سردی گرم لرزیدن گردیده. بدستیاری فیوض هوا شگوفهٔ پنبهٔ مینا در بار بستن، و بنشاط آوری جلوهٔ بباد مرغ بیضهٔ فولاد در سرود خواندن. بتحسین ملایمت نسیمش سر درختان پیوسته در جنبش، و بانداز صید شمیمش کمند موج آب در دست پیچش. صبا بکاسهٔ گوش حباب در پیمائش نغمهٔ تر آبشار، شمال بزخمهٔ تار موج در نوازش ساز جویبار. سرچشمها هوادار طوفان تر دماغی، پای درختان دستیار طغیان شگفتگی. بید مجنون را اعتدال مزاج میسر، و تاک فسرده را خون گرمی شیشه و ساغر. ساق چنار آسمان خلخال، تختهٔ مشق بلند پروازی طائر خیال. شاخسار صنوبر رقص پرداز، ساز و برگ رسائی ادا و انداز. پیچیدگی طرهٔ شمشاد، مجموعه‌دار پریشانی باد. قامت سرو افراخته، اندازه بال افشانی فاخته. شفقکدهٔ گوش گل، دستگاه رنگ نغمهٔ بلبل. شبنم افشانی اوراق نسرین، تارنخ گسستن عقد پروین. هجوم نکهت نسترن، نشان تسخیر ختاوختن. پشت گل جعفری، روکش بوته کیمیاگری. موج رنگ شقائق، به نیابت برق لائق.

گل و سنبل، دریـن گلشن بنا شد — بهار اینجا، به هستی آشنا شد
شفق، سرجوش رنگش لاله زارش — فلک، یک پشتهٔ سبز از بهارش
به تشریفش، بهار از بسکه کوشید — زمرد، بر طلای شعله پوشید
سواری، کز ره گلزارش آید — سمندش، در نظر گلگون نماید
ز آتشبازیٔ گلهای رنگین — بر افروزد چو شمع، انگشت گلچین
عجب کز آتش رخسار گلشن — نگردد دود آه لاله روشن
گل رعنا، ز بس سرگرم ناز است — زبان غنچها، روی دراز است
کند سوسن ز رویٔ پیش بینی — بباغش، روزها هم شب نشینی
برغم جوهری، هرسو درین باغ — گرفته لاله، برکف نیلم داغ
زرگل، سکه دار آب و تاب است — ندارد غش طلای آفتاب است
بشاخ ذوق مرغان نغمه پرداز — همه دمساز همچنون پردهٔ ساز
ز بس از گل بود، بلبل طربناک — سرود، از سایه اش پیچیده در خاک
پی ضبط اصول صوت بلبل — زند باد صبا کف بر دف گل
برقص انگیزیٔ سرو گران تک — زند قمری ز بال خویش دستک
تذرو آسودگی افشانده از بال — بپرواز پیاپی میزند حال

نداند مرغ این گلشن ، رمیدن / نگردد سبزه اش سیر ، از دمیدن
کشیده کوهها ، از تبضهٔ خاک / بجوش سبزهٔ و گل ، سر بر افلاک
بجای ، قلهٔ کوهش رسیده / که رنگ ، از چهرهٔ رفعت پریده
ز موج لاله از بس خورده پهلو / بود راهش بعمد باریکی مو
ز طغیان گل و سنبل ، بگلگشت / نه کوهش میشود معلوم نی دشت
زمین گل ، آسمان گل ، بحر و بر گل / نمانده در عدم گوئی دگر گل

...... فواکه کشمیر ......

چشمی را سر رشتهٔ لذت بینائی است که، باندازِ میوهائی الوانش کسند نگاه کشوده ، و دستی را پایهٔ ذوق رسائی است که ، در شاخسار درختانش پر نور جلوه نموده . زرد آلوی آفتاب از تار شعاعی بنخل باغش همه روز در تلاش پیوند ، و کیله ماه نو از رشتهٔ ضیائی بشاخ شجر آسمان سراغش همه شب پای بند . زال چرخ خوشهٔ پروین را از شاخ ادنای تاکش بغورگی چیده ، و پیر گردون گردگان کواکب را از پای یک درختش بدامن کشیده . باشتغال تعریف این مجمع شیرینی لب دوات در انداز زبان مکیدن خامه ، و با شتمال توصیف این منبع چاشنی دهان مقراض لذت پذیر اصلاح نمودن نامه . نیٔ بوریا بهم نشینی خاکش از بس بلذت پیوسته ، نیشکر مصری به نثارش نقد هستی در گره . مرغ نگاه از آشیان دیده بر شاخ هیچ ثمری نه نشیند ، که در برخاستن از سرجوش حلاوت رشته بر پای خود نه بیند . درختش چون از دستگاه ریشه برگ میوه پروری یافته ، شاخسار فراخ حوصله اش از پسته دلتنگ رخ تافته . اگر پستهٔ قزوین ببادام تر و تازه اش دل نمیداد ، نسیم باغ گزین چون مغز در پوستش نمیافتاد. ریواس(۱) چون بنهال خود نمائی سری نداشته است ، برگ تن پروری خویش را ازدست گذاشته است . هرجا تعریف ناشپاتی در لباس بزبان آید، توصیف شکر پارهٔ پنبه قماش گفتار مینماید . نهال زرد آلو اگر بمیدان نمیتاخت ، چوگان زمرد برگوی طلا که میانداخت . جای که سیبش دکان خود فروشی میچیند، سیب ذقن خوبان روی خریداری نمیبیند . شکرک — که سبزی او زینت شاخسار است — تا خام است، در شیرینی پخته‌کار است . آلوچهٔ — که پیشتر از میوهای شیرین رسیده — باوجود ترش‌روئی روی خود درهم نکشیده . چون نسیم بشاخ میوه کاری اشجار در آویخته، جهت بهی خمیره صندل و آب نبات بهم آمیخته . اگر درخت موم درین وعده‌گاه ثمر پا مینهاد ، نهال بوستان ارم در راه میوه او سر میداد . توت پیشرس بهجوم چاشنی شان عسل را پس نشانده ، و شفتالوی نورس محضر دلنشینی بمهر بوسهٔ خوبان رسانده . بشهد چشانی سایه قیسی لب جوی مجنون فروتنی ، بشور افشانیٔ جلوهٔ انگور کوچهٔ شاخ سرشار روشنی . بغلامی مصاحبی فخری هرات بسر مسند افتخار ، از غیرت آبی خلیل مرو بآتش نمرودی گرفتار.

(۱) بروزن گیلاس ، گیاهیست خودروئی ، مردم آنرا خورند .

شاه آلوی درخشان ـ رشک فرمای لعل بدخشان . شیرین کار عناب ، بالب دلبران در شکراب مثنوی :

ره پروانه ، تا در صحن باغ است ــ بیک فانوس نارش ، صد چراغ است
چنان به با تجرد ، شد هم آغوش ــ که دارد خرقه اش را باد بردوش
که تحریر وصف ناشپاتی ــ نمیاید صفحهٔ کاغذ نباتی
چو زرد آلو بخوبی نامور شد ــ بدل سختی درو نرمی سمر شد
کدو امرود تا فیروزه تاج است ــ ز ملک شهد جویان خراج است
چنان شد بوی شفتالو دوای ــ که یابد خستهٔ او هم شفای
بود ، با خوشه تا انگور را ، عهد ــ رسد ، پروانه اش را خرمن شهد
بسه آلوده برای کام خود زر ــ که گردد سبز شیرینت میسر
چو طفل ، از کف مده ، پستان انجیر ــ که دارد ، ریزه های قند ، در شیر
بود از بسکه با سیبش نزاکت ــ نیاید لب بسویش راه نسبت
زبان آرد چو بر لب ، حرف بادام ــ گشاید کف بروغن نالی کام
چو ساقی ، پیش مستان ، نقل چینه ــ بجای پسته فندق میشینند
کسی جز بادرنگ ، از سبز پوشان ــ نگشته هم نمک ، با جرعهٔ شان
چو زد ، در ظرف قسمت خربزه ، دست ــ حلاوت آنچه بودش در گره بست
نموده جمع یکجا ، هندوانه ــ ز بهر مرغ لذت آب و دانه
فضای کوه و صحرا میوه آمیز ــ هوا تا روز محشر چاشنی بیز
اگر فرهاد شیرین کار ، بودی ــ درین کهسار صنعتها نمودی

...... سرود و حسن همیشه بهار کشمیر ......

بهم نشینی سیهٔ بناگوش مطربان ، جلاجل دائره در آتش ، و بکمند افگنی شعلهٔ آواز مغنیان ، پروانه ازبغل بیضه در کشاکش ، طنبوری به بند انگشت طنبور در کاسه شماری شراب‌سرود ، قانونی بجوی‌تار قانون درآبیاری باغ نغمه داؤد . موسیقاری بسر پنجهٔ موسیقار در پالایش رنگ گل ترانهٔ تازه ، کمانچی بتاب گیسوی کمانچه درآرائش پیچ مرغوله بلند آوازه . چنگی بسوزن مضراب در رشتهٔ تار ساز طرب کوک کرده ؛ نای بدمسازی قلم نای و نقش پرکار دست بطراحی هوا بر آورده . از موج خیزی رطوبت سرود کاسهٔ خشک رباب ، بشادابی حباب . از آتش افروزی صوت گلو سوز استخوان سینهٔ عود ، بسوختگی دود . ساعتی نگذرد ، که زدن مضراب صد رمز شور انگیز بر گوش ارباب خرد نکشد . و زمانی نیاید ، که لب جام هزار نکتهٔ رنگ آمیز در کار اهل هوش نکند . بمیرآبی گلزار حسن خوبان مینای می سحر خیز ، و بصف شکنی لشکر ملال دوران فوج پیاله جلوه ریز . صوفیان لاله رخسار بسرغری عهد یکرنگی بسته ، و محبوبان گلعزار بانداز برقص برخاستن

نشسته . گاهی که بسماع دست برآورند ، خرد دربی پا شدن معذور است . و جای که برقص قدم بر دارند ، هوش در سر گذاشتن مجبور . بحر اصول بطوفان افتادهٔ شیرینی حرکات . مقام آهنگ از جا در آمدهٔ دلنشینی نغمات . دلربائی حسن صورت نهید را ثابت قدم مقام عشاق کرده ، و رسائی آوازهٔ حسن خورشید را بدائرهٔ شکستگی رنگ در آورده . شپرهٔ شانه از شمشمه آفتاب جمال در شبستان زلف بیتاب ، چشم شوخ آئینه از هجوم فروغ تمثال مژه ریختهٔ اضطراب . غمزه در فضای آتش رخسار بیتاب کشی تیر مژگان در کار . عشوه بهوای گرمی عذار بجیا افگنی کمان ابرو گرفتار . گیسوی شبرنگ فتنه انگیز ، پشتبان روز رستخیز . زلف مرغولنه پرداز ، فریاد رس اهل نیاز . چشمان سرمه پرست . ترکان صیاد مست . لب شیرین تبسم ، سر چشمهٔ شور ترنم . مثنوی :

سرود و حسن اینجا همعنانند گل و می هر دو جنس یک دکانند
ترنم ریز هرسو ، خوش خرامی بپای نغمه ، در سیر مقامی
سراپا نغمه پرداز نوازش شرار افروز گرمی های سازش
ز مژگان بتان نغمه پرداز چشیده نیش مضرابی رگ ساز
فتد چون مطربان را ، سایه ازکف چو برگ گل ، نماید پوست بر دف
ز آب نغمه ، چون دف نم کشیده هوای ز آتش رخسار دیده
بمطرب نی چنان دل بسته دارد که یک دم ، بی لب او ، بر نیارد
مغنی ، چون زند در زلف خود ، چنگ شود مرغولهٔ زلفش بآهنگ
کند چون چشم مطرب ، ساز دیدن توان صد نغمهٔ رنگین شنیدن
ز شور انگیزی نقش و ترانه رمد کبک فلک ، از آشیانه
صراحی بهر مردان است افسر زنان را پردهٔ ساز است چادر
گدایان پوست تخت افگنده از دف گرفته کاسهٔ طنبور بر کف
ز دیوار و در این گلشن ذوق دمیده ساز و برگ نغمهٔ شوق
نسیم و نغمه را ، یک عرض و طول است هوا را ابر از بحر اصول است
ز هر جانب زده مرغی بر آهنگ فشانده از ترنم بر هوا رنگ
نباشد دور اگر من همچو بلبل غزل خوانی کنم در عشق آن گل
... ... (۱)

...... مناظر آب دل ......

دل چیست ! بآب خود ، گلستان دگر گل نیز بخارش ابر باران دگر
میداشت ، گر از موج گلش ، نوح خبر کشتی میساخت بهر طوفان دگر

۱- غزل هفت شعر دارد . شعر اول :

بیا ساقی ! که عید نو بهار است گلستان جلوه گاه آن نگار است

زهی دریا چه که، از جوش گل آتشین، هنگامه گلستان خلیل را گرم ساخته، و از طغیان سبزهٔ دلنشین بسرسبزی کشتی و ملاح پرداخته. از قرار گرفتن آبش نقش ایستادن چنانچه باید نشسته، و از بسیار بودن زلالش روان گشتن از تصرف دست شسته. غواصان آبش درنگاهداشت سوختگیٔ نفس، شناوران هرسو دست و پا زدهٔ آشنای فریاد رس. رفتن تا میانش نرفته، کسی تا کجا رود، و رسیدن بکنارش نرسیده، کسی بکجا رسد. از بن غبن که برسالت ابر باد سلامی نرسانده، لب دریا از موج در زیر دندان تاسف مانده. از رطوبت هوایش ابر نیسان تر دماغی، و از خرمیٔ فضایش نو بهار خضر سر چشمه شگفتگی و شادابی. گلهای رنگین سرخ و زردش برچیدن دکان لعل و کهربا تر دست بساط گستردن، برگهای سبزهٔ سبز و نیم سبز بشکست کار زمرد و فیروزه کف بهم دادهٔ عهد بستن. موجی که بسایهٔ گلها در آید، برنگ قوس قزح بر آید. حبابی که بسبزها دیده کشاید، ساغر زمردین نماید. سطح آبش تا بپروردن کول کف کشاده، بدخشان را از لعل آتش در نهاد افتاده. نشو و نما در غوطه کاری آب و تاب، نسیم و صبا در شناوری رنگ و بوی گلاب. خرمی و شادابی بیخبر بهار بهم آمیخته، و دمیدن و شگفتن بی اطلاع نامیه بیکدگر در آویخته. آب برنگ گل، وگل برنگ آب ایستاده، داد نکهت و رطوبت داده. از زمین تا آسمان طوفان تر و تازگی، و از مشرق تا مغرب چهار موجهٔ رنگینی و شگفتگی. آری! گلشن عالم آب کم ازین نشاید، گل کردن که چه محیط ازین کمتر بظهور آید. مثنوی:

بگلها، بسکه روداد است آبش — نمیآرند هرگز در حسابش
بهرسو کشتیٔ طوفانی گل — تلاطم خیز موج بال بلبل
رخ کشتی نشینان شعلهٔ تر — در آب حسن شان کشتی شناور
ز عکس لاله رخساران سرکش — فتاده ماهیان در دام آتش
بهمت ناخدایان کف کشاده — گلستانی بدست باد داده
درین دریا، چنان جوش سرود است — که هر موجش، ز آب نغمه رود است
ز صوت مطربان، پیوسته گرداب — نماید رقص، در وحدت گه آب
فشانده هر طرف، از شاخ آهنگ — گل نغمه بگلهایٔ کول رنگ
ز هر زورق صدایٔ نغمهٔ تر — زده موج طرب، برگوش اختر
رگ طنبور، رشک موج آب است — بدستش کاسه همچشم حباب است
لب کشتی هم آواز دف و نی — شفق در بادبان از پر تو می
ز رنگ آمیزیٔ عکس پیاله — شده نیلوفر افلاک لاله
چراغان رو چنان نقشی بر آبش — که فانوس خیالی شد حبابش
رطوبت را، ز بس می در ایاغست — چراغ، از شعله دائم تر دماغ است
بحمدالله، که من هم تر زبانم — ازین آب و هوا روشن بیانم

...... باغ فیض بخش ......

از رطوبت سایهٔ درختانش ماهی زمین در انداز شناوری ، و از رغبت زر گلهای الوانش قارون بوته ساز کیمیاگری . شمشاد بانداز پرواز مرغان نگاه طره بدست انداز داده ، و سرو بشمارهٔ صید دلهای آگاه چین از دام گیسو کشاده . بخوان سالاری اشک ابر طبقهای خنده بر خوان شگفتگی گل افزوده ، و بحریزه کاری نقرهٔ کار شبنم افشان غبار بر اوراق مجموعهٔ سنبل نموده . نسیمی جانب ریحانش نگذرد ، که سر مشق تازگی بسوی خط خوبان نبرد . بسایه پروری گل جعفری خاک را آب و تاب طلای احمر ، و بعکس پذیریٔ ارغوان زمین را بساط رنگینی لعل تر . از شرر افشانی آتش گل پنبه نسترن در معرض سوختن ، و از موشکدوانی چراغ لاله سوخته سوسن گرم افروختن . صبح اگر از بیاض نسرینش دم زند ، مجموعهٔ سواد شب را برهم زند . در پای چنارش رسائی خجلت زدهٔ کوتاهی دست ، و در سیر آبشارش روانی تر شده لغزیدن پای . از نهایت صفائی آبش وقت تموج عکس از گم شدن محفوظ ، و از غایت شیرینی ز لالش طفل نگاه در غوطه خوردن محظوظ . مرغوله ریزیٔ آبشار باتحاد مقام در اصول روانی ، نواخت از زمزمه خیزی جوئبار در پست و بلند بچسپانی . کوک نغمهٔ زیر و بم موسیقار فوارها سرشار تر صدائی ، رقاصان حباب انگشت نمای موج بخوش اداتی . مثنوی :

نگاه از سیر این باغ طرب خیز	چو تار ساز گردد نغمه انگیز
بهرسو عندلیبی کرده سرشار	ز آب نغمهٔ تر جوی منقار
دل قمری ز افغان شعله ساز است	ز سوز صوت ، طوقش در گداز است
تذرو از بسکه شد با نغمه یکرنگ	بنقش بال خود آمیخت آهنگ
ز هدهد ، نغمه سازی دلنشین است	که در هر نغمه، صد ره شانه بین است
صنوبر بسکه دل بر رقص بسته	ندیده، یک زمان خود را نشسته
چنار از وجد بالادست شاد است	کند گر سرکشی آتش نهاد است
ز بس قمری بهر سویش کشیده	لباس سرو سر تا سر دریده
گل ذوق است ، در آغوش خارش	طرب ریز است ، دائم آبشارش
زمین از مستی آبش خراب است	ز تاب تندیش ماهی کباب است
کف از فواره ، تا سرو کشاده	فلک را غوطه ها در آب داده
هوایش بسکه شفاف است ، بلبل	تواند دید ، دود آتش گل

...... قصر باغ فیض بخش ......

درین گلزار، قصر زر نگاریست که صحنش را، ز عکس آن بهاریست

صحیفهٔ زمین را از طرح بنای آن نقشی نه نشسته ، که کارنامهٔ مانی به تعظیمش

بر نخیزد. وسطح فرش از پر تو فضای آن روشنی نه پیوسته ، که آفتاب بدریوزه اش آبرو نریزد . هر خشتی صد کس را بوسیده ، تا بپای کرش رسیده . و گچ کشمکشها دیده ، تا خود را به پناه دیوارش کشیده . بنایان افلاک چون دست بکماله داری هلال بلچکاری آن بکار برده اند ، گچ صبح از آتشدان مشرق در چند پخته بر آمده ، خورشید را درین کار خام شمرده اند . قوس قزح تا کمان بروی طاقش کشیده ، بهزار سنگ بسر آمده ، و آفتاب هر گاه به پیش رواقش رسیده ، بعلمی دیگر در آمده . هفت اقلیم در تمام شدن یکپایه اش دست بهم دادهٔ اتفاق ، و شش جهت در یک جهت بودن فضایش ، از مشهوران آفاق . بذوق بوسه کاری لب ببامش ساق عرش پایهٔ عریانی پسندیده ، و بشوق مردم نشینی چشم غرفه اش پیر گردون لباس ظلمت پوشیده . نسیم فردوس نفس سوخته تلاش دریافت دم صبح بام ، و بیاض سحر رنگ باخته شبگیر زیارت سواد شام . از رطوبت هوای دلپذیرش دماغ آتش گرفتهٔ شمع از رهگذری پیوست بی پروا ، و از بهار گلشن تصویرش شاخ سبک روح موج نسیم گرانبار تازگی نشو و نما . مثنوی :

برنگ آمیزیش نقاش تر دست	ز موی آب و آتش را بهم بست
چو لعل ، ساخت از رنگ رخ گل	صدف دادش بکنف منقار بلبل
چمن سازی چو کردی پای بستش	پر طوطی قلم دادی بدستش
کشیدی ، گر شبیه شمع سرکش	دل پروانه سودی رنگ آتش
شدی تا صرف سوسن ، داغ لاله	سرشتی نیل خود را ، در پیاله
کف نیلوفر از فیض است شاداب	که شسته لاجوردش را بصد آب
فشانده ، خرمیها سبزه از دست	که مالش داده زنگارش بانگشت
چو کلکش سر بحلکاری بر آورد	طلا کوب زر خود شد گل ورد
قلم هرجا بطرح باغ برده	نهالش را ببالیدن سپرده
ز پرواز خم گیسوی شمشاد	نموده رنگ حیرت بر رخ باد
چنار از فیض کلکش یافت آنحال	که آتش بر فروزد بعد صد سال
چو در نازک نمائی ، کف کشوده	نگاه چشم نرگس را نموده
ز بس ، آب نزاکت خورد لاله	شدش تار نگه موی پیاله
ز دیوار و در این قصر پیداست	که هر نقشی درستی هست، اینجاست
همین بس نقش این فردوس آئین	که باشد جلوه گاه خسرو دین
شه گیتی ستان جمشید ثانی	سرافرازی ده تاج کیانی
خدا خواند از ازل شاه جهانش	مسخر شد زمین و آسمانش
... ...	... ... (۱)

---

۱ - هشت صفحه در مدح شاهجهان و در توصیف حسن صورت و سیرت او دارد .

● **رسالهٔ تجلیات** : طغرا تا از تجلیات خویش بیهوش ساز کلیم ناطقه نگردید ، بمعنی خالقیت آن حق کیش ، در باب نظم و نثر بظهور نرسید . رباعی :

کشمیر بود فصل خزان عالم نور بر طالب فیض ، دیدنش هست ضرور
گوی کمه ، درین باغ چمن ساز قضا آورد نهال شعله ، از گلشن طور

جای موسیٰ خالی ست که پرکاری تجلی درین کوهسار مشاهده نماید . و از بسیاری شمشمه کم تواند که بجانب اشجار دیده کشاید . هر طرف پشته پشته ، روشنی الوان برسر هم ریخته ، و هر جانب کوه کوه رنگینی درخشان ، بیکدیگر آمیخته . درختان مسیح زبان تکرار ورق آفتاب نموده ، و جوئبار مشرق دهان بخواندن طومار صبح لب کشوده . بدستیاری هوای پائیز سفیدار فوارهٔ نور مینماید ، و بسرکاری برگریز سرخ بید آبشار یاقوت بنظر میآید . آنچه سیماب گزینان در بوته انداخته ، اکسیر ساز مهرگان ذهب ساخته . و هر جا که نقاش بهار ، طبع پردازی کرده ، طراح خزان بزر نشان سازی ، دست بر آورده . بمشاهدهٔ تذهیب مصحف گل نیلم مردمک دانهٔ کهربا ، و بنظارهٔ حلکاری مجموعهٔ سنبل آبنوس مژه شوشهٔ طلا . زاغی که بر درخت نشسته ، مرغ زرین برخاسته . مینای که بشاخ دویده ، نوری گردیده . خیار دشتی دارد که خلخال طلا بسازد ، و قمری میتواند که بطوق مرضع پردازد . عکس درختان روی آب را ، بآتشی گل افشان نکرده که چشم حباب نیفروزد ، و آبروی موج نسوزد . گل درین ایام حسن خود را برشته میداند ، و بلبل دران مقام خود را سوختهٔ عشق میخواند . بمقتضای فصل ، طفل شبنم قبای نباتی پوشیده ، و بفتوای موسم ، نقره و طلا در یک بوته جوشیده . در کارخانهٔ چمن دارای رها شب اندروز میبافند ، و در کارگاه گلشن بجای اطلس زربفت میسازند . روز نسترن بشب رسیده ، و شام سوسن بصبح انجامیده . سبزه با مژه آفتاب سر همچشمی دارد ، و سه برگه از ماه چارده خود را زیاده میشمارد . برگ درختان شعله ایست تنک ، وگل بوستان اخگریست خنک . آسمان از برگ اشجار متلون بو قلمون ، و زمین از شاخسار رنگا رنگ گوناگون . شهرودء رنگ بست بست طراوت افروختگی ، وکوه و صحرا سیه مست نشهٔ سوختگی . مثنوی :

ز شادابی نغمهٔ بلبلان در آب است آغشته رنگ خزان
شرر سازی نالهٔ فاخته درین خشک و تر ، آتش انداخته
اگر لاله ، گردید بی آب و تاب چه غم ، ساغری شد تهی از شراب
خزان صالح ز سنبل کشید؟ حکیمی باین بی وقوفی که دید
گل ، افشاند همیان خود ، بر زمین ندارد دگر رهزنی در کمین
ز دست خود افگند ، نرگس عصا درین فصل دارد سر بادپا
شقائق ز بند زمین رسته است چو فواره از جای خود رسته است
ز غربال اشجار زر بیخته بصحن چمن ، اشرفی ریخته

از آنجا که دل نشینی این چمن است که بهار ریشهٔ توطنی ندوانیده که خزان یکبارگی تواندش بغربت افگند، بلکه در عین زمستان، در بعضی از اطراف این گلستان، خصوصاً کوهسار بکلی بهار، رنگ خزان ندیده، و بوی برگریز نشنیده. از جوش سبزه کوهساری زمرد سربر آسمانها کشیده، و از طغیان لاله پشتهای یاقوت به کهکشان رسیده. از بنفشه ویاسمین رنگ و بو میچکد، و از ریحان و نسترین تر و تازگی میریزد. رباعی:

بهار، دیده نگاه دیار کشمیر است دوچشم چار بیک چشمه سار کشمیر است
بهر دیار که، گل کرد سال سبز چمن نسیم و شبنم گویند کار کشمیر است

آری! چون تمام اجزای سال مشروط است بآنکه، هر فصل چنانچه باید، در بساب تربیت موالید سعی نماید. لاجرم خزان لباس دست زده نسیم را، از تن خوبان گلشن بیرون میکند، و زمستان بآب و صابون برف بدن شان را شست و شو میدهد. تا بدستیاری نوبهار، بهتر از اول بلباس کرشمه در آیند، و مرغان چمن را بیشتر از پیشتر گرفتار نمایند. و زعفران زارش تخم خنده کاشته، و خرمن خرمن شگفتگی برداشته. باغبانان بنهال کردن گل ترانهٔ مشغول، و دهقان بکاشتن تخم نغمه صاحب محصول. در کوچهٔ و بازار حسن ریخته، و بر در و دیوار مشق بیخته. زمینش تریهای باران را نمیپذیرد، و گل برهم خوردگی در آب نمیگیرد. سیلاب هر چند تندی نماید، خاکش از جا در نیاید. رباعی:

گل نیست درین شهر، بجز لای شراب هر چشمه، رهی بود، بدریای شراب
گشته خم باده آبشار چمنش فواره بود، گردن مینای شراب

کوتاهی سخن، دست تصرف خزان باین گلشن درازست، عندلیب قمری در مقام سوز وگداز. قوت نامیه اگر کف زور آزمائی نمیکشاد، زردهٔ بیضهٔ خاک این چنین بیرون نمیافتاد. رگ ارغوان اگر بفشار در آید، یک آسمان خون برآید. آب دل تیغ موج بر آورده، و قطع آشنای کول کرده. کشتی آتشین رویان تند گذشته، و آب در حلقه چشم گرداب گشته. مثنوی:

چه دریا، چه صحرا، چه شهر، وچه ده بریده امید از گل روز به
شود چون رقم، زردی برگ تاک نماید زبان قلم، شعله تاک
زند بید مجنون، دم از عاقلی ندارد چو پیران، سر جاهلی
چمن زادگان را، بلاغت رسید دل دختر رز، بشوهر کشید
چنار، از فراق جوانی، بسوخت چو پیران، ز برگ طرب چشم دوخت
ز یکجا نشستن گل آزرده بود نسیمش بسیر چمن رو نمود
زبان یافت از کثرت انبساط که روی سمن شد بیاغ نشاط

بزرگان باغ، راغب گرفتن جام کوچک دل. و سرکشان راغ، مائل در آمدن بزم فروتنی. سبزان چمن، از شراب زرد خزانی سیاه مست افتاده، و نازنینان گلشن، بجام باده ارغوانی دست نهاده. نرگس بمرتبهٔ بی شعور نگشته، که جام از دست ندهد، و بنفشه بدرجه بیخود نشده، که سر بجای پا نه نهد. از شربزدگی گل غنچه دل آزرده

است ، و سیاه مستی ریحان ، بر طبع لاله خورده . آب و رنگ یاسمین ، از رمشه خمار ریخته ، و رشتهٔ حیات نسرین ، از خمیازه کشی گسیخته . سنبل یک سو از خود خبر ندارد ، و زنبق خویش را ، از رفتها میشمارد . نظم :

برغم یکدگر خوبان گلزار ز بس ، خوردند می ، رفتند از کار
ز جمعیت فتاده ، نظم گلشن پریشانی ، تخلص کرد سوسن
صدای پارگی ، دارد دف گل بود کوک شکستن ساز بلبل
سه برگه ، از مثلث دید تاثیر ندارد ، بعد ازین حاجت بتحریر
تذرو از دست برد چرخ داند که بر بال و پرش ، هم گل نماند
به تنهائی فتاده سرو آزاد ندانم در چمن چون خواهد استاد
سخن در وصف باغ فیض بخش است ز خوان فیض ، تا بخش است ، بخش است

بفتنه انگیزی باد ، عروسان گل بر روی هم میجهند و بشعبده بازی صبا ، طفلان غنچه بر یکدیگر میدوند . سوسن هندو مذهب ، آتش پرست خزان گردیده ، و نسترن فرنگی مشرب ، بدرد آشامی لباس کوشیده . لاله پری صفت در مقام غائب گشتن ، و بنفشه دیو صورت در انداز تنوره زدن . ارغوان بسرخروئی ، با اقرار خود میزید ، زعفران در پلهٔ جوانی ، بر امثال خویش میپرید . حسن گل چون زبان بقفا ، بنافرمانی سر بر آورده ، و گیسوی سنبل چون گل رعنا ، بدورنگی میل کرده . وقت سماع بر سر شمشاد زر میپاشند ، وگاه رقص در پای سرو زمرد میریزند . نظم :

صنوبر ، برده دلها را برندی برنگ سبزتهٔ گلگون هندی
حنا بسته ، چنار سالخورده بکردار جوانان دست برده
ز عکس رخشت زرتار سفیدار رود آب طلا در جوی گلزار
نزیبد ارغوان را رنگ دیگر ازان رو سرخ میپوشد مکرر
کبود و زرد ، شد پیراهن تاک برنگ کرتهٔ زردوز افلاک
صنوبر نیست بارش ، جسته جسته مکرر دل بعقد خویش بسته
مده (طغرا) زکف ساز سخن را چو بلبل مدح خوان شو هرچمن را
سرودی از مقام لار سر کن فغان را زین ترنم تازه تر کن

از بیم لشکر خزان ، زمینداران سبزه ، در پی گریختن ، و از تعدی سپاه مهرگان ، مرزبانان سه برگه ، در فکر جلای وطن . غنچه را افسر پادشاهی گلشن از سر افتاده ، و قزلباشان تاج خروش رو بهزیمت نهاده . ریحان عنان شبرنگ را بسستی نگذاشت ، که نگاهش تواند داشت . گلنار از پشت گلگون بسختی بر زمین نخورد ، که تواند جان برد . زعفران هرچند براه گریز شتافته ، بجز در پی طلبهٔ عطار پناهی نیافته . نیلوفر چون حباب ، پشمی در کلاه ندارد ، سری بآب فرو برده ،

تاکجا بر آرد . بکمان سپاه بهمن ، دستار گل پنبه ندافی ، و بتیر لشکر دی ، طرهٔ سنبل هدف موشگافی . جمازهٔ نسیم ، بطریقی رم نکرده ، که محمل شقائق بر زمین نخورد ، و دست و پای لیلای داغ نشکند . از گل خیری شرارت میبارد ، و جعفری زر برشوت میآرد . صنوبر که بیردلی علم برد ، دزین جنگ زرگری بیدلی نمود . مثنوی :

چنسار از دستگاه زورد بمازو ندارد سنگ جبرات در ترازو
ز دست نرگس افتاده سنانش گره شد غنچه از دهشت زبانش
نمیآید بسرش از دشنهٔ بید ندارد جوهری چون تیغ خورشید
گل صد برگ، از پس زرد گوش است بخون ریز خزانی سبز پوش است
فتاده هر طرف ، نسرین و سوسن تن بی سر بهزور مستان گلشن
کمند جلوهٔ شبنم ، گره شد کمان خنده اش ، از گریه ، زه شد
صنوبر میخورد پیوسته ، این غم که بر زخمش ، که خواهد بست مرهم
کشیده صف ، بجای گل قواکه که صفرا بشکنند از وی که و مه

بدستیاری قوت نامیه در صحن باغ آتشبازی رو نداده ، که چشم بادام بتماشا نکشاید ، و لب پسته به تحسین باز نشود . مشعل ناشپاتی از چپ و راست فروزان ، و فانوس انار از پیش و پس آویزان . سیب هر طرف صد چراغ روشن کرده ، و انگور هر جانب هزار شمع برشته در آورده . شاخ عناب موشک هوای انداخته ، و درخت به بگرفتن گل ماهتابی پرداخته . گردگان اگر بیدست و پا نمیبود ، درین کار آتش پاره مینمود . عرعر بموشک دوانی سر فرو نمیآرد ، و چنار از دور دست بآتش میدارد . نظم :

به آتش ، بلکه رشک آب قند است بدام لذتش ، نظاره بند است
حلاوت ، بسکه بر هرسو دویده ز بار سرو ، شیرینی چشیده
انار خنده رو ، طفل ست گستاخ فگنده دست خود ، در گردن شاخ
زده شفتالویش از شاخ چوگان رمیده گوئی لذت را ز میدان
گره ، درکار انگور است ، پا بست بدندان باز کن گر میدهد دست
نبات ، از شوق امرودش ، بصد شاخ دل قند ، از غمش سوراخ سوراخ
اگرچه میوهٔ شیرین زده صف ولی گلهای رنگین رفته از کف
چه غم ، گر برگ ریز این چمن شد خزان برهم زن سرو و سمن شد
بتاثیر دعای اهل عرفان بهار تازه ، میآید به بستان
خصوصاً ، رهنمای رستگاری **حسن** طینت حسین **سبز واری**
چو بکشاید ، در فیض نفس را بهارستان نماید خار و خس را

سالک منصور کیش ، نمونهٔ از روی حالش برداشته ، عارف حق اندیش خلوت دل

بخیالش گذاشته . تیر دعایش در راست روی، چون حرف اول ایزد الف است ، و تیغ باطنش در تندی حرف آخر کردگار طاق . دست قدرتش اگر صبح ازل به تهلیل نمیکشود ، سبحهٔ افلاک تا شام ابد در گردش نمیبود . کلاه فقرش حبابی است ، بسرچشمهٔ حقیقت دید کشاده ، و چین آستینش ، موجی است ، برودخانهٔ وحدت دست داده . شاخ سدره ، بمناسبت عصایش دلنشین قدسیان ، و شجرهٔ طوبی ، بمجانست نعلینش منظور بهشتیان . بخیه خرقه اش ، چشمی است از ماسوای حق پوشیده ، و بند جبه اش ، زبانی است بحرف ــ لی مع الله ــ گردیده . ابریق قناعتش ، از سر چشمهٔ بی نیازی لبالب ، و بوریای خلوتش ، از بیشه شیر مردی مرتب . کمند وحدتش ، دائرهٔ افق تجرید است ، و تکمهٔ کلاهش ، قطب فلک تفرید . مثنوی :

کمان غیرتش ، در چله خانه ... تهی گر دست ترکش بر نشانه
گرفته پیش او ، بهلول دانا ... ز علم معرفت ، درس الف با
ازو جسته ، دوای شیخ عطار ... چو گشته ، در ریاضت خانه بیمار
بزور باطنش ، منصور حلاج ... نهاده بر سر دار فنا ، تاج
ندارد ایزد ، از یکرنگیش عار ... بود الله را ، تشدید درکار
ز قرب آستانش ، کوه باران ... زده صد طعنه بر تخت سلیمان
بخدمت روز و شب ، از یاری بخت ... ستاده آب دل ، در پای این تخت
ز هر جانب ، هزاران باغ دلکش ... ز عکس میوه ، دیوارش منقش
بنا کرده خلائق بر لب دل ... ز ر افشان قصر ها ، مانند جدول

الحاصل ، در هر طرف صد باغ میوه دار است ، و در هر جانب هزار عمارت زرنگار . مسافران اختیار توطن کرده اند ، و متوطنان نیت سفر از دل بر آورده . در موسم برف ، کافور صبح میبارد ، و زمین خود را رو سفید میشمارد . دلبستگی یخ ، باین باغ مشهور است ، و قطع تعلقش ، از تیغ آفتاب دور . نزاکت میوه‌ها بمرتبهٔ نیست که ، بی اعتدالی لشکر بهمن را تاب آرند ، و گریزان نشده علت بطبیعت دارند . آری ! هندوانه ، حوصلهٔ برداشت خنکی هوا دارد ، و سرما ، هر چند تندی کند ، بروی بزرگی خود نمیآرد . از بسکه دل شکسته است ، بر بریدن خود کمر بسته . ابیات :

هوا تا سرد میشد میوه‌ها رفت ... خزان هم زین گلستان جا بجا رفت
باین باغ طرب ، هر کس در آید ... زمستان هم نمیخواهد بر آید
برای بیش و کم ، در سایهٔ میغ ... کشیده کوه‌ها بر یکدگر تیغ
ز شوق آنکه گردد چون پیاله ... دمیده از کف میخواره لاله
درین گلشن چراغی گر کند گل ... زند پروانه اش گلبانگ بلبل
چو (طغرا) وصف خوان این چمن شد ... برغم بلبلان ، رنگین سخن شد

خیال کمند و فکر تیز باید — سمند طبع را مهمیز باید
سخنور، با سخن دارد سروکار — زمین فکر، چه گلخن، چه گلزار

رباعی :

خط، عشق بنور این سخن میبازد — اوراق، بلفظ روشنش میبازد
چون خامه جلا پذیر شد از رقمش — آن به که، تجلیات، نامش سازد

● رسالهٔ تذکرة الاتقیا :

(طغرا) تاکی تیغ زبان تیز کنی — در وصف شهان، سخن جلو ریز کنی
آن به که، بجای خفتگان دم صبح — توصیف دوازده سحر خیز کنی

شیخ محمد علی تبتی

اول : پیر بقعهٔ پاک طینتی، شیخ محمد علی تبتی. به نسیم قناعتش سرخ و زرد خانوادهٔ گل، خار بست گزین. و به شمیم ریاضتش تر و خشک سلسلهٔ سنبل، کوهسار نشین. زال چرخ هرچند رشتهٔ شعاعی آفتاب را تافته، قابل بخیه دوزی خرقه اش نیافته. چوب نعلینش صندل درد سر گمراهی ست، و خاک قدمش اکسیر کیمیای آگاهی. رباعی :

از روز ازل گشت طلبکار خدا — نشناخت دری بغیر دربار خدا
از گوهر ذات او نخیزد هرگز — چون دانهٔ تسبیح بجز کار خدا

میرزا تمر خان

دوم : نکته سنج مراتب عرفان، مرزا تمر خان. در دائرهٔ خدا طلبی بنقطهٔ ذات، میتواند پی برد. و در صفحهٔ اسرار جوئی بحرفهای مکتوبی، تواند برخورد. در آسمان اهلیتش حضیض را پهلو نشینی اوج میسر، و در سپهر آدمیتش تخت را پایهٔ تمکین بافوق برابر. در جری قلمش آب زندگی میرود، و بر سبزهٔ رقمش رنگ حیات میدود. رباعی :

شاداب همیشه خاطرش، از ره دین — یک مو نشود ز کار دنیا، غمگین
با او، همه کائنات اگر عکس افتد — چون آئنه، هرگز نزند چین بجبین

حکیم محمد رضا خراسانی

سوم : خوش نشین محفل نکته دانی، حکیم محمد رضا خراسانی. طفل عذارش در مربع نشینی نقطه و امتحان زیبنده، و تندرو نامه اش در دانه چینی حرفهای آیان خوش آینده. از همچشمی دواتش، چشم فلاطونی دلنشین بادهٔ تحقیق. و از یکرنگی مدادش، سیاه مستی خاطر خواه میدوارهٔ

تدقیق. حکایات کهنه بملاقات زبانش تازه است، و ابیات پست بآشنای بیانش بلند آوازه. رباعی:

میناى تکلمش چو گیرد قلقل — در نغمه دهد سامعه را نشهٔ مل
بر صفحهٔ آواز، نویسد بلبل — از خامهٔ منقار، بآب زر گل

حضرت ملا محمد مقیم

چهارم: شناسای رموز حادث و قدیم، حضرت ملا محمد مقیم. در بیتی که، عروس مضمون با پردگیان ایهام نشسته، در دو تخت مصرعه، بر روی شاهد ادراکش نه بسته. خامهٔ فطرتش، سر بنوشتن طومار صبح فرو نمیآرد، و قامهٔ همتش، چشم بر خط شعاعی آفتاب ندارد. ساز تکلمش، کوک قانون شریعت است. و صدای لهجه اش، نواخت مقامات طریقت. رباعی:

حل میشود، از کلام او مشکل فقر — آید، بلبش سخن بکام دل فقر
نعلین تجردش، در خلوت راز — نقش قدمش، دریچهٔ منزل فقر

درویش عبدالله

پنجم: قاطع ماسواه، درویش عبدالله. بمقراض لاریشه نهال تعلق را بریده، و چون تشدیدالله، از شاخسار تجرد گل چیده. مقراضش اگر به بریدن خط دلبران کمر میبست، قطعهٔ حسن چنانچه بایست بر کرسی مینشست. هر که باغچهٔ کاغذینش را دیده. منت گل از باغبان نکشیده. رباعی:

گاهی که، دلش بخط پری پردازد — الفاظ بریده اش، بخود مینازد
افتد، چو هوای خرده کاری بسرش — از برگ گلی باغچهٔ میسازد

حضرت محمد قاسم

ششم: بجزئیات رسیده مراسم، حضرت محمد قاسم. از خوشه چینی کشت رفعتش زال چرخ را سنبله در دامن، و از اهتمام دهقان حشمتش پیر گردون را دور در خرمن. بآشنائی حروف ملایمتش، زبان از درشت گوئی بیگانه. و بمهرفزائی وصف‌الفتش، سخن با کلام وحشی همخانه. در چمنی که نسیم غورش وزیده، سبزه از طرف ریشه قد کشیده. رباعی:

داغ است عطارد، از سخندانی او — خورشید کباب، از دل نورانی او
ابروی هلال، تا قیامت نرسد — در باب کشادگی، به پیشانی او

حضرت میر الهی (همدانی)

هفتم: مصداق سخن پناهی، حضرت میر الهی. قصائدش آئینه زار شاهدان معانی،

و غزلیاتش جوئبار طغیان روانی. خامه اش بر نسب نامهٔ قلم نرگس خط کشیده، و لیقهٔ دو آتش از همرنگی دخان بر خود پیچیده. مداد رقمش از سیاهی، زلف سنبل است. و سرخی سخنش از سرخی، رخسار گل. رباعی:

هنگامه طراز بلبلان سخن است دیباچه نویس بوستان سخن است
باریکی حرفش، رگ جان سخن است آیا نی گفته اش روان سخن است

حافظ ترک علی

هشتم: نغمه پرداز یکدل، حافظ ترک علی. ترانهٔ معرفت را از مصنف بهتر میخواند، و زمزمه حقیقت را از مولف بیشتر میشنواند. از نهایت موافقت در نغمه سازی بسرود مخالف سری دارد، از غایت متابعت در خواندن حجاز پای آهنگ بعراق نمیگذارد. دائرهٔ اتحاد همه طرز میگردد، و در مقام استعداد همه روش میرقصد. رباعی:

گه، قوت دل از کاسهٔ طنبور دهد گه، ظلمت دیده را ز خط، نور دهد
الفاظ اناالحق، که بود نا مربوط مربوط کند، بدست منصور دهد

ملا ابو طالب همدانی

نهم: کلیم طور سخندانی، ملا ابو طالب همدانی. در میدان اعجاز تقریر اژدهای قلمش با ادوات سحر بیانان در افتاده. و در مصر ید بیضای تحریر، نیل رقمش بغریق‌کردن منکران کوچه داده. اگر بتعریف بیتش زبان کشایم بفکر قصیده باید بست، و اگر بتوصیف غزلش برخیزم بترتیب دیوانی باید نشست. چراغی که، از شعلهٔ طبعش افروزد، آستین گردباد را، بسوزد. رباعی:

گل، دفتر خود ندید باب سخنش بلبل، نبرد نام جواب سخنش
هرگز نبود بصاف کردن محتاج در میکده فکر، شراب سخنش

محمد صالح جراح

دهم: زبدهٔ اهل صلاح، محمد صالح جراح. اگر زخم گل رفو پذیر میبود، نسیم، به بخیه کاری او رجوع مینمود. و اگر داغ لاله قابلیت مرهم میداشت، صبا، دست مزد علاج پیش او میگذاشت. میل غفلت زدائی، اگر در چشم حباب باده گرداند، از سبکی دست، بپرده عنبیه اش آسیب نرساند. حقه جراحیش، لبریز مرهم سازش است. و نشتر فصادیش، سرشار آب نوازش. رباعی:

گر او به چمن، در دکان بکشاید صد عقد ز شاخ ارغوان بکشاید
چون غنچه کند ندا دم لکنت خویش آید بر او رگ زبان بکشاید

ملا اسمعیل

یازدهم : عارف بی قال و قیل ، خدام ملا اسمعیل . گلزار سخنش از آب چار جوی رباعی تر و تازه ، و سحاب قلمش در بارش معنی چون سحابی بلند آوازه . اگر بطرح قصیده و غزله میپرداخت ، در یک قطعهٔ زمین سخن صد بیت میساخت . سه برگه بدو مصرعه یک بیتش اگر برمیخورد ، در چار باغ هستی نام تروتازگی نمیبرد . رباعی :

چون ساز در بیت گفتن آورد بدست صد نغمه بچار تار مصرع پیوست
استاده نشد صوت رباعی بدو پا تا نقش ترنمش مربع به نشست

پهلوان شیر علی

دوازدهم : ثانی برنای ول ، پهلوان شیرعلی . در ورزش خانهٔ فقر ، دیو نفس را خاک مالیها داده . و در میدان کشتی صبر ، از هیچ پهلوانی بسر زمین نیفتاده . پیشینان این فن ، تلاش پس چیزی او میکنند . و قطع پوشان این علم ، لنگ کمر ازو میخورند . کشتیش به کشتی گیر قضا و قدر ، و در دستش آسمان سر زیر و پا زبر . رباعی :

گر سایه دستش مدد خاک شود از زور زمین ، شاخ بقم تاک شود
درهم شکند بقوت بازویش زنجیر کباده گرز افلاک شود

۱۴۲- طلوعی ، محمد ابراهیم کشمیری

● همیشه بهار : طلوعی ، محمد ابراهیم کشمیری ، در عهد جهانگیر پادشاه از نا قدردانی اعزه روزگار آشفته میزیست ، و بجوهر شجاعت نیز متحلی بود :

ز چاک پیرهن یوسف ، این قدر دانم که عشق ، پرده‌دری کرده از زلیخا نیست
دل شکسته و عهد درست میخواهم وگر نه مهر سلیمان و جام‌جم کم نیست
نه خوب دانم نی زشت ، این قدر دانم که حرف نیک و بد از خامهٔ یک استاد است (۱)

رباعی :

ما پای نیاز و آز را پی کردیم قطع نظر از تموز و از دی کردیم
در راه طلب چو پانهادیم ز شوق کونین بگام اولین طی کردیم (۲)

۱- این سه بیت گل رعنا دارد .
۲- شمع انجمن دارد .

● مجمع‌النفائس : طلوعی ، طلوعی کشمیری از شعرای عصر تقی اوحدی ست . ازو است :

فلک بپاکی دامان ما قسم میخورد	کنون ز ننگ شک، از کوی ما گریزان‌است
خوشم که همچو (طلوعی) مرا بکعبهٔ دل	زبان ز خواهش و دست از دعا گریزان است

رباعی :

فصل گل و مل گذشت و ما بیخبریم	آب از سر پل گذشت و ما بیخبریم
ایام جوانی ، که بهار خوش داشت	چون موسم گل گذشت و ما بیخبریم(۱)

(۲۲۶ الف)

● گل رعنا : طلوعی ، محمد ابراهیم کشمیری ، در عهد جهانگیر پادشاه بود و بجوهر شجاعت اتصاف داشت . طلوع نشأ سخن از دماغ او دیدنی است : (پنج شعر و یک رباعی دارد ۲۲۷)

● صحف ابراهیم : طلوعی، محمد ابراهیم طلوعی کشمیری . در عهد جهانگیر ظهور یافت . معاصر تقی اوحدی بود . (۲۲۷ الف)

● شمع انجمن : طلوعی ، محمد ابراهیم ، شاعر خورشید ضمیر خطهٔ کشمیر است . در عصر جهانگیر پادشاه بوده . (یک رباعی دارد ۲۷۵)

۱۴۳ـ طیب، ملا کشمیری

● فارسی گویان کشمیر : ملا طیب همعصر غنی بوده . اطلاعی تا کنون غیر از آن که ـــ در دهکدهٔ اسلام پوره مدفون است و مرید بابا نصیرالدین کشمیری بوده ـــ در دست نیست . کتاب خانهٔ تحقیقی سرینگر هفتاد ورق دیوان ناقص وی را ، در تابستان سال (۱۳۲۲ش) ، از متولی مقبره اش ،

۱ـ گل رعنا دارد .

خریداری کرد .

طیب صوفی منش بود و اشعارش، مترجم احساسات صوفیانه وی . آنچه در این جا آمده، از نسخهٔ کتاب خانهٔ تحقیقی کشمیر استنساخ شده است(۱):

از عرب وز عجم نیامده ایم / جز ز ملک قدم نیامده ایم
کار ما، کسب و روح قوت اوست / از برای شکم، نیامده ایم
کی توانیم زو نهان بودن / نی ز طبل و علم نیامده ایم
از خداوند یافتیم وجود / ما بخود، از عدم نیامده ایم
آن چمنا نسیم، کافرید الله / ذرهٔ بیش و کم نیامده ایم
در قضایش رضائیم، ار چند / فارغ از درد و غم نیامده ایم
(طیبا) مماز ملک انواریم / از سواد ستم نیامده ایم

امروز، چه روزیست که، ما خویش نیائیم / مستیم و خرابیم، ندانیم کجائیم
این جام، چه جامست، کزو جامه دریدیم / این دام، چه دامست، کزان دانه ربائیم
این یار، چه یارست که، هستیم زبونش / وین نار، چه نارست که، زان نور و صفائیم
این جای، چه جایست که، در رقص وسماعیم / وین نای، چه نایست که، زو عین فنائیم
این خانه، چه خانه است که، جانست سراسر / وین دانه، چه دانه است که، زان دام جدائیم
هر دم بکف آریم دری زین یک دریا / آن روز مبادا که از این بحر بر آئیم
(طیب)! توچه جانی، چه جهانی، که ندانیم / ما نور خدائیم رخ یار نمائیم

در عالم ملک، اگرچه خواریم / اندر ملکوت شهسواریم
سرمست صراحی الستیم / پروای وجود خود نداریم
شهباز سرادقات غیبیم / چون باز به جیفه سر نداریم
غواص محیط عشق اوئیم / ناگاه بود که در بر آریم
نزد همه دوستان عزیزیم / در دیدهٔ دشمنان چو خواریم
مفتاح بهشت در کف ما ست / در گنج خرابه در چه کاریم
(طیب) نکند سخن به دونان / ما تخم بشوره زر نکاریم

هر که او از پی هوا گردد / دور از درگه خدا گردد
هر که پیوسته باخدا باشد / عاقبت در خدا فنا گردد
هر که یاری بجز خدا گیرد / آخرالامر زو جدا گردد

۱- رک : برای مزید اطلاع تاریخ ملا خلیل مرجانپوری، جلد دوم . تاریخ حسن، جلد سوم . واقعات کشمیر .

هر که بیمار او شود نفسی — دمبدم دزد او دوا دارد
(طیبا) هر که هست بیگانه — کی تواند که آشنا گردد

عاشقم فارغم ز بود و ربود — عاشقم فارغم ز رفت و ورود
عاشقم فارغم ز علم و ادب — عاشقم فارغم ز عقل و خرد
عاشقم فارغم ز نفس و هوی — عاشقم فارغم ز نیک و بد
عاشقم فارغم ز حرص و امل — عاشقم فاوغم ز غیر و ز خود
عاشقم فارغم ز گرز و چماق — عاشقم فارغم ز مشت و لکد
عاشقم فارغم ز نور خلود — عاشقم فارغم ز نار ابد
عاشقم فارغم ز شد (طیب) — عاشقم فارغم ز هرچه شود

میکنم، از جفا و جور تو، داد — کس بدادم نمیرسد، فریاد
طاقتم طاق گشت و جز نماند — تا کیم انتظار خواهی داد
خواهم ای یار سر فدا کردن — زیر پای تو، هر چه بادا باد
بست بر جان در غم و اندوه — هر که او چشم دل بروت کشاد
آتش عشق، سوخت بنیادم — بارها در جهان بی بنیاد
هر که خواهد مرا ز یار جدا — یا رب از بند ابتلا مرهاد
(طیب) افسوس آنکه، بی رخ یار — میسپرد آب زندگی برباد

تا خدا بود با خدا بودیم — از خدا کی دمی جدا بودیم
جای ما نیست آسمان و زمین — عرش و کرسی نبوده ما بودیم
لا مکان است منزل عشاق — کس چه داند که ما کجا بودیم
نور صدق و صفای قلب، که بود — صوفی صفحهٔ صفا بودیم
پیش ازان دم که چرخ رقص کند — در ترم طاق و تن تنا بودیم
تا که باشیم این چنین باشیم — هم چنین بوده ایم تا بودیم
(طیبا) ما سوا ندیده الم — آری! از خالق، تا سوا بودیم

در خرقه زدم آتش، عریان خراباتم — میخوارم و سرمستم، مهمان خراباتم
ای شیخ مناجاتی، جویای کراماتی — در بند مقاماتی، من جان خراباتم
از صومعه‌ها جستم، در میکده ها مستم — از ظلمت خود رستم، نوران خراباتم
زاهد تو نکو نامی، زهد تو ترا دامی — من خادم خدامی پیکان خراباتم
من رند خدا دانم، سرخیل بدخشانم — سر تا بقدم جانم، جانان خراباتم
از من نشود واقف، نی زاهد و نی عابد — پیدا نشوم بر کس، پنهان خراباتم
جانم چومی آشام است، اندر طلب جام است — کفرم همه اسلام است، ایمان خراباتم
من (طیب) پر زهرم، اندیشه کن از قهرم — گردن مکش از امرم، سلطان خراباتم

مغرور مال و جاه مشو، خواجه! زینهار — پندیست بس مفید، بجانش نگهدار
هر کس که مال و جاه بخنداندش کنون — ترسم که، روز حشر کند گریه زار زار
این جیفه دنیه و گندیده را چقدر — کز بهر او کشی بقیامت عذاب نار
گر هیچ دیده است تو دلبر نگاه کن — بنگر کجا شدند سلاطین روزگار
عمر عزیز را، مکن ای یار صرف هیچ — هیچ است این جهان بکسی نیست پائدار
مشنو حدیث دیو و معاش چنان مکن — گر وی شوی بنزد خداوند شرمسار
(طیب) چرا بعاقبت کار غافلی — هر لحظهٔ ز عمر غنیمت همی‌شمار

خواهم از شوق دل من نشود واقف کس — شدت درد مرا نعره زنان میسازد
محنت یار جدای تو ای خاتم حسن — تیر قد من مسکین چو کمان میسازد
زینت نام نکو داشتم، و عقل خرد — چکنم عشق مرا شین جهان میسازد
چون ز من ناله و فریاد نگردد پیدا — کو ز من این دل وجان روی نهان میسازد
از غم فرقت روی تو، جوان پیر شود — شادی وصل تو بس، پیر جوان میسازد

ایمان بحق آورده ام! زنار را ببریده ام — درد فنا را خورده ام، صاف بقا نوشیده ام
از کفر واز ایمان خود، از درد واز درمان خود — ازجان واز جانان خود، دیریست برگردیده ام
بلبل من و گلزار من، ساقی من و خمار من — عاشق من و دیدار من، ازخود عجائب دیده ام
کعبه من و بتخانه من، افسون من و افسانه من — عاقل من و دیوانه من، اینها ز دو در دیده ام
از برکت دل جان شدم در جان جان پنهان شدم — یک گوهر صدکان شدم، امروز بس شوریده ام
ای غافل از اسرار من، تاکی کنم انکار من — چندین مجو آزار من، ز آزار تو ترسیده ام
(طیب) فتادی، چون زبان اندر دهان مردمان — نتوان رمیدن زین و زان، در عاشقی پیچیده ام

رباعیات

منزل گه ما، سراچهٔ قیوم است — فهم بشری، ز درک ما محروم است
در صدف جانم و جان نا پیدا — کس نیست، که پی بما برد، معلوم است

ای پادشهی که، عالم الاسراری — دانم بیقین که، مفضل و ستاری
تا چند مرا، بدست غم میداری — هر چند گناه کرده ام، غفاری

دانیم که، قادر و سمیعی و بصیری — دانیم که، بی شبه و شریکی و نظیری
هر چند که، شرمسار درگاه تو ایم — خوانیم ترا، کز تو نداریم گزیری

یارب! مارا دلیست بسیار ملول — جانست بسی خراب و چشمیست ذلول
چشمی است پر آب و سینهٔ پر آتش — زین غم که مبادا که نیابیم وصول

تاکی پی شهوت و هوا گردیدن — در محنت و رنج و ابتلا نالیدن
خواهی، بمراد دل شوی واصل حق — باید، همه عمر نامرادی دیدن

۱۴۴- ظفر، لاله تیکارام

● عقد ثریا : لاله تیکارام، ظفر تخلص، برادر راجا دیا رام، از خطه کشمیر عمده خاندان و بی نظیر است. فقیر او را در لکهنؤ دیده . (ص ۴۱)

۱۴۵- عارف، قاضی محمد عارف

● تاریخ اعظمی : خلف قاضی ابوالقاسم نبیره مولانا جمال‌الدین (۱) است، که ذکرش گذشت . در زمان شاهجهانی بیاوری اقبال پیش آمده، بعنایات سلطانی امتیاز حاصل نمود، و بتقریب وقائع نگاری سفارت ایران سلاطین (صفویه) بحسن لطائف جواب ده بود . با وصف مشاغل دنیوی بهره تامی از سخندانی داشت : این رباعی را باستشهاد آن، درین صحیفه بر نگاشت . رباعی :

خواهم از این نشیب و پستی برهم — وز ننگ خودی و خود پرستی برهم
یک جرعه ز جام نیستی نوش کنم — از کشمکش خمار هستی برهم
نه ازان دیر تر به بخشد کام — که دهد جلوه کبریائی را
زان توقف کند که دریابی — ذوق در یوزهٔ گدائی را

چنانکه بمکتوبی از جناب عروةالوثقی شیخ محمد معصوم (۲) سرافراز است و آن مکتوب در جلد ثالث مرقوم است . (۱۸۲)

۱- قاضی القضاة مولانا جمال است، که عزیزی از هندوستان آمده و در خانقاه امیریه بادای وظائف میگذرانید و به حکم آنکه : — عشق و مشک را نتوان نهفتن — رفته رفته خبر فصاحت و کمالات بلاغتش بسلطان رسید و در صحبتش خودش طلبید و خدمت قضاء مسلمانان تفویض باو فرمود . در فنون و علوم آراسته بود و فیصلهٔ احکام بدیانت مینمود . و این مولانا جمال‌الدین سوای مولانا جمال‌الدین سیالکوتیست، که ذکرش به محل خود (ص ۱۱۹) میآید . (ص ۵۱)

۲- متوفی (۱۰۷۹ھ) بن حضرت مجدد الف ثانی .

۱۳۶- عاقل، سخنور خان

● مجمع النفائس : در ضمن احوال هنرور خان عاقل نوشته :

باین تخلص دو کس دیگر هستند، یکی خواجه محمد عاقل برادر خواجه کامل، که مدتی داروغه توپ خانه نواب عدالت مآب صمصام‌الدوله خاندوران بهادر شهید بود. و آن مرد عزیز بزرگ هندوستان زاست و با فقیر آرزو کمال ارتباط و اتحاد داشت، چنانکه غزلی، در تعریف این عاصی گفته، لیکن قریب هفده هژده سال است که ودیعت حیات سپرد :

و دوم سخنور خان، بالفعل زینت افروز بزم زندگیست، و از خطهٔ دلپذیر کشمیر است، و این عاقل را نیز باین دیوانهٔ سخن، ربط اخلاص متحقق است. (۲۵۲ - الف)

۱۳۷- عبدالنبی فخرالزمانی

● میخانه : ملا عبدالغنی فخرالزمانی، مولد این شکسته بال از دارالموحدین قزوین است. و پدر این ضعیف خلف بیگ هرگز شعر نگفته است، ولیکن مرد درویش نهاد و صوفی صافی اعتقادی بوده. اوقات خود در قزوین به تجارت میگذرانده ... ...

در سنه احدی و الف (۱۰۰۱هـ) که طاعون در قزوین واقع شد، عارضه اورا دست میدهد. برادران و خویشان را همه از واهمهٔ طاعون مضطرب میبیند، میگویدکه : ای عزیزان همگان خاطر جمع دارید که، بغیر از خلف، دیگر کسی از میان شما بدر نخواهد رفت. و همه دربن طاعون از آفات مصؤن خواهید بود، و من در روز جمعه، هنگام نماز پیشین، عالم فانی را وداع

خواهم کرد ! بهمان دستوری که مذکور ساخته بود ، داعی حق را لبیک اجابت گفته . و بعد از دیگر کسی از عزیزان و خویشان او ، دران قضیه ضائع نه شد .

این حقیر که خود را فخرالزمانی مینویسد ، سبب آنست که ، جد مادری فقیر، فخرالزمان نام داشته ، و قضای قزوین متعلق بایشان بوده است، در فطرت و فطانت و در فضیلت و موزونیت سرآمد عصر خود بوده . و نسب آن عزیز به خواجه عبدالله انصاری میرسد... ... ...

اشعار خوب و ابیات مرغوب از ایشان بر صفحهٔ روزگار مانده است . و این چند بیت از گفتار آن بزرگوار است :

رفتی و دور از تو هوشم ، از دل ناشاد رفت — دامن افشاندی ، و گرد هستیم ، برباد رفت
عشق عالم سوز ، تا بنیاد رسوائی نهاد — شیوهٔ صبر و قرار ، از عقل بی بنیاد رفت
هرچه غیر عشق بود ، از صفحهٔ ادراک شست — هر چه جز حرف وفایٔ یار بود ، از یاد رفت(۱)

... ...

مسود این اوراق پریشان ، در دارالموحدین قزوین ، بسن رشد و تمیز رسید ، و در ابتدای شناخت مائل بموزونیت گردید . بنابران بخدمت اکثر ارباب طبع نظم میرسید ، و از ایشان مستفید میشد ، تا طبیعت این ضعیف استعداد آن بهمرسانید که ، در مقام انتظام نظم شود . در اول تخلص خود — عزتی — قرار داد ، و گاهی‌گاهی رطب و یابسی درهم می آورد . و بعضی اوقات نیز از روی هوس جوانی در پی قصه دانی میشد ، تا بقوت جاذبهٔ

۱- در چاپ آقایٔ گلچین این اضافه دارد :

جانفشانیها بخاک پای یارم آرزو ست — وه‌که یک جا دارم و در دل هزارم آرزو ست

حافظه ، تمام عیار قصهٔ امیر حمزه بن عبدالمطلب را ، بیک شنیدن بخاطر گرفت . و دران ایام قوت حافظهٔ فقیر بمرتبهٔ بود که ، در مجمعی که صد بیت خوانده میشد، قریب به هفتاد بیت، آن چنان در طبیعت جایگیر میشد، که بخانه می آمد ، و همه را بر بیاض خود مینوشت . الحال کـه بتالیف ــ میخانه ــ مشغول است ، از آثار آن حافظه مانده باشد . ...

چون سن مسود این اوراق پریشان، بنوزده رسیده بعزم زیارت امام الانس والجن امام رضا (علیه التحیة و الثنا) بمشهد مقدس آمد ... ...
در ایام توقف آن آستانه، هر روز از یسار و یمین ، و از تجار و متردد دین ، وصف دارالامان هندوستان بسیار شنید ، شوق دیدن آن ملک برین نو سفـر غلبه کرد . عزم آن بلاد جزم نمود ، بعد از طی منازل و قطع مراحل، از راه قندهار بیمار و نزار خود را بلاهور رسانید، و چهار ماه دران بلده توقف کرد، تا کوفت راه بالکلیه دفع شد . بعد ازان بسیر لاهور مشغول شد .

بعـد از فـراغ گشت لاهـور ، در سنه ثمان عشر و الـف (۱۰۱۸هـ) بدارالخلافه آگره ــ که مقر سلطنت نوشیروان سیرت ... ...

ابوالمظفر شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه بود ــ رسید . ازان تاریخ تا لغایه که سنه تسع عشرین و الف (۱۰۲۹هـ) (۱) است، عالم را از عـدل و داد آن خسرو عادل، چون رخسار شیرین رنگین ساخته و در ایام دولت خویش، ــ که تا قیام قیامت باقی ماناد ــ بحال بندهٔ آزاد از روی مهربانی پرداخته :

مهـربـانیش را ، شماری نیست　　زنـدگانیش را ، شمار مـبـاد

۱- در متن گلچین معانی سنهٔ ثمان عشرین و الف (۱۰۲۸هـ) است .

چون این ضعیف بدارالخلافه رسید ، خود را بخدمت وزارت پناه ، عزت (و) معالی دستگاه میرزا نظامی ـــ که درین ایام دیوان صوبهٔ بهار است ، و دران وقت واقعه نویس درگاه بود ـــ رسانید . چرا که مولف این تالیف باو نسبت خویشی داشت . و آن عزیز را بقصهٔ امیر حمزه بشنیدن میل تمامی بود ، چنانچه این نحیف را برآن آورد ، تا در اندک ایامی دران فن کمال مهارت بهم رسانید ، ولیکن از سرشتهٔ موزونیت باز ماند .

چون روایات جلال جهانگیری به عزو اقبال در سنه اثنی عشرین و الف (۱۰۲۲ھ) بجانب اجمیر نهضت فرمود (۱)، کمترین نیز همراه میرزای مذکور بدان طرف روانه شد . تا آنکه روزی در راه بیکی از همشهریان خود ـــ که مسیح بیگ نام داشت ـــ بحسب اتفاق برخورد . و آن عزیز در خدمت، بازوی دولت جهانگیری و جهان ستانی ، و سالار سپاه رکاب جانشین صاحبقرانی ، خان عالیشان زمانه بیگ مهابت خان بود . و خان مذکور مشار الیه را مدار الهامی سرکار فرزند ارجمند و خلف سعادتمند خود میرزا امان‌الله ساخته بود . مسیح بیگ این ضعیف را همراه خود بسعادت ملازمت چشم زمانه ، عین عطا ، میرزا امان الله ، مستسعد گردانید .

چون ساعتی در بندگی ایشان بسر برد ، حسب‌الامر فصلی قصه در خدمت آن نتیجةالخوانین گذراند ، بعد از استماع این سخن ، آن صاحب سخن ، بمرتبهٔ خواهان فقیر شد که دیگر نگذاشت که من بمنزل خود روم .

۱- جهانگیر بتاریخ دوم ماه شعبان (۱۰۲۲ھ) از دارالخلافه آگره بر آمده توجه بجانب اختیار نموده (توزک ص ۱۲۲ س ۵) و پنجم شوال داخل اجمیر شد .

و هم دران روز بنده را با جمعی از عربان — که نوکران معتمد خان عظیم الشان مهابت خان بودند — سپرد. و کمترین پانزده روز در نظربند آن جماعه بود. روز شانزدهم آن قدردان ارباب دانش در اجمیر با دو سه کس از نوکر مصاحبان خود بسیر — چشمه نور — رفت. چون صحبت ایشان منعقد شد مسبح بیگ به تقریبی حرف این حقیر را درمیان آورد، حکم شد که: بحضور آید! چون دران مجمع حاضر شدم، بزمی دیدم رنگین و گشتگاهی ملاحظه نمودم بینهایت شیرین. از قضای اله دران ایام بهار بود و جهان از آرائش مشاطه بهار، رشک — جنات تجری من تحتها الانهار — گشته، و اطراف بساط غبرا از ریاحین درخشنده، بمانند قبهٔ خضرا، پر کواکب شده. شعر:

جهان پیرانه سر، گفتی جوان شد — زمین از سبزه، گوئی آسمان شد
ز معشوقان چمن پر رنگ و بو تر — نواها از گل نو، تازه رو تر
چمن را با سبک روحان سروکار — زمین از بمار برگ گل گران بار

چون بمطالعهٔ آن سر زمین که — چشمهٔ نور — دران واقع است، مشغول شد، درهٔ مطبوعی بنظر درآمد که از اطراف جبالش بسیار است، بلند سر بفلک کشیده، و از جانبین دامنهاش سایه برسر آفتاب انداخته، سواد مینا رنگش از روضه مینوی دلکشای تر، و نسیم غالیه بیزش از نافهٔ مشک تتاری عطرسای تر. شعر:

صد هزاران گل شگفته درو — سبزه بیدار و آب خفته درو
هر گل گونه گونه از رنگی — بوی هر گل رسیده فرسنگی

و درمیان حقیقی دره، چشمهٔ آبی بود، بصفا چون رخسار لاله رویان گلعذار، و بحلاوت چون سخن شکرلبان شیرین گفتار. شعر:

مشور، همچو چشم پاک بینان — مصفا، چون دل خلوت نشینان

بنوعی سرد کزبیم فسردن   نیارد عکس در وی غوطه خوردن
گیاهی کاندران لشو و نما کرد   بجای برگ عینک اندر آورد

درکنار آن چشمه، که نور دم ازان میزد، میرزا امان‌الله را دیدم، نشسته و دو سه کس از اهل طبع نزدیک بایشان قرار گرفته . چون چشمش برین ضعیف افتاد ، فرمود که : بنشین ! حسب‌الحکم بزانوی ادب در آمدم . آن خلف ارجمند زمانه، بنفس نفیس متکلم شد و رفته رفته سخن باینجا رسانید که : در عالم هیچ یادگار بنی آدم را ، به از سخن نیست ! شعر :

جهان را یادکاری جز سخن نیست   خرد را ، کاروباری جز سخن نیست

آن قدر که طبع من مائل بنظم است ، بهیچ چیز دیگر نیست . ای عزیزان ! بیائید ، تا هرکدام بجهت این چشمه و این دره ، یک مصراع بگوئیم تا رباعی شود، که امروز بغایت خوش وقتیم . اول من بگویم ! این مصراع بر زبان آورد :

چون چشمهٔ نور نیست جای بحضور

این ضعیف این مصراع در بدیه بعد از مصراع ایشان رسانید :

موجش فوجی است گوئی از غمزهٔ حور

آن ممیز عصر خود ، از استماع این مصراع بغایت از جا در آمد . فرمود که : ملا عبدالنبی ! مرا گمان این نبود که تو موزون باشی ! فقیر معروض داشت که : اگر حکم شود ، این رباعی را تمام نمایم ! فرمودند : البته ! این ضعیف بیت ثانی را نیز گفت و بر ایشان خواند . خوش وقت شدند . همدران روز بزبان آوردند که : امروز این غزل امیر خسرو را که یک مصراع آن بخاطر من است، طرح مینمایم، تا فردا شما و یاران را مهلت است که، غزل را تمام کرده بگذرانید . آن مصراع امیر خسرو این است :

از دل بدست رفت و ز ناخن بتار ریخت !

القصه ، روز دیگر محمد انور لاهوری و این فقیر ، غزل را پیش از یاران دیگر گفته ، بر مخدوم خود گذراندیم . از غزل یک بیت مرضی طبع ایشان شد . از مولانا انور این است :

یارب ! چه صورتی که ز شرم تو آئنه گردید آب ، و از کف آئینه دار ، ریخت

این ضعیف گوید :

یک قطره خون دل ، به رونم ذخیره بود آن هم ز راه دیده غم روزگار ریخت

القصه ، آن نتیجةالخوانین این کمترین را بار دیگر بر سر بلبل نوای[*] آورد ، تا در اندک ایامی طبیعت خود را ، از صحبت آن مجموعهٔ دانش ، هزار مرتبه بهتر از کرت اول ، بدرجهٔ موزونیت رسانید . مصراع :

کمال صاحبم در من اثر کرد !

از غایت توجهی که باین ضعیف بهم رساند ، کتابداری سرکار خویش بدین بی مقدار مقرر فرمود .

مسود این اوراق پریشان ، دران خدمت به مطالعهٔ کتب معتبر مشغول شد ، و سخنان خوب از مصنفات و مولفات متقدمین و متاخرین ، چه نظم و چه نثر ، انتخاب نمود . روزی بخاطر رسانید که ، از بی انصافی[*] روزگار معلوم است که ، اشعار تو در جنب واردات شعرای گذشته و آینده اشتهار سرشاری نخواهد یافت . هیچ به ازان نیست که ، دو سه تالیف نظم و نثر ترتیب بدهی ، بوسیلهٔ اخبار ارباب دولت ، و بواسطهٔ اذکار اصحاب طبیعت و و سخنان ایشان ، نام تو بی نشان بر صفحهٔ روزگار ثبت شود . لمولفه :

نبی خود را بیفگن درمیانه مگر نامی برآری در زمانه

بنا بران انگارهٔ سه تالیف نمود :

یکی ، بجهت خواندن ـ قصهٔ حمزه و آداب آن ـ تا قصه خوانان را

دستوری باشد، و نام ــ دستورالفصحا ــ قرار دهد :

ثانی ، یا بعضی از حکایات شیرین و نقلهای رنگین مرتب سازد : و آن را ، به ــ نوادرالحکایات یا بحرالنوادر ــ موسوم گرداند ۰ و

ثالث ، مولفات ساقی نامه های متقدمین و متاخرین را ، ترتیب داده، با احوال ایشان بر بیاض برد . نام آن را ــ میخانه ــ گذارد .

چون طبع هنرمندان این جزو زمان را ــ بساقی نامه ــ راغب تر دید ، نخست بتالیف ــ میخانه ــ مشغول گردید . و قریب پانزده ساقی نامه با ذکر قائلان، آن در عرض یک ماه در بلدهٔ اجمیر، مرقوم شکسته رقم گردانید. و از روی شوق به تفحص و تجسس ساقی نامها دیگر مقید گشت که ، ناگاه فلک بی مدار ناهنجار با این بی مقدار ناسازگاری آغاز نهاد . گردش بی روش خود بی واسطه حظ نفسانی، و بغیر لذت مساس جسمانی، بیداد باد فرنگ را چون آتش بجان ناتوان سرداد . و پیش ازانکه بخیه این زخم بر روی کار افتد ، و گل آن مرض این محقر را در نظر امثال و اقران خار گرداند ، خویش را بیمار و نزار ساخت . و از بیم اینکه مبادا صاحب بر احوال این شکسته بال اطلاع یافته ، در مقام آزار شود ، از ارکان دولتش التماس کرد، تا بجهت فقیر رخصت رفتن ولایت گرفتند .

القصه ، بعد از اجازت در ساعت ، تالیفهای ناتمام خود را همراه برداشته در لباس فخر فقر از اجمیر بر آمدم ، و از راه نارنول روانه لاهور شدم ......

در سنه خمس عشرین الف (۱۰۲۵ه) بلاهور رسیدم . طاعون گرم شده بود ، از لاهور بدارالعیش کشمیر روانه گشتم، چون بمطلب رسیدم ، قریب بدو سال درانجا ماندم . دران ایام مخدومی میرزا نظامی بخشی و دیوان کشمیر

بود ، با ایشان بسر بردم .

در آخر سنه ست عشرین و الف(۱۰۲۶ﻫ) میرزا نظامی را بدرگاه طلبیدند، همراه ایشان بمندو آمدم ، و قریب بیک ماه درانجا ماندم . بعد ازان میرزای مذکور را دیوان صوبهٔ بهار ساختند . این ضعیف همراه دیوان مذکور بعزم سیر بصوبهٔ بهار آمد .

از منظومات فقیر سوای ــ ساقی نامه ــ تا لغایه هزار و پانصد (۱۵۰۰) بیت فراهم آمده است . ــ ساقی نامه ــ خود را بنام نواب مستطاب سردارخان در بلدهٔ پتنه تمام کرده . درین اوراق پریشان بر بیاض برده ام . امید که منظور نظر ارباب هنر گردد (۱) .

(تهران: ۲۵۸-۲۸۳ ، لاهور: ۲۹۸-۵۲۳)

۱۲۸- عبیدالله نقشبندی، حضرت خواجه

● تاریخ اعظمی : اجمال احوال آن صاحب کمال ، در اوراق بالا گذشت . بعد کسب لوازم، طریقت تجرید و تفرید اختیار کرده، اکثر بلاد مشهور را دیده ، و بحرمین محترمین برسیده . قریب هفتده حج گذارد .

بکشمیر سه بار تشریف آوردند . اول در آخر سلطنت پادشاه عالمگیر، ثانیا در اول پادشاهی محمد معظم شاه عالم بهادرشاه ، که سنین بهجری بهزار و یکصد و نوزده یا بیست (۱۹-۱۱۲۰ﻫ) رسیده بود .

در آن وقت فقیر حقیر، در خدمت حضرت مرشد مراد، بصحبت ایشان رسید . اجتناب تمام از دیدن مردم داشته، اکثر در را بند کرده مینشستند . دراثنا خبر آمدن جناب شیخ ملکوت پرواز خواجه نیاز به پیشاور ، بنا بر طلب

۱- رک : ساقی نامه (۲۰۷) بیت در ـ میخانه ـ مولوی محمد شفیع مرحوم مینویسد که مؤلف تا سال (۱۰۴۱ﻫ) زنده بود و در همان سال دیباچهٔ ــ نوادرالحکایات ــ نوشته است . بعد ازین هیچ خبری نیست که بکدام سال وفات یافت و کجا مدفون شد . (دیباچه ﻫ)

بهادر شاه رسیده ، برای دریافت ایشان در کشمیر بر آمدند . چون جناب حضرت خواجه نیاز زود به لشکر بهادر شاه رفتند ، خدمت خواجه عبیدالله راه حرمین گرفتند و مدتی همان طرف بودند .

بعد چند سال بولایت بلخ آمده ، در انجا بسبب ظهور رفتن و خرابی بلد و آرام نگرفته در آخر سنه هزار و یکصد و سی و دو (۱۱۳۲ھ) بکشمیر آمدند و زیاده از پنج سال درین شهرنگذرا نیدند . این مرتبه از پیران فقیر کسی در قید حیات صوری نبوده ، صحبت و خدمت ایشان غنیمت دانسته شد . در ضبط اوقات و اخفاء حالات ، و مراعات آداب طریقت و تادیب طالبان حقیقت ، و کمال استغنا و تهدید اغنیا و تشریح تمام و ترک فضول کلام ، در وقت خود در کشمیر بی نظیر بودند . قصد سکونت درین شهر فرموده بودند، آخرها بسببی ملول شده، اکثر میگفتند که : خود را در اماکن متبرکه ازحرمین و مسجد اقصی — که مکرر در سیاحتهادیده بودند — در خوابها میبابم . اوائل سی و هفت (۱۱۳۷ھ) از راه هند بحرمین رفتند و در هنگام رکوب جهاز این غزل خود برای احقر مخلصان فرستاد :

هر او گلی که وزد بوی او بشامهٔ من — ز شامه دور نسازم که شد شمامهٔ من
بسوزن مژه ، از دانهای اشک رخم — خیاطهٔ ازلی بخیه زد بجامهٔ من
ز هر گل که وزد بوی او، بمن نرسد — ز شامه دور نسازم که شد شمامهٔ من
ز اوج قدس، چو روح الامین، کند پرواز — کبوتری که ، برد سوی یار نامهٔ من
ز پیچ و تاب خم جعد او بسر پیچد — قضا ز دست قدر پیچ بر عمامهٔ من
ز چار موجهٔ طوفان نوح ، با کم نیست — چو باد شرط شود باید که سلامهٔ من (؟)
بکشتی که خدا ناخداست رفته (عبید) — رسد بکعبهٔ مقصود حج عامهٔ من

و بعد ادای حج بمدینه مطهره رسیده آزارمند شده . در اوائل سال سی و نهم هجری (۱۱۳۹ھ) بیست و نهم محرم اول روز جمعه بکمال هوش و خبرداری ، غسل کرده نماز خوانده رحلت فرمود .

بر فقیر عنایت خاص داشتند : دران ایام که ایشان بحرمین رسیده بودند، فقیر در صدد تحریر احوال مشائخ بود ، و ـــ رسالهٔ اشجار خلد ـــ را بتحریر میآورد . روزی بعد نماز فجر در خانقاه معلی بروحانیت حاضر شده ، و بعد صحبت طولانی اشاره بتحریر احوال خود کرده . فقیر متحیر شده . بعد سه چهار ماه ، خبر واقعهٔ ایشان از حرمین رسیده . (نورالله مرقده رحمه الله رحمة واسعة) (۳۹-۲۴۰)

۱۴۹ - عرفی ، شیرازی

● منتخب التواریخ : عرفی شیرازی : جوانی بود صاحب فطرت عالی و فهم درست و اقسام شعر نیکو گفتی ، اما از بس عجب و نخوت که پیدا کرد ، از دلها افتاد ، و به پیری نرسید .

اول که از ولایت به فتحپور رسید ، پیشتر از همه ، به شیخ فیضی آشنا شد . و الحق شیخ هم با او خوب پیش آمد : و درین سفر اخیر تا قریب اتک، در منزل شیخ میبود، و ما یحتاج الیه او ، از وی بهم میرسید : و آخر بنا بر وضع قدیم شیخ ـــ که بهرکس هفتهٔ دوست بود ـــ درمیانه شکرآبها افتاد . و او به حکیم ابوالفتح ربطی پیدا کرد و از انجا بتقریب سفارش حکیم ، به خانخانان مرتبط شد ، و روز بروز او را هم در شعر و هم در اعتبار ترقی عظیم روی داد .

روزی به خانه شیخ فیضی آمد، چون سگ بچه را با شیخ مخلوط دید، پرسید که : این مخدوم زاده را چه نام است ؟ شیخ گفت : عرفی ! او در بدیه گفت : مبارک باشد! شیخ بسیار برهم و درهم شد اما چه فائده . (۱)

۱- حسینی نیز آورده است .

او و حسین ثنای (۱) از شعر عجب طالعی دارند، که هیچ کوچه و بازاری نیست که کتاب فروشان دیوان این دو کس را، در سر راه گرفته نایستند. و عراقیان و هندوستانیان نیز به تبرک میخرند. بخلاف شیخ فیضی که، چندین زرهای جاگیر صرف کتاب و تذهیب تصانیف خود ساخته و هیچکس بآن مقید نمیشود مگر همان یک سواد که خود باطراف فرستاده:

قبول خاطر و لطف سخن، خدا داد است

دیوان اشعار و مثنوی دارد در بحر مخزن اسرار که مشهور آفاق است، این چند بیت برسبیل یادگار ازو تحریر یافت، رباعی:

فردا که مسلمانان هر فن طلبند
حسن عمل از شیخ و برهمن طلبند
آنها که درودهٔ جوی نستانند
و آنها که نکشتهٔ، بخرمن طلبند

کسی که، تشنه لب ناز تست، میداند
که، موج آب حیات است، چین پیشانی

قابل درد محبت، کس نیامد در وجود
رنگ روی خویش‌را هرکس‌بدستانی‌شکست

عشق میگوییم و میگرییم زار
طفل نادانیم و اول سبق است

منهه برون قدم از جهل، یا فلاطون باش
که گر میانه گزینی، سراب تشنه لبی است

مطلع این غزل این است:

مدار مجلس ما، بر حدیث زیر لبی است
که اهل هوش عوامند و گفتگو عربی است

بشوق دوست چه سازم، که در شریعت عشق
نگاه بی ادبی و خیال رسوائی است

زمانه مرگ مرا، بر کدام درد نوشت
که من بدیدهٔ جانش نکردم استقبال

یک سخن نیست‌که، خاموشی ازان بهتر نیست
نیست علمی که، فراموشی ازان بهتر نیست

گرد سرت گشتی و کردی طواف
کعبه اگر، بال و پری داشتی

(۳: ۲۸۵-۲۸۶)

درین سال چندی از اعیان لاهور سفر ملک بقا اختیار کردند. ازان جمله خنجری ترک بزحمت بواسیر، و شیخ احمد برادر خرد شیخ عبدالرحیم

۱- خواجه حسین فرزند غیاث الدین مشهدی (۹۹۰–۹۹۶–۱۰۰۰ه) در عهد اکبری وارد هند شد، و در دربار اکبری بپایهٔ بلند رسید. بدایونی ۳: ۲۰۸ نهاوندی ۳: ۳۵۴-۳۸۱.

بآسیب فیل ، و ملا عرفی شیرازی شاعر مشهور بزحمت وجود عرفی . در هنگام سفر واپسین این رباعی گفت که :

(عرفی!) دم نزع است ، و همان مستی تو آخر بچه مایه ، بار بر بستی تو
نرداست ، که دوست ، نقد فردوس بکف جویای متاع است ، و تهی دستی تو (۱)

و چون باستادان متقدمین و متاخرین ، خیلی سخنان بی ادبانه میگفت ، این تاریخ یافته شد که :

ــ گفت عرفی جوانه مرگ شدی ــ
(۹۹۹ھ)

و دیگری :

ــ دشمن خدا ــ
(۹۹۹)
(۲۷۵ : ۲)

● هفت اقلیم : عرفی ، مولانا عرفی شیرازی . شاعر شهد کلام شیرین سخن بوده . نظمش عذوبت سلسبیل ، و نثرش خاصیت فرات و نیل دارد . جزالت با سلامت آمیخته ، و لطافت با متانت انگیخته . نظمش اندر هر عبارت جنتی آراسته ، نثرش اندر هر اشارت عالمی پیراسته .

و او از ابتدا از بندر جرون بدکن وارد شده . در آن ولایت او را ترقی ــ چنانچه باید ــ دست ندارد ، لاجرم متوجه هند گردید . و مسیح الدین حکیم ابوالفتح در نقطهٔ اول ، بر حقیقتش انها یافته بترتیبش پرداخت ، و بتدریج ریاض احوالش از ینبوع التفات حکمت پناهی ، نظارت یافته بساحری در شاعری نام برآورد . چون شجر اقبال حکیم مزبور بصرصر فنا بر کنده شد ، سپه سالار عبدالرحیم خان خانان در استرضای خاطرش کوشیده .

۱- هفت اقلیم و ماثر رحیمی دارد .

شهرتش بیش از پیش گشت و در آن اثنا احوالش مسموع بار یافتگان حضرت شاهنشاهی گردیده ، در سلک بندگان خاص انتظام یافت . و پس از چند روز بعرض اسهال نقش حیاتش از صفحهٔ روزگار شسته شد :

کدام جان ، که جهانش نه کرد خون جگر　　بجان تو که بدو جان خویش بسپاری

این دور رباعی را در وقت رحیل گفته :

یارب ! بر عفوت ، به پناه آمده ام　　سر تا بقدم ، غرق گناه آمده ام
چشمی بکرم بخش ، که از غایت شوق　　بی دیده بامید نگاه آمده ام

اگرچه اشعار نیکو بسیار دارد ، اما بر اختصار بقلیلی ازان اکتفا کرده شد . آنچه نوشته میشود برهان این دعوی و مصداق این معنی است. قصیده:

زخود، گر دیده‌بربندی، چه گویم‌کام‌جان‌بینی　　همان کز اشتیاق دیدنش زادی همان بینی

... ... (۱)

ای شب هجر تو در دیدهٔ امید سبل　　چشم روح القدس از شوق جمالت احول

... ... (۲)

فی‌الرباعیات و غزلیات(۳) :　　(۱: ۲۳۸-۲۲۶)

● نامهٔ فیضی : این نامهٔ فیضی است که مولانا شبلی نعمانی در شعرالعجم ثبت کرده است ، و احساسات فیضی نسبت بعرفی ازین معلوم میشود:

: : . از یاران دمساز و غمخواران همراز، که دل از صحبت او آب میخورد، مولانا عرفی شیرازی است ، که درین نوروز به قدوم خود برخاک‌نشینان این دیار منت نهاده اند ، به حق دوستی — که ازین عظیم تر سوگندی نمیداند —

۱- سی و شش بیت دارد .

۲- سی و یک بیت دارد .

۳- بیست و یک بیت و هفت رباعی دارد .

که به بلندی و وفور قدرت و ایجاد معانی ، و چاشنی الفاظ و سرعت فکر و دقت نظر ، فقیر کسی را چون او ندیده و نشنیده . و از تهذیب اخلاق ، چه گوید که در خاک نهاد شیراز ، ذاتی میباشد نه کسبی . چند بیت ایشان بالفعل حاضر در حاشیهٔ این نوشته آمد :

بعد مردن برو ای باد ! بجای خاکم — که فشانند مصیبت زدگان ، بر سر خویش
ای زلف عروس شادمانی شب تو — آرائش بزم بیغمی مشرب تو
انباشته هجران به نمک ، داغ دلم — اما نه ازان نمک که دارد لب تو
عشق آمد و رفت خونچکان در بازار — زهد آمد و کرد نقد تزویر نثار
آن پنبهٔ داغ جست و این پنبهٔ گوش — زان حبل متین تافته شد زین زنار

(شمرالعجم ، ۳: ۹۰)

● آئین اکبری : عرفی شیرازی ، شایستگی از ناصیهٔ گفتار او میتابد ، و فیض پذیری از سخن او پیدا . از کوتاه بینی در خود نگریست و در باستانیان زبان طنز کشود ، غنچهٔ استعداد نشگفته پژمرد :

هر دل که ، پریشان شود از نالهٔ بلبل — در دامنش آویز که باوی خبری هست
حسد تهمت آزادی مردم ، بگداخت — کین مرادی است که بر تهمت آن هم حسد است
کسیکه ، محرم باد صبا ست ، میداند — که باوجود خزان ، بوی یاسمن باقیست
طاقت مرهم ندارد سینهٔ افگار ما — سایهٔ گل بر نتابد گوشهٔ دستار ما
مگو که : نغمه سرایان عشق خاموش اند — که نغمه نازک و اصحاب پنبه درگوش اند
هر چند دست و پا زدم ، آشفته تر شدم — ساکن شدم میانه ، دریا کنار شد
امید هست که ، بیگانگی (عرفی) را — بدوستی سخنهای آشنا بخشید
قابل رنج و محبت کس نیامد در وجود — رنگ روی خویش را هرکس بدستانی شکست
چنان بانیک و بد (عرفی) بسر کن کز پس مردن — مسلمانت بزمزم شوید و هندو بسوزانند
خواهی که ، عیبهای تو ، روشن شود ترا — یک دم منافقانه نشین ، در کمین خویش
وقت (عرفی) خوش که نکشودند چون در بر رخش — بر در نکشوده ساکن شد ، در دیگر نزد
انتظار نوبهار ، از تنگ چشمی های ما ست — ورنه صدذوقی است در گلچن که در گلزار نیست

رباعی :

ای از بد و نیک، آمده در جوش و خروش	گه شکر طرازی و گهی شکوه فروش
مختار مشو، تا نشوی بیهده کوش	گاه ره باد باش و بار سر دوش
(عرفی) دل خود را ، بچه خوش داشتهٔ	گر این دو سه بیت است، که بگذاشتهٔ
بگذاشتهٔ هم از تو، درین نشاء جداست	برداشته بایدت چه برداشتهٔ

(۱۵۳)

● اکبرنامه : (سیزدهم امر داد ۹۹۹ه) عرفی شیرازی رخت هستی بر بست، دری از سخن سرائی برکشوده بود ، (اگر در خود ننگریستی و زندگ را بشایستگی سپردی و زمانه لختی فرصتی دادی) کار او بلندی گرا شدی . درین نزدیکی این رباعی بر سنجیده بود .

(عرفی) دم نزع است، و همان مستی تو	آیا بچه مایه، رخت بر بستی تو
فرداست که دوست ، نقد فردوس بکف	جویای متاع است ، و تهیدستی تو

(۵۹۵)

● مجمع‌الخواص : عرفی از شیراز است و طبع خوبی دارد . در هر فن بی نظیر است . به مخزن اسرار شیخ نظامی جواب گفته، لیکن پیش ازانکه بانجام برساند وفات یافته است .

در اواخر عمر بهندوستان رفته مدتی در انجا ماند و عاقبت در لاهور وفات یافت :

دیوان کاملی دارد و جملهٔ اهل نظم، اشعار دلفریب وی را پسندیده اند. این رباعی ازوست : (۱)

(۱۵۰-۱۵۱)

● مآثر رحیمی : مسند نشین ملک سخن طرازی ملا عرفی شیرازی . از عنایت علو حسب و سمو نسب ، و اشتهار از مدحت مادحان و وصف

۱- هفده شعر دارد :

واصفان مستغنی است ؛ چناکه خود گفته :

تیغ زبانش فگند بر سر هم مهر و ماه   شهرت او را حلال ملک عجم داشتن

شاعری بلند سخن و کاملی صاحب فطن : مخترع طرز تازه ایست، که الحال درمیانه مردم، معتبر است و مستعدان و سخن سنجان و نکته شناسان پسندیده و معقول دانسته ، تتبع او نمایند . چندان ابداع معانی غریبه و مضامین عجیبه و ابیات عارفانه عاشقانه ، که او کرده ، هیچکس نکرده . و این طور شهرتی، که او را بهم رسیده ، هیچ یک از امثال و اقران او را بهم نرسیده و نخواهد رسید . چه امثال و اقران که استادان و سخنوران ماضیه، مثل خاقانی و انوری و سعدی و شیخ نظامی را در زمان حیات، این اشتهار در قصیده و غزل و مثنوی نبوده . شهرت او بجای رسیده بود که دیوان غزلیات او را ، سخن سنجان و نکته دانان ، تعویذ وار بر بازوی خود بسته ، شب و روز با خود همراه میداشتند . و تمامی اشعار آبدارش در سفائن خواطر خاص و عام منقوش و مسطور .

چون در دارالافاضل شیراز بن رشد و تمیز رسید و علم شاعری برافراشت، با مولانا غیرتی و سائر شعرای انجا شاعریها کرد . مستعدان اعتباری تمام ازو گرفتند . و خود را در اقسام شعر یگانه و ممتاز میدانست . این ابیات که در قصیده ــ که بمدح این والا جاه (خان خانان) گفته ــ شاهد این معنی است :

انصاف بده بوالفرج و انوری امروز   بهرچه غنیمت نشمارند عدم را
بسم‌الله ز اعجاز سخن ، جان ده شان باش   تا من قلم اندازم و گیرند قلم را
اول ره این نظم ، خود ایشان بسپردند   پس بساز نمودیم بهم منزل هم را
بالله که، نه لاف و نه گزاف، آیهٔ صدق است   حاسد بود ، آن کو ، شمرد کذب قسم را(۱)

۱ــ این قصیده (۵۶) بیت در دیوان دارد .

تا گوهر آدم نسبم باز نه ایستد ز آبای خود ار، بشرم اصحاب کرم را
اقبال سکندر، بجهان گیری نظمم برداشت بیکدست قلم را و علم را
نوبت بمن افتاد، بگوئید که: دوران آرائشی از نو بکند، مسند جم را(۱)

و مستعدان این زمان بعضی از غایت رشک و برخی بجهت صغر سن و خامی که در طبیعتش بود، این سخن را مکابره دانستند قبول این معنی ازو نمیکردند. و در مجالس و محافل بکنایه و صریح، اظهار ــ رطب و یابسی که در کلامش بود ــ میکردند. بقصد آنکه مس دانش و طبیعت خود را، با کسیر اصلاح و تمیز این گلدسته بند گل گلشن معنی، زر خالص سازد، احرام حریم آستانش ــ که مطاف دانشوران هر فن است ــ بسته، بآن سعادت استسعاد یافت.

در اثنای راه بخدمت نواب غفران پناه رضوان جائگاه حکیم ابوالفتح گیلانی ــ که از مشاهیر اکابر زمان و عمدهٔ اعیان روزگار بود ــ رسید. قصائد غرا در مدح ایشان پرداخت، و بدولت تربیت و راه نمونی آن عالیجاه، منظور نظر کیمیا اثر این دانش پژوه گردیده، و در سلک زمرهٔ مداحان و مصاحبان و مجلسیان منتظم گردید. و باندک فرصتی، بیمن تربیت شاگردی و مداحی این دانای رموزالنفسی و آفاقی، پختگی تمام و ترقی مالا کلام در منظوماتش بهم رسید. چنانکه رسمی قلندر در قصیده ــ که بمدح آن سپه سالار گفته ــ بیان نموده:

ز یمن مدح تو، آن نغمه سنج شیرازی رسید صیت کلامش بروم از خاور
بطرز تازه ز مدح تو آشنا گردید چو خوبروی که یابد ز ماشطه زیور

و نام اصلی این فرید زمان خود، خواجه سیدی محمد است، و شرح احوال خیر مآل ایشان، مفصلا از دیباچهٔ ــ که راقم بر کلیات حقیقت آیات این مالک ملک سخنوری نوشته ــ ظاهر میشود. و رساله موسوم به ــ نفسیه ــ

۱ــ این قصیده در نعت رسول است و (۲۸) شعر دارد.

در نثر نیز نوشته،(۱) که درویشان و صوفیان را سر لوح دفتر تصوف میتواند شد.

و سبب عرفی تخلص نمودن این دانشور، آنست که، چون پدرش بعضی اوقات در دیوان حکام فارس، بامر وزارت داروغهٔ دارالافاضل شیراز مشغولی مینمود، مناسبت شرعی و عرفی را، منظور داشته، عرفی تخلص کرد. و چندان ابداع نمود که، مخزن گوش جهانیان را پر لآلی شاهوار ساخت، و اشعار درمیان فرق انام شهرت تمام یافته. اهل عراق و فارس و خراسانی و ترکستانی و هندوستان و اقصای بلاد عالم، شعریت و تازه گوئی و نادر سخنی او، قائل گشتند. و اشعار او را بر امثال و اقران او ترجیح نهادند. و کوس یکتائی و بیمثلی در زبان خود، بدولت مداحیٔ این سخن شناس نکته دان، زد. و از غایت علو فطرت و نهایت بلندیٔ طبیعت، هیچ کس را شاعر نمیدانسته و این معنی ازین ابیاتش معلوم میشود:

زبس که لعل فشاندم بنزد اهل قیاس یکیست نسبت شیرازی و بدخشانی
کنون که، یافت چومن سرمه سای، درشیراز خرد ز دیده کشد، سرمهٔ صفاهانی
به بین که، تاخته ابریشمش، چه خامی یافت ز تاب اطلس من، شعر باف شروانی
زمانه بین که، مرا جلوه داد تا از رشک بداغهایٔ پس از مرگ سوخت خاقانی(۲)
گرفت روی زمین جمله، آفتاب صفت بعون تیغ زبان شهرتم بآسانی
بخنده ای در و دیوار روزگار خراب که بر زمانه زدم تکیهٔ سلیمانی
ز هم عنانیٔ طبعم بشاعر شروان بعهد کودکیم ذهن کرده شروانی(۳)

و بصلات و انعامات محظوظ و بهره‌ور شده. الحق، هیچ شاعری را این رتبه و منزلت و حالت، در ملازمت پادشاهان زمان و اکابر دوران، بهم نرسیده بوده که او را بهم رسیده بود. چنانچه در ایام ملازمت، کورنش و تسلیم

۱- این رساله در دیوان (چاپ تهران) موجود است.

۲- نظیری چون برنجید به پاسخ او گفت:

درین قصیده، بگستاخی ارچه (عرفی) گفت بداغ رشک، پس از مرگ سوخت خاقانی
کنون بگور، چنان او برشک میسوزد که در تنور تران گوسفند بریانی

۳- در مدح خان خانان است و (۱۰۶) بیت دارد.

بصاحب خود نمیکرده ، و بهر طور و روشی میخواسة ، در مجالس مینشسة . و اهل عالم تقدیم او را قبول مینموده اند . و از زخارف دنیوی بدولت این سرور صاحب همتان بی نیاز بوده . اگر ایراد انعام و احسان و صله و تربیتی ـ که آن سخندان ازین عالیجاه یافت ـ کرده شود ، زبان و بیانی دیگر باید و تصنیفی علحده شاید انشا کرد . عجز و اختصار اولیٰ است . او نیز در متمادیٔ عمر خود، بشکر احسان ایشان بغیر از مداحی و خدمت آنجناب، بامری دیگر نپرداخت . و اکثر دیوان این فصاحت شعار، بمدح این سزاوار مدحت ، است .

و در اوائل شاعری، دیوانی مشتمل بر بیست و شش قصیده و دویست و هفتاد غزل و هفصد بیت قطعه و رباعی ترتیب داده بود . و این رباعی را در تاریخ آن فرموده :

این طرفه نکات سحری و اعجازی   چون گشت مکمل برقم پردازی
مجموعهٔ طراز قدس تاریخش یافت   اول دیوان عرفی شیرازی
۹۹۶ھ

و عدد (احاد) مصرع تاریخ را با عدد و قصیده ، که بیست و شش است ، موافق یافته . و (عشرات) را با غزل، که دویست و هفتاد غزل باشد . و (مآت) را با ابیات قطعه و رباعی هفتصد و بیست بیت باشد ، مساوی پیدا کرده . و الحق در این تفکر یدبیضا نموده . و قبل از ترتیب این دیوان، شش هزار بیت ، از ابکار افکار از ایشان تلف شده ؛ چنانکه خود درین باب فرموده :

عمر در شعر بسر کرده و در باخته ام   عمر در باخته را بار دگر باخته ام
رصد شرع هنر، چون نشود محو، که من   شش هزار آیت احکام هنر باخته ام
...   . الخ (۱)

۱ـ شش شعر دیگر دارد .

بتاریخ شوال سنه نه صد و نود و نه (٩٩٩ه) در لاهور، جهان فانی را وداع نموده بعالم جاودانی شتافت. و میگویند که: این رباعی را در حالت نزع فرمرده: عرفی دم نزع ... الخ

و مسودات اشعار خود را، هنگام نزع بکتابخانهٔ آنحضرت ـ که مکتبخانه اهل عرفان است ـ فرستاد که مرتب و مدون سازند. این حقیقت شناس نیز، بوضیت آن فارس مضمار سخنوری و فصاحت، عمل نموده بجمع و ترتیب آن، امر فرمود و در اندک زمانی از عالم پریشانی بشیرازه جمعیت رسیده. مشتمل بر چهارده هزار (١۴٠٠٠) بیت از قصاید و غزلیات و رباعیات و مقطعات و مثنوی، بحسن سعی سراجای اصفهانی، ترتیب یافت. و اشعاری که از آن سخندان، درمیانه مردم مشهور است، جمع کرده منشیان این آستان است. و تتبع خمسه شیخ نظامی (علیه‌الرحمه) نیز نموده اند. اشعار درر نثار ایشان بسیار است. دریبنجا مراد مدح این ممدوح عالمیان است:

ای داشته در سایهٔ هم تیغ و قلم را   وی ساخته آرایش هم فضل و کرم را
... ... الخ (١)

ز آسمان و زمین مژده در فغان آمد   که آفتاب زمین تاج آسمان آمد
... ... الخ (٢)

بیا که، بادلم آن میکند پریشانی   که غمزهٔ تو نکرده است با مسلمانی
... ... الخ (٣)

بود درکتم عدم بکر طبیعت را جای   که خرد بر سرش استاد و همیگفت برای
... ... الخ (۴)

١- پنجاه و شش شعر دارد.
٢- چهل شعر دارد.
٣- یک صد و شش شعر دارد.
۴- این در تهنیت تولد فرزند خان خانان است وچهل و نه شعر ثبت شده.

زخود گردیده بربندی چه گویم کام جان‌بیشی همان کمز اشتیاق دیدنش زادی همان بینی
... ... الخ (۱)

ما بازم از وصال جدا کرد روزگار با روزگار شوق چها کرد روزگار
... ... الخ (۲)

نوای مدح که منجی، دلا! مبارکباد تصور نفس نغمه زا مبارکباد
... ... الخ (۳)

صد شکر که فخر دودهٔ جاه در دامن دایهٔ بقا زاد
تاریخ تولدش چه پرسی آرائش روزگار ما زاد
۹۹۹ھ

... ... (۴)

وله فی رباعات (۵) (۳: ۲۹۳-۲۵۲)

● میخانه : ذکر شاهباز بلند پرواز عرش نکته پردازی مولانا عرفی شیرازی . افصح‌الفصحا و املح‌الشعرای عصر خود بوده . اشعار او همه خوش لفظ و معنی واقع شده . در شیوه استعاره کردن ممتاز، و در فن تازه‌گوی بی انباز است . تکلف برطرف اصناف منظومات امثال و اقران خود بر طاق نسیان نهاده، و عروس مضمون را از لباس الفاظ مرغوب زینت و آرائش دیگر داده . درین جزو زمان کسی بروش او به ازو حرف نمیتواند زد . (٦)

۱- هفتاد و پنج شعر دارد .
۲- پنجاه و دو شعر دارد .
۳- نه بند مشتملبر یک صد و هفت شعر دارد .
۴- این در تهنیت تولد پسر خان خانان است نه شعر دارد .
۵- هفت رباعی دارد .
٦- تقی‌الدین کاشی میگوید : بی شائبه اغراق و مبالغه، حقائق غزلیاتش بمثابهٔ بر صفحات خاطر عشاق نقش بسته، که اشعار موزونان فارس و عراق — جز در کاشانه نسیان بردن — وجهی ندارد . و دقائق ابیات قصایدش، بمرتبهٔ بر السنهٔ خاص و عام افتاده، که منظومات

و لیکن — در ساقی نامه — چندانـی کار نساخته و با تمام نرسانده . یک قصیده از قصائد او ، که در مدح ساقیٔ کوثر برشتهٔ نظم در آورده ؛ بتلافی ساقی نامه درین تالیف بر بیاض برد .

بتحقیق پیوسته که آن مطلع دیوان نکتـه پروری ، در حیات خود دیوان ترتیب نداده . فاما بعد از فوت او ، یکی از دوستـان یکجهت او ، دیوانـی — که الحال درمیان مردم است — مرتب ساخته . و عدد ابیات آن همگی از قصیده و غزل و مثنوی وغیره ، قریب بدوازده هزار و پانصد بیت است (۱). و ششهزار بیت دیگر از ابیات مرغوب آن یگانه عصر خود، در آب افتاده . چنانچه درین چند بیت اشارت بدین معنی نموده است : غزل:

عمر در شعر بسر برده و در باخته ام — عمر در باخته را ، بار دگر باخته ام
وصد شعر و هنر ، چون نشود محو ، که من — شش هزار آیت احکام هنر باخته ام
العطش میزند ، از تشنه لبی ، هر مویم — که قدح های پر از خون جگر باخته ام
گفته گرشد زکفم ، شکر که ناگفته بجاست — از دو صد گنج ، یکی مشت گهر باخته ام

حقیقت حال آن عندلیب گلستان نکته پردازی، از خالوی او شمس‌الانام شیرازی استمـاع نموده دریـن اوراق پریشان تحریـر نمود . اما چـون ایـن ضعیف ، مآل حال آن طوطی شکر مقال ازو استفسار نمود . گفت :

نام پدر عرفـی خواجه بلوی شیرازی اسـت (۲) و مولد خودش نیز در

☜ و افکار اهل خراسان و ماوراء النهر را ، بسازای آن جـز در زاویهٔ خمول و انزوا ، مناسبت دیگر نیست . . . بینهٔ این دعوی چندین قصیده و غزل است کـه ، درین اوقـات بدینجانب ارسال داشته و براسته تزنین این خلاصه داخل ایـن اوراق گشته . و الحق ازان اشعار کمال شاعری و حالت عاشقی ظاهر میشود . و از آن طرز سخن نهایت فصاحـت و پختگـی مبین میگردد .
(خلاصة‌الاشعار نسخه کتابخانه ملک . گ)

۱- رک : تحت مآثر رحیمی

۲- مولانا سید محمد متخلص به عرفـی ابن خواجه زین‌الدین عـلی بن جمال‌الدین شیرازی مشهور به خواجه چادر باف .
(سفینه خوش گو)

آنجا واقع شده . و این خواجه بلوی در شهر مذکور در دفتر خانهائی شاهی، بشغلی ازاشغال‌حکام آنجا ، اشتغال داشته . و نام پسرش محمد حسین بود . (۱) در صغر سن درمیان مردم به مولانا سیدی ملقب گردیده و در اول جوانی بوادی شعر گفتن افتاده . هرچه ازو سر میزد خالی از رتبهٔ نبود . یاران اهل شیراز باو ــ عرفی ــ تخلص دادند .

و سبب بر آمدن او از شیراز، از این رهگذر است که، در سن چهارده و پانزده حسن او قبول تمام عیاری بهم رسانده بود و آبله نکشیده . چون سال عمرش به بیست رسید ، آبلهٔ سرشاری بر آورد . بعد از اشتداد و استخلاص آن الم ، تغیری در چهرهٔ او بهم رسید . چنانچه هرکس که او را میدید ازو تنفر میکرد . و مولوی ازین مقدمه بغایت آرزده و درهم بود و بخاطر نمیرسانید که :

چنان نماند و چنین نیز هم نخواهد ماند !

از غرور جهلی، که درسر داشت بنابر آن، از وطن خروج کرده به هندوستان ــ که خانهٔ نشو و نمای نکته سنجان و درالعیار خردمندانست ــ (۲) آمد و بسعادت خدمت افلاطون ثانی حکیم ابوالفتح گیلانی (۳) که ــ یکی از ارکان دولت

۱- رک : تحت ماثر رحیمی .

۲- تقی‌الدین کاشی گوید : در شهور سنه (۹۹۲ه) از راه دریا بجانب هند خرامید و مدتی در احمد نگر رحلت اقامت انداخته درآن دیار مسکن گزید .
(خلاصة الاشعار نسخه کتابخانه ملی ملک. گ)

۳- حکیم مسیح‌الدین ابوالفتح پسر مولانا عبدالرزاق گیلانی است . که در حکمت نظر و تأله بینش فراوان داشت و سالها صدارت آن ولایت بدو مفوض بود . چون گیلان در سنه (۹۷۴ه) بدست شاه طهماسپ صفوی افتاد و زمان خان احمد والی آن جا سر آمد، حکیم با دو برادر خود حکیم همام و حکیم نورالدین بهند رفتند و در ملازمت جلال‌الدین اکبر، هر سه برادر بمناسب درخور سرافرازی یافتند . چون حکیم ابوالفتح شایستگی دیگر داشت ، و بمزاج روزگار

قاهره شهریار گردون اقتدار ، پادشاه فلک قدر خورشید اشتهار ، جلال‌الدین اکبر پادشاه غازی بود ـــ مستسعد گردید : و از فیض تربیت آن صاحب عیار دانش، از منزل حضیض پستی بمقام اوج بلندی رسید . و اشعار آبدار او ، چون در مکنون قیمت و خریدار بهم رسانید ، و قصائد غرا در مدح مربی گفت . چون میانه حکیم مذکور و نواب سپه سالار عبدالرحیم خان خانان اخلاص و اتحاد روز بروز در تزاید و تضاعف بود ، به عرفی فرمود : تا قصیدهٔ در مدح خان جم نشان گفته بته گجرات فرستد ! مولوی بفرمودهٔ مخدوم عمل نموده قصیده غرای در مدح خان سپه سالار منظوم ساخته ، بدان ملک فرستاد . وقتی که آن درر آبدار زیب گوش (جان) خان عالی مقدار گردید ، ممدوح صله لایقی ازانجا بجهت مادح فرستاد . الحق که آن قصیده بغایت خوب گفته . این چند بیت متفرقه از آن قصیده بجهت استشهاد مقدماتی، که در ذکر مولانا عرفی مسطور شده، مولف کتاب عبدالنبی فخرالزمانی درین تالیف حنیف بر بیاض برد ، تا هنگام مطالعه این نسخه صدق قول او بر خردمندان ظاهر گردد .

مطلع و حسن مطلع ثانی آن قصیده :

آشنا و نبض زمانه شناسا بود، ترقی بسیار کرد . و اگرچه در منصب از هزاری فراتر نرفت اما در رتبه از پایهٔ وزارت و وکالت در گذشت . وی در سال (۹۹۷هـ) وفات یافت . و چون روزی چند پیش ازین سانحه علامهٔ امیر عضدالدوله شیرازی (مولف فرهنگ جهانگیری) هم فوت شده بود ، صرفی ساوجی این رباعی در تاریخ بگفت . رباعی :

امسال ، دو علامه ، ز عالم رفتند رفتند ، و موخر و مقدم رفتند
تا هر دو موافقت نکردند بهم تاریخ نشد که ـــ هر دو باهم رفتند
(۹۹۷هـ)

مآثر الامرا ۱ : ۵۵۸

زهی وفای تو همسایهٔ پشیمانی نگاه گرم تو تکلیف نا مسلمانی
کسی که، تشنه لب ناز تست، میداند که موج آب حیاتست چین پیشانی
... الخ (۱)

بر رای انور خردمندان و ضمیر ضیا گستر دانشمندان مبرهن است که، مولانا عرفی هیچ بغیر از بی ادبی نداشته. چنانکه شیخ نامی گرامی نظامی را بد یاد مینموده و سخنان ایشان را بنظر در نمیآورده. و با آنهمه دانش، بیدانشی بجای آورده. آری غرور غفلت او را ازین معنی غافل کرده بود که :

تکیه بر جای بزرگان نتوان زد بگزاف

و نسبت باکابر، بمانند بدمستان، بی حوصلگی نباید کرد، که خمار آن درد سر بی عاقبتی میآورد .....

تا دید از خود آنچه دید، که هنوز سنش بچهل نرسیده بود که در لاهور در سنه تسع و تسعین و تسعماته (۹۹۹ھ) عالم فانی را، غافلانه و بی عاقبتانه وداع کرد که : (۲)

هر جوانی، که بی ادب باشد گر بپیری رسد، عجب باشد

۱- هفت بیت آورده است .

۲- تقی الدین کاشی میگوید که : در مرض موت این دو رباعی بر زبانش جاری گشت :

ای مرگ مرا، زیاد شرمنده مکن نومیدم ازان گوهر ارزنده مکن
باز آید و جان رود، خدایا نفسی مهلت ده و در قیامتم زنده مکن

(رباعی دوم قبلاً ثبت افتاد)

میرزا یوسف خان مشهدی داماد کامران میرزا در جواب عرفی گفته :

(عرفی!) رفتی، بدوست پیوستی تو وز کشمکش زمانه، وا رستی تو
آنجا غم دوست، مایهٔ دست تهی است خوش‌باش! کزین مایه، قوی دستی تو

(خلاصةالاشعار نسخه شماره ۲۰۷۸ کتابخانه ملک گ)

سیادت و نقابت پناه میر علاؤالدوله قزوینی ، تاریخ فوت آن فرید زمان را ، چنین پیدا کرده و برشتهٔ نظم در آورده . تاریخ :

افسوس که زود (عرفی) از عالم رفت — ناديده بکام دینی از عالم رفت
چون معنی محض بود ، ازان گفت خرد — تاریخ وفات : معنی از عالم رفت

(۹۹۹هـ)

روزی از روزها بتقریبی از وزارت پناه ، عزت و معالی دستگاه ، میرزا نظام قزوینی ، که بخشی دیوان دارالعیش کشمیر بود ، شنیدم که گفت: در وقتی که خبر بیماری عرفی بسمع مبارک جم جاه انجم سپاه جلال‌الدین اکبر پادشاه رسید ، بمن حکم فرمود تا من ببالین او رفته ، برمآل احوالش اطلاع یابم ، و حقیقت مردن و زیستن او را بعد از ملاحظه بعرض رسانم . چون نزدیک او شدم ، دیدم که کار برو دشوار شده و نفسش بشماره افتاده . پرسیدم که : چه حال داری! جواب داد که : دو شش ، شش و پنج! هرچه ازو پرسیدم همین جواب گفت . برگشته حقیقت حال ، آن شکسته پر و بال را ، بعرض ایستادگان بارگاه جلال رسانیدم . پادشاه و اعیان دولت قاهره از استماع این مقدمه ، تعجب بسیار نمودند!

مولف کتاب میخانه عبدالنبی فخرالزمانی بعرض معتقدان ارباب ولایت میرساند که ، باطن حضرت شیخ نامی گرامی نگذاشته که عرفی در وقت رحلت با ایمان از عالم فانی بعالم باقی رود . چرا که در دم واپسین بجای کلمهٔ

☜ هم گوید : جماعتی که وی را دیده اند ، و بصحبت او رسیده ، میگویند : مردی خوش طبع و ظرافت دوست بوده ، و باوجود خود رائی و اشعریت ، با مستعدان و شعرای زمان در حین ملاقات دقیقهٔ از دقائق خوش طبعی فروگذاشت نمینمود . و لطائفی که میان او و شعرای دیار هند ، خصوصاً شیخ ابوالفیض و دیگر کسان گذشته ، در میان خوش طبعان مشهور است . (خلاصة‌الاشعار . گ)

شهادت آن مزخرفات بر زبانش جاری شده و از سعادت ایمان عرض کردن که سرمایه مسلمانی ست و با خود بآخرت بردن محروم مانده (۱). اگرچه تحریر این مقدمه بعضی از اعزه را ــ که معتقد سخنان عرفی اند ــ خوش نخواهد آمد، فاما فقیر معذور است، چرا که باطن اولیاء این ضعیف را بر سر بیان این فقره آورد.

خلاصهٔ سخن آنکه، هنگام تسوید ذکر مولانای مغفور، عزیزی درویش نام ــ که خالی از حالتی نبود ــ مثنوی مولوی معنوی در دست بکبلهٔ احزان این کمترین دردمندان آمد، و بی آنکه بر شغل بنده اطلاع یابد، مثنوی کشود و این چند بیت ازان کتاب خواند. مثنوی:

از ادب، پرنور گشتست این فلک　　و از ادب، معصوم و پاک آمد فلک
بد ز گستاخی کسوف آفتاب　　شد عزازیل ز جرات رد باب
از خدا، خواهیم توفیق ادب　　بی ادب محروم ماند از لطف رب

چون این سه بیت مثنوی از زبان آن درویش بگوش این فقیر رسید، بخاطر رسانید که این اشارتیست از جانب الله، بنابر سروش غیبی، از روی ضرورت شمهٔ از بلند پروازی آن شاهباز عرش نکته پردازی، مرقوم قلم شکسته رقم گردانید، و الا باین کمینه این قسم جراتی نسبت بآن نکته دان

۱ـ خوشگو شرح این واقعه را دقیق تر نوشته است، او میگوید: در عمر سی و شش سالگی بدارالسلطنت لاهور بمرض اسهال وداع عالم فانی نمود، و بمقبره میر حبیب‌الله نگاه داشته شد. در هنگام نزع، مسودات اشعار خود را بکتابخانهٔ نواب خان خانان فرستاد که مرتب و مدون سازند. تا بموجب فرموده سپه سالاری بسعی (سراجای) اصفهانی از قصیده و غزل و رباعی وقطعه و مثنوی و نثر چهارده هزار بیت فراهم شد وکلمه ــ ترتیب ــ (۱۰۱۲هـ) تاریخ کلیات او یافتند.

گویند سخت قمار باز و شرابخور بود، و هنگام نزع هم، پیاله پیاله! و یا شراب! یا شراب! و دو پنج و دو شش! بر زبان میراند.　　(سفینه خوشگو. گ)

سخن آفرین ، هیچ نسبتی نداشت .

و من‌العجائب آنکه ، بعد از تحریر این کلام ، در شبی از شبهای جمعه ، مولف این تالیف چنان در واقعه دید که : عرفی در فضای وسعت نمای گلشن، که آتش رشک در جان گلستان ارم میزد ، و داغ حسرت بر دل بوستان خورنق(۱) مینهاد، همراه همان درویش نام، میخرامید. و در عین سیاری رو بسوی این ضعیف نموده ، باین عبارت بی کم و بیش گفت : ای فخرالزمانی ! هیچ میدانی که من چه مایهٔ پشیمانی از پریشان گفتن خود میکشم؟ و بتخصیص از بی ادبیهای، که نسبت بحضرت شیخ گرامی نظامی از من سر میزد! گفتم: نه! گفت: بخدا که، در حیز گمان و امکان نمیآید. بر تو پوشیده نماند که ، ایزد تعالی مرا از برای مداحی امیر بحق مومنان و امام متقیان مظهر عجائب و مصدر غرائب علی بن ابی طالب (ع) آمرزید . اولیاء سخن نیز از تقصیرم گذشتند ، بتخصیص شیخ بزرگوار نظامی به « قصیدهٔ — نان و خیار — که در منقبت امیرالمومنین حیدر کرار گفته ام . لیکن از خجالت عفو او تا قیامت بر نمیآیم! انچه در فلان روز این درویش خیراندیش درباب بی ادبی من، از شعر مواوی معنوی، بر تو خواند، حق بر طرف او بود. اکنون این آزاد مرد نیز از لطف ایزد سبحان، بما مهربان شده ، فردا بتو خواهد گفت !

چون شاهباز عرش نکته پردازی مولانا عرفی شیرازی در عالم واقعه سر رشتهٔ کلام بدین مقام رسانید ، حصار باغی درمیان آن سر زمین بنظر کمترین در آمد ، که در آن باز بود و در درونش گلهای الوان بر فراز

۱- قصری بود در حیره که بامر نعمان بن منذر برای بهرام گور ساخته شده ، و دران عصر بینظیر بوده . (ح)

شاخهای درختان ، در جنب لباس برگ های زمردی و زنگاری ، بجاوه در آمده و مرغان خوش‌الحان بر منابر غضبان بنغمه سرائی مشغول گشته . بیت :

درو هر مرغ را عیش فراخی بجستی سال از شاخی بشاخی

عرفی بدرون آن باغ در آمد ، و درآن حدیقه را چنان محکم بست که ، این حقیر از صدای در بیدار شد ، و درمیانه دو نماز آن روز ، همان مرد جهانگرد نزد من آمد وکیفیت واقعه را — بطریقی که بنده دید بود — بیان کرد . پس ازان گفت : ای فخرالزمانی ! من بعد با خود عهد کردم که هرگز ارباب معانی را بد یاد نکنم ، و بر اصحاب سخن حجت نگیرم ! ، سخن هرچه باشد !. اکنون این ضعیف سه بیت از آن مطلع دیوان نکته دانی که در مقطع زندگانی از روی انصاف گفته ، و بوی باز گشتی ازان میآید ، در سلک تحریر میکشد . چرا که مناسبت ابیات بسیاق این کلام ، باعتقاد خود ، بهتر از کنایات او که به اکابر دارد میداند : شعر :

بازوی همتم آن روز چو قیمت بشکست که بتابیدن سر پنجهٔ مردان رفتم
من چه بودم ؟ حلبی شیشهٔ لعلی صهبا پای کوبان بکجا بر سر سندان رفتم
چون صبا ، رخصت گشت چمنم بود ، ولیک چون تماشائی خائف بخیابان رفتم

کسی که نعت سیدالمرسلین بغایت خوب و منقبت امیرالمومنین بی مرغوب گفته ، و چند بیتی از زبان او در اواخر عمر سر زده ، که دلالت بر معذرت بلند پروازی او میکرده باشد ، یقین است که بخشایندهٔ بی منت او را بتصدق حضرت رسالت و بمحبت شاه ولایت ، از رشحات سحاب فیض و قطرات غمام فضل خود ، محروم نخواهد ساخت ·

بر رای انور ارباب هنر پوشیده نماند که ، هنگام تحریر بتصدیق پیوست که ، ملک الشعرای خراسان میرزا فصیحی درسنه هزار و بیست و هفت(۱۰۲۷ه) شخصی از هرات به لاهور فرستاده بود ، که استخوان مولوی مغفور را به

مشهد مقدس برند. ده روز قبل ازانکه کس میرزا فصیحی به لاهور رسد، میر صابر صفاهانی — که یکی از یاران اهل ایام خجسته فرجام است — استخوان عرفی را به نجف اشرف روانه ساخته بود. سبحان الله! نتیجه این بیت او بظهور رسید:

اگر به هند بخاکم کنی و گر به تتار
بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم

و مولانا رونقی همدانی بموجب الهام، مضمون مصراع ثانی این بیت را، تاریخ استخوان بردن مولوی به نجف اشرف پیدا کرده و برشتهٔ نظم در آورده:

یگانه گوهر دریای معرفت (عرفی)
که آسمان پی پروردنش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد، ز گردش گردون
شکست بر صف دلهای پر شغف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جان سوزی
که: عمرم از نو، چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم
فکند تیر دعای که بر هدف آمد
رقم زد از پی تاریخ (رونقی) کلکم:
بکاوش مژه، از هند تا نجف آمد
۱۰۲۷ھ

بر ارباب دانش و اصحاب بینش پوشیده نماند که، میر مذکور از برای خاطر بیت مسطور، جسد مولانا عرفی را آستانه متبرکهٔ حضرت امیرالمومنین و امام‌المتقین فرستاده، و بنیابت جد خود، صلهٔ شعر او را بدو رسانیده. زهی سعادتمند فرزندی که مداح پدر را ندیده و نشناخته از خاک مذلت بر دارد، و پس از مردن وی، از گفتهٔ او کامش بر آورد، و از بتکدهٔ هندش بکعبهٔ نجف رساند. بتخصیص درین جزو زمان، که ارباب دول باحوال گزیدهٔ سخنوران زنده نپردازند، تا بمردگان چه رسد. سخنورانی که درین ایام در حیات وجود فائض‌الجود را کیمیای مس افلاس میدانند. چرا که باستطاعت قلیل، جمعی کثیر بتقریبی از خدمتش بفیض میرسند.

و بقدر مقدور در رعایت آشنا و بیگانه خود را معاف نمیدارد . (۱) بیت :
الـهی بـر همیـن منـوال دارش سعـادت کـن نصیـب روزگارش
(۲۲۴-۲۱۵)

● کلمات‌الشعرا : عرفـی شیرازی ، از مستعدان زمانه بود . در قصیده‌گوئی و غزل پردازی یگانه . اشعارش بسبب اشتهار ایراد نیافت : بر همین بیت خوش‌گاه ناصرعلی اکتفا نمود :

من ازین درد گرانمایه چه لذت یابم که باندازهٔ آن ، صبر و ثباتم دادنـد

در مداحی ابوالفتح گیلانـی و نواب خان خانان سپه سالار زرها یافت . در سن سی و شش(۳۶) سالگی در سنه تسع و تسعـون و تسعمأته (۹۹۹هـ) در لاهور گذشت . و همانجا مدفون گشت .

— استاد البشر —
۹۹۹هـ

— هادی کلام عرفی شیرازی —
۹۹۹هـ

تاریخش یافتند .

از غایت اعتقاد که، بجنـاب مفترض الطاعـه علی المرتضـی داشت، بشوق مرقدش این بیت در قصیده بصد اشتیاق گفته بود : بکاوش مژه . . .

۱- میر صابر از سادات اصفهان است ، در زمان جهانگیر بهند رفت ، و دولت ملازمت یافت . وقائع نگاری صوبهٔ گجرات و از آن پس دکن بوی محول بود . آثار خیر از او بسیار سرزده است . میر صابر در سال (۱۰۶۴هـ) در شهر برهانپور وفـات یافـت . طبعش بیشتر بگفتـن رباعـی راغب بوده .
این رباعـی نیز ازوست :
چشمی بجهان و باغ و راغش کردیم گوشی بنوای کبـک و زاغش کردیم
دیدیم که، با ما سر ناسازی داشت ما نیز نساختیم و داغش کردیم
(محبوب‌الزمن تذکرهٔ شعرای دکن ۲ : ۶۱۳ - گ)

میر صابر صفاهانی بعد از سی سال، بنجف اشرف او را رساند . ملا رونقی همدانی تاریخ یافت : یگانه گوهری . . . الخ

گویند این رباعی در حالت نزع گفته :

(عرفی) دم نزع است و همان مستی تو   آخر بچه مایه ، بازار بستی تو
فرداست که ، دوست نقد فردوس ، بکف   جویای متاع است ، و تهی دستی تو
(ص ۱۲٦)

● منتخب اللباب : عرفی شیرازی آن قدر طبع رسا داشت که، در شروع ایام شباب از تحصیل علم و درس اکثر کتب متداوله فارغ شده . قبل ازانکه بحد تکلیف شرعی رسد، اشعار رنگین و قصیدهای برجسته میگفت، تا آنکه ابنای زمان صرو حسد بردند و درپی خفت او شدند.
وطن مالوف نموده، عازم هندوستان گردیده، سعادت ملازمت پادشاه حاصل نمود . و در اندک مدت چنان مقرب و معزز گردیده ، که ـ آنچه مشهور است ـ فیضی و ابوالفضل در عالم هم چشمی حسد برده ، او را مسموم ساختند . از جمله اشعار او که در حمد گفته . بیت :

ای نه فلک، ز خوشهٔ صنع تو دانهٔ   در قصر کبریای تو، عرش آشیانهٔ
در تنگنای کوچهٔ شهر جلال تو   وسعت که زمانه کمین گاه خانهٔ
نه توسن سپهر سرا سیمه در درت   تا حکمتت گرفته بکف تازیانهٔ
ذات تو قادر است ، بایجاد هر محال   الا بآفریدن چون خود ، یگانهٔ
(۱ : ۲۲۱)

...... شیخ مبارک جویای صحبت دانشوران بوده ، ازانها گرمی بازار خود میدانست ، از اثر صحبت که با فضلای ایران . سوای ملا عرفی که در همان ایام از شیراز رسیده . باوجود آغاز بهار شباب، در فن شعر و مداحی پادشاه و گفتن قصائد و اشعار رنگین و دیگر همه کمالات، بمرتبهٔ تمام شهرت یافت ، و نزد پادشاه معزز گردید ، و باعث رشک هر دو برادر

گشت ، و میان همدیگر سوء مزاج بهمرسید :

گویند : روزی عرفی وارد خانهٔ فیضی گردید و فیضی قلم در دست گرفته در تعریف دیباچهٔ قرآن — که میخواست بلا نقط تصنیف نماید — ببحر فکر فرو رفته بود . عرفی پرسید که : مخدوم در چه فکرید ! در جواب گفت : میخواهم که اسم پدر خود بی نقط ظاهر نمایم ! عرفی گفت: حاجت فکر نیست بزبان اصل خود مبارک بنویسید ! این معنی بر طبع فیضی نهایت گرانی نمود .

باز روزی ، عرفی برای عیادت فیضی رفته بود ، نزدیک خوابگاه او سگ بچهٔ چند دید که ، قلادهای زربفت با زنجیر طلا در گردن داشتند . پرسید که : مخدوم زادها به چه اسم موسوم اند ! فیضی گفت: باسم عرفی! در جواب از زبان عرفی برآمد : مبارک باشد ! گویند : عرفی در عین شباب بهار جوانی که ، سال عمر او از بیست تجاوز ننموده بود ، مسموم گردید که با او موافقت نیفتاد .
(۱ : ۲۰۰)

● مرآت الخیال : ملا عرفی ، بکمال فضل و دانش و لطیفه گوئی و حاضر جوابی موصوف بود . اصلش از شیراز است . در عنفوان شباب بطریق سیاحت بهندوستان افتاده ، بوساطت حکیم ابوالفتح گیلانی — که یکی از مقربان دربار اکبری بود و در فرامین بخطاب جالینوس الزمانی مخاطب میگشت — باستلام عتبه علیه سلطنت سرافرازی یافته مشمول عنایات خاص گردید .

و ابوالفضل و فیضی بارها الزام دادند . ازانجمله آنکه ، چون اینها نمیخواستند که اهل استعداد پیش آیند و مذهب تشیعش معلوم بود ، بارادهٔ

آنکه اورا در نظر پادشاه خفیف سازند ، در اول روز ملازمت ابوالفضل ازوی پرسید که : در مذهب شما زاغ حلال است یا حرام ! عرفی جواب نداد . بعد از لمحهٔ فیضی پرسید که : در مذهب شما خوک حلال است یا حرام ! عرفی جواب نداد باز تغافل کرد . درین حال پادشاه متوجه شده فرمود که : چرا جواب نمیدهی ؟ گفت : جواب این مسئله بدیهی است ، و هرکس میداند که هر دو گه میخورند ! یعنی زاغ و خوک . و خلاصه اشارهٔ بجانب هر دو برادر باشد (۱) . پادشاه بخندید ، و انعامی فراخور حالش بخشید ، لیکن ، آن هر دو خبیث آن چنان پی بمزاج پادشاه نبرده بودند ، که دیگری دخل تواند یافت . بهرحال ، قصیدهٔ عرفی که مطلعش :

جهان بگشتم و دردا که، هیچ شهر و دیار نیافتم ، که فروشند بخت در بازار

مشهور است ، و قریب یکصد و هشتاد بیت دارد ، که اکثری از شعرا از شعر آن جواب گفته اند ، خصوص شیخ محمد سعید قریشی(۲) که احوالش در متاخرین مرقوم است ، بطریق طعن در جوابش میگوید :

ز مفلسی ، که نباشد بدست ، یک دینار چه سود ، اگر بفروشند بخت ، در بازار

این قصیده طولانی است . اما ازانجا که دیوان عرفی در هندوستان از فرط اعتبار و اشتهار ، دست بدست میگردد ، بتحریر یک رباعیش اکتفا نمود . رباعی این است :

(عرفی !) دم پیری ست ، قدم دیده بنه هر گام که مینهی ، پسندیده بنه
از عینک شیشه ، هیچ * نکشاید هیچ لختی ز جگر تراش و بر دیده بنه

(۸۲-۸۱)

۱- حسینی نیز آورده است .

۲- شیخ محمد سعید خان مولتانی ، صاحب دیوان (متوفی ۱۰۸۷هـ) ملازم سلطان مراد بخش رک : عمل صالح ۳ : ۲۲۱ و مفتاح التواریخ ۲۷۸ و نتائج الافکار ۲۳۷ .

● ریاض‌الشعرا : مولانا عرفی شیرازی رحمه الله ، اسمش جمال‌الدین و مولدش شیراز است : طنطنهٔ سخنوری وی عالم را فرو گرفته ، وصیت شاعریش از مشرق تا مغرب رسیده : در میدان بلاغت گستری گوی فصاحت از سخنوران زمان ربوده است ; قصائد غرایش خط نسخ بر اوراق سبعه معلقه کشیده ، غزلیات روح افزایش زبان طعن بر آب حیات کشوده : بپختگی معانی و شگفتگی الفاظ، عذوبت کلام و نازکی ادا و تازگی مضمون را، باهم جمع نموده است . الحق از شعرا کم کسی به این جلالت شان گذشته است .

مولانا مرحوم در زمان اکبر پادشاه بهندوستان آمده در خدمت آن پادشاه ترقی عظیم نمود . و با شاهزاده سلیم ــ که آخر مسمی بجهانگیر پادشاه گردید ــ خصوصیت و محبت مفرط داشته، چنانچه بعضی بعشق شاهزاده متهمش کرده اند . عاقبت حسادش در عین جوانی مسموم کردند :

هادی کلام عرفی شیرازی

۹۹۹ھ

تاریخ فوت اوست :

این بیت در قصیدهٔ از قصائد مشتمل بر مدح سرور اولیا (علیه‌التحیة و الثنا) گفته است :

ز کاوش مژه، از گور تا نجف، بروم   اگر بهند هلاکم کنی وگر به تتار

پس از فوت ، مولانا را در لاهور بخاک سپردند . بعد از چند سال درویشی آمده باشتباه ، دیگری که در پهلوی او پیش قبرش دفن نموده بودند ، استخوانهای او را ، بنجف برده در جوار آن آستان عرش مکان مدفون نمود . بعد ازان حقیقت معلوم شد . ملا رونقی همدانی این قطعه را در تاریخ بردن استخوانهای او بنجف اشرف گفته :

یگانه گوهر دریای معرفت (عرفی) که آسمان پی پروردنش تلف آمد
بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم فگند تیر دعای و بر هدف آمد
رقم زد از پی تاریخ (رونقی) کلکم بکاوش مژه، از هند تا نجف آمد (۱)
(خطی)

● حسینی : عرفی اسفندیار عرصهٔ سخن طرازی . مولانا عرفی شیرازی: در عهد اکبر پادشاه بهند دل پسند آمده و بتقریب پادشاه رسیده . لطیفهایش با شیخ ابوالفضل و فیضی مشهور است . از جمله روزی (۲) . . : . : : روزی (۳) . . : . : :

القصه مولانا در سال نهصد و نود و نه (۹۹۹ه) در دارالسلطنت لاهور بمرض اسهال رحلت نموده . میر صابر اصفهانی ، برطبق آرزویش ، که گفت :

بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم اگر بهند هلاکم کنی وگر به تتار

استخوانش از گور بر آورده به نجف اشرف رسانیدند .

کلیاتش پانزده هزار بیت است و ملا فیروز گفته که : عرفی صاحب سه لک بیت است . و ازانست :

بضبط گریه مشغولم ، اگر کاوی درونم را ز دل را پردهٔ چشمم در شاخ ارغوان بینی

من دیوانه غزل : (هفت بیت دارد ۲۱۳)

◉ مجمع‌النفائس : عرفی شیرازی ، جمال‌الدین سیدی بن زین‌الدین علی علوی بن جمال‌الدین سیدی . مشهور بخواجه چادر باف است . و عرفی تخلص

۱- بعد ازین پنج صد و نود و هشت شعر عرفی دارد .
۲- رک : تحت مراةالخیال لطیفهٔ زاغ و خوک .
۳- رک : تحت منتخب التواریخ لطیفهٔ سگ .

او است . شاعری عالی مقام معجز کلام از شهرت تازه گوئی بجای رسیده ، که بالا تر ازان ، ممکن نیست :

تقی اوحدی گوید که : در شانزده سالگی از عدم انصاف صفاهان ــ که مولد منست ــ بشیراز ، که وطن اصلی آبا و اجداد است ، متوجه شدم . و بخدمت و صحبت مولانا عرفی رسیدم . پنج سال پیش ازانکه او متوجه هند شود ، در ملازمت او و شعرای دیگر ــ که مجتمع بودند ــ میرسیدم ؛ و اشعار بابا فغانی را کـه ، دران ایام طرح میشد ، تتبع مینمودم [illegible] وقت سن وی ، تخمینا سی ساله بود .

فقیر آرزو گوید که : عرفی باستماع آوازه قدردانان هند ، وارد این ملک گشته و بسایهٔ التفات خان خانان و حکیم ابوالفتح بکام دل رسیده . اما زود پیمانهٔ عمرش پر شد و در سن سی و شش (۳۶) سالگی ، بمرض اسهال در گذشت .

سابق دیوانی که جمع کرده بود ، بسبب گردش روزگار برطاق نسیان ماند ، بلک ، چون اوراق خزان بباد رفت ، بحدی‌که ، ازو کس نشان نیافت. چنانکه گوید : عمر در بستن معنی همه در باخته ام ... الخ

و تفصیل احوالش در مآثر رحیمی وغیره مسطور است و چون در قصیده ــ ترجمة‌الشوق ــ در منقبت جناب امیرالمومنین (علیه‌التحیات) این بیت از کمال اشتیاق گفته بود :

بکاوش مژه ، از گور تا نجف ، بروم   اگر بهند هلاکم کنی و گر به تتار

و این بیت مقبول افتاده ، بعد از وفات او ، که در (۹۹۹هـ) واقع شده ، میر صابر اصفهانی لاش او را بعد از بیست و هشت سال (۲۸) بنجف اشرف

رسانید و ملا رونقی این قطعه درین باب گفته :

یگانه گوهر دریای معرفت (عرفی) — که آسمان پی پروردنش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد ز گردش گردون — شکست، بر صف دلهای پر شغف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جان سوزی — که عمرم از تو چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم — فگند تیر دعای و بر هدف آمد
رقم زد از پی تاریخ (رونقی) کلکم — بکاوش مژه، از هند تا نجف آمد

الغرض، قصیده و رباعی او طرز خاصی دارد و مثنوی او آنقدرها نیست. لهذا حکیم حاذق پسر همام ــ برادر حکیم ابوالفتح گیلانی ــ در یکی از مثنویات خود گفته :

(عرفی) ما در غزل استاد بود — خانه خراب و ده آباد بود
مثنویش طرح فصاحت نداشت — کان نمک بود و ملاحت نداشت

و در لفظ ما اشارتست بدانکه، مداح و تربیت کرده حکیم ابوالفتح ــ که عموی حکیم حاذق است ــ بود. فقیر آرزو ــ شرح قصائد عرفی ــ نوشته و بعد مطالعهٔ آن، عیب و سمین مولانا ظاهر میشود. اگرچه جواب بعضی بلکه اکثر اعتراضات ابوالبرکات منیر وغیره، شارحان قصائد مذکور، بتحریر در آورده.

درینولا انتخاب اشعار او نوشته میشود. بالفعل انچه تقی اوحدی نوشته بنگارش میآید :

همت این بود که، لب تشنه بمیرد (عرفی) — ورنه صدبار، سر چشمهٔ حیوان رفتست
داغ بر دل بسکه پیوستم، نشان از دل نماند — پیش ازین، صدداغ بردل داشتم، اکنون یکی است
روم بدوزخ و شکر بهشت میگویم — که این بنزد مکافات من، بهشت من است
تا بزانو بگل، از گریه فروشد (عرفی) — ور چنین گریه کند تا مژه در گل برود
کفران نعمت گناه مندان بی ادب — در کیش من، ز شکر گدایانه بهتر است
محرومی یعقوب، ازان بود که، بگزید — شرعی، که دران دیدن فرزند حرامست
گر بمیرم، منما چهره مرا، روز وصال — حسرت روی تو، حیف است که، از دل برود
فلک، چندان تنک سرمایه است، ازگرم بازاری — که یک جو عافیت گر بخشدم درویش میگردد

عنکبوتش بزوایا همه زنار تند / خانقاهی که، منش مرشد کامل باشم
خاکستر پروانه، طلبگار سموم است / ای باد مسیحا، ره گلزار دگر گیر
چون داغ او برم بجحیم، اهل معصیت / گویند: دور شو که! ز تاب تو سوختم
فردا که، محاسبان هر فن طلبند / حسن عمل،ً از شیخ و برهمن طلبند
آنها که، دروده جوی بستانند / وانها که، نکشته بخرمن طلبند
آن فتنه، که جام حسن دارد مستش / دارد جگرم تیر هلاک از شستش
ترسم که بداور قیامت این زخم / بنمایم و گوید که بنازم دستش
مسجود ملائکه، تن از آب و گل است / ز آدم چو گذشتی این نگار چگل است
گر هست تفاوتی، همین باشد و بس / کان حکم اله بود و این حکم دل است

این اشعار از منتخبات مرزا صائب است (علیه‌الرحمه) :

آوارگیست رهبر، در وادی محبت / طوفان، بود معلم، دریای، بیکران را
عذاب دوزخ آشامان بآتش چون کند ایزد / مگر در سینهٔ آسودگان اندازد ایشان را
نه بامن، با یکی از اهل دل خود دوستی میکن / دلی درکار هست آخر سر زلف پریشان را
گرفتم این که، بهشتم دهند بی طاعت / قبول کردن و رفتن نه شرط انصافست
در نگیرد صحبت (عرفی) بشیخ صومعه / کو بزیرک دشمن و (عرفی) بکودن دشمن است
یک سجدهٔ مستانه و صد ساله عبادت / فهمیدن این مسئله، موقوف دو جام است
غیرتم بین که، بر آرندهٔ حاجات هنوز / از لبم نام تو، هنگام دعا نشنیده است
میروی با غیر و میگوئی: بیا (عرفی) تو هم / لطف فرمودی، برو کین پای را، رفتار نیست
بلوح مشهد پروانه، این رقم دیدم / که: شعله که مرا سوخت، خویش را هم سوخت
تمامی عمر با اسلام، در داد و ستد بودم / کنون میمیرم و از من، بت و زنار میماند
امید عافیت از مردن است و میترسم / که مرگ دیگر و آسودگی دگر باشد
نازم بحسن و عشق که، از جوش اتحاد / مستند و از میانه حیا کم نمیشود
اگر ز کاوش مژگان او، دلم خون شد / خوشم که، بهر من اسباب گریه، افزون شد
ز بت، نه گوشهٔ چشمی نه چین ابروی / بحیرتم که، دل برهمن ز کف چون شد
عاشق، هم از اسلام خرابست و هم از کفر / پروانه، چراغ حرم و دیر نداند
من در نفس گدازی و این عشق بدگمان / مهرم هنوز بر لب خاموش میزند
زحمت حجاج دیر، ازکعبه‌جویان، برتر است / ره بسی طی میشود، تا ره بباطل میبرند
ما فرو رفته، بحر غم بی پایانیم / جامهٔ ما، نه باندازهٔ ما، دوخته اند
کسی نادیده نشناسد کسی را / بگو با عافیت پنهان نباشد
کوکو زدن فاخته سرو در آغوش / در جامهٔ معشوق، مرا گرم طلب کرد

وعظ من، گرد فشانندهٔ عصیان نشود
آستین شکر آلود، مگس راش نگرد
در محبت، زندگی را، با شهادت جنگ نیست
دیدهٔ باید که، بیند خون من در گردنش
چشم بنهر خویش، دم نزع، تر شود
ترسم که من بمیرم و غم در بدر شود
بلحد چگونه زین غم، دلم آرمیده باشد
که لبی چنان بمرگم چو توتی گزیده باشد
قانع، ببوی دوست، نگر دید شوق ما
این جنس را بمفلس کنمان فروختیم
تا خون نخوری، چاشنی درد، ندانی
تا دل ندهی، آنچه بمن کرد، ندانی
آنانکه غم تو، برگزیدند، همه
در کوی شهادت، آرمیدند همه
در معرکهٔ دوکون، فتح از عشقست
با آنکه سپاه او، شهیدند همه

انتخاب فقیر آرزو :

ای دل مشین! خیز که، بیباک تو، تنها
با شیشهٔ می، رفته بگلگشت چمنها
مانده‌اند غریبان، بغریب تو، درین شهر
چندانکه گرفتند، عزا شان بوطنها
بلای دیده و دل را، ز پی شتابانم
کسی نگویدم : ای خانمان خراب کجا
نگویم : بی گنه خونم مریز، اما بیاد آور
پس از خونریزی من، از تاسف لب گزیدنها
بسازد از خدنگ دیگرم بسمل، که میداند
که ناوک خوردهٔ او را، بود ذوق طپیدنها
بد دشمنیست (عرفی) با او مورز خصمی
بسیار خصم کشته است از خجلت مدارا
آنکه گفتی: چه‌کنم! کز دل تو خون نچکد
با فلان گوی که، برهم نزند مژگان را
عشرت بزم تو، زانست که محنت بر ماست
صبح، آن ناحیه وقتی است، که شام‌است اینجا
بهر سو میروم، بوی چراغ کشته، می آید
مگر وقتی، مزار کشتگان عشق، بود اینجا
عنایت صمدی، رد کفر ما نکند
اگر کمال پذیرد، صنم پرستی ما
ز لاف صبر بسی نادمیم طعنه مزن
مروتی که ملامت بلا است نمرم را
ای روی غم سیاه، که از چشم، گریه ام
بر پشت پای دوخته چشم سیاه را
فردا بخلق، تا بنمایم عطای دوست
ثابت کنم، بخویش در عالم گناه را
سر رشتهٔ معامله، در دست قسمت است
با دشمنان بمهر نجوشد کسی چرا
آمده فوج تازهٔ حمله شهادت آرزو
خیز و شراب و دشنه ده غمزهٔ می پرست را
برنگی از قمار آمد، برم کز سرگرانیها
مرا میکشت گر پیدا نمیکردم شراب امشب
درمیان خزف گوهر ام، اندیشه بجاست
منکه، دی آنچه نکو یافتم، امروز بد است
حسد تهمت بیدردی مردم، بگداخت
این مرادیست که، با تهمت آن هم حسد است
دیدم بخواب، آن لب لعلم بکام بود
گر واقعست در غلط، این خواب گفتنی است
آتشین نالهٔ من، دود بر آرد ز قفس
گر بدانم که مرا رخصت پروازی هست
آن دل که، پریشان شود از نالهٔ بلبل
در دامنش آویز که، با او خبری هست

ز ناز راندی و دانم دل نیابم باز
ز شیخ صومعه جستم نشان (عرفی) ، گفت :
لب بدندان، دست در زیر زنخ، دارد مسیح
دریا فراخ و کشتی ما، بی معلم است
ما خود ز کبر تکیه بهمت زدیم ، لیک
نهم جنازهٔ (عرفی) بدوش و مینازم
قفل الماس بیارید ، که زخم دل ما
دلم آن کافر عامی است که، در گوشهٔ دیر
زبان به بند و نظر باز کن ، که میغ کلیم
رفت آن آفت دین از برم، ای هوش ! بیا
هرگاه که از مهر بکین میل تو بیش است
تا خط بگرد آن لب شیرین شمائل است
هر جفای ، کز تو می آید، کند گردون همان
این که میگویند : درها میکشاید دست بخت
خبر نیافته (عرفی) ز طبع نازک دوست
گفتم : کرشمه ات دل (عرفی) بخون کشید
بسکه خو کردم به بی ذوقی، ندانم درجهان
برهمن چون بست زنارم مغان گفتند: حیف
خوشم که، سوخت دوکون از غمت ، و زان خوشتر
ازان، بدرد دگر هر زمان، گرفتارم
قبای نار ، چو پوشی ، جدا ز من یاد آر
بر سر خم رفتم و ز اهل خرابات مغان
عشق اگر مرد است، مردی باب دیدار آورد
مگذر از دارالشفای عشق ، کز بهر علاج
کفر و دین را ببر از یاد، که این فتنه گران
بکرشمهٔ تو (عرفی) دل و دین بباخت ، لیکن
شهید مضطر بی خاک شد ، مگر برهت
روزی ز قتل (عرفی) گر پرسدت فضول
چه روستای بی مشربی است این (عرفی)
زمانه، گلشن عیش کرا ، بیغما داد
گر یار شادی نیست ، دل هرگه که ، نامش میبرم

که این معامله باطبع روستائی رفت
بر آستان برهمن بجبهه سائی رفت
گفتهٔ ای همنشین گویا که این بیمارکیست
ای درد ! زان زیاده که پایان موسم است
درویش را معامله با جود منعم است
که ساق عرش محبت بروی دوش من است
سر بسر گشته دهن ، برسر گفتاری هست
پیر گردید و بدانست که زناری هست
کنایه از ادب آموزی تقاضای است
تا بدانم که، جهان برسر ایمان ، رفته است
اول نمک سینهٔ ما پاش، که ریش است
شب درمیان عیسی و خورشید حائل است
سوز دم غیرت که، آئین تو و گردون، یکیست
تا در دل میشنو اما کلید دل گم است
زبان بگز قلم ، اینجا نه جای مکتوبست
گفت : از کرشمه پرس که گوید گناه اوست
جلوهٔ روی نکو بهر چه و نظاره چیست
کین زمان در کافرستان عرب زنار نیست
که کس بداغ دل (عرفی) از غمت کم سوخت
که شیوه های ترا ، باهم آشنائی نیست
که میکشاد کسی بند این قبا گستاخ
اولین جوش خم می بود و هشیاری نبود
ورنه ، چون موسی بسی آورد و بسیار آورد
هر نفس آید ، مسیح آنجا، و بیمار آورد
در بد آموزی ما، مصلحت اندیش همند
نه چنان دل و دینی ، که بباختن نیرزد
که یی نسیم ز راه تو گرد میخیزد
کو دوستدار من بود تا بی سبب نباشد
که توبه کرد و می از دست آفتاب نخورد
که گل بدامن من ، دسته دسته می آید
بهرچه، غم را بر زبان، صدگونه نفرین میرود

بودند بهم گرم ، نگه من و معشوق — بیگانگی آموز حیا را ، که خبر کرد
ز مست افتادنم در مسجد ای زاهد مشو رنجه — که صحن مسجدت فردا زمین تاک خواهد شد
بمهدم جهان عافیت زود مرد — که نوباوهٔ باغ عمرم نخورد
دران مقام که (عرفی) ز دل گذشت ، هنوز — کسی که میگذرد ، اشکبار میگذرد
ز بسکه داده (بعرفی) غمت متاع فراخ — قرار داده که سوداگر فراغ شود
صد کام در دلم گذرد ، چون رسم بدوست — مانند آرزو که ، دو چار کرم شود
بس نکوئی جلوه کن بر مستحقان زینهار — تا دعای بهر حسن عالم آرایت کنند
عالم شهر بعلم آفت دین شد ، چه بلاست — غلط اندیش ، که طبعش بتصرف باشد
نبرد دل غیورم ، ز خدنگ یار لذت — بکدام دل ندانم هوسش خلیده باشد
چنانبا نیک و بد(عرفی)بسرکن،کز پس مردن — مسلمانت بزمزم شوید و هندو بسوزاند
بر افگن پرده ، تا معلوم گردد — که یاران ، دیگری را میپرستند
(عرفی) از گریه بیاساید و طوفان برخاست — جم و کی نیست که او را غم عالم باشد
ای برهمن! بنگر معبد صوفی و ریا — کین طرف نیز بت و برهمنی ساخته اند
نالهٔ میکنم از درد تو گاهی ، لیکن — تا بلب میرسد ، از ضعف نفس میگردد
خدا گواست ، که گر جرم ما ، همین عشق است — گناه گبر و مسلمان بجرم ما بخشند
کافرتر است زاهد از برهمن ، و لیکن — او را بتی است در سر ، در آستین ندارد
ببهانهٔ ترحم نکشی مرا ، وگر نه — سر خون گرفتهٔ من ، ببدن چکار دارد

(۲۳۷ الف - ۲۳۹ ب)

● آتشکده : عرفی ، سید محمد متخلص به عرفی . الحق در مراتب کمالات گوی سبقت از معاصرین ربوده . دیوانش بنظر رسیده . در قصیده ، هر چند طریقهٔ تازه — که خارج از طریقهٔ شعرای بوده — اختیار کرده ، اما واقعا بسیار خیالات خوب و عبارات مطلوب دارد . در باب استعاره اصرار بسیار دارد ، بحدیکه مستمع از معنی مقصود غافل میشود . از آنجا مثنوی در برابر — مخزن الاسرار — گفته ، که شاید بر بی وقوف مشتبه شود . اما استاد ماهر میداند که بسیار بد گفته . چند شعر یکه خالی از فصاحت نبود از آنجا نوشته شد ، و مثنوی تا تمامی در — خسرو شیرین — دارد . اگر عیب

استعاره خنک را بسیار نداشت بد نگفته بود : قدری معقول از آنجا نوشته شد . و از قصائد و غزل و رباعی نیز آنچه بطریقه استادان صاحب فن بود ، نوشته میشود :

در هندوستان وفات یافته . گویند آخر الامر استخوان او به نجف اشرف آوردند . وله: (یکصد و هفت شعر دارد ۳۰۱-۳۰۵)

● خزانه عامره : عرفی شیرازی ، استاد مسلم الثبوت است و بچاه افگن سحر هاروت ماروت . و شیخ عبدالقادر بدایونی در منتخب التواریخ مینویسد : (۲) ....

.... عرفی سی و شش سال عمر یافت ، و در لاهور سنه تسع و تسعمائه (۹۹۹ﻫ) در آغوش زمین خوابید .

صاحب ــ ذخیرة الخوانین ــ گوید : خانخانان ملا عرفی را نا دیده آن قدر زر هر سال میفرستاد که محتاج بدر دیگر نبود . و از تقریر اخلاص شاهجهان آبادی در ــ همیشه بهار ــ معلوم میشود که : خانخانان یک مرتبه عرفی را در جائزهٔ قصیده ، هفتاد هزار روپیه رعایت کرد . عرفی در قصیده ــ ترجمة‌الشوق ــ میگوید :

بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم　　اگر بهند هلاکم کنی و گر به تتار

این بیت مقبول جناب ولایت مآب (رضی‌الله عنه) افتاد و بعنایت جائزهٔ اعلی روح او را شاد فرمود . یعنی میر صابر اصفهانی در سنه سبع و عشرین و الف (۱۰۲۷ﻫ) استخوان او را ، از لاهور به نجف اشرف رسانیده . ملا

۱ـ یک صد و هفت شعر دارد .

۲ـ ذکر ورود عرفی بهند . رک تحت : منتخب التواریخ .

رونقی همدانی تاریخ نقل استخوان میگوید : یگانه گوهر ......

اما میر صابر اصفهانی مردی خیر ستوده صفات بود ، و در عهد جهانگیری و شاهجهانی قرین اعتبار میزیست . مدتها بواقعه نویسی دیوانی صوبهٔ گجرات و بعد ازان بواقعه نویسی کل صوبجات دکن قیام داشت . تاهل اختیار نکرد و جردانه بخوبی و نیکنامی عمر بسر آورد . و تا سنه احدی و ستین و الف (۱۰۶۱ه) واقعه نویس ممالک دکن بود[1]. و بعد ازان معلوم نیست چه قدر زندگانی کرد .

در وقت تحریر این صحیفه ــ دیوان عرفی ــ مشتمل بر اقسام سخن بملاحظه در آمد . در قصیده گوئی ید طولی است . با وصف آن مخالص او چندان خوب واقع نشده ، لهذا بر زبان قلم نیامد . غزل و مثنوی او مرتبه مساوی دارد . اما باعتقاد حکیم حاذق ــ پسر حکیم همام برادر حکیم ابوالفتح ــ پایهٔ مثنوی او کم است . درین باب میگوید :

(عرفی) ما در غزل استاد بود خانه خراب و ده آباد بود
مثنویش طرز فصاحت نداشت کان نمک بود ملاحت نداشت

اشاره است بمثنوی عرفی که در همین وزن گفته . مطلعش این است :

بسم الله الرحمن الرحیم موج نخست است ز بحر قدیم

مولف گوید، بجای لفظ (موج) لفظ (مد) مناسب تر است . فقیر هم مصراعی برای بسم‌الله بهم رسانده ام که :

بسم الله الرحمن الرحیم تیغ مه تاب رسول کریم

اما شیخ نظام ، در آغاز ــ مخزن اسرار ــ قصب‌السبق از مصراع گویان بسم‌الله ربوده . و میرزا صائب ، مضمون تحفه برای بسم‌الله یافته ، میفرماید :

سخن، بلند چو گردد، بوحی مقرون است اتاقهٔ سر مصحف کلام موزون است

این مطلع مضمون بلندی دارد ، اما مصراع اول خوب نرسیده ، چه مضمونش اینکه سخنی که بلند گردد ، بمرتبه وحی میرسد . اگر مراد از سخن نظم است تخصیص نمیتواند شد ، زیرا که نثری که بلند افتد ، نیز

بمرتبهٔ وحی تواند رسید، بلکه تمام قرآن نثر است، نظم خال خال واقع شده. و مفهوم مصراع ثانی اینکه کلام موزون فرق کلام منثور است ، و پیداست که، مدعا با دلیل مطابقت ندارد . دلیل مدعای دیگر میخواهد . مثلا چنین گفته شود :

خوش است نثر، و لی شان نظم افزون است　　اثاثهٔ سر مصحف ، کلام موزون است

و مدعا دلیل دیگر میخواهد . مثلاً چنین گفته شود :

سخن، بلند چو گردد ، بوحی مقرون است　　گواه دعوی ما ، مصحف همایون است

واله در ـــ ریاض‌الشعرا ـــ و آرزو در ـــ مجمع‌النفائس ـــ اشعار بسیار از غزلیات عرفی آورده اند . اشعار یکه درین صحیفه ثبت شده سوای آن است :
(بیست و پنج شعر دارد ۳۱۸-۳۲۳)

● نتائج‌الافکار : عرفی ، یکه تاز عرصهٔ سخن پردازی مولانا سید محمد عرفی شیرازی . که شاعریست گرانمایه و ماهریست بلند پایه . در مراتب نظم، گوی سبقت از اقران ربوده. و در اقسام سخن، بفکر رنگین در معاصرین خرد ممتاز بوده . لا سیما در قصیده گوئی ید طولی داشت ، و سر باوج مفاخرت میافراشت :

از ولایت بارادهٔ سیاحت هند بر آمده(۱) ، چون به فتحپورسیکری رسید پیشتر از همه، به شیخ فیضی فیاضی ملاقی گشته، ارتباط بایسته بهم رسانید، و شیخ هم برا رسی مایحتاج وی میپرداخت . آخرش فیما بین یکدیگر شکرآبی

۱ـ در سلم السموات است : مولانا عرفی پسر خواجه بلوی است . از محله کوچهٔ سختویهٔ شیراز، در تسع و ثمانین و تسعمائه (۹۸۹هـ) در وطن مالوف بود و بانشای غزل و مثنوی اشتغال مینمود . گاهی معانی دلبندش دست میداد و گاهی ناخوشی ها در اشعارش اتفاق میافتاد . در تسعین و تسعمائه (۹۹۰هـ) توجه هند نمود . آنجا رتبهٔ نظمش افزود و صیت کلامش بلند گشت، معانی دلبندش بسیاری دست داد و نظمهای ارجمندش فراوان اتفاق افتاد، ازان جمله است . (ص ۷۷)

روداد و به حکیم ابوالفتح گیلانی مربوط گردیده ، بوسیلهٔ جمیله اش مشرف مصاحبت عبدالرحیم خان خانخانان و بصلات نمایان و نوازشات بیکران مباهی گشت . امیر جوهرشناس که، پیوسته تعظیم و تکریمش منظور میداشت، آناً فاناً اعتبارش ترقی گرفت و بازار شعر و سخن وی گرمی پذیرفت . رفته رفته بسلک ملازمان خاص اکبری منسلک گردیده ، مورد عنایات سلطانی گشت . از مرآت‌الخیال آورده که: چون ابوالفضل و فیضی نمیخواستند (۱) ... یعنی زاغ و خوک ، کنایه ازان بسائلین بود . شاه نکته سنج و دقیقه رس متبسم شده بانعام درخور حالش سرفرازی بخشید .

آخرکار در عمر سی و شش (۳٦) سالگی تسع و تسعین و تسعمأته (۹۹۹ﻫ) در دارالسلطنت لاهور بدار بقا خرامید . در قصیده — ترجمةالشوق — میگوید :

بکاوش مژه ، از گور تا نجف ، بروم — اگر بهند هلاکم کنی وگر به تتار

چون این بیت به جناب ولایت مآب (کرم‌الله وجهه) شرف قبولیت یافت ، میر صابر اصفهانی در سبع و عشرین و الف (۱۰۲۷ﻫ) استخوانش از لاهور به نجف اشرف رسانید . ملا رونقی همدانی تاریخ نقل استخوان او گفته : یگانه گوهری ... الخ

این چند بیت از کلام دلپذیر عرفی است .

(۲۸ شعر و ۲ رباعی دارد ۲٦۸-۲۷۳)

● شمع انجمن : عرفی شیرازی ، شیخ جمال‌الدین استاد مسلم‌الثبوت ، و بچاه افگن سحر هاروت و ماروت . عمدهٔ شعرای سحر آفرین است :

۱- لطیفهٔ خوک و زاغ .

و نخبهٔ بلغای فصاحت آئین . شاعر گرانمایه است و ماهر بلند پایه :

اول که ، از ولایت بفتحپور رسید بشیخ فیضی آشنا شد . آخر درمیانها شکر آبها افتاد و بخانخانان مرتبط شد . و شعر و اعتبار او روز افزون گردید . تا آنکه بعمر سی و شش (۳۶) سالگی در لاهور سنه (۹۹۹ھ) در آغوش زمین خوابید .

عرفی در قصیده گوئی صاحب ید بیضا ست : اما مخالص او چندان خوب نیفتاده . و غزل و مثنوی او رتبهٔ مساوات دارد . و باعتقاد حکیم حاذق پایهٔ مثنوی او کم است . در ــ ید بیضا ــ برای وی ترجمه دراز نوشته و در ــ نتائج‌الافکار ــ اشعار بسیار از غزلیات او آورده اند . از وی هست :

(۱۸ شعر و ۲ رباعی دارد ۲۹۷-۲۹۹)

● شعرالعجم : عرفی شیرازی ، محمد نام لقب جمال‌الدین ، تخلص عرفی ، نام پدر زین‌العابدین علوی و نام جد جمال‌الدین چادرباف است . در ایران محاکم و اداراتی ، که بمحاکم و دوائر مذهبی دخالت و بستگی ندارند ، تعبیر به ــ عرف ــ میشوند . و چون پدر عرفی در دارالایالهٔ شیراز شغل آبرومندی داشت بدین مناسبت ، او تخلص خود را عرفی گذارد .

فن نقاشی

شاه نواز خان مولف ــ مآثرالامراء ــ در ــ تذکره بهارستان سخن ــ مینویسد که : عرفی علاوه بر علوم رسمی فن نقاشی هم فرا گرفته بود .

خود ستائی و غرور

درین انکار نیست که عرفی زیاده از حد مغرور و خود ستا بود و نام

استادان سلف را ، در مقابل خود ، بتحقیر میبرد(۱) . چنانکه میگوید :

انصاف بده (بوالفرج) و (انوری) امروز بهر چه غنیمت نشمارند عدم را
بسم‌الله ز اعجاز نفس جانده شان باز تا من قلم اندازم و گیرند قلم را
تفرجی که ، من از بهر روح ، ساز دهم نه (انوری) نه فلانی دهد نه بهمانی
نازش (سعدی) ، بمشت خاک‌شیراز، ازچه بود گر نمیدانست ، باشد مولد و ماوای من
دم عیسیٰ تمنا داشت (خاقانی) که برخیزد به امداد صبا اینک فرستادم بشروانش

ازین فخر و غرور او تمامی همعصران شکوه داشتند و نالان بودند و حتی نظیری نیشاپوری — که یک شاعر بی آزار و آرام و صلح جوی بود — نتوانسته ازین ، خود را ضبط کند . بعد از مرگ عرفی قصیده ای ، که در جواب او گفته ، میگوید :

درین قصیده به گستاخی ارچه (عرفی) گفت بداغ رشک پس از مرگ، سوخت (خاقانی)
کنون بگور چنان او برشک میسوزد که در تنور توان گوسفند بریانی

: : : : : در بیان اخلاق و عادات عرفی ، انچه که بیش از همه محسوس و نمایان است ، غرور کم بینی و خودستائی است : حتی آنهائیکه، جزو معتقدین خاص اویند، از او در این قسمت نالانند و شکوه دارند : بدایونی ، بر ضد فیضی و در مقابل او ، کفهٔ عرفی را بالا برده ، معذالک این را ناچار شده بنویسد: اما از بس عجب و نخوت که پیدا کرد از دلها افتاده !

معلوم میشود که ، این رعونت تمامی مردم را با او دشمن کرده بود . او وقتیکه بیمار شد، و شاید این همان بیماری مرض‌الموت بوده است، مردم

۱- یک مثنوی دارای شصت اشعار ، در هجو معاصران گفته است که، در مجله اسلامک کلچر حیدرآباد شماره اکتوبر (۱۹۵۹ع) چاپ شده است .

بعیادت آمده. ولی چون قلبهای شان صاف نبوده، در لحن غمخواری سخنانی میگفتند که در آن جنبهٔ دل آزاری بوده است. عرفی همه را میفهمیده و در دل پیچ و تاب میخوردهٔ است. درین حالت قطعه ای گفته، که در آن شدت مرض را بیان نموده، و صورت عیادت و بیمار پرسی ستم ظریفانهٔ مردم را، خوب کشیده است. این مرد هیچ وقت از بلندی تخیل پائین نمیآمده است. لیکن در این قطعهٔ جنبه واقعه نگاری را پیش گرفته و تفصیل، آنچه را که در این موقع واقع شده، همه را در نظم نشان داده است:

تن اوفتاده درین حال و دوستان فصیح — به دور بالش و بستر ستانده چون منبر
یکی، به ریش کشد دست و کج کند گردن — که: روزگار، وفا با که کرد، جان پدر
بجاه و مال فرومایه، دل نباید بست — کجاست دولت جمشید و نام اسکندر
یکی، به نرمی آواز و گفتگوی حزین — کند شروع و کشد آستین بدیدهٔ تر
که: جان من! همه را این ره است و باید رفت — تمام راه روانیم و دهر راکب بر
یکی، بچرب زبانی زبان طراز شود — که: ای وفات تو تاریخ انقلاب بشر
فراهم آ، و پریشانه مدار دل، ز نهار — که نظم و نثر تو من جمع میکنم یکسر
پس از نوشتن تصحیح میکنم انشا — به مدعای تو، دیباچهٔ چو درج گهر
چنانچه، هستی فهرست دانش و فرهنگ — چنانچه، هستی مجموعهٔ صفات و هنر
به نظم و نثر در آویزم و فرو ریزم — اگر چه حصر کمال تو نیست حد بشر

عرفی در جواب همه اینها با غیظ و خشم گفته:

خدای عز و جل، صحتم دهد، بینی! — کـه این منافقگان را، چه آورم برسر

ظهوری و عرفی

با ظهوری اکثر مکاتبات دوستانه داشت. یک دفعه طاقهٔ شالی، مال کشمیر برایش هدیه فرستاد، اتفاقا شال مزبور پست و معمولی بود. عرفی نامهٔ در جواب، مشتمل بر سه رباعی در هجو شال، نوشت که یک رباعی

این است :

این شال که، وصفش ز حد تقریر است آیات رعونت مرا تفسیر است
نامش نکنی قماش کشمیر کزو صد رخنه به کار مردم کشمیر است

فیضی و عرفی

از خوی بد و تند عرفی، همان طورکه گفته شد، همه شاکیند. لیکن تعجب است که فیضی که حریف بزرگ وی بشمار میآید از شریف النفسی او بسیار تعریف کرده است. چنانکه درین واقعه ـ که همهٔ عبارت آن بعد میآید ـ مینویسد: از تهذیب اخلاق او چگوید، که در خاکی نهاد شیراز ذاتی میباشد، نه کسبی! شاید این مربوط بملاقات ابتدائی باشد که، هنوز تجربه درستی از اخلاق او بدست فیضی نیامده بود. معلوم میشود که عرفی، برخلاف شاعران دیگر، رند و اوباش نبوده، چه اینکه یکی او را متهم بفسق کرده و او رنجیده است و در یک قطعه آن را اظهار کرده و درخاتمه قلبش را بدینسان تسلی میدهد:

اهل دنیا، همگی تہمت گیرند و فساد عیسی این را متحمل شد و مریم برداشت

عرفی، با همه بدخلقی و نخوت، زبانش را به هجو کسی آلوده نکرده است، یاکسی را قابل ندانسته که هجو کند. در یک قصیده، که ز یادهٔ عصبانی و آزرده شده بهمین قدر اکتفا کرد:

با من از جهل معارض شده نا منفعل

تالیفات

۱) نفسیه : (۱) در تصوف است و از نام آن پیداست که رساله ایست

۱ـ این رساله در ابتدای دیوان عرفی مرتبهٔ غلام حسین جواهری (تہران) چاپ شده است.

متعلق به نفس : مآثر رحیمی راجع بآن مینویسد : و رساله ای نیز موسوم به ـ نفسیه ـ در نثر نوشته که صوفیان و درویشان را سر لوحهٔ دفتر تصوف و تحقیق میتواند شد :

۲) مثنوی : درجواب ـ مخزن‌الاسرار ـ و با دیوان بطبع رسیده است :

۳) مثنوی : درجواب ـ شیرین و خسرو ـ از اشعار آن در مجمع‌الفصحا و آتشکده نقل شده است .

۴) کلیات قصائد و غزلیات : در سال (۹۹۶هـ) دیوانی ترتیب داده بود . حاوی (۲۶) قصیده و (۲۷۰) غزل و (۷۰۰) شعر از قطعات و رباعی، و خود تاریخ این دیوان گفته بود :

این طرفه نکات سحری و اعجازی
چون گشت مکمل به رقم پردازی
مجموعه طراز قدس، تاریخش یافت
اول دیوان عرفی شیرازی
(۹۹۶هـ)

درین رباعی صنعت عجیب و غریبی بکار رفته، چه اینکه در مصراع چهارم رباعی، که تاریخ ازان در میآید، شما اگر عدد آحاد (۱) را بگیرید معادل با تعداد قصائد (۲۶) میشود. و اگر عشرات (۲) را حساب کنید با تعداد غزل یعنی دویست و هفتاد (۲۷۰) برابر میشود . و اگر مآت (۳) در نظر گرفته شود، عدد قطعات و رباعیات که هفتصد (۷۰۰) است در میآید . خلاصه اینکه در این مصراع ، هم تاریخ و هم تعداد اشعار هر قسمت بطور جداگانه

۱- یعنی : ا ، و ، د ، و ، ا ، ا ، ز ، تعداد قصائد بر میآید :
۲- یعنی : ل ، ی ، ن ، ع ، ف ، ی ، ی ، ی ، تعداد غزل بر میآید .
۳- یعنی : ز ، ش ، ر ، تعداد رباعیات ، ابیات ، قطعات برمیآید .

هر دو هست .

و این کلام اخیر اوست و قبلاً شش هزار شعر گفته که بد بختانه مفقود شده بود :

هنگام مرگ ، دیوانش را که بادست خویش رو نویس کرده بود ، بکتابخانهٔ عبدالرحیم خانخانان فرستاده که پاک نویس شده و مدون گردد . چنانچه خانخانان محمد قاسم مشهور به سراج را مامور این کار نمود و او هم در نتیجهٔ یک سال زحمت ، خدمت مزبور را بانجام رسانیده و ترتیب دیوان صورت اتمام پذیرفت . و مجموع آن چهارده هزار شعر بوده است .

خانخانان به سراج درصله این خدمت خلعتهای فاخر و عطایا و انعامات گرانبها داد و او (سراج) همه این واقعات را در قطعه ذکر کرده است :

(عرفی) آن واضح سخن ، که بنرو رشک دارد روان شروانی
نه که ، شروانی است در رشکش بلکه ، هم رومی و صفاهانی
بعد چندی ، چو جای بودن نیست رفت ازین دیر ششدر و فانی
ماند ازو ، در شاهواری چند کش قرین نیست بحری و کانی
صورتی چند ، جمله با معنی خلقی چند ، جمله روحانی
لیک آن جملگی ، پراگنده همه از بی سری و سامانی
آن قدر مهلتش ، نداد اجل که به ترتیب شان ، شود بانی
گفت ، با دوستان بگاه وداع : کای عزیزان جمعی و جانی
برسانید زادهای مرا به جناب معلم ثانی
پیر کان برید کانی را سوی عمان برید عمانی
صاحب حلم و علم و سیف و قلم خانخانان سکندر ثانی
دید چون زادهای (عرفی) را همه محسود لعل پیکانی
همه مانند در ، ولیک یتیم جمله چون زادهای پنهانی
بعد یک چند بنده را فرمود که : دهم شان نظام دیوانی

مدتی چند، خون دل خوردم تاکه جمع آمد از پریشانی
جامع انتظام این اوراق شد (سرا جائی) نشان خانانی
از خرد خواستم چو تاریخش گفت : ـــ ترتیب داده ــ تا دانی

از ـــ ترتیب داده ـــ تاریخ برمیآید. عبدالباقی دیباچهٔ هم بران نوشته است (۱).
۱۰۲۶ھ

صمصام‌الدوله شهنواز خان در ـــ تذکره بهارستان سخن ـــ نوشته است که :
کلام مفقود شده عرفی هم بدست آمد و داخل دیوان گردید! لیکن نسخهٔ که پیش از آن شایع شده بود، آن نسخهٔ ناقص مانده است. و این قرین قیاس بنظر میآید. من نسخهای دیوان عرفی را باهم مختلف دیده ام. میرزا صائب در بیاض خود اکثر اشعار عرفی را انتخاب کرده است، که در دیوان های موجوده، یافت (۲) نمیشود. (ترجمه داعی اسلام ۳: ۶۶-۱۱۱)

● سپه سالار : عرفی، از مشاهیر شعرای قرن دهم هجری بوده (متولد بسال ۹۶۳ متوفی بسال ۹۹۹ھ) پدرش مقام داروغه‌گی شیراز را داشته. عرفی پس ازاینکه، بسن رشد رسید و کسب فضائل نمود، علم شاعری برافراخت و با معاصرین خود، چون غیرتی شیرازی و دیگر پهلوانان، سخن پردازیها و کشتی گیریها کرده، و همه ازو حساب میبرده اند.

چون آوازهٔ شعر دوستی و شاعر پروری خان سپه سالار (عبدالرحیم) را

۱- این دیباچه را دکتور محمد ولی الحق انصاری استاد فارسی دانشگاه لکهنو در مجله معارف اعظم‌گره اکتوبر (۱۹۶۷ع) بچاپ رسانیده است و نسخهٔ خطی از این دیباچه، در کتبخانه سپه سالار تهران موجود است، رک : تحت سپه سالار.

۲- ـــ در مقالهٔ ـــ شعرالعجم و ذکر عرفی شیرازی ـــ دکتور محمد ولی الحق انصاری (مجله اردو کراچی اکتوبر ۱۹۶۷ع) غلطیهای مولانا شبلی مرحوم را ظاهر کرده است. آن کسی که ذکر عرفی در شعرالعجم بخواند لازم هست که از این مقاله نیز استفاده کند.

شنید، رو بهند آورد و بوسیلهٔ حکیم ابوالفتح گیلانی — که اورا نیز مدائح بسیار گفته — به خان مذکور شناسانده شد، و بدان آستان راه یافت و منظور نظر او گردید. و کار او در دوستی خان خانان بجای رسید که، در هنگام ملازمت از آداب و رسومی که بجای سلام هندیان و دیگران بجا میآورند معاف گردید:

... ...

عبدالباقی نهاوندی در مقدمهٔ دیوان کامل عرفی — که شامل چهارده هزار بیت میباشد — و در کتابخانه مجلس موجود است، گوید:

— چون عرفی دچار ناخوشی اسهال شد و خود را نزدیک به بدرود کردن جهان دید، مسودات اشعار خود را بکتابخانه خانخانان فرستاد. چون از جهان رفت، خانخانان هم محمد قاسم بن خواجه محمد علی اصفهانی مشهور و متخلص به — سراجا — را، که از شعرا و دانشمندان و سر حلقهٔ مستعدان بود، مامور جمع و ترتیب و تدوین اشعار عرفی فرمود. سراجا یک‌سال و نیم پس از مشقت بسیار، این دیوان — که شامل قصائد و غزلیات و ترکیب و ترجیح بند و قطعه و رباعی و مثنوی میباشد — ترتیب داد.

نویسندهٔ مقدمه گوید: در پاره ای از اوقات در هنگام جمع این دیوان حضور داشتم و میدیدم که بیرون آوردن و مرتب کردن آنها از مسودات عرفی، تا چه حد زحمت داشت! در آخر مقدمه قطعه ای که سراجا در تاریخ این جمع و ترتیب انشا نمود، گذارده شد. بیت آخر آن، سال نظم را میرساند این است:

از خرد خواستم چو تاریخش گفت — ترتیب داده — تا دانی
۱۰۲۶ هـ

طبع عرفی، در انشای قصائد و غزلیات، ید بیضا داشته : و در مثنوی، که برابر مخزن‌الاسرار (مجمع‌الابکار) و خسرو شیرین نظامی ساخته ، بسیار سلیس و متین میباشد :

و اول دیوان وی با مجمع‌الابکار — که درحدود ۵۶۰۰ بیت میباشد — دو بار (بسال ۱۳۰۸ و۱۳۲۳ھ) در بمبئی و کانپور (هندوستان) چاپ گردیده(۱)، ولی تمام دیوان او چاپ نشده .

و رساله — نفسیه — وی که در عرفان نوشته ، قدرت کامل نثر نویسی وی را نیز میرساند : و آغاز آن اینست : بسمله حمدیکه از غایت شایستگی منزه از شائبه تعین و تخصیص آمده ; ...... الخ

۱- اثار چاپ شده عرفی :

۱) دیوان عرفی : در کانپور در سال (۱۸۸۰ع) چاپ شده دارای صفحات ۱۷۸.
۲) نفحات شیراز : انتخاب از غزلیات عرفی با شرح حال عرفی ، نوشتهٔ مولوی صابرعلی . در ادبی پریس لکهنو در سال (۱۹۳۰ع) چاپ شده است .
۳) کلیات عرفی : صفحه ۱۲۸ کانپور (۱۸۸۰ع)
۴) شرح قصائد ملا عرفی : از احمد بن عبدالرحیم صفی پوری صفحه ۲۷۸ ، کلکته (۱۲۵۴ھ ۱۸۳۸ع) .
۵) قصائد عرفی : ص ۱۵۰ باحواشی از احمد صفی پوری و شرح از قدرت احمد ، لکهنو (۱۲۶۰ھ ۱۸۴۴ع) .
۶) قصائد عرفی : نسخهٔ بالا چاپ دوم ، لکهنو (۱۸۶۸ع) .
۷) قصائد عرفی : باحواشی ص ۱۲۸ کانپور (۱۸۷۸ع) .
۸) شرح قصائد عرفی : از قطب الدین فارغ ص ۱۲۶ ، لکهنو (۱۸۸۰ھ) .
۹) شرح قصائد عرفی : همین نسخه ، لکهنو (۱۸۸۵ع) .
۱۰) قصائد عرفی : ص ۱۶۲ ، کانپور (۱۳۰۸ھ ۱۸۹۱ع) .
۱۱) انتخاب قصائد عرفی : ترجمه در انگلیس از عبدالسلام کلکته (۱۸۷۹ع) .
۱۲) انتخاب قصائد عرفی : برای درس در دانشگاه پنجاب (فهرست کتبهای چاپی در موزهٔ برطانیه ۱۹۲۲ع ص ۲۰۲-۲۰۳) .

عرفی در قصیدهٔ که خود آن را ــ ترجمةالشوق ــ (۱) نامیده اظهار نموده :

بکاوش مژه، از گور تا نجف، بروم ‌ اگر بهند بخاکم کنی و گر به تتار

پس از سی سال وفات عرفی، بسال ۱۰۲۸ استخوانهای او، بوسیلهٔ درویشی بنجف فرستاده شد. دو سال در بین راه استخوانها در مشهد مقدس حضرت رضا علیه‌السلام بود. چون بنجف رسید در بیرون دروازهٔ، بجائیکه آن را ــ بحیره ــ گویند، دفن نمودند. و رونقی همدانی قطعه ای در تاریخ آن گفت و ماده تاریخ آن این است :

رقم زد از پی تاریخ (رونقی) کلکم ‌ بکاوش مژه، از هند تا نجف، آمد

(در دو نسخه از ــ تذکره خوشگو ــ در مصرع ماده تاریخ ــ از گور ــ نوشته شده و بر حسب محاسبه مسلماً غلط، و صحیح ــ از هند ــ میباشد)
(۲ : ۶۳۷ - ۶۴۱) (۲)

● **کشمیر و عرفی** : عرفی با اکبر شاه در سال (۹۹۷ه) سفری بکشمیر کرد، و از یک قطعهٔ که گفته، معلوم میشود که شاه در یکموقع اسپی باو بخشیده است و عرفی در عوض تشکر و سپاس، اسپ را هجو کرده میگوید :

شاهنشها حقیقت اسپی، که دادهٔ ‌ بشنو ز لطف، تا برسانم بعز عرض
درویش بیمصاش نگیرد ز من بمفت ‌ طرار مفلسش نستاند ز من بقرض

۱- این قصیده دارائی ۱۸۳ بیت است .

۲- رک : برای شرح حال عرفی نیز : طبقات اکبری، بزم آرا، نفائس‌المآثر، خلاصةالاشعار، عرفات العاشقین، نظم گزیده، طبقات شاهجهانی، صبح صادق، مرآةالعالم، همیشه بهار، ید بیضا، مخزن‌الغرائب، تکملةالشعرا، نشتر عشق، بستان بیخزان، تذکرهٔ کاتب، گنج سخن، هفت آسمان، خلاصةالکلام، تذکرهٔ شعرای ماضیه، ریاض‌الافکار. (از مقاله دکتر محمد ولی الحق انصاری در مجله اردو)

پیر است و علتی بخوراکش فزوده ام ـ آری ، برد رعایت پیر علیل فرض
گر صیحهٔ زند بجوانی ، ستایمش ور نقطهٔ رود ، کنمش نام طی ارض
مهمیز میزنم بوی از صبح تا بشام تا نیم گام میرود آنهم بپای فرض
هستم بر او سوار و بمعنی پیاده لم گاهی بطول میزدم اکنون زنم بعرض

قصیدهٔ ذیل ، وقتیکه در کشمیر بوده ، گفته شده است ، و دران وصف کشمیر و مدح شاه است :

قصیده در وصف کشمیر

هر سوخته جانی ، که بکشمیر در آید گر مرغ کباب است که با بال و پر آید
بنگر که ، ز فیضش بشود گوهر یکتا جائیکه خزف گر رود آنجا گهر آید
و انگه بچنین فصل ، که در ساحت گلزار از لطف هوا ، چاشت نسیم سحر آید
از بلبل خاموش ، دل باغ گرفته است او را چه گنه ، محمل گل دیر تر آید
گل هم چه کند ، باد صبا خواست که (عرفی) آید سوی کشمیر و گلش بر اثر آید
کو هفتهٔ از شاهد گل ، حجله تهی باش تا بلبل شیراز ، در این باغ در آید
نشگفته گل اما ، بمثل بر رگ شاخی گر پای نهم ، خون گلم ، تا کمر آید
وقت است که ، گل بر فگند پرده ، ز رخ باز زانسان که ، ز فانوس چراغی ، بدر آید
مهتاب گل ، از هم بشگافد ، قصب شاخ وز لمعهٔ او ، سیب قمر لعل تر آید
فردوس بدروازهٔ کشمیر ، رسیده است کو مدعی گر نگرنده است در آید
زیبائی کشمیر ، گرش باعث عشوه است من میخرم از زال فلک عشوه گر آید
این سبزه و این چشمه و این لاله و این گل آن شاخ ندارد که بگفتار در آید
آن چشمه که ، رضوان چو رود تشنه ، بسویش کوثر بسرش تیز تر و تشنه تر آید
آن لاله که ، هنگام تراشیدن خارا از رخنهٔ سنگ و دهن تیشه بر آید
در چاشت ، که از شبنم گل ، گرد فشانست آن باد که ، در هند گر آید ، جگر آید
تا رنگ گلی نشگفد از تابش خورشید حربا نکند میل که ، خورشید بر آید
از بسکه کند جذب رطوبش ، خطرش نیست گر ساغر چینی ز هوا بر حجر آید
حاجت بدو زخم ار فتدش قطع محال است گر سنگ دلی مائل قطع شجر آید
زان کز مدد نشو و نما زخم نخستین مصمت شده تا زخم دگر بر اثر آید
کشمیر بهشتی است ، فریبنده که (شبلی) آید چو در او ، صومعه بروی سقر آید
طاوس مثالی که ، نیفشانده پر و بال هر لمحه ، برنگ دگر ، اندر نظر آید
زیبنده عروسی ، که نیفزوده جمالش هردم بنظر خوشتر و شاداب تر آید

هر لحظه که، شاداب و ترش بینم ، گویم
یاد از روش خود کنم و بزم خداوند
چون بوی گل آید ، کنم از انجمنش یاد
هرگه که بعزم سفر از شوق تو (عرفی)
زاری کند از شش جهت آغاز، که مشتاب
لیک از همه خلدست که بی طوف جنانت
کشمیر بسر او واله و او والهٔ کشمیر
کارش همه ، انباشتن چشمهٔ گریه است
ترسد که درین خاک، چو از شوق تو گردید
از بسکه، ملائم صفت افتاده هوایش
حکم تو اش آورد بکشمیر، وگرنه
میآید و میسوزد ازین رشک که، کشمیر

بکشای بغل بو که در آغوش در آید
هرگه که صبا ، از چمنش جلوه گر آید
تا نکهت گل ، مایهٔ صد درد سر آید
آید بوداع وی و با چشم تر آید
کین فصل و سه فصل دگرم بر اثر آید
چندان نکند مکث که وقت ثمر آید
اما نه چنان کش بدل از دیده در آید
هرگاه که، سیمای تو اش ، در نظر آید
خون جگرش گل شود انگه بدر آید
بیم است که ، آه سحرش بی اثر آید
کی از سر آن خاک ، بخاک دگر آید
چون یافت که آید بکجا بر اثر آید

● انتخاب کلام :

زخمها برداشتیم و فتحها کردیم ، لیک
کوی عشق است ، و همه دانه و دام است اینجا
عشرت بزم تو ، زانست که ، محنت بر ماست
(عرفی) از هردو جهان میرمد ، الا در دوست
دمی صد چشمهای از دلم ، سر آمد و شادم
در دل ما غم دنیا ، غم معشوق شود
دلم ، بفصل خزان زاد و در بهاران مرد
من بلبل بهشتم ، اما درین گلستان
تلخی به! عیش او نرساند ، ملال من
آفتاب ما ، طلوع از مشرق یثرب نمود
بمی ، نشاط جوانی بدست ، نتوان کرد
جنس دین را ، چه کساد آمده (عرفی) در پیش
در روزگار نیست رسولی ، که بی حسد
(عرفی) ببین فسردگی کشت ماهتاب
شربت ناز را کند ، تلخ بکام دلبران
مرغان چنین بشوق و بهاران چنین بذوق
هرکه با آن تا مسلمان یک زمان همراه شد

هرگز از خون کسی ، رنگین نشد دامان ما
جلوهٔ مردم آزاد حرام است اینجا
صبح آن ناحیه وقتیست که شام است اینجا
همه جا وحشی ازانست ، که رام است اینجا
که محکم نیست ایمان محبت صبر کیشان را
باده گر خام بود ، پخته کند شیشهٔ ما
ببین که ، کی در هستی کشاد و کی بستند
در روز بد نهادم ، بنیاد آشیان را
از ماتم گدا ، چه زیان عید شاه را
فارغیم ای مصریان! از ماه کنعان شما
سرور باده کجا نشهٔ شباب کجا
که بجز مرده ، ز حافظ ، نخرد قرآن را
در گوش چون توی برساند پیام را
امشب که در بغل ننهادیم شیشه را
(عرفی) اگر بیان کند چاشنی نیاز را
همراه بلبلان نخروشد کسی چرا
با خدائی خویش در هرگام پیمانی شکست

هم سمندر باش و هم ماهی، که در جیحون عشق
(عرفی) از اندیشهٔ بیهوده باز آ، چاره نیست
کفران نعمست گلـه منـدان بی ادب
(عرفی) منال بیهده، احوال دل، بگو
ستم که طاعت بت لازم سرشت من است
باین که، کعبه نمایان شود ز پا منشین
از تو کس، زمزمهٔ مهر و وفا، نشنیده است
غیرتم بین، که برآرندهٔ حاجات، هنوز
(عرفی) بحـال نزع رسیدی، و به شدی
یـارب! تو نگهدار، دل خلوتیان را
گفتی: ز جور کیست دلت خون، اگر نهٔ
گر نخل وفا بر ندهد، چشم تری هست
نازم بتوسن ستم او، که هیچ گاه
ساکن کعبه کجـا، دولت دیدار کجـا
همین بس است دلیـل بقا، ز عالم عشق
قدم، برون منه از جهل، یا فلاطون شو
پیش (عرفی) مده از دست عنان، کاین استاد
بشهر عشق، بنـازم که، ساکنـانش را
بشوق دوست، چه سازم که، در طریقت عشق
زبان ز نکته فروماند و راز من باقیست
گمان مبر که، چو تو بگذری، جهان بگذشت!
کسی که، محرم باد صبـاست، میدانـد
گویا، ز عیش آباد وصل، آمد نسیم مژدهٔ
وه که از دوختن این چاک گریبان رفتست
دلیل جوهر (عرفی) همین دقیقه، بس است
هرگاه که، از مهر بکین، میل تو بیش است
آرائش وجـود قـبـول حـوادث است
لفظی ست خوش دلی، که ز معنی ست نا امید
نازم بغمزهٔ که، ز شوق خدنـگ او
بـه مست مـن، آستـین بـر افشانـد
صد گـوهـر راز، وقـت اظـهـار

روی دریـا سلسبیل و قعر دریا آتش است
سر نوشت مـا، بهشت جاودان یا آتش است
در کیش من، ز شکر گدایانه بهتر است
کز نالهٔ های بی اثر افسانه خوشتر است
اگر بکعبه عبادت کنم کنشت من است
که نیم گام جدائـی هـزار فرسنگ است
بلکه، گوش تو هم آن زمزمه ها نشنیده است
از لبم، نام تو هنگام دعا، نشنیده است
شرمت نیامد از دل امیدوار دوست
کان مغبچه، مست است و در صومعه باز است
آگه، ز بی زبانی من، این سوال چیست
تا ریشه در آب اسـت، امید ثمری هست
آگه نشد که، چاشنی تازیانـه چیست
این قدر هست که، در سایهٔ دیواری هست
که یک شب غم او، در هزار سال گذشت
که گرمیانه گزینی سراب تشنه لبی است
خویش را ابله نموده است، ولی ابله نیست
تـمـام عمر، بعجـز و نیـاز میگـذرد
نگاه بـی ادبـی و خیال رسوائـی است
بضاعت سخن، آخر شد و سخن باقیست
هـزار شمع، بکشتنـد و انجمن باقیست
کـه باوجود خزان، بوی یاسمن باقیست
کز خون دل، گل میدمد، وز روی غم، چین میرود
این شگافیست که، تا دامن ایمان رفتست
که اخـتـراع سخنهـای آشنـا کـردست
اول نمک سینهٔ ما پاش کـه، ریش است
زان سو گذر مکن که، در فتنه باز نیست
انـدوه معنی، کـه بلفظش نیاز نیست
آسودگان خـاک، حیـات آرزو کنند
پیـمـانـهٔ آفـتـاب بشکست
از غـایـت اضطـراب بشکست

گذشت و سوختم از انتظار، باز ندید
درین دیار مگر رسم باز دیدن نیست

غافل مرو که، تا در بیت‌الحرام عشق
صد منزل است، منزل اول قیامت است

تهنیت جز درمصیبت پیش ما عیب است و عیب
عید را در شهر ما رسم مبارکباد نیست

جماعتی که، ز ناموس و نام میگفتند
بدیر، دوش ز مستی و جام میگفتند

مارا بطرب موعظت و پند حرام است
بر اهل محبت، دل خورسند حرام است

یکیست نقد حکیمان و حسن نادانان
هرآنچه در کتب حکمتست در مثل است

قصیده، کار هوس پیشگان بود (عرفی)
تو از قبیلهٔ عشقی، وظیفه ات، غزل است

منزل شناس عشق، گرامی بود، ولی
منزل چو نیست، قیمت منزل شناس، نیست

مرا دو خضر عنان‌گیر باید، از چپ و راست
که کجروی نکنم، ورنه، عزم راه خطاست

بآدمی فرومایه، دل مبند (عرفی)
که این مقام زبون، باز ماندهٔ یغماست

حد حسن تو، بادراک نه باید دانست
این سخن نیز باندازهٔ ادراک من است

بمدعی، چه دعاهای بد نکردم، لیک
دلم نداد، که گویم اسیر بند تو، باد

(عرفی) مگو، به تیره شب هجر، حرف می
حرفیست این، که در شب مهتاب گفتنیست

مرا ز چشم تو، هر شیوهٔ که باید، هست
همین نهفته نگاهای آشنا ست که نیست

مدار صحبت ما، بر حدیث زیر لبی ست
که اهل هوش عوام اند و گفتگو عربیست

قبول خاطر معشوق، شرط دیدار ست
بحکم شوق، تماشا مکن که، بی ادبی است

ناز آفت و کرشمه بلا عشوه دلفریب
یاران حذر کنید که طوفان فتنه است

وای، که مستانه یار جعد پریشان شکست
ساغر لبریز کفر، بر سر ایمان شکست

بسکه بعالم نماند، عافیت از عشق تو
همت آزادگان، قدر شهیدان شکست

ازان، بدرد دگر هر زمان، گرفتارم
که شیوه های ترا، باهم آشنائی نیست

هان ره عشقست و کج رفتن ندارد باز گشت
جرم را اینجا عقوبت هست و استغفار نیست

ملال عالمیان، دم بدم دگر گرنست
منم که، مدت عمرم، بیک ملال گذشت

غمخوار نیست، هر که بود غمگسار جو
بیچاره آنکه، منتظر چارهٔ کسیست

از خاک کشتگان تو، هرگل که، میدمد
معلوم میشود که، دل پارهٔ ک

عالمی در جلوهٔ و عاشق نبیند غیر دوست
گر ز مجنون پرسی اندر کاروان، محمل یکیست

سمی غرور بین که، بنزد مباحثان
مطلب تمام گشت و همان برقرار بحث

قبای ناز چو پوشی، ز من بیاد آور
که میکشاد کسی، بند این قبا گستاخ

ادب ز من طلبد شوخ آشنا روی
که از تبسم او میشود حیا گستاخ

حرم جویان، دری را میپرستند
فقیهان دفتری را میپرستند

بر افگن پرده، تا معلوم گردد
که یاران، دیگری را میپرستند

در بهاران، همه کس همدم مرغ چمن اند
دل من، هم‌نفس مرغ قفس، میگردد

چنان رقصید (عرفی) بر در میخانه، کز حسرت
برهمن گفت: این کافر چه استادانه میر قصد

خونریز عشق بین که، جگر گوشهٔ خلیل
آمد بزیر تیغ و شهیدش نمیکنند

خدا گواه که، گر جرم ما همین عشق است
گناه گبر و مسلمان، بجرم ما، بخشند

این رسم قدیم است که، در گلشن مقصود
بر خاک بریزد گل و چیدن نگذارند

برو پیالهٔ خونین، بخر ز قصابان
مشو گدای شبانان، که شیر بفروشند

بحر غم، جمله کنار است، گر از خود گذری
کشتی اهل فنا، منت ساحل نبرد

دعای بی اثری دارم و هزاران جرم
مگر مرا، به تهی دستی دعا، بخشند

تمام آتشم و نالهٔ بی اثر (عرفی)
فغان که، دوزخیان را اثر کجا باشد

من ازین درد گران مایه، چه لذت یابم
که باندازهٔ آن، صبر و ثباتم دادند

باهل فیض نشین، در حریم گلشن عشق
که گر نسیم صبا-خوش کنی صفا بخشند

امید هست که بیگانگیء (عرفی) را
بدوستیء سخنهایء آشنا بخشند

اگر فسانه شمارم و گر ترانه زنم
تو گوش دار که، از رویء درد می خیزد

در چنین بزمی که، یک پروانه دارد، صد چراغ
با همه پروانگی، گرد چراغی، پر نزد

وقت (عرفی) خوش! که نکشودند چون در، بر رخش
بر در نکشوده، ساکن شد، در دیگر نزد

فریاد که، غمهای تو، در سینهٔ تنگم
اندک نبود لائق و بسیار نگنجد

بناله نرم نسازم دلت، ازان ترسم
که نالهٔ دگری، در دل تو، کار کند

جان فدای همت (عرفی) که، چون جولان کند
گر زمین گورد هنالش آسمانی میشود

شرف کعبه، گر از سجدهٔ ارباب ریاست
گوشهٔ بتکده هم، ناصیه سای دارد

پای بسر پاس نشردم غم امید گذشت
که گمان داشت، که این درد، دوائی دارد

آن را که، مراد حال باشد
کی رغبت قیل و قال باشد

معمورهٔ دلت اگرت هست، باز گو
کاینجا سخن بملک فریدون نمیرود

بیا ببین که، چه فتوی دهند در مستی
همان گروه که می را حرام میگفتند

زند بر کربلا، صد طعنه فردا، عرصهٔ محشر
اگر نازت، بدان هنگامه، با این ترکتاز آید

ما، کلید بهشت بشکستیم
در دوزخ بروی ما بستند

بعدم کی روان شوی (عرفی)
زر که دروازهٔ فنا بستند

کافر ترست زاهد، از برهمن، ولیکن
او را، بت است در سر، در آستین ندارد

آنها که، دانی ای دل، از زاهدان بی دین
ظاهر مکن به (عرفی)، کونیز دین ندارد

هر چند دست و پا زدم، آشفته تر شدم
ساکن شدم میانهٔ دریا، کنار شد

مگو که، نغمه سرایان عشق، خاموشند
که نغمه نازک و اصحاب پنبه درگوش اند

زمانه، گلشن عیش کرا، به یغما داد
که گل، بدامن ما، دسته دسته میآید

ز نقص تشنه لبی دل بعقل خویش مناز
دلت فریب، گر از جلوهٔ سراب نخورد.

دلم ، چو رنگ زلیخا، شکست در خلوت ‏ غمم : چو تهمت یوسف ، دویده در بازار

خواهی که عیبهای تو ، روشن شود ترا ‏ یکدم منافقانه نشین در کمین خویش

بجهان ، با غیر جانسان در میامیز ‏ بشتن ، با عاقل و فرزانه میرقص

دل از تمکین ، شود بی ذوق ، زنهار ‏ گهی ، کودک شو و طفلانه میرقص

بیا ای عشق، رسوای جهانم کن، که یکچندی ‏ نصیحت های بیدردان شنیدن آرزو دارم

کشادم دام بر کنجشک و شادم یاد آن همت ‏ که گر سیمرغ میآید بدام آزاد میکردم

(عرفی) ز من شکایت معشوق نشنوی ‏ مست شراب عشقم و هشیار نیستم

گفتند که: از کعبه گذشتن نه ز هوش است ‏ گفتیم : که ما مردم مستیم و گذشتیم

صد جا ، بکمند آمده بودیم ، درین راه ‏ چون برق، ز بند همه، جستیم و گذشتیم

(عرفی) همه فریاد و فغان آمده ام ‏ پر شور ببازار جهان آمده ام

ناکام و سیاه بخت و دلریش و خراب ‏ آن طور که بایست ، چنان آمده ام

از سرشت من قبول شیوهٔ انکار نیست ‏ ساده لوحم هرچه بفروشند یکسر میخرم

هر متاعی، کز نگاهش می خرم، در روز وصل ‏ مینشینم گوشهٔ و از خود مکرر میخرم

ای مرگ ! مرا ز یار شرمنده مکن ‏ نومید ازان گوهر ارزنده مکن

باز آید و جان رود ، خدا را نفسی ‏ مهلت ده و در قیامتم زنده مکن

گر کام دل ، بگریه میسر شود ، ز دوست ‏ صد سال میتوان ، به تمنا گریستن

چو رسی بتربت من ، مفشان بناز ، دامن ‏ که غبار درد و حسرت، بمزار ما نشسته

دلیل ، خانه سیاهی روزگار ، این بس ‏ که آفتاب ، درین خانه ، با چراغ آمد

اگر، شراب مرا ، پس کنند محشریان ‏ سوال ، روز قیامت فتد ، بروز دگر

نوا را تلخ تر میزن ، چو ذوق نغمه کم یابی ‏ حدی را تیزتر میخوان، چو محمل را گران بینی

کسی که ، تشنه لب ناز تست ، میداند ‏ که ، موج آب حیاتست ، چین پیشانی

متاع لطف تو ، سرمایهٔ تهی دستی ‏ خیال زلف تو ، مجموعهٔ پریشانی(۱)

۱۵۰ـ عزت ، شاه ابراهیم کشمیری

● **روز روشن** : عزت ، شاه ابراهیم از مردم کشمیر است :

مرا در صحبت آئینه رویان ، بار بایستی ‏ چو من رندی، سخن‌فهمی، بخوبان بار بایستی

۱ـ انتخاب از نگارندهٔ این حروف و میرزا محمد منور .

۱۵۱- عزیز ، خواجه عزیز الدین کشمیری ، لکهنوی

● مقدمه کلیات عزیز(۱) : خواجه عزیز . جد خانواده اش خواجه محمد مقیم ، در سدهٔ هشتم از ترکستان همراه سید شرف‌الدین بلبل شاه بکشمیر وارد شد . پدر خواجه عزیز ، خواجه زین الدین تجار بود ، و تا ازوپا کاروبار داشت . در سال (۱۸۳۱ع) کشمیر را ترک کرده در لکهنو توطن اختیار کرد .

خواجه عزیز در (۱۸۲۱ع) در کشمیر بوجود آمد و ده ساله بود که همراه پدر بلکهنو رسید ، و آنجا تعلیم و تربیت یافت . در سال (۱۸۸۴ع) در کیننگ کالج لکهنو ، ریاست قسمت فارسی بعهده گرفت ، و تا نه سال این خدمت را انجام داد .

بعمر ۸۵ سال (۱۳۳۳ه - ۱۹۱۵ع) در لکهنو حیات را پدرود گفت ، و در کتهرهٔ ابو تراب خان دفن شد . ذبیح فرخ آبادی با تعمیهٔ یک عدد ، تاریخ گفت :

ـ عزیز مصر جنان ، خواجهٔ عزیزالدین ـ
۱۳۳۲ه

خواجه چند بار بکشمیر مسافرت کرد و ـ مثنوی ارمغان لاجواب ـ از یادگار این سفر است و از :

ـ ارمغان لاجواب ـ
۱۳۳۵—۱۲=۱۳۲۳

تاریخ بر میاید . یک قصیدهٔ لامیه نیز در وصف کشمیر سروده است ، همان قصیده و مثنوی اینجا ثبت کرده میشود .

دیوانش در سال (۱۳۲۹ه) در لکهنو چاپ شده است که ، دارای ۵۰۸ صفحه میباشد .

۱- نوشتهٔ مرحوم نواب حبیب الرحمان خان شروانی صد یار جنگ بهادر .

قصیده در وصف کشمیر جنت نظیر

شاه انجم، چو شود انجمن آرای حمل — شب بخوری کند و روز فروزد منقل
آن گدازد بمثالی که، ز آتش انگشت — وین فروزد بجمالی که، ز روغن مشعل
گرم گرم آهن خود، سرخ در آتش کند آن — نرم نرم آئنهٔ خویش، زند این صیقل
آن چومیشی که، به بیند رخ شیری از دور — وان چوشیری که، خورد خون بزی را بمثل
شب زند بر محک خویشتن، از بهر عیار — روز چندانکه گدازد زر خالص ز دغل
خون شب بسکه شود، فاسد و ناقص، بینی — صورت زنگی مبروص ز نقصان و خلل
روز را با همه بهروزی، اقبال بکام — دولت روز فزون صورت ارباب دول
وقت آنست، که قاروره زند یخ برسنگ — وقت آنست که، خرگاه کشد گل بر تل
برف را، پنجهٔ خورشید فشردست گلو — خاک را، نشتر ایام کشادست اکحل
آن، ز روئیدن گل، داشته آتش ته پا — وین، ز جوشیدن مل، یافته مینا به بغل
بیضه از هم بشگافد که رسد یخ بگداز — طوطی از بیضه بر آیدکه دمد سبزه ز تل
از در و دشت، فرا چیده، سماط قاقم — بر تر و خشک، فرو هشته، بساط مخمل
بارش و باغ بود روغن و آتش باثر — آتش و موم بود برف و شقائق به عمل
دسته در دسته ریاحین، چه نشیب و چه فراز — پشته در پشته شقایق، چه بیابان چه جبل
چون گل امروز نگنجد بلباس، از فرحت — تو بتو خرقه ببر داشته، هرکس چوبصل
شمع فانوس گریبان وی امروز گل است — هر کرا بود چراغ ته دامن منقل
آن که در مدرسه میداد سبق (جامی) را — این زمان جای صراح است صراحی به بغل
ریش قاضی، زکف باده‌پرستان ریش است — فرق صوفی همه از دست حریفان شده کل
قلقل شیشهٔ می، صبحک الله بالخیر — نغمهٔ نالهٔ نی، حی علی خیر عمل
بلبل از گل مترصد که نهد گوش بهوش — گل ز بلبل متمنی که غزل بعد غزل
چشم بر مکرمت و مرحمت باده فروش — زاهد آید سوی میخانه بکف نقد عمل
گر دمی، ابر بهاری بچمن، می بارد — میشود رنگ گل و لاله، روان در مخمل
گل ز خلوتگه هر شاخ، کشیدست سری — بمثالی که، بر آمد کف موسی ز بغل
پنجه ها، گشته حنائی دم دوشیدن شیر — لالهٔ وگل بود از بس خورش جدی و حمل
خامهٔ صنع، بشنجرف مگر، آلود است — کز گل و لاله نهاده دو نقط بر سرتل
جلوه‌گر در دل سالک بود، انوار خدا — یا بود عکس گل و لاله که افتاده به‌دل
سزد، از نسبتش او، فخر کند آبحیات — کابرو یافته، از خاک در حضرت پل
ماهی هر کس ازین بحر، بدام آورده — من هم انداخته شصت هوس از طول امل
بسکه این قطعهٔ موزون همه‌مضمون خیزاست — میتوان رفت، ز هر گوشه، رباعی و غزل

از حدی خوانی' مرغان ، بسر کوه مدام
آسمان، در ره کشمیر کند، رقص جمل

در چنان ره به تمنای' چنین تازه بهشت
ریسمان باز ، صراط آمدم از طول امل

چون نسیمی که، گذارش بسمن زار افتد
بر سر برف زدی گام خرامنده کتل

گاه از حملهٔ او ، مویه کنان شیر فلک
گاه ازصیحهٔ او، نوحه زنان جدی و حمل

گاه از خوشهٔ پروینش ، بدی جو بدهن
گاه از اختر تابانش ، شدی خوی بکفل

گاه مائل شده برعرش، چو اعمال شریف
گاه نازل شده از چرخ، چو وحی منزل

مرکز قلهٔ هر کوه، که گشتم، دیدم
در جهان را بمثل دو نقط زیر جبل

هر تمنا، که بدل داشتم، از غایت قرب
عرضه‌دادم، همه در حضرت حق عزوجل

پرده های همه افلاک ، برویم شده باز
عقده های همه اجرام، بچشمم شده حل

مشتری را ، بسر مسند فتوی مسکن
وز برش، دفتر احکام عطارد به بغل

دید و خندید و بسنجید و بمن داد و چه داد
سند فضل باامضاد دبیران اجل

گفتم: این فضل نیرزد بجوی، در کشمیر
گفت: آوخ که فضول تو و یکسر عکفل

گفتم: آخر تو خود انصاف بفرما، که هنر
طبق امل و گهر هست، نه مشت خردل

گفت: تاحال تو هم سخت گهر نشناسی
که دهی نسبت معقول بسوی مهمل

گر به میزان خرد، علم و هنر را، سنجی
در دگر کفه نهی کان جواهر بمثل

رسد این کفه ز راه سبکی تا بفلک
باشد آن کفه بدان سان ز گرانی بمحل

علم اگر رو، ز ترقی به تنزل، آرد
کوه را کاه نماید، به براهین و دلل

جام در دست جم آنکه، که موافق بخرد
مهر در دست سلیمان، چو موافق بمحل

گفتم: آخر چه کند بامن عاری ز خرد
گفت: با شخص کندآنچه که دیبا وحلل

گفتم: اینک‌من و قاموس فضیلت بردوش
گفتم: اینک من و قانون سعادت به بغل

گفت: بکشای چه بیرنگ معانی وهنر
گفت: بنویس چه ارژنگ مضامین وغزل

گفتمش: خامه کجا کرد اشارت بدبیر
گفتمش: آمه کجا داد اجازت بزحل

گفتمش: نامه مرتب‌شده ؟ گفتا که، ببر
گفتمش: پیش که؟ گفتا بر محمود ازل

گفتم: آن‌کیست بگو! گفت: سحاب پرفیض
که ببارد همه بر مزرع امید و امل

گفتم: آن ابر کسی آید بگهر افشانی
گفت: آندم که سخن میرود از علم و عمل

گفتمش: برق درخشان کی ازو میتابد
گفت: آندم که رود تیغ بکف بهر جدل

گفتمش: سایه فگن کی بسر کوه شود
گفت: زیرش چو بود رخش تناور هیکل

چشمهٔ جود وکرم بحر سخا و بخشش
که ز دست کرمش عقدهٔ گوهر شده حل

آنکه درکاخ جلالش بفلک مهر منیر
عنکبوتیست که مسکن بودش در عنطل

نارکش چون بکمان، ولوله‌در ارض و سما
توسنش چون ته ران، زلزله در دشت و جبل

علم و فضلش ز کجا، تیره سوادان ز کجا ... کور را، بهره چه باشد، ز چراغ و مشعل
مطلع نو کنم انشا، و بآهنگ خطاب ... که ازو، تازه شود روح جریر و اخطل
ای! جهان را نشود عقدهٔ توصیف تو، حل ... در جهان هست وجود تو جهان مجمل
حلقهٔ زلف ترا، هفت فلک حلقه بگوش ... سرو آزاد ترا ، هردو جهان عبد اقل
خامه نی در کف تو رایت فتح است و ظفر ... یا بود سرو روان چمن علم و عمل
رگ ابر است کزو کشت تمنا سیراب ... میل سرمه است کزو دیدهٔ بینا اکحل
مشک آمیز بکافور بصد طرز و ادا ... زلف آویز به رخسار بصد رنگ و حیل
نافه هر گام فشان آهو لیلی تمثال ... زلف در پای کشان لیلی و مجنون هیکل
شاه بازی، بسر دست شهان، ساخته جا ... شرزه شیری، به نیستان بنا کرده محل
مرغ مضمون شکری طائر دست آموزی ... دست پروردهٔ دستور شناسان اجل
عقل را هست نهادش بخزائن مفتاح ... علم را هست وجودش بسفائن کوتل
مگر از شوق کفش، گشته سیه مست مدام ... که بهر گام فرو میدودش پا به وحل
داورا ! قدر شناسا ! بتو عرضی دارم ... گوش کن گوش که، گویم بطریق مجمل
(عرفی) و (انوری) این راه نکو پیمودند ... که نکردند تجاوز بره از هیچ قبل
آن یکی ، مسئله آموز دبستان هنر ... وین دگر ، مشعله افروز شبستان امل
من که، در بار چنین جنس، عزیزی دارم ... کو زلیخا که ، به پیمانه دهد دل اول
نشماری که پئی کسب زر است این همه قال ... قالم انگارهٔ حال است نه نیرنگ حیل
دل چو برخاست ز دنیا نکند خواهش زر ... نشود دامن بر چیدهٔ ما مستعمل
میگریزد، ز ترش روی دونان ، طبعم ... باده را، هم خلل هست ز آمیزش خل
سزد ار شهپر جبریل مگس ران گردد ... کانچه ریزد ز لب من همه شهد ست وعسل
نه کنی عیب که، زیبنده چو انعام تو هست ... گر بتکرار شده قافیه ها مستعمل
هله آهسته (عزیز) اینچه طریق است وچه راه ... بگذر از خویش ستائی که نیفتی بوحل
باده با نشه بود، تا که بهم شیرو شکر ... نوش با نیش بود، تا که بهم دست و بغل
سر احباب تو، سرشار تر از جام شراب ... تن اعدائی تو، سوراخ تر از شان عسل

(۱۲۴-۱۲۳)

مثنوی گلگشت کشمیر

بنام آن که ، در راه وی از دور ... نماید کرم شب تاب ، آتش طور
کلیم الله ، چرا دل بست بر طور ... همین موسی ، همین وادی ، همین طور

کلیم آواره گرد سر بسنگش / خضر گم کرده راه پای لنگش
ز هر نخلی که دارد جلوه در راه / رسد در گوشها انی انا الله
که آرد مرکب همت توان راند / که روح الله هم در نیمه ره ماند
دو عالم نقش نعلینی براهش / فلک یک گرد باد عرصه گاهش
بهشت و کوثر اندر چشم جویا / سراب راه و خوابی هست گویا
مپرس ای رهرو از منزل که دور است / بهشتی آن سوی حور و قصور است
چو خارستان این ره را، کنی طی / ببینی فر فروردین پس از دی
شوی راهی چو خضر ار در سیاهی / نماید در سیاهی ماه ماهی
ره باریک این خوابیده راهست / نهان از دید، چون تار نگاهست
ز خود رفتن بود سار ره انجام / گذشتن از دو عالم اولین گام
خلیل آسا، بآتش گر برانی / کند آتش، براهت گل فشانی
ره دشوار و سخت و سنگ لاخ است / برون زین چار کوخ و هفت کاخ است
بعمر خضر ازین وادی گذر نیست / بپائی دل ز گامی بیشتر نیست
گذشتن هست، ازان دشوار، مشکل / ولی، آسان توان رفت، از ره دل
جدا این راه، از دنیا و دین است / صراط المستقیم، ار هست، این است
درین وادی، بسی از رهزنانند / که هردم ره روان را هم عنانند
بتاراج دل و دین، در کمین اند / گهی در ایسر و گه در یمین اند
تو سر گرم روارو باش، و میپوی / پناه، از پیروان مصطفی جوی
برو، فرمان ره داری، این راه / بمهر، خاتم پیغمبران، خواه
شریعت را بر او، مرجع بر آمد / طریقت را درو، منبع بر آمد
ازین منبع، بر آمد آبجوها / که داد آن آب جوها، آبروها
طریقت با شریعت چون، قرین است / همانا مجمع البحرین این است
سلاسل هر یکی زان سلسبیل است / کزان سیرابی ابن السبیل است
بیا! ای رهرو لب تشنه! بشتاب / که بی آبی، کنندت سیر و سیراب
ورودت، گر فتد بر طرف، رودی / روا باشد، که بفرستی درودی
درود است، انچه آمد زاد این راه / درود است، آنچه از اوراد این راه
درود الحق سرود دلنواز است / خصوصاً گر باهنگ حجاز است
باین آهنگ شو هردم حدی خوان / براه شوق آنگه ناقه میسران
بنام آنکه، راهش سنگلاخ است / ولی بیرون، ازین پیروزه کاخ است
بدل نزدیک باشد، این ره دور / غلط کرد، این که، موسی رفت بر طور

تجلی می کند آتش ، ز هر سنگ / تسلی می دهد حسنش، بهر رنگ
اگر مهر است و گر ماه شب افروز / بود سر گشتهٔ راهش شب و روز
درین راهست سالک را ز اندوه / چو تار سبحه دامن زیر صد کوه
کسی کان سوی کفر و دین کند سیر / بود سنگ رهش گر کعبهٔ و دیر
اگر داری سر این راه دشوار / ز دنیا، دل بجای توشه بردار
سبک روحانه باید ، زین چمن رفت / چو شبنم، هرکه رفت، از خویشتن رفت
درین ره، جای محمل، دل توان بست / جرس از لاله ، بر محمل توان بست
نهان از دیده ، این خوابیده راهست / سر این رشته ، با تار نگاه است
ز چشم مردمان ، این ره نهانست / سر این رشته، با موی میان است
نهادن سر بزانو ، اولین گام / فنا فی الله گشتن آخرین جام
بیا ساقی! بیا ای رهبر ما! / تو می پیما شو و ما راه پیما
بیک پیمانهٔ می ، دست من گیر / که پا میلغزدم در راه کشمیر

بیان باریکی راه و کوه های فلک فرسا و طی منازل و مراحل چون نسیم و صبا

خصوصاً دار کوه چرخ فرسا / کز آن ره رفته بر گردون مسیحا
ندارد هیچ داری، پایهٔ او / که ، دارین است ، زیر سایهٔ او
ره پیچان، چو ماری ، حلقه زن هست / که از داری، معلق چون رسن هست
رهی پیچیده تر ، از خط ترسا / توان چون خامه ، ره رفتن به یک پا
برین ره، دیده هر رهرو که، بکشاد / تو پنداری که، مو در چشمش افتاد
ز بس باریکی این ره نیست پیدا / بزیر پا، بود خط کف پا
تنیده عنکبوتی، گوئیا تار / در او درمانده ره پیما ، مگس وار
کسی راه خضر هم گر راهبر ، گشت / خود او ، بخت سکندر بود، بر گشت
ز بس در طی این ره ، دیر گردد / جوان گر هست رهرو ، پیر گردد
بود بهتر ازین ره ، باز گشتن / که نارد روزگار از وی گذشتن

در صفت دریای جهینکا و عبور ازان

ز سر پا کرده اکنون قطره آسا / شتابم جانب دریای جهینکا
چه دریا ، آبروی ملک پنجاب / روان حکمش بهر بحریست چون آب
تن از تب لرزهٔ موجش ستوه است / که تبخال، لب این بحر، کوه است

ز موجش، هست دامان فلک، تر   ز شورش، میشود گوش ملک، کر

ولی، لب تشنگان را حیرتست، این   که، با این شور، دارد آب شیرین

پرویش، ریسمانی تاب در تاب   کشیده همچو مدی، بر سر آب

سبد واری، رسنها بسته باهم   در او آویخته اما نه محکم

دگر تشبیه ها بگذار، و پندار   معلق عنکبوتی بود، در تار

نشستم اندر و با مرگ انباز   تذرو افتاده اندر چنگل باز

رسن بازانه گو، از وی، ربودم   وگرنی، دست از جان شسته بودم

ازین دریا چو بگذشتی، بهاریست   بهر جانب که بینی، سبزه زاریست

بهار لالهٔ و گل، دیدنی هست   ز باغ حسن هم، گل چیدنی هست

چمها، زین گل زمین، نیرنگ خیزد   گهر از بحر، و لعل از سنگ خیزد

ز هر کس، قطع این منزل، نیاید   که پا، از تیشهٔ فرهاد باید

بهر سنگی، بچشم کوهکن بین   که هست آئینه دار نقش شیرین

ز مجنون کن طلب، روشن نگاهی   کند تا خیمهٔ لیلی، سیاهی

بنازم بر جمال، شعله رویان   که هر یک بود، همچون برق پویان

بدیدن، هر یکی سر چشمهٔ نور   وز آن سر چشمه بادا، چشم بد، دور

خصوصاً، چون بروی چاه، آیند   ببرج دلو، همچون ماه، آیند

بهم در آب، بسازی میستیزند   که خون عاشقان چون آب ریزند

دهند از نرگس جادوی ابرو   برات عاشقان بر شاخ آهو

روان هر سو، سبوئی آب بر دوش   بود گویا، محیط حسن در جوش

قدم در ره، زبان در گفتگوها   سبوها بر سر و دل در سبوها

بشوخی در تکاپو جستجوی   نلغزد پای و نی غلطد سبوی

نگهبان سبوها هست، اگر دل   نیند از پاس دلها، نیز غافل

چو من، شوریده بختی را که، دیده   که ماندم تشنه، بر دریا رسیده

برد هرکس گلی زین باغ، با خویش   ولی من رفتم و بردم دل ریش

بحسرت هر گلی را دیده رفتم   هزار افسوس، گل ناچیده رفتم

روان چون شد ازینجا محمل من   بخاک بانهل شد منزل من

چه گویم، اوج کوه بانهل را   چرا گاهی بود جدی و حمل را

ازینجا، مرکبم تخت روان گشت   بمرکب هم عنان بخت جوان گشت

جوانی، در سخن رانی توان کرد   که شوق پیر پنجالم جوان کرد

خوشا، آب و هوای، پیر پنجال   که کرد، از غصه و غم، فارغ البال

برد کارش ، بـه دی ، هم گل فشانی　　بـه پیـری میکند آری جوانی
شود نخل که ، سبز از آب تیغش　　نـبـاشـد مـسـت آبـی ز میغش
امام سبحهٔ کهسار ایـن اسـت　　رهش بین بر میان زنار این است
لـوای رفعتش را پرچـم از میغ　　کواکب بـاشد آنـرا جـوهـر تیغ
دو کون استاده زیرش چون گنهگار　　کند تیغش مبـادا این دو را چـار
ره موران راهش کهکشان است　　نسیج عنکبـوتش آسمـان اسـت
برین کوه است قائم ، چرخ اخضر　　که دارد ، پیر ره ، عمامه بر سر
نه ابرست این بفرقش ، کله بسته　　نمد پوشی ، بذکر حق ، نشسته
تـعـالی شـانـه جـای رسـیـدم　　کـه تسبیح مـلائـک را شنیدم
فگـنـده نعـل اسپم در روارو　　سپهرش بـردهٔ و کـرده نه نـو
بیا ساقی ! که ، میآئیم از دور　　شرابی ده ، که رنجوریم رنجور
بیا ! بنما بمن ، راه خـرابـات　　بنـالم تـا ، بآئیـن مناجـات

مناجات بدرگاه الهی با نعت رسالت پناهی و رسیدن بکشمیر جنت نظیر

خدا وندا ! اثـر در نالـه ام ده　　بدل داغـی ، برنگ لالـه ام ده
بخنـدان ، دلکشا باغـی ، ازان داغ　　که گردد داغ ازو گر باغ ور راغ
قلم را ، رشک شاخ ارغوان کن　　گل افشان تر ، ز چشم خون فشان کن
دلی ده ، صد بیابان خار در بار　　رخی ده ، صد خیابان زعفران زار
دلی ده ، خستـهٔ تـیـغ مـلامـت　　نمـک پـروردهٔ شور قـیـامت
دلی کان ، سینه را ، هردم خراشد　　خـراشش ، نالهٔ از خود تـراشد
دلی دانـا و چشمی نیـز بیـنـا　　صفای سینهٔ چـون طـور سینا
سرشکی ده که ، گل از گل ، دماند　　نهـال الفـت ، در دل ، نشاند
فغانی ده ، بـدرد عشق اثر زاد　　که ، گر گل بشنود ، آید به فریاد
بیانم را ، بـلـنـد آوازه گـردان　　روانم را ، بمعنی تـازه گـردان
الـهی ! جـذبـهٔ خـواهم بـافغان　　که گل از شاخم آید خود ، بدامان
فغانم ، ساز بزم بـلـبل ، بـه　　سرشکم ، شبنم بـرگ گل ، بـه
بـه مرغ نغمه سنجم ، هم قفس کن　　بـباد صبح گاهی ، همنفس کـن
گل از تو ، بلبل از تو ، گلشن از تـو　　ترا ، پیوسته میخواهم ، من از تو
تهی خمخانه و مستم کن از مل　　چمن خالی و دامانم پر از گل
چگویم ، گل بـحبیب و دامنم کن　　بـلی از ، نعت محمد گلشنم کن

چمنها و قف جیب و دامنم کن
ز نعت مصطفی‌ام خود گلشنم کن

قد بی سایه بین و پایهٔ او
که کونین است زیر سایهٔ او

اگر گل هست، دارد رنگی از وی
وگر بلبل زند آهنگی، از وی

دل و جان، باغ باغ از یاد او، هست
نفس، گلدسته بند رنگ و بو، هست

بگل مستم که، دارد رنگ و بویش
صبا را بنده ام، کاید ز کویش

خوشا چشمی که، گر خوابیده ماند
جمال دلربایش دیده باشد

خوشا باغی که، باشد او بهایش
خوشا داغی که، هست از لاله زارش

خوشا سنگی که، دارد نقش پایش
کند حالی که، خالی هست جایش

خوشا کشمیر کو رشک چمن هست
ز مویش روکش چین و ختن هست

فرود آمدن در مقام لمپول

چو هستم، از هوای هند، دلگیر
بسر دارم سر گلگشت کشمیر

بکشمیرم، الهی! زود تر بر
که جای بلبل اندر باغ، خوش تر

بحمدالله! ره کشمیر شد طی
که آمد اردی و شد موسم دی

سخن کوته، چو آن ره را بریدم
کنار چشمهٔ اچهول رسیدم

نسیمم، بهر استقبال آمد
گل و نسرینش، از دنبال آمد

سپرده راه غم خواری سپر غم
ز هر سو گفت خیری(۱) خیر مقدم

لب جو، پای من از شوق، بوسید
صبا آمد، بگرد سر، بگردید

اعزا شادمان و با دل شاد
پذیرا گشته تا اسلام آباد

روان صدچشمه، این جاهست، از سنگ
بود هر سنگ گوی منبع گنگ

نگه ها چون بیک دیگر، طرف شد
شکایت های عمری، بر طرف شد

عزیزان داد مهمانی بدادند
بمهمان خانهٔ خوانی نهادند

نبود از دعوت ایشان گریزم
که دانستند مهمان عزیزم

خوشا بختی، که شد منزل در آنجا
خوشا نزلی، که شد نازل در آنجا

کباب گرم و نان نرم و حلوا
نه حلوا، بلکه به از، من و سلوا

هوای سرد و آب سرد، خوردیم
شراب سرخ تر از ورد خوردیم

شراب محفل افروز و دل افروز
شراب غم گداز و کاهلی سوز

شرابی، کان برآرد گرد از برد
کند بازار سرما، گرمیش سرد

۱- نام گل

شرابی ، کان بهر مشرب مباحست — چراغ شاه و خورشید صباحست
بنوشا نوش، چون بگذشت آن روز — بکشتی گشت ساقی بزم افروز
شرابی کش، بود نام دگر ، چای — وزو ، بنیاد تقوی هست ، بر جای
بکشتی چون بهشتی بسام کردیم — بکشتی شام و می در جام کردیم
شبا شب گشت کشتی جاده پیما — بکشتی هر یکی شد باده پیما
سحر چون گشت چشم از هور روشن — سواد شهر شد از دور روشن
رسیدم **شیرگرهه** بنگاه میران — که باشد جای سیر شیرگیران
بدریا بود ماهی ، موج در موج — به ساحل کبک و تیهو، فوج در فوج
درون آب ، ماهی زار دیدم — هوا را پر ز ماهی خوار دیدم
کشادم دست ، کاندازم درو شست — که ناگه، شصت و هم دل، رفت از دست
خبر دادند از احکام شاهی — که : باشد صید ماهی از مناهی
که ، پیشین ماه ، راج از ملک لاهوت — بسان ماه منزل کرده در حوت
بماهی گیر باید ره گرفتن — بود ماهی گرفتن مه گرفتن
پس از مرگ ، آنکه گیرد شکل فرخ — بود فرخ بمآئین تنسخ
سخن کوته ، ز ماهی دست شستم — ز دارو گیر شاهی ، باز رستم
مبگر صیدی بدام از راه افتد — اگر ماهی نیفتد ماه افتد
که اینجا ، جلوه‌گاه مهر و ماه است — بره هر پنجره دام نگاه است
زهر برجی عیان مه پیکرانند — بهر درجی نهان خوش گوهر انند
نگه دزدیده هنگام نظاره — گریبان مژه ، میکرد پاره
دو سو خوبان بمنظر جا گزیده — بسان مردمک در هر دو دیده
کنار آب ، هر یک جا نموده — عجب تر اینکه ، دامن تر نموده
سراسر پاک مشرب پاکبازانند — سزد بر پاکبازی گر بنازند
بلی **کشمیر** ، جای پاک بازیست — که هر یک جامه، بی‌شستن، نمازیست
زیارت گاه جمع راست کیش است — مقام **ریشیان** سینه ریش است
سراسر گوشه گیرند اهل **کشمیر** — ولی در گوشه گیریها جهانگیر
طریقت مشربان دور ایام — سحرگه آفتاب آشام چون شام
تصوف مشربان صوف پوشند — ز صوفی مشربیها صاف نوشند
همه نا خورده می ، سرشار و سرمست — صراحی در بغل، نی جام در دست
طریقت با شریعت دین ایشان — بود آئینه تر آئین ایشان
مزاری هست در هر مرغزاری — زیارت گاه هر زار و نزاری

چه سرها وقف خاک آستانست | که هر جا، آستان راستانست
ارادت مند پیری، هر جوانی | قدر انداز تیری، هر کمانی
نه تنها هست بلبل، صاحب قال | که دارد هر نهالی رنگی از حال
نمیگنجد ز مستی، غنچه، در پوست | دریدن خرقه، خرق عادت اوست
نماید خوشتر از سرخی و زردی | بروی ورد رنگ سهروردی
گل و نسرین که، نقش دلپسند است | مگر گل دسته بند نقشبند است
بروی سبزه سنبل، در نماز است | مرید حضرت گیسودراز است
ز مستی بلبلان در قیل و قال اند | درختان سر بسر در وجد و حال اند
اگر، از حال جوئی، حال اینست | وگر، از قال گوئی، قال این است

ذکر جامع کشمیر و خانقاه حضرت امیر کبیر قدس سره

اگر در مسجد جامع در آئی | باوج پایهٔ طالع برائی
عیان، شان حق از، کاشانهٔ او | چو صاحب خانه، الحق خانهٔ او
زهی مسجد زهی محراب و منبر | تعالی شانه الله اکبر
دو کونش، جبهه سائی آستان است | همانا کعبهٔ هفت آسمان است
ستونها، کانه‌رو برپا به بینی | حریف سدره و طوبی به بینی
شمارش، سه صد و اثنین و هفتاد | بباغ دین، بجای سرو و شمشاد
بود ز آن چهار تا دروازهٔ او | که باشد، چار سو آوازه او
ز هر در، شهزیان را حکم بار است | ولی غربیش، خاص شهریار است
محل خانقاهی همسر اوست | که خلقی جبهه فرسای در اوست
ز بس انبوه مردم، پنج نوبت | نباشد راه در وی، بی صعوبت
ملک را، بر لب اینجا هست، لیک | فلک را، نیست ره بی خلع نعلیک
خود این تعمیرها آئینه دار است | که از سلطان سکندر یادگار است
ز هر سنگی، عیان صیقل‌گری هست | ز سنگ، آئینهٔ اسکندری هست

ذکر کوه ماران و ارک و فصیل آن

مقام شهر یاران، کوه ماران | که اکنون جای مورانست و ماران
بفرقش بارهٔ، چون گوش واره | کمر هم بر کمر دارد ز خاره

تعالی الله! چه عالی بارهٔ هست — که جای سیر، هر سیارهٔ هست
جدید و کهنه، محکم چون حدید است — محل الامن — فی باس شدید — است
شهی کان اولین بنیاد بنهاد — کرور و نه لک، از مخزن فرستاد:

در صفت سری نگر دارالسلطنت کشمیر

اگر از، خرمی رانم سخنها — سخن بر خویش بالد، چون چمنها
درین شهر فرح بخش و فرحناک — بود هر خانه زیر سایهٔ تاک
بسهر بامی زند بلبل ترانه — بپائی خود رود گل خانه خانه
بهر بزمی ز گل، روشن چراغی — بود هر خانهٔ، را خانه باغی
بهر کشتی، بهشتی جا گرفته — جنان در هر مکان، ماوا گرفته
بود در حسن و خوبی طاق، این شهر — که باشد، شهرهٔ آفاق این شهر
دگرها شهر ولیک، این شهریار است — حصار پای تختش کوهسار است
چو بلبل، صد هزار او را، هوا دار — ثنا خوان چون عزیزش، بوده بسیار
برای حسن و خوبی، جای ناز است — یکی از بندگان او، ایاز است
عماره شاعر سامانی العهد — سخن آرد بوصفش، بهتر از شهد
چه جای، این و آن، ما و شما، هست — که خود او، خود نما و خود ستا هست
هر آنچه آن **میرزا حیدر**(۱) نوشته — بساطی بود، کان شد در نوشته
دلیل خوبیش تعمیر چوبی — که چوبی خود بود تصحیف خوبی
ولی چشم بد گردون دونش — کند پیوسته از گردش زبونش
گهی شد **تازمار** از ترک تاتار — که نی پودش بجا ماند و نه یک تار
بعهد **زولجو** برباد رفته — ز بس برباد رفت از یاد رفته
نه هیچ از شهر غیر از شهرهٔ ماند — نه خرمه ماند و نی خرمهرهٔ ماند
نه کوخی ماندهٔ و نی هیچ کاخی — نه شوخی مانده و نی هیچ شاخی
گهی از بسو بهن ذارالمحن گشت — چمن پر از خس و خار دمن گشت
زمین در جنبش آید چون بزلزال — فلک بر خویش میلرزد دران حال
گهی کرد آب، برباد و خرابش — گهی آتش، فتاد و ببرد آبش
رسد از چشم زخم اکثر گزندش — که سوزد خانها همچون سپندش
هنوز از تازگیهائی خداداد — بود هر گل زمینی نزهت آباد

۱- میرزا حیدر دوغلت.

بهر سو لاله زار و سبزه زار است | که داغستان و ملک سبزوار است
ز بس شور صدائی خندهٔ گل | کسی میشنود فریاد بلبل
دو عالم ، یک گل رعنای باغش | ارم ، گم کرده خود را، در سراغش
جهان را **ویرناگش** آبرو داد | جنان را **شالهٔ مارش** رنگ و بو داد
ز بس گیرائی خاک این گلستان | نمی جنبد ز جا **تخت سلیمان**
چه دور ، از خوبیٔ این حسن آباد | گر آید دیو، بر گردد ، پری زاد
مپرس از سبزه زار **عیدگاهش** | زمرد خیز باشد خاک راهش (۱)
ز جوش نرگس و گلهائی خرم | بود چشم و چراغ هر دو عالم
برد هر کس بسودا زعفرانش | بزر گیرند در **هندوستانش**
بشورش گشته کوه قاف سیار | که میگردد بگردش آسمان وار
بهر جانب که بینی، سبزه زاریست | بهشتی ، در زمرد گون حصاریست
کشیده لالهٔ و گل ، سر بافلاک | جنون کو ، تا گریبانی کند چاک
خزانش را ، بهار دیگر آمد | چمن گوئی ، دکان زرگر آمد
هوا را بوی صندل هست در مار | ازان در شهر گردد نالهٔ مار
برنگی عشرت انگیز ، این چمن هست | که مرغ باب زن هم نغمه زن هست
بود بزم مغنی ، گلشن راز | گل تر ، میدهد از شاخ آواز
بهر سو فرشی از بی جاده بنگر | بهشتی سر بصحرا داده بنگر
بود دامان خاکش پاک ، از خاک | غبارش بوی گل ، آن نیز ، نمناک
چنان نشو و نما اندر تلاش است | که هردم خامه محتاج تراش است
نباشد کس ، درین گلزار بیخار | که دستی نیستش ، در خط گلزار
تراش کلک یاقوتی بهر خس | سواد خط ریحانی بهر کس
زمین صیدگاهش زر ناب است | و زان یک مرغ زرین آفتاب است
ببر ، هر مرغ دارد ، رخت طاوس | بود هر مرغزاری تخت طاوس
هزار و کبک و تیهو سار و سارنگ | هم آوا ، هم نوا ، هم دم ، هم آهنگ
تذرو آهنگ بلبل یاد دارد | نوای چنگ بانگ شاد دارد
چه مطرب عندلیبان راه پیمای | بجای پای بسته زنگ در نای
اگر گل گوش بر آواز بلبل | و گر بلبل خراب جلوهٔ گل
زهی عشق و تمام و حسن کامل | گل از بلبل ز گل بلبل برد دل

۱- فلک قربان خاک عیدگاهش | زمرد و لعل ، می خیزد ز راهش

ز بس از یک دگر خوشتر نماید صنوبر از صنوبر دل رباید
ندارد باغهایش زان درو بند که گردد میوه خوار از میوه خورسند

در طراوت اشجار و حلاوت اثمار

درختان ، همچو سبزان سبز بختان نه تنها سبز بختان ، سبز رختان
ز نار و نارون تا سرو و شمشاد نو آئین ، نوجوان، نوخیز و نو زاد
جنان شان مادرست و دایه کوثر ارم شان عمه و طوبی برادر
تکلم شان به تحریک اشاره خود ایشان کودک و خود گاهواره
به طفلی، خورده از جوی عسل، شیر شکر بار آورد هر کو شود پیر
خوشا بادام ، کز وی چشم به دور سیه کرده برو چشم طمع حور
بصید دل بود بادام بادام که چیند در ره مادام مادام
بیار اوصاف سیبش ، ای سخن گو همین میدان ، همین چوگان ، همین گو
رسد از سدره اش هر دم درودی مثل باشد که ، سیبی و سجودی
ز بس دارد لطافت در سرشت او ربوده گوی سبقت از بهشت او
بانگشت اشاره جانب سیب نهایان میشود آثار آسیب
برونش زر ، درونش سیم خام است توانگر آن کش این دولت بکام است
ز توتش جان شیرین را بود قوت جوان از خوردن او پیر فرتوت
ز رویش چشم زخم انگبین دور که این شان حق است آن شان زنبور
سیاهش هست خال چهرهٔ باغ سپیدش نور چشم نرگسین باغ
انارش حقهٔ یاقوت باشد همانا قوت افزا قوت باشد
ز نیرنگیش خود هر رنگ بازد گهر در مشت گیرد لعل سازد
حریف آب دندان بهر قند او کند بر ریش بابا ریش‌خند او
ببین یک خرمن از اختر بیک برج ببین یک معدن از گوهر بیک درج
کنم انشا بوصف ناشپاتی ورق در دست من گردد نباتی
عنب نتوان رسید اینجا بعناب که باشد درمیان حائل سر آب
بود هم پختگی با گلبنانش که رنگین شد ز خون گل بنانش
لب خوبان که ، دارد این شکر خند بشفتالو مگر بگرفته پیوند
زبان در وصف آلو ، بسکه پالود سخن شد همچو آلو ، لذت آلود

گلبانگ قدوم حضرت بلبل شاه و رنگ اسلام گرفتن این سیاحت گاه

نخستین، شیخ بلبل شاه نامی / به بلبل، از گل آورده، پیامی
بهار تازهٔ ناگاه آورد / برسم نورهان از راه آورد
که مرغان چمن را، با نوا کرد / زبان قمریان را، حق سرا کرد
علی‌الله گوی چون از ره در آمد / ز قلب لاله الاالله برآمد
بظاهر در گلستان لاله کشته / بباطن — لاله مثل — نوشته
الف شمشاد لا شد لاله بالذات / که گل کرده بهار نفی و اثبات
بذکر جهر قمری مشتعل شد / که، شمشاد و صنوبر، اهل دل شد
برسم راستان، هر سرو و شمشاد / ز بند خود پرستی، گشته آزاد
بساز نار شد نذر گسستن / که گشته صرف در گلدسته بستن
بشاخ هر نهالی عندلیبان / خطابت کرده سر همچون خطیبان

ذکر بعضی از نور سنجان، که عندلیب چمن سخن بوده، و به خاک کشمیر آسوده اند

نهم منت بمرغان چمنها / که آرم از سخن، سنجان، سخنها
سخن ریزی، ز بس، کار نسیم است / تجلی زار بر گور کلیم است
مزارش بر تلی نور علی نور / کلیم الحق سزد منزل گهش طور
چو قدسی، نغمه سنج این چمن شد / چنین بر درگه حق، نغمه زن شد:
درین گلشن که هم گل هست هم خار / مرا هم جای ده، یک آشیان وار
رسیده بر هدف تیر دعایش / بزیر گلبنی دادند جایش
بخاک او، حرم از گلستانست / هجوم قدسیان از بلبلان است
سلیم، آن طوطی قدسی مقام است / که این گلشن برو دارالسلام است
ملامت بندهٔ طبع سلیمش / سخن سنجان کشمیری ندیمش
صبا جوید نشان قبر، جویا / نهان در خرمن گل هست، گویا
غنی، کاین گلستان را بود بلبل / بود گنجینه خاکش از زر گل
ز لوح تربت فانی، بخوانی / هوالباقی و باقی جمله فانی
ندانم، عندلیبان تا چه گفتند / که لب از گفتگو بستند و خفتند
همه هشیار و سرمست و خراب اند / همه بیدار و از مستی بخواب اند
حریفان باده‌ها خوردند و رفتند / تهی خمخانها کردند و رفتند
چه میگویم که، شرمم باد از خویش / ره میخانه ام چون هست، در پیش
بره پیر مغان سرشار و سرمست / کلید خانهٔ خمار در دست

در میخانه را تا بر کشایم — حریفان رفته من اکنون در آیم
بیا ساقی! که از ثانیه باری — به بحر و بر بود حکم تو جاری
سرت گردم بکشتی باده پیما — که سیر کشتیم دل برده از جا

غواصی جویای گوهر نایاب در صفت دریا و تالاب

درین دریا، که نام آن بهت است — نه دریا، چشمه سار ابهت هست
بود آبش روان قالب شهر — که میگیرند اهل شهر زان بهر
جهانی، با نوا زین رود باشد — دگرها رود و این شهرود باشد
کند پیک نظر چندان که پویه — بدریا خانها بیند دو رویه
بود هر خانه را، جا بر کرانه — رود، این رود خانه، خانه خانه
چو مژگان، از دو جانب صف کشیده — چنین خوش منظری، چشمی، نه دیده
بروی آب، پلها بسته، از چوب — خوش آثار و خوش آئین وخوش اسلوب
رود بسیار پل، در کار پلها — نه پلها باشد این انبار پلها
بود بر هر سر پل، گرم بازار — دکانها باز و صف بسته خریدار
بخر، هر جنس و هر کالا که، خواهی — گلیم فقر، یا سنجاب شاهی
شود بازار خوبی چون بر او گرم — دهد دل مشتری بیمانه از شرم
یکی میجوشد و دیگر خروشد — یکی دل میخرد دیگر فروشد

بیان بحر بیبدل مسمی به دل

خوشا آبی که، مشهور آن به دل هست — نه دل، تسنیم را نعم البدل هست
بود زنجیر پا موجش، صبا را — حبابش، در گره بسته، هوا را
فلک در جنب او، برج حبابی — ملائک اندرو، مرغان آبی
جنون خیز ست چون آب و هوایش — دمند از هم، چو ماهی، موجهایش
ز بس گردیده محو جلوهٔ خویش — ز دل دارد بهار آئینه در پیش
تموج بسکه گیرای نظرها ست — تماشا کن که خوش دام تماشا ست
گریبان چاک موج از هوایش — کتان ماهتاب جلوهایش
شده آئینهٔ گوئی ز خساره — بمقدار هلالی پاره پاره
بدریا ماه اندر نقره کاری — بگلشن زر فشان، باد بهاری
کول، از فیض دل، کردست روشن — چراغی را، که آبش هست روغن
ز بس کشتی سبک تر آمد از کاه — بموج سبزه هر سو میرود راه
روان هر سمت، کشتیهای خس پوش — تو گوئی: آب دارد، خلقه بردوش

مهیا هست هر چیزی، بکشتی
مگو کشتی، بگو: قصر بهشتی
بکشتی هرکجا خواهی توان رفت
بماهی ماه تا ماهی توان رفت
گرو بندند چون کشتی سواران
سبق جویند بر باد بهاران
بود این آب بازی اسپ تازی
که بروی نیست سابق هیچ تازی

جریان فیض الهی در صفت چشمهٔ شاهی

بطمع آبرو، این جا، گر آئی
کن، از سر چشمهٔ شاهی گدائی
خنک آنکس که، از وی میخورد، آب
نه بیند تا به محشر تاب در خواب
خنک آنکس که، شد در وی شناور
نه باک از آفتابش نی ز آذر
در آبش، چارهٔ رنج روان است
مگو، آب روان، گنج روان است
سریع‌الهضم دارد آنچنان آب
خوری گر سنگ هم گردد چو نان آب
اگر غمهای عالم، خورده باشی
بخور آبش که، عشرت کرده باشی

ذکر آبی دیگر موسوم به اولر

برون از شهر، آبی هست، اولر نام
که تالابیست گوئی: بحر آشام
بقدر سی کروهش، دور باشد
عمق، افزون ز حد غور باشد
سراسر چشمه سار این سر زمین است
بود گر عالم آبی، همین است

اظهار قدرت باری در صفت سرما و برفباری

بیا ساقی! بیار آن آتشین آب
که از افسردگی، دل گشته بیتاب
بآب آتشین کن گرم، خونم
که از دم سردی دوران، زبونم
هوا شد چون سمن ریز و سمن کار
زمین آمد سمن خیز و سمن زار
چمن گوئی که، برد برد پوشید
که از نامحرمان، رخ درد پوشید
نه تنها پر ز یخ شد شاخ تا خ
که دوران را بود بنیاد بر یخ
خنک ار دیدنش شد چشم کونین
سزد گر گوئی آن را، قرة العین
بصابون جامه زد هر کوه و هامون
بل کافور کرده کار صابون
شده هر وادی، دشت بیاضی
به از باغ سپیدش هر ریاضی
سواد شام او، صبح امید است
شب دیجور او، روز سپید است
خنک چشم و دل بینای این شهر
بود شبها مه شبهای این شهر
دهد از روسپیدیها امیدم
که پیش آمد چنین، روز سپیدم

فلک را چرخ حلاجیست بر دوش و کان الثلج مثل العهن منفوش
بهر سو بنگری مه تا به ماهی سپیدی میکند اینجا سیاهی
تو گوئی، شور رعد آمد نمک بار کزو، هر چشمه ساری شد، نمک سار
بهر سنگی که بینی، کوه نور است نه کوه نور، گوئی: کوه طور است
سپید اندر تن فرهاد خون شد که پیدا جوی شیر از بیستون شد
شکر ریز عروس نوبهار است که شکر ریز ابر کوهسار است

گرم بازاری حمامیان

هوای سرد آمد، بر سر کار شده حمامیان را، گرم بازار
چه حمام آفتابش کافتابه ز گرم و سرد دورانش در آبه
بهر یک خانه، آتش خانهٔ هست چه آتش، شمع هر کاشانهٔ هست
چه آتش، نو بهار هر زمستان چه آتش، کافتاب شبنمستان
بود آب حیات، افسردگان را برات تازگی، پژمردگان را
فسون طرفهٔ در کار آرد که آهن کاری و زر بار آرد
عیارش لیک روشن میشود زود طلائی آن بر آید نقره اندود
ز قلب رز، درین جا، زر بر آید چنان، کز هر گوی، گوهر بر آید
بخوری میکنم، از عود و صندل که سازم، نقل مجلس نقل منقل
نه منقل، تخت خورشیدش، توان گفت فروغ بخت جمشیدش، توان گفت
ازو، سرگرمی هر شیخ و شاب است حریف غالب جام شراب است
نه گردد، از چه صحبتهای ما، گرم قبای گرم و چای گرم و جا گرم
نه ابرست این، بطرف باغ، در جوش گرفته پیره زن، منقل در آغوش
بآتش هر یکی در جوش مستی که هست آتش پرستی می پرستی
بفصل گل، که گردد شاخ، زر ریز هوا زر ریز باشد، خاک زر خیز
چو آمد، در حمل خورشید، از حوت جوان شد از سر نو، دهر فرتوت
چو از گل برف آتش زیر پا بود بخود رفتن گدازش رهنما بود
شکست از سنگ یخ را آبگینه بر آمد گل چو صهبا از قبینه
هوا گسترد مخمل جای کرپاس شده کان زمرد کان الماس
الهی! گشت بخت دوستان سبز که، میبینم زمین تا آسمان سبز

گل کردن انبساط در تعریف باغ نشاط

بیا مطرب! که وقت انبساط است نشاط انگیز شو باغ نشاط است

نشیدی تازه نوآیین نوائی ... بیکتائیش باید زد دو تائی
بزرگ و کوچک، این جا با نوایند ... سرود دلنوازی می سرایند
خوشا باغ نشاط افزای، کشمیر ... که میگردد، جوان از دیدنش، پیر
برنگ نه سپهرش نه طبق هست ... که هر هفت آن طبقها از شفق هست
دو چار جنت این گلشن اگر گشت ... بر آمد در میان فرق نه و هشت
میان هر طبق، دارد رواقی ... کش این نه طاق نبود جفت طاقی
نمیباشد قصوری در قصورش ... ولیکن یافتم خالی ز حورش
کشیده صف درختان سپیدار ... بگرد او، برنگ سبز دیوار
درختی، کس بدین رفعت ندیده ... تو پنداری قیامت قد کشیده
بود زان راه، آمد شد ملک را ... همانا نردبان باشد، فلک را
چه دور ار، در هوای سیر این باغ ... کند پرواز داغ لاله، چون زاغ
جنان، تا دل بشوق دیدنش باخت ... بچشم بلبلانش آشیان ساخت
ز یک گل هست دلکش تر، دگر گل ... فتاده در کشاکش، عشق بلبل
بهشت از رشک این باغ خجسته ... چو داغ لاله، اندر خون نشسته
شهید جلوهٔ خویش، او فتاد است ... که نعش بوی گل، بر دوش باد است
نه قمری هست بل خاصیت باد ... کف خاکستری را بال و پر داد
عجب نبود، اگر بلبل کند پر ... که میخواهی، ز برگ گل کند پر
بطوق خویش، قمری هست خوشحال ... ز پای سرو گوئی، برده خلخال
بشوق دیدن نرگس، بهر گام ... کنم از چشم محبوبان، نگه وام
نظر بر سایهٔ شاخ سمن کن ... شب ماهست گلگشت چمن کن
ز جوش سنبلستان نرگستان ... چو چشمم، دیده صد خواب پریشان
پر از ناز و نیاز، این تازه باغ است ... سمن پروانهٔ و گل چون چراغ است
دمد نرگس سری افگنده درپیش ... خراب انتظار جلوهٔ خویش
ندارد لاله‌اش اندر جگر، داغ ... که، افگندست آهو، نافه در باغ
بود پرواز بلبل را، چه احوال ... که بسوی گل، بگردون میزند بال
فشاند زعفران، گر خندهٔ گل ... چکد خون گل از، فریاد بلبل
پر از سرو و صنوبر، زیر و بالا ... شده نرخ بهار اینجا، دو بالا
ز گل، هر گلبنش در زر فروشی ... ز شبنم، سبزه در گوهر فروشی
ز جوش لالهٔ و گلهای خود رو ... لب پان خورده معشوقان لب جو

فکر و خوض در صفت فوارهٔ و حوض

بوصف حوضش اکنون، تر زبان شو … بـراهش ، قطره زن آب روان شو
سپهری ، کهکشان فـوارهٔ او … ز مـاهـی ، اختـر سیـارهٔ او
بهر سو ، لشکر موج است ، در جوش … لوائی نصرت از فواره بر دوش
ستون خیمهٔ ابر بهار است … که بنیادش بر آب و پائدار است
ز بس بـالیـدگیهـای خـداداد … جهد از آب بالا عکس شمشاد
شود چـون در علو بیحد غلویش … کند پستی گردون سر فرویش
بـداند شاعری کش طبع عالیست … که خوش برجسته مصرع از زلالیست
بشوقش رفته ، از خود جوئبارش … زند از شوق ، سر بر آبشارش
ز حیرت، بسکه حال زار دارد … ازان رو ، پشت بر دیوار دارد

تر و تازگی دماغ در اوصاف شاله باغ

بوصف شاله باغش گل فروشم … که دارد سایهٔ گل ، شال پوشم
ز رنگ آمیزی گـلهای ایوان … چـمـنـها کارگاه شالبـافـان
هوا هر گوشه ، طرح طرفه ریزد … ز هر یک خوشه ، نقش تازه خیزد
درین گلزار ، رنگین بوتهٔ نیست … که ، بر فرقش، نگارین فوطهٔ نیست
چمن مخمل بساط ، از خوش قماشی … نشسته شال پـوشان در حواشی
برنـگ سوسن و شمشاد باری … الهی! ده بمن هم جامه واری
که از مستی به پیراهن نگنجم … نه پیراهن ، که در گلشن نگنجم
کرامت کن ز راه مهر ، چون بـدر … سراپـای سراپـا قیمت و قـدر
سراپائی ، نه تنها زینت دوش … بل از راه عطا باشد ، خطا پوش
سراپای تو ، چون در بر گرفتم … سراپای سخـن، در زر گرفتم
زر خود ، بر محک باید زد، اینجا … که ظاهر میشود نیک، از بد، اینجا
عماراتش همه از سنگ موسی … که هر سنگش بود طور تجلی
سواد آن ، سواد لیلـة القـدر … ضیـای آن ، ضیای لیلة البدر
سوادش بسکه باشد دیده افروز … شب ماهست اندر نیمهٔ روز
چو از عکس بتان ، بتخانه گردد … خود ار آذر بود ، دیوانه گردد
بنازم بـر صفای حوضهٔ حوض … که رونـق یابد از وی روضهٔ خوض
بلی این‌چشمه، چشم نه فلک، هست … سیه تصرش بجای مردمک هست
ز برج حوت ، باشد راه ، در وی … شناور ، همچو ماهی ماه، در وی
روان جوی، ازان قصر حیاهست … بلی اندر دل شب ، فیضها هست

خوشا قصر سیاه او، خوشا جو — بود آن کعبه و این زمزم او
ز بس فواره اش بر، خویش بالد — بگردون، گوش ماهی را بمالد
زند از بسکه آتش، عکس گلها — کشد آب، از دل آه، نیزه بالا
بل این حوض محو گلستانش — که هست انگشت حیرت در دهانش
زند فواره، جوش از هر کناره — که بود افزون ز اعداد ستاره
شود آن قصر در فوارها گم — چون این قصر زمرد گون در انجم

در صفت نسیم باغ فرح بخش دماغ

کنون دل، مائل باغ نسیم است — کش از همسایگان باغ نعیم است
نسیمش بی گل و نسرین معنبر — که میخیزد ز خاکش عود و عنبر
فضایش را، نه گل هست و نه خاراست — ولی چون من، درو بلبل هزار است
نه او را بر جگر، داغی، چو لاله — نه بر رخسارش از سنبل کلاله
نه بی گیسوی سنبل، بر دلش تاب — نه بی نرگس بود، بیتاب و بیخواب
ز خون ارغوانش، پاک دامن — ولی چون برگ گل، نمناک دامن
خدا او را فضای دلکشا داد — بهار تازهٔ دارد خدا داد
سواد او، سواد شام دارد — زمینش، خاک عنبر فام دارد
اگر در نیمه روز آئی وگر بام — بود مادام اینجا جلوهٔ شام
درو غوغای مرغان، گاه بیگاه — چو فریاد گدایان، بر در شاه
ز انبوه چنار و کثرت بید — زمینش را ندیده چشم خورشید
زمینش، سایه پرورد چنار است — چنار اینجا، فزون تر از شمار است
بود در سایه اش آسوده صد میل — که، هر شاخیش باشد، بال جبریل
ز خورشید قیامت نیست پروا — بود کشمیر را در سایه اش جا

در اوصاف اطراف نزهت پیام علی الخصوص کلمرگ مشهور بعیش مقام

برون از حد اوصافست، اطراف — خموشی بهر وصافست انصاف
زهی کلمرگ کامد دخمهٔ گل — مگو کلمرگ هست آن مرگ بلبل
بود این گلزمین را، طرفه نیرنگ — گلش صد رنگ و هر رنگی بصد رنگ
قدم هر جا گذاری بر زمینش — چو سرسبی بنگری زیر نگینش
زمین او، ز بس نرمست، چون آب — رود هر جا فرو در خاک، مهتاب
بیا ساقیا! دگر سر پر خمار است — مگر در سر هوای سیر لار است

بیا! در سایهٔ تاکی نشینیم رخ آسودگی تا کی نه بینیم

گفتار خوشگوار در تعریف لار

خصوصاً تاکهای خطهٔ **لار** که در ظلش بود، گردون دوار
چه میپرسی، ز رفعتهای تاکش که باشد سدرهٔ و طوباش، تاکش
بزیر تاک، باید کرد منزل که آنجا رو دهد، جمعیت دل
خدا را، خوشهٔ تاکی، مجنبان که برهم میخورد، دلهای مستان
بخامی، هر که انگوری شکسته دل میخوارهٔ، گویا که، خسته
بود چشم و چراغ می پرستان که هست این کوکب اقبال مستان
ز تخمش، تخم عشرت میتوان کاشت نه سری هست، کش پنهان توان داشت
صفا، از بسکه چون آئینه، دارد توان دیدن که، دل در سینه دارد
سر خود را، فرو نارم، با فلاک که هستم، خوشه چین تارم تاک
کنار آب **لار** و می کشی ها نگار باده خوار و سرخوشی ها
کند نوشنده را، مسرور آبش که هست، افشردهٔ انگور، آبش
ز آبش خوش جوان وکودک و پیر که هم می هست و هم شهداست وهم شیر
هم از تاثیر، آن آب و هوا، هست که، من ازخویش، وکلکم رفته ازدست
بود پر باده نوشی، جای حیفم حرامم باد می، چون نیست کیفم
بسیر لالهٔ و گل باغ، باغم ولی، از دوری احباب، داغم
کنم هر جا، بروی سبزه، منزل غم سبزان **هندم** خون کند دل
چو آید زعفران در زر فروشی کنم یاد بسنت و زرد پوشی
بجام ما، مگر ساقی چها ریخت که این نیرنگها از کلک ما ریخت
سخن را، مانیم، هنگام تحریر کشیدم یک قلم تصویر **کشمیر**
برین گل دسته بکشا دیدهٔ هوش که دارد هر گل باغی در آغوش
بهر جا، نقش ساقی، رنگ بربست صراحی در بغل بین جام در دست
بهر جا، غنچه را تصویر کردم تبسم، زیر لب تحریر کردم
اگر بلبل، ز درد عشق، در جوش وگر گل، از غرور حسن، خاموش
بهر جا مرغ مضمون، کرده پر باز بسویش، چشم دامی هم بود باز
بآب از کلک من گردیده تر دست بهر سطری که بینی موجزن هست
بهر جا، می نگارم حرفی، از گل ز کلکم، می تراود خون بلبل
گرفته رنگ گل تا نامهٔ من شده منقار بلبل خامهٔ من
رسد **کشمیر** را بر خویشتن ناز که دارد چون **(عزیزی)** نغمه پرداز

ز بس، گردیده ام هرسو درین باغ
بکاغذ، بسته همچون زعفرانش
کزین گلهای رنگین، رنگ گیرند
کند سرمست و سرخوش ارمغان را
برای سال تصنیف انتخاب است

ز بس، گل چیده‌ام زین باغ و زین راغ
بهندوستان فرستم، ارمغانش
وزین نیرنگها بیرنگ گیرند
پذیرای دهند این ارمغان را
که نامش: **ارمغان لاجواب** است

۱۳۲۳-۱۲-۱۳۳۵

هرآنچه اینجا، بچشم خویش، دیدم
طرفها، طبع من، زین بوستان بست
که سیر باغ، تنها خوش نباشد
کنون، از نامهای راحتی خیز
بیا ساقی! بیار آن خسروی جام
بمن ده کز جم و کی یادگارم

به نظمش، همچو گوهر، در کشیدم
وزان، گلدسته بهر دوستان، بست
اگر خلد است، هم دلکش نباشد
شوم چون کلک مانی، رنگ آمیز
که هست آئینه دار دور ایام
وزان میخانهٔ و می یاد آرم

(۲۱۱-۲۸۵)

مجملی از احوال تاریخی کشمیر جنت نظیر

بیا ای دل! در میخانه بکشا
به مینوشی، نباید کرد تاخیر
چه کشمیر؟ آبروی هفت اقلیم(۱)
بهشتی، اندرین فیروزه طارم
مساحت سنج، سیاحان دوران
عروسی هست، اندر حجلهٔ ناز
شمالش را، بدخشان لعل بازو
دهل زن هست دهلی، در جنوبش
مسطح پهنهٔ باشد درین ارض
هزاران قریه، در وی هست آباد
بپهنه‌ی نامهای باستانی
که گاهی پاندوان با حسن تدبیر
گهی جم پایهٔ از ملک جمون
ولی نامی ز کس در نامها نیست

سر مینای می مستانه بکشا
خصوصاً وقت گل، در باغ کشمیر
زند هر چشمه اش، چشمک به تسنیم
بود در وسط اقلیم چهارم
کنندش، داخل ارض خراسان
بهر فصل برنگی جلوه پرداز
سواد شرقیش را، چین بگیسو
بود پکلی، بمغرب خاکرو بش
چهل فرسخ بطول و بیست در عرض
پر از سرو و صنوبر بید و شمشاد
سخن زین سان رود در حکمرانی
تسلط یافته بر ملک کشمیر
زد اینجا کوس جمشیدی بگردون
بجز حالی، بنوک خامها نیست

۱- شیراز را حافظ — خال رخ هفت کشور — گفته است.

اگر هست ابتدا ، از او کنند است　　که نام راجگی، از وی، بلند است
پسین شان ، که آمد سیه دیو آن　　ربوده گوی از **گودرز** و **گیو** آن
پسین راجگانش نام **سردیو**　　که رای او ، برایان برد، بی ریو
و زان پس، آمد از **تبت** ، **رتن جو**　　که ، آبی رفته باز آورد ، در جو
بود در نامهای پیش مسطور　　که از روزیکه شد **کشمیر** معمور
همانا ، تا بدور این خوش اقبال　　چهارالف‌است وکسری‌بر سه‌صد سال
درین مدت ، ز راه مهربانی　　همه دادند ، داد حکمرانی
کمر درکار ، چون زناره بستند　　ولی، زین باغ، آخر بار بستند
جهان در اختیار **راجگان** بود　　فلک در انتظار **خواجگان** بود
شده بیدار ناگه ، بخت **کشمیر**　　که گشت این ملک پای‌تخت **شهمیر**
بنایش بود مرد نوک انجام　　ز اولاد سلاطین **اورشه** نام
رخ او ، مظهر نور الهی　　دل او ، گنج اسرار کماهی
لبش، روزی ز هر در، در همیسفت　　در اثنای گهر سفتن، چنین گفت
که : در **کشمیر** از تائید باری　　کند **شهمیر** روزی شهریاری
ز نسلش ، چند تن ، صاحب لوابند　　بفرمان ازل، فرمان روایند
چو بشنید این سخن، **شهمیر**، دلشاد　　درآمد ، اندرین ملک خدا داد
باميد ظهور آن کرامت　　بخاک **بارموله** کرد اقامت
بسه‌وران **رتن جو** شد ، رروِدش　　که جایش داد و جاگیری فزودش
گرفته ، رفته رفته اقتدار، او　　سپه سالار شد ، انجام کار، او

تاخت آوردن ذوالقدر خان و تباهی شهر و شهریان و حکومت یافتن رتن جو و مسلمان شدن آن

کنون ، تفصیل این اجمال ، بشنو　　برغبت ، قال بشنو! حال بشنو
چو مردم، زشت خوئی، پیشه کردند　　بخوی زشت ، محکم ریشه کردند
دیانت از جهان رفت و امانت　　دنائت گشت رائج هم خیانت
ز انجم مهر، و از مردم، وفا رفت　　حیا از دیده ، و دل از صفا رفت
نه مهری مانده و نی مهربانی　　که نازل شد بلای آسمانی
بناگه ، فتنه جوی **زولجو** نام　　که هم، **ذوالقدر** خانش خواند ایام
ستمکاری لقب، **ذوالقدر** خانش　　مگو ذوالقدر ، بل ذرالقدر خوانش
ز **ترکستان** و اولاد **هلاکو**　　به کشمیرش همیخوانند **ذوالجو**
بناگه، جانب این ملکت، تاخت　　زمین‌تا آسمان، زان‌تاخت، دل‌باخت

دوان اندر رکابش، ترک و تاجیک — نه بیم از راه باریک و نه تاریک
همه خون تشنه و خونخوار و سفاک — همه خون ریز و خون آشام و بیباک
دمی کان فوج در شهر اندرون شد — روان از هر طرف، دریای خون شد
منادی، بهر قتل عام، کردند — بجای باده، خون در جام، کردند
رمیده شهریار و شهریان هم — پریده رنگ و روی مرغ جان هم
نشد تنها، تهی از شهریان، شهر — که آب از شهر رفت و ماهی از نهر
زدند آتش بخان و خانمانها — مکین بر جای ماند و نی مکانها
نه قصری ماند بر جا و نه جسری — نه کسرا و نه از وی هیچ کسری
بنای را بجا، آن سیل، نگذاشت — بغیر از آسمان، کانهم، خطر داشت
بغیر از ذکر جفت و حرف طاقی — نمانده زیر این نه طاق طاقی
نه صاحب خانه و نی خانهٔ ماند — نه دام و دد نه دام و دانهٔ ماند
غلای غله، صاحب غله را، سوخت — نه تنها غله، گوی: گله را سوخت
شد از بس قحط، آخرکار شان تنگ — که هر یک بر شکم بست آسیاسنگ
هم آمد، بر سر آن فوج، سرما — که هر یک شد گریزان همچو گرما
ندیده پوششی جز چشم پوشی — نخورده جز غم بیهوده کوشی
روان شد آخر آن لشکر ز، کشمیر — چو سیل، کاید از بالا، سوی زیر
بره شان، برف بارید، آن قدرها — که شد، مسدود هرسو، رهگذرها
بجای آب، برف از سر گذشته — نه از سر، بل ز کوه و در، گذشته
نه کس از دستبرد برد، جان برد — نه‌خس،زان‌ورطه‌خود را، برکران‌برد
نه گیوی ماند و نی گاوی و نی خر — نه اشتر ماند و نی استر نه بستر
درون برف، هر شی یک‌بیک رفت — نمک شد، هرچه درکان نمک رفت
نه برفست اینکه برق غیرتست این — معاذ الله! مقام عبرتست این
چو در اطراف، شایع این خبر، گشت — یکی از صد بسوی شهر برگشت
ز سر آن خطه، آبادی گرفته — شده معمور آخر، رفته رفته
درین مدت که، گیتی شور و شرداشت — سر صاحب کلاهی هر یک افراشت
بهر مرزی که، بودش مرزبانی — بجای خویش آمد حکمرانی
پس از جنگ و جدال و کار و پیکار — پس از آویز و ریز و کشت و کشتار
ز سرداران تبت رتن جو نام — حکومت یافت، از تائید، ایام
بعهدش، سبز و خرم هر زمین شد — ز فیضش، خار و خس هم، یاسمین شد
بکیش خویش چون میبانت سستی — دلش میداشت میل حق پرستی
ز تائید خدا، ناگه، این جا — رسید از راه، بلبل شاه این جا

طلب داد دل جویای او داد / بگل گوی که: بلبل رنگ و بو داد
گروه اندر گروه، از خاص تا عام / مشرف گشته از تشریف اسلام
بنصفت رونقی ایام ازو یافت / به کشمیر، ابتدا اسلام، ازو یافت

بعقد آوردن شهمیر سپه سالار، کوته‌رین زوجه رتن جو را، و درگذشتن و ناکام از وصل خود گذاشتن او را

پس از وی، کوته رین آن همسر او / نهاده بر سر خود، افسر او
بچشم نیک مردان گرچه زن بود / ولی هم رای زن هم تیغ زن بود
بهار گلشن کشمیر رویش / ختن یک خوشهٔ چین چین مویش
سر سودا بسودایش بسر داشت / لب نوشابه از لعلش شکر داشت
اگر، شیرین نمک پروردهٔ او / دگر، پرویز ادنی بندهٔ او
نکرده کوته رین آهنگ نخچیر / بدام آورد شهبازی چو شهمیر
سر صید همای داشت شهباز / که کردی در هوای شرق پرواز
پیامش داد تا، با خود کند جفت / چو بشنفت او، بصد اکراه پذیرفت
که داند، تا چه بازی، آرد آفاق / که گرید، تا چه زاید جفت یا طاق
چو روز کدخدائی را، شب آمد / هبوطی در عروج کوکب آمد
عروس حجلهٔ امید شهمیر / دریغا گشت هم آغوش شمشیر
ز غیرت، پهلو خود را، درید او / جگر، از اندرون بیرون کشید، او
که لعل خاتم دامادی این بس / نثار بزم عیش و شادی این بس
ترنج و تیغ رنگین کرد سودا / درین سودا بسود سود زلیخا
ازین اندوه شد شهمیر غمناک / گریبان چاک گشت و هم جگر چاک
چو رفت، از چنگ شهباز، آن کبوتر / بخون خود سزد، چنگ ار کند تر
بدام افتاده نخچیری رمید، آه / چو رنگ از چهرهٔ عاشق پرید، آه
دران هنگام، یاد آمد به شهمیر / کلام جد که: بود آن حکم تقدیر
سخن کوته، بزور دست و بازو / بملک و مملکت، او یافت قابو
نگارش چون نگار از دست رفته / عروس مملکت در بر گرفته
چو از انوار فیضش، روز شد شب / بسلطان شمس دین آمد ملقب
ز هجرت هفت صد بود و چل و هفت / که از باغ جهان سوی جنان رفت
پس از وی شد جهان افروز خورشید / رخ سلطان علاءالدین جمشید
چو از دار جهان او رخت بسته / بجای او شهاب‌الدین نشسته

حمله سلطان شهاب‌الدین بر هندوستان و اختتام سلطنت در خاندان ایشان

شهابی بود او، بهر شیاطین فروزان آفتابی، در سلاطین
بنوعی ربط و ضبط مملکت کرد که از شاهان پیشین هم سبق برد
چو فارغ از نظام ملک خود، گشت فراهم کرد لشکر، دشت در دشت
پی تسخیر **هندوستان**، چو کیوان برون آمد ز ایوان، شد بمیدان
ز پیلان گشت پر از **کوه هامون** روان آن کوهها مانند گردون
به **دهلی** آندم از مه تا بماهی زدندی نوبت **فیروزشاهی**
دو لشکر از دو جانب چون در آویخت دو بحر آتشین گویا در آمیخت
شد آخر صلح، بر تسدید این سد که، سلطان را بود، **سرهند** سرحد
بسرعت موکب او بعد ازین کار بسوی مرکز آمد همچو پرکار
دمی کاو، رهرو باغ برین شد مدار دین دنیا، **قطب دین** شد
باوج علم و دانش، بود ماه او بفن شعر، شعری دستگاه او
سپس سلطان **سکندر بت شکن** بود که از آئینهٔ دین زنگ بزدود
بسی ویرانه شد بتخانه، از وی بسی ویرانه، طاعت خانه، از وی
جگر خون، احتسابش کرد، می را فتاده عقدها در کار، نی را
شکسته آن، همه آلات، چون لات کدو سان شد تهی سر، زین خیالات
ز ساز برگ فیض او، به **کشمیر** نمانده بی نوای، جز مزامیر
نه تنها، نی در این جا، بی نوا بود شکست شیشه می، هم بی صدا بود
چو از تاراج **تیمور** او خبر یافت که بر افواج **هندستان** ظفر یافت
فروغ دیده، **زین‌العابدین** را که وارث بود او تاج و نگین را
روان فرمود، موکب تیز راند او رسید و پیشکشها هم رساند او
بدین عجز و نیاز این مدارا **سکندر** یافته خلعت ز دارا
چو **زین‌العابدین** تاج نگین یافت جهانی زینت از دنیا و دین یافت
بدین سان، چند تن، از یاری بخت یکی بعد از دگر شد، صاحب تخت
در ایشان بود با صد عزو اقبال مقر سلطنت، بیش از دو صد سال
پسین شان که، **نازک شاه** نام است بذاتش سلطنت را اختتام است

بیان حکومت قوم چک

چکان هم چار و چل سال از پس شان حکومت کرده با صد شوکت و شان
بقوت، **قوم چک**، ضرب‌المثل بود دل شان، در دلیری، بی بدل بود

بود **لنگر چک** از اجداد ایشان   سر و سر دفتر افراد ایشان
ز ملک خویش رخت این جا کشید او   بعهد مهد **شمس‌الدین** رسید او
بسلک چاکران، بعد از وفاتش   گرفته، قدر و قیمت ذریاتش
شده با خاندان شاهی، اکثر   بتقریب رضاعت شیر و شکر
هر آنکس گشت فائز بر نیابت   مقرب شد بتقریب قرابت
قرابت باعث اجلال شان بود   که دختر اختر اقبال شان بود
بنا کرده قصور خسروانه   که آمد خانهٔ شان خسرخانه
نحس رو داد چون این دولت نو   بدین علت شده خود خسر خسرو
مسلط گشته بیرون و درون را   بنازم ارتباط کاف و نون را
چو **غازی چک** بلند آوازه آمد   ز دولت، بر رخ او، غازه آمد
بسال نه صد و شصت و دو، آخر   سرافراز آمد و شد صاحب افسر
بعهد او ز پا لنزی که، رو داد   **همایون بادشه از بام افتاد**
عقاب آسا ز راه تیز بالی   بفوجی آمد این جا **بوالمعالی**
برای دفع او غازی کمر بست   ز جاجست و نشست وخست و بشکست
هزار و هفت صد کس، از اسیر او   بکشتن داد، بعد از دار و گیر او
علی شه گشت چون صاحب سریر آن   رسیدند، از بر اکبر، سفیران
بظاهر، خواستار دختر او   بباطن، راز جوی اختر او
ولی چون بود او بینا و دانا   زد آهنگ — سمعنا و اطعنا —
بنامش سکه زد بر نقره و زر   بنامش خطبه خواند، **الله اکبر**
پی عقد سلیم آن شاهزاده   پری رو دختر خود نیز داده
سفیران، پیش اکبر، باز گشتند   بساز مملکت دمساز گشتند
چو **گوهر شاه** آمد گوهرین تاج   نمانده هیچ کس در شهر محتاج
بعدل و بذل، طبعش بود مائل   بعهد خویش، عادل بود و باذل
ولی **یوسف** که بود او را ز اخوان   عدابا داشتی از کین گرگان
بسوی اکبر آورد التجا او   که شد صاحب لوا از بس ولا او
پس از یکسال ازان درگاه برگشت   بقصد گاه با اسپاه برگشت
شده بی جنگ **گوهر شاه** مضطر   شکسته قیمت گوهر چو گوهر
ز دستش، چشم زخمی تازه دید او   گرفت و میل در چشمش کشید او
کسی کش روز و شب خورشید و مه دید   بچشم خویش آن روز سیه دید
دو روشن اختر او بی ضیا شد   دو یکتا گوهر او، بی صفا شد
جهانی تهنیت خوان باز آمد   که **یوسف** سوی کنعان باز آمد

عزیز مصر و ماه مصر گشت او | سر افـراز کلاه مصـر گشت او

بنای و نـوش شد ، یکچند مائل | که از دربار آکبر گشت غافل

رسیـد از درگه آکبر ، سفیری | رسانیدش پیـام دار و گیـری

که : کردی حق نعمت را ، فراموش | که، گشتی در ادای شکر، خاموش

نه حال خویش، چیزی عرضه دادی | نه سر، بر آستان ما ، نهادی

فتـاد از لـرزه جانش در تـلاطم | تو گوئی کرد **یوسف** خویش را گم

دل او سوی آکبر داشتی میل | ولی مانع برفتن گشت سرخیـل

که تا جان هست در تن جانفشانیم | ز ملک خود مخـالف را بـرانیم

پس او **یعقوب** فرزند کلان را | فـراوان پیشکشهـای گـران را

فرستـاد ، از برای عـذر خواهـی | بسوی بـارگاه بـادشاهـی

رسید از راه ، چون دربارگه او | رسانـد آن پیشکشها پیش شه او

خـودش را حاضـر خدمت ندیده | شه از بس خشم، رو در هم کشیده

دمی کز مهچهٔ رایات پرنـور | منور شد فضـای ملـک **لاهور**

سپاهی شد روان بر ملک **کشمیر** | سپاهـی دژ کشا و مملکت گیر

سپاهـی بـود بس محکم اساسش | سپه سالار شـد **بهگوان داسش**

ازین احوال شد ، **یعقوب**، آگاه | که نازل شد عتاب از عتبهٔ شاه

بسرعت شد، ازان در، روی گردان | رسید اندر وطن چون ، گرد گردان

پدر طعن ملامت بر پسر زد | که این سرتابی ازوی گشت سرزد

ملامت کرد بیش از بیش او را | براند آخر ز پیش خویش او را

ولی میداد او ، بر جنگ ترغیب | سپه آراست با ترتیب و سرتیب

منادی زد ندا : یا ایها القـوم ! | که ، قوموا القیام الحرب، الیوم !

بهم بر زد دو دست از زیست مایوس | بتمثال دو کف هنگام افسوس

دو کوه از هر دو سو با همدگر خورد | سران را درمیان شد پا و سر خورد

چکاچاک ز شمشیر **چکان** خاست | که از هر سوی ابری خونچکان خاست

ز بـیم ضربت البرز گـرزان | فلک بر خویشتن چون گرز لرزان

ز بس دلتنگ شد از جنگ **یوسف** | نکرده پاس نام و ننگ **یوسف**

بافواج **مغل** خود را در انداخت | باهشان ساخت اما ملک را باخت

ولی **یعقوب** بر جا ماند چون کوه | به تنها میزدی خود را به انبوه

فلک گفتش که: تیغت برق اساس است | که داس مزرع **بهگوان داس** است

رواروو زد بهر جانب که بی ریز | بگو ، افتاد همچون گاو بر **گیو**

جهان ، زیر و زبر هنگام کین شد | زمین ، گردون شد و گردون زمین شد

ز راه بسیم پامال ستموران
خزیدی پیل در سوراخ موران
ز بس شور سلحشوران خون خوار
شده هرچشمه سار اینجا نمک سار
خورش، خون جگر بود، آب نایاب
بجای خوی ز تنها ریخت خوناب
بخنجر، بطن پیلان میدریدند
بجای تیل آبش میکشیدند
سپاه قحط کوه و در گرفته
که هر جو قیمت جوهر گرفته
بافواج مغل افتاد غلغل
تجمل ماند و نی تاب و تحمل
ستیزان فوج دنبال گریزان
گریزان آبرو بر خاک ریزان
سپه سالار، ناگه هوش در باخت
که طرح صلح با یعقوب انداخت
ازان وادی، چو بخت خویش، برگشت
که با آن ریش و فش دل ریش برگشت
ازان دربند با صیدی برآمد
که در دامش بپای خود درآمد
فریب از جانب اخوان نبوده
همانا گرگ یوسف را ربوده
رسانیدش بدرگاه جلالت
کند فی الجمله تا رفع خجالت
چو افواج مغل را کرد مغلوب
شد این جا مستقل بالذات یعقوب
ولیکن، بود بد وضع و کج اخلاق
بکج خلقی شده مشهور آفاق
بزرگان، در زمانش، رنج دیدند
بجای گل، ز دستش، خار چیدند
ز بس داد جفا و جور و بیداد
قضارا، کشت قاضی را به بیداد
ز خونش، شد جهانی را جگر خون
جگر خون گشت و خون از دیده بیرون
چنین نا دیدنی ها دیده از وی
دل هر کس شده رنجیده از وی

لشکر فرستادن اکبر پادشاه بتحریک حضرت شیخ یعقوب صرفی برکشمیر، و آوردن این ملک به حیطهٔ تسخیر

جهان علم، یعقوب گنائی
که شیخ وقت بود از پارسائی
فقیه و منطقی نحوی و صرفی
سخن را صیرفی مشهور صرفی
ادیبی جامع معقول و منقول
ادیبی واقف معروف و مجهول
ز علم فقه و دینیات و تفسیر
چه دفتر ها، که کلکش کرد تحریر
بفن شعر از شیرین زبانی
ملقب گشته با جامی ثانی
جواب پنج گنج گنجوی، نیز
رقم فرمود، با کلک گهر بیز
مولف را که مشکین دوده باشد
نیای مادری زین دوده باشد
روانش شاد باد از رحمت حق
درود از من قبول از حضرت حق
جفا میرفت چون از حکم حکام
بجان شهریان و شهر مادام
شد ازآگه، ز حال سینه ریشان
بدرد آمد، دلش از آه ایشان

بر، اکبر، بجمعی از اکابر … شکایت پیش برد از، جبر جابر
محرک گشت بر تسخیر کشمیر … موید شد به تدبیر و بتقدیر
دعا بر مدعا کرد و اشارت … جسارت داد و بر نصرت بشارت
شده حالی بدرگاه خلافت … که، رفته والیش راه جلافت
پس از تصمیم عزمی اندرین کار … گرفته شیخ، عهد از اهل دربار
نگیرند از رعایا بنده و داه … که هست از بندگان خاص درگاه
ز بند بندگی آزاد باشند … چو سرو، آزاد و هم دلشاد باشند
ز هر تکلیف فارغ بال مانند … بجز شرعی، که خاص از بهر آنند
چو طی شد، دفتر آن عهد و میثاق … بحکم بندگان شاه آفاق
امیرالبحر قاسم خان سرتیپ … سپاهی دادشان با نظم و ترتیب
سپه شد ره گرا از درگه شاه … دعای شیخ و هم خود **شیخ** همراه
ولی، **یعقوب** چون آگه ازان شد … سبک از جای با فوج گران شد
سپاه وی که از وی بود دلگیر … ز دست اختیارش رفت چون تیر
نه تنها، فوج ازو چون بخت، برگشت … که گوئی: بخت و تخت و رخت برگشت
ز میدان رفت بی مانی و بی کشت … سرش بشکست بی سنگی و بی خشت
چگویم اینکه بازی پیش برد او … بود این بس که، جان خویش برد او
دران وادی، چو دریا، موج در موج … رسید از **هند** پیهم، فوج بر فوج
نشد کس، سد راه لشکر جم … بود سال ورودش **خیر مقدم** (۱)
گذشته مدتی در جنگ و پیکار … نمانده فوج شاهی، گاه بیکار
ولی **یعقوب** باز از کوه و هامون … به شهر و شهریان آورد شبخون
شنید از بس خبرهای مکدر … بناگه خود **جلال‌الدین اکبر**
برسم ایلغار، از ره درآمد … مراد خلق گوئی در برآمد
چو بوی پیرهن **یعقوب** دریافت … دلش نوری و چشم او بصر یافت
پسر بر کفش **اکبر** سر بکف شد … که از پابوس اشرف با شرف شد
معین گشته اصحاب درایت … برای نظم و نسق آن ولایت
چو فارغ از نظام کوه و درگشت … ازینجا رایت اقبال برگشت
وزان هنگام با صد کامرانی … شده این ملک **ملک گورگانی**
ولی تا عهد **نورالدین جهانگیر** … ندیده نظم و نسق تام **کشمیر**
سلحشوری بهر سو، شورشی کرد … سپهداری بهر کوه یورشی کرد
کماانداری بهر مکمن مکین گیر … زمینداری بهر مسکن زمین گیر

۱- ۹۹۴ ه

نه از تدبیر، کاری میکشودی   نه از شمشیر، فتح الباب بودی
ظهور امر **مرزا یادگار** است   که گوئی حیرت افزا یادگار است
گروه کور چشمان سیه بخت   بروز روشنش بنشانده بر تخت
خروجی کرده مانند خوارج   بفتوّح عارج اوج معارج
بتائید خدا، رایات شاهی   پی گلگشت، این سو بود راهی
سه لشکر، ازسه جانب گشت، مامور   که، گوران را، رساند زنده درگور
رسید این غلغلش، انکه که در گوش   ز هیبت گشت چون خفاش روپوش
چنان، از چشم مردم، رو نهفته   که گوئی: **یادگار**، از یاد رفته
ولی، جمعی ز بنگاهش اثر یافت   براه آن اثر، بشتافت دریافت
سرش ببریدهٔ و جای ره آورد   بپای مرکب شاهیش آورد
مهم سرسری بود، آنکه سر شد   نصیب بندگان، فتح و ظفر شد
امیرالبحر از فرمان اشرف   به تشریف نظامت شد مشرف
به **تودرمل** ز ایوان جلالت   امور نظم مالی شد حوالت
دران ایام، **گرد کوه ماران**   فیصلی شد بنا، چون کوهساران
پس از تسخیر این الکا، باقبال   جهانبان بود اکبر، هفتده سال

گلگشت جهانگیر به گل زمین کشمیر و بیان عهد شاهجهان و عالمگیر

چو اکبر، از جهان آمد کران گیر   زده کوس جهانبانی **جهانگیر**
شمار، یک هزار و بست و نه، بود   که شه این گل زمین را رونق افزود
بسی، از باغ و راغ، آباد کرد او   بسی، ازقصر و جسر، ایجاد کرد او
به نزهت بود هر قصری بهشتی   که باقی نیست زان سنگی و خشتی
سوی **کشمیر** آمد، هفت بار، او   که شد، هر هفت، از نقش و نگار او
فرح‌بخش، آنکه از وی یادگار است   کهن نقشی ازان نقش و نگار است
فلک را، بر بنایش، اعتماد است   که او بالذات خود ذات‌العماد است
چو خان اعتماد از بس جلادت   نظامت یافته بعد از **ارادت**
ز راهی با سپاهی کرده کوچ او   کلیه آمد پی فتح تبوچ او
بنای دین و دولت، گوئی: انداخت   که آنجا، **مسجد** جامع بنا ساخت
چکان را چون چکاوک صید میکرد   گهی میکشت گاهی قید میکرد
بهرجای که، فردی یافت از **چک**   چو حرف باطلش میکرد اوحک
ازان هنگامه و هنگام، آن قوم   شده نابود، و مفقود است الیوم
کشیده گردن از زرین حمائل   بحمالی شده زان روز مائل

هوای سلطنت از سر، بدر شد
که هر یک چون گدایان دربدر شد
بآهنگ چکاوک، در غم چک
ننالد کس بجز کبک و چکاوک
چو شد، شاه جهان ماه جهانبان
مظفر بر نظامت شد ظفر خان
ندیده در رعایا حمل و برداشت
رسوم اعتقادی جمله برداشت
بسرداری گذشت از سر درختی
نهالش شد ثمرور نیک بختی
بعهدش، جمله ممنوعات شرعی
شده مرفوع اصل تا بفرعی
بکلک تیغ، در تسخیر تبت
نوشت او یک قلم، تفسیر تبت
چو دستش، دست اعدا را، قلم کرد
نوید فتح، سوی شه رقم کرد

بیان نهضت عالمگیر بسوی کشمیر

هزار از هجرت و سه بود و هفتاد
ز عالمگیر، شد این خطه، آباد
چو شد رایات فتح آیات خسرو
ز نزدیک علی آباد رهسرو
زکوهی با شکوهی پیل بر گشت
بحکم جذر گوی نیل برگشت
جهانی، یک بیک پامال، گردید
همانا کوهی از کوهی بغلطید
ز حیرت، خیره گشته، چشم انجم
که آن روز سیه دیدند مردم
مپرس از بیگمان شاهی و شاه
که، از ماهی رسید این فتنه، تا ماه
زکج بازی گردون، کی نجات است
که در اندیشه های پیل ماتست
دریغ از دست برد دور ایام
که برد آرام از دل هم دلارام
چه جای پائمال مزرع و کشت
که امید و امل شد مات ازین کشت
بلای بود، کان ناگه رخ آورد
کسی مرد وکسی زان عرصه، جان‌برد
رسیده از ره رنج و ملالت
غباری تا بدامان جلالت
ازین ره، موکب شاهی ز راهی
ازینجا شد روان بعد از سه ماهی
بعهدش هر یکی اینجا غنی بود
ازان السوذجی ملا غنی بود

بیان زمان محمد شاه پادشاه

بدوران محمد شه ز تقدیر
نیابت یافت احمد خان به کشمیر
یکی از اهل منصب محتوی خان
که بود از عمدهٔ جاگیرداران
پی اجرای آن احکام اسلام
که ذمی را بود بر ذمه مادام
به احمد خان بصد تاکید و اصرار
محرک گشت و امرش یافت اصدار
منادی کرد، کز هند و سراسر
نه بندد هیچکس دستار بر سر
نباشد، بر سر زین، جای ایشان
نپوشد، کفش چرمین، پای ایشان
برسم قشقه، کس صندل، نمالد
نماله، تا ز درد سر، بنالد

رواج ترک صندل، عین شر، شد صدورش، باعث صد درد سر شد
بفرق هر کسی، دستار دیدند کشادند و بگردن دو کشیدند
ز هندو هر که دیدندی سوارش کشیدندی بخاک رهگذارش
چنان تر سیده طفلان لب کوش که کرده نی سواری را، فراموش
جهانی شد، ته و بالا، درین کار بسر کفش و ته پا بود دستار
نگویم، هرکسی دستار بگذاشت سر صاحب کلاهی گوئی افراشت
بیک سو، هندوان هنگامه آرا مسلمان، کرده یک سو، حشر بر پا
گسسته سبحه و زنار پیوند کشاد از مسجد و بتخانه هر بند
بلند آواز شد، تکبیر، چون کوس حریف صور آمد شور ناقوس
بپا شد فتنهٔ ناگاه اینجا بر آمد گردی از هر راه اینجا
بآویزش مهیا هر یکی شد که نفع و ضر و خیر و شر یکی شد
عوام الناس کالانعام گشتند بلای جان خاص و عام گشتند
زدند آتش بهر برزن بهر کوی شده هر آبجوی آتشین جوی
ز برق فتنه، هرسو خانها سوخت نه تنها خانها، پروانها سوخت
گروهی طالبان علم و بی علم همه بی شرم و بی آزرم و بی حلم
مؤالف با فساد آلفتهٔ چند مخالف از عناد آشفتهٔ چند
بسنگ و خشت و مشت و تخته و چوب کشاده هر یکی دست زد و کوب
همه خون تشنه و بی آب و دانه سر هندو شمرده هندوانه
زمین، از خون مردم، لاله گون شد چو داغ لاله، هندو، غرق خون شد
ببندی هندوان در دست بازی بتازی ترکمان در ترکتازی
ز بس برهم، مزاج برهمن بود بآویزش حریف اهرمن بود
بجرأت دستگاه بهمنی داشت بکف از سنگ گرز ده منی داشت
پس احمدخان صاحب نصفت و داد پی تنبیه شان، فوجی فرستاد
رسیده لشکر ناظم، ز دنبال مآل آن همه بیهوده اعمال
زد آنجا حلقه، چون گرداب، آن فوج درآمد شهر، همچون بحر، در موج
بسر آمد هر یکی از کوی و برزن تیر زن، تیغ زن، هر مرد و هر زن
چنان، از بامها شد، سنگ باران که گوئی: برفت از جا، کوهساران
خروجی، از پی اخراج کردند جهان تاراج و نامش ماج کردند
نبود از غارت اموال بهبود تو گوئی: لحم خر، دندان سگ بود
نه تنها بر جهان، بیداد میرفت که مشت خاک شان، برباد میرفت
ز بیدردی چنان سر میبریدند که خرمای تری از نخل چیدند

چه خونها ریخت از چنگال و دندان / چه سرها گشت وقف تیک و سندان
گذشته رنگ رز، از رنگ سازی / بخون خلق کرده، دست بازی
خیال خام، گر طباخ، میپخت / برنگ میوه، آن بر شاخ میپخت
بگسرمی، کله را بر کله، میزد / نه بر یک کله، بر صد گله میزد
نمیگویم که: خوان سالار بود او / که مرد هفت خوان در کار بود او
یکی گر مشت، دیگر سنگ میزد / مغنی گه دف و گه چنگ میزد
سوی خیاط، گر مردی، ره آورد / بجای پیرهن، از وی کفن برد
برای جنگ، چون آهنگ، میکرد / بسوزن رخنها در سنگ میکرد
بخون هر که چشم سوزن آن دوخت / مژه برهم زد و چشم از جهان دوخت
نبود از فتنه خالی یک سر کوی / نماند از شال و شالی یک سر موی
اگر شد کار گاه شال برهم / چه پشم، از خایهٔ رندان، شود کم
کمان خویشتن حلاج بر دوش / که کردی مغزها، چون پنبه، منفوش
کسی تیر و کسی شمشیر میزد / موذن نعرهٔ تکبیر میزد
چو شد آن حکم جاری از جسارت / نبوده از جسارت جز خسارت
خلاف رای اهل الرای، چون بود / جنون بود و جنون بود و جنون بود
فراهم گشته هر کان عدالت / بکنگاش اندر ایوان عدالت
طلب شد، **محتوی خان** هم، بافسون / رسید و دید، کار خود، دگر گون
ولی خود را، بحیلت از میان برد / نه خود را، ازمیان برداو که، جان برد
برون چون گشت از کنگاش خانه / گرفتندش گروهی در میانه
چو زنار، آن گروه، از هم گسستند / بجای بت شکستن سر شکستند
سخن سنجان که، سال و مه شمارند / **شکست کافران** (۱) سالش نگارند
ز غفلت **محتوی خان** با خبر شد / ز جای خود بر آمد در بدر شد
ندادش کس ره بیگانه و خویش / خدایش خواند خود، در خانهٔ خویش
کشیده او، ز هر سو دل گرفته / درون مسجدی منزل گرفته
روان خون گشت از هر خانه، چون آب / تو گوئی: عید قربان بود و قصاب
بدستش استخوانی همچو دیوان / چو گرز گاو سر در دست گیوان
برای لشکری تیر و کمان بس / شکست هندوان را استخوان بس

رسیدن سیف الدوله از لاهور بایلغار و دور کردن آن خصومت و پیکار

سخن کوته، کشید این فتنه چون طول / شد **احمد خان** در آن هنگام معزول
عبیدالله خان آن بندهٔ خاص / بدین خدمت شده مخصوص از اخلاص

۱- ۱۱۳۲ھ

نبرد او نیز کاری پیش اینجا　　خلل شد بیشتر از پیش اینجا
که در دوران سر، درد جگر خاست　　ز راه همدگر، گردی دگر، خاست
میان، شیعه و سنی، نزاعی　　فتاد و کرد تکلیف ضداعی
قضارا، محتوی خان شد، دران دور　　ز دست دشمنان مقتول، فی الفور
ز خون او، گل دیگر، شگفته　　که شد بیدار، گوئی: خون خفته
بقتلش شیعه، را کردند بدنام　　که صبح عیش شان شد تیره، چون شام
که سیف الدوله با فوجی ز لاهور　　رسید و گشت طالع از افق هور
زمین، از مقدم او، گشت گلشن　　شب تاریک، آمد روز روشن
جهان، روشن شد از وی، تیرگی رفت　　ز چشم مردمان، آن خیرگی رفت
ره، دستار بستن، باز شد باز　　بدستار آمده هندو سرافراز
ز داغ قشقه هر یک مه جبین شد　　جبین را گوئی: آن نقش نگین شد
بهر سر، شد حوالت کفش و دستار　　بهر سرور، عنایت اسپ رهوار
بویرانی، هنود آباد گشتند　　شدائد بر طرف شد، شاد گشتند
ز بس، او داد داد نصفت و داد　　خلائق شاد گشت و ملک آباد

بیان باریابی خویش بدربار دلپذیر رنبیر سنگه مهاراجه کشمیر

بود دارای کشمیر اندرین عهد　　فریدون اقتداری، آسمان مهد
شدم روزی، ز لطف بیحسابش　　سرافراز زمین بوس جنابش
شد از هر در که لعل او در افشان　　عرق کرد از خجالت ابر نیسان
که از، اخبار هندستان خبر جست　　که از، آثار این بستان اثر جست
سخنها، داستان در داستان رفت　　ز عهد حال و عهد باستان رفت
ز نصفت گستری کارش بساز است　　که ساز دولتش گیتی نواز است
بعهدش، قوتی موران گرفته　　که پیل انگشت در دندان گرفته
دلش بیدار و چشمش بست خوابست　　جهان آباد و کان از وی خرابست
خوشا باغی و خرم گل زمینش　　که باشد باغبانی این چنینش

اختتام گلگشت این بوستان و رجوع بهندوستان

بیا ساقی! ره هند است در پیش　　رهم بنما که، خواهی رفت از خویش
کنی گر، مستم از یک ساغر مل　　رُوم تا هند، زیر سایهٔ گل
ازان این گلشنم پابند دارد　　که دل با هر گل پیوند دارد
ازینجا رفتنم حسرت فزا هست　　قدم در راه و چشمم بر قفا هست

ازین گلزار، بیرون میتوان رفت بحرمانی که، آدم از جنان رفت

ریاحین بر قدم افتد بپایم ازین گلزار تنا، بیرون نیایم

ز هر سو شاخ گل پیرامن من زند دستی و گیرد دامن من

نه هامون، سنگ ره، نی کوه باشد ولیکن، مانع این اندوه باشد

نسیم نو بهار، آید بدنبال که، برگردانَدم از راه، فی الحال

رباید نکهت گلها ز هوشم که در رفتن ز بیهوشی نکوشم

برآیم چون ازین گلزار بیخار کشد دیوار پیش رو سپیدار

صبا آید، برای همرهی ها کشد سرو و صنوبر دلدهی ها

ز خیری خیر بادی میکنم گوش ولی سوسن بحیرت هست خاموش

روم چندانکه، این ره گاه و بیگاه گل و نسرین بود همپای و همراه

ز جوش رنگ گل، در کوه و هامون شده شبدیز من، همرنگ گلگون

(عزیز) این گل فروشی، تا کجاها خموشی هست بهتر، زین نواها

نه مزدور گلم، نی باغبانم نه چون بلبل، فدای گلستانم

نه از باغم، امید برگ کاهی است نه از نرگس، مرا چشم نگاهی است

نه در دستم، سبز گیسوی سنبل نه با بلبل، سری دارم، نه با گل

نه بر دل هست داغی، از شقیقم نه بر خاتم، نگینی زین عقیقم

نه بر، شاخ گلی دارم، نشیمن نه اندر دست، خاری دامن من

گلستان شکست رنگ خویشم بهار غنچهٔ دلتنگ خویشم

اگر در خنده، کبک کوهسارم وگر در گریه، ابر نوبهارم

شکست دل، تراود از فغانم ز طوبی، اوفتاده است، آشیانم

نمیسازد بدل گلگشت باغم ز گل نازک تر است آری دماغم

دماغ وصف گل، کی بود ما را که بوی گل، بود چون دود ما را

ولی، تحریک سعدالدین سائل بوصف گلستانم کرد، مائل

برادر هست و هم با جان برابر سخنگوی و سخندان و سخنور

دلا! هنگام عرض مدعا هست اجابت چشم، در راه دعا هست

خداوندا! بحق عظمت خود به بحر لطف و ابر رحمت خود

بآن خرم نهال بباغ لولاک که او را کس ندیده سایه بر خاک

بمرغان بدام افتادهٔ خویش بفریاد، اسیران جگر ریش

بریحانی که، رنگ گل شکسته بدان سنبل که بر گل حلقه بسته

بمرغی، گشته از مضراب بسمل بطاؤسی، که میرقصد بمحفل

بود روزی که، خور یک نیزه بالا دهی زیر لوای احمدم، جا

(کلیات عزیز ۳۸۵—۳۳۲)

۱۵۲- عسکری، میرحسن کاشانی

● میخانه : عندلیب گلزار معانی عسکری کاشانی ، از بزرگ زادهای کاشان است . نام پدرش میرحسین و نام خودش میرحسن است. بمناسبت اسم حسن تخلص خود عسکری قرار داده . در اول جوانی و هنگام نشو و نمای زندگانی ، از وطن با سامان بسیاری برآمده بجانب روم بتجارت رفت و مدتی دران دیار ماند، و خرید کرده کاشان عود نمود . این مرتبه در مسکن چندانی توقف نکرد، از راه هرمز بدکن رفت و در اطراف و اکناف آن دیار، عزیزان خوب، مثل میرسنجر و مولانا ملک و مولانا ظهوری و میر حیدر ذهنی و اکثر اعزه آن ملک ، صحبت ها داشت . در گلکنده و بیجاپور محمد قلی قطب شاه (۱) و ابراهیم عادل شاه (۲) مکرر او را تکلیف ملازمت خود فرمودند . میرحسن بنا بر جمعیت سامان و اطمینان خاطر نوکری اختیار ننمود .

بعد از هشت سال از دکن برآمد و بکشتی نشست تا بمکه معظمه رود، باد مخالف سفینه اورا در یکدگر شکست . اکثر سکان آن کشتی غرق شدند، میر عسکری با یک خواجه سرای بر تخته پاره چسپیده از دریا جان بسلامت برآورد و از راه بندر سورت بگجرات آمد ، و چند گاه دران بلده با مولانا محمد صوفی و مولانا نظیری صحبت ها داشت، تا از مجالس ایشان فائز و بهره ور گردید . و هنگام وداع، مولانا نظیری فراخور حال میر ، و بقدر وسع خویش، باو مردمی فرمود . و عسکری از گجرات به اجمیر آمد بسعادت زیارت

۱- از ۹۸۸ تا ۱۰۲۰هـ

۲- از ۹۸۸ تا ۱۰۳۰هـ

قطب‌المحققین خواجه معین‌الدین مستسعد گشت، و ازانجا بآگره روانه شد. وقتی بآگره رسید که خدیو جهانگیر کشورکشا خسرو سکندر شکوه دارا لوا، شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه حکومت دارالعیش کشمیر را، به هاشم خان ولد قاسم خان (۱) مرحمت فرموده بود. میر حسن درخدمت خان مذکور بکشمیر رفت، دران بلدهٔ دلپذیر مدتی مدید بعیش و عشرت گذرانید. وقتی که هاشم خان بمهم تبت رفت او نیز همراه روانه شد، و دران سفر ترددات خوب نمود. و زخم تفنگی بر بازوی چپ خورد. آن خان قدردانْ ذران زخمداری کمال مهربانی باو فرمود.

چون در (۲) سنه ثلث عشرین و الف(۱۰۲۳ھ) بندگان حضرت خلافت پناهی حکومت دارالعیش کشمیر را، به تقریب تقصیر خدمت تبت، از هاشم خان تغیر نمود به ولد ارشد میرزا یوسف خان، صفدرخان مقرر فرمودند، عسکری همراه خان معزول ازان عشرت آباد بدر نرفت.

وقتی که صفدر خان داخل آن ملک شد او را ملازمت نمود و قریب بدو سال دیگر در انجا ماند. دران ایام این ضعیف، دران بوستان همیشه بهار توطن داشت، با عسکری صحبت ها داشت، و اکثر چگونگی احوال او از قول او درین تالیف بر بیاض برد. وقتی که از کشمیر بر میآید یک غزل در مفارقت کشمیر باین فقیر طرح کرد، این دو بیت ازان ابیات است:

۱- ۱۴ دی ماه مطابق سلخ شوال (۱۰۲۰ھ) رخصت کشمیر یافت. پدرش در عهد اکبری کشمیر را گرفته بود.
(توزک ۹۹- ماثر ۳: ۹۴۱)

۲- در توزک ص ۱۲۵ تاریخ رخصت صفدرخان بحکومت کشمیر ششم دی (وسط ذی قعده) سنه (۱۰۲۲ھ) درج است. نیز رک: ماثرالامرا ۲: ۷۳۶

من ز کشمیر سیه چشمان نه آسان میروم   بادل صد پاره و چاک گریبان میروم
کاروان درکاروان از اشک حسرت میبرم   چشم به دور ازمتاعم خوش بسامان میروم

این ضعیف گوید :

میروم از حسرت کشمیر بر دل داغها   بوستان ماندم بجا و با گلستان میروم

القصه ، آن عزیز در سنه خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) از کشمیر بر آمد ، و همراه صفدر خان به لاهور رفت . (۱) و درانجا از خان مذکور جدا شد و خود را در اجمیر بخدمت شاهزاده معظم مکرم شاهزاده سلطان خرم رسانید ، و در جرگهٔ بساط بوسان او در آمد . الحال درخدمت آن شاهزاده بلند اقبال است .

اشعار او همگی قریب به سه هزار بیت میشد . فاما تا آن وقت که ، مولف این تالیف، اورا دید ، دیوان بجهت خود ترتیب نداده بود . ساقی نامهٔ که در بحر مثنوی گفته درین تسوید مرقوم قلم شکسته رقم گردانید . امید که منظور نظر ارباب هنر گردد (۲) . (لاهور ۷۷۴-۷۹۱ تهران ۷۱۷-۷۲۱)

۱۵۳- عشرت ، جی کشن کشمیری

● مجمع‌النفائس : از براهمه کشمیر است . مدتها ملازم سرکار نواب موتمن‌الدوله بهادر مرحوم و نواب شهید مبرور نجم‌الدوله بهادر بود . از مدت پانزده سال با فقیر ربط اخلاص دارد . شعر را خوب می گوید ، اکثر

۱- رک : توزک ۱۴۹ . عزلش در ابتدای ذیقعدهٔ سنهٔ (۱۰۲۲) واقع شده و احمد بیگ خان دران ایام بصاحب صوبگی کشمیر سرافراز شده بدان صوب رخصت شد . اما قرین قیاس است که واپسی صفدرخان (و عسکری) در اوائل سنهٔ (۱۰۲۵م) شده باشد (شفیع) .

۲- رک : دیر میخانه . ساقی نامه ۲۲۲ بیت دارد .

تتبع غزلهای فقیر نموده. مثنوی — رام سیتا — بسیار بتلاش گفته و از — رام سیتای مسیحای پانی پتی — خوب تر گفته.

خیلی جوان اهلی است. نواب مغفور یحیی خان دیوان خالصه، قانون گوئی تمام صوبهٔ کشمیر، باو داده اند. خدا از چشم مردم ملک خودش نگاهدارد! بیچاره مرد غریب باوفای است. ازوست:

از معاش خویشتن محسود عالم گشته ایم / کس نیارد دید چون خورشید عشرت نان ما (۱)
(عشرت) ز تو صیاد طمع کرد رهائی / پر سادگیش خنده زده چاک قفسها
کمتر از یک قطرهٔ خونم، بچشم روزگار / میتوانم دل شدن، عشق ار دهد پهلو مرا
فیض عشق است، نباشد دل مایوس اینجا / لب دریا بلب تشنه دهد، بوس اینجا (۱)
نتافت، مهر رخت هیچگه، بمسکن ما / نداشته است چنین چشم، از تو روزن ما
غول راهم، مشو ای شیخ دگر، بهر خدا / از حرم، عشق سوی دیر، فرستاد مرا
رهین منت بخت خودم، که در همه عمر / بکوی باده فروشان مرا گدا کرده است (۲)
دیده تا سرو قامتش (عشرت) / جای قد سرو انفعال کشید
ببزم، از غم هجر تو، چشم جام تر است / بگوش قلقل مینا، صدای نوحه گر است
دشت از لاله بسکه رنگین است / پای دیوانه دست گلچین است (۳)
جامهٔ بهر من بی سر و پا، قطع کنید / دست شوقم، هوس جیب دریدن دارد (۳)
چشمک زن صد بوسه لبش شب که بما بود / ناکامی ما را ز حیا رو بقفا بود (۱)
خار کوی تو، گر از دور، هویدا گردد / آب اندر دهن آبلهٔ ما گردد (۲)

(۲۵۵ الف)

● گل رعنا: عشرت، جی کشن از براهمهٔ کشمیر است. مدتها در ملازمت نواب نجم الدوله امیر خان انجام تخلص (۴) و نواب موتمن الدوله

۱- گل رعنا دارد.

۲- سفینه هندی دارد.

۳- گل رعنا و صبح گلشن دارد.

۴- در سال (۱۱۵۹ھ) بتاریخ جمعه ۲۳ ذی الحج اندرون جلو خانه و دیوان خاص بدست یکی از نوکران خود کشته شد عمرش ۵۹ سال. شاعر فارسی و اردو بوده و انجام تخلص میکرد. اصلش از یزد و از اولاد شاه نعمت الله بود. (تاریخ محمدی ۱۲۳)

اسحق خان (۱) گذرانید. یحیی خان (۲) دیوان خالصه در عهد محمد شاه قانون گوی تمام کشمیر باو تفویض نمود. خوش فکر است ــ مثنوی رام سیتا ــ بسیار خوب بـه نظم آورده و از ــ مثنوی رام سیتای مسیحا پانی پتی ــ خوب تر گفتة. ازوست :

(پنج شعر دارد ۱۱۵)

● سفینهٔ هندی : جی کشن، عشرت تخلص، کشمیریست. مدتی در دهلی بخدمت محمد اسحاق خان بسر برده، ــ مثنوی رام سیتا ــ موزون کرده. راقم بر سراپای آن گذشته.

(در شعر دارد ۱۳۵)

● صبح گلشن : عشرت، نامش جی کشن، از براهمه کشمیر ست. در سخن طرازی سلیقه اش نیکو و تقریر لطیفش عشرت انگیز و دلپذیر. مدتی بملازمت نواب نجم‌الدوله امیر خان بهادر انجام بسر برد، و لختی بچاکری سرکار نواب موتمن‌الدوله محمد اسحاق خان بهادر روزها بشب آورد. آخرالامر بپرداخت یحیی خان دیوان خالصه شریفه، بقانون گوئی تمام خطه کشمیر سرفراز گشت. و بقیه عمر در وطن بفراغت خاطر گذرانده، ازین جهان درگذشت.

(دو شعر دارد ص ۲۸۵)

۱۵۴- عصری، غفور دامغانی

● تذکره میخانه : عصری، اسم این جوان غفور است. و مولدش از

۱- موتمن الدوله محمد اسحاق خان بهادر بن علی رضا خان مخاطب بغلام علی خان دز فولی، از کبار امرای عصر، ۵ صفر (۱۱۵۳ه) در شاهجهان آباد فوت شد. عمرش از پنجاه سال متجاوز بود. و او بفضل و کمال و حسن اخلاق اتصاف داشت. (تاریخ محمدی ۱۱۴)

۲- یحیی خان بن بابر بیگ، دیوان خالصه و میر منشی پادشاه محمد شاه، ۲۰ رجب (۱۱۶۰ه) در شاهجهان آباد فوت شد. عمرش ۸۴ سال. او عالم بود بمعقولات و اکثر حیثیات و بتدین و اخلاق حسنه اتصاف داشت. (تاریخ محمدی ۱۲۰)

دامغان خراسان است : در وطن خود بسن رشد و تمیز رسیده، صرف ونحو را خوانده ، علم رمل را نیکو دانسته : در اول جوانی بهندوستان آمد و این کمترین نیز دران سال ـــ که او تازه از ایران بدارالامان آمده بود ـــ باوی در لاهور ملاقات کرد و صحبتها داشت . و آن عزیز ازانجا باگره آمده نخست ملازمت عالی مقدار مرزا یادگار ـــ که از ارباب مناصب درگاه عرش اشتباه جهانگیریست ـــ اختیار کرد . بعد از دو سال از وی جدا شده بدارالعیش کشمیر آمد ، و وسیله مرزا نظامی بخشی داخل ملازمان خلف ارشد میرزا یوسف خان ، صفدر خان ـــ که در آن ایام حاکم آن ملک بود ـــ گردید . آن خان قدردان ویرا کتابدار سرکار خود ساخت و در صدد تربیت او شد . ابیات هموار بسیار دارد ، این بیت از واردات طبع اوست :

ز آب دیدهٔ گریان عندلیبانست طراوتی که، بود با گیاه در گلزار
(۹۱۳)

۱۵۵ـ علوی ، جمیل بیگ کشمیری

● مجمع‌النفائس : جمیل بیگ علوی ، در کشمیر میبود . تقی اوحدی گوید که : در تعصب وتسنن بسیار کوشیده ، کتابی نوشته موسوم به ـــردالروافضـــ در آزار شیعیان بسیار داشت . و در سنه (۱۰۲۰هـ) در گذشت .

فقیر آرزو گوید که : این قسم تعصبات از جانبین است . خصوصاً دران وقت که، مثل قاضی نورالله شوستری بود . و او در مسئله امامت کار بجای رسانیده که مافوقش متصور نیست . چنانکه ازکتاب ـــمجالس‌المومنینـــ وغیره کتب او ظاهر است . عجب است از تقی اوحدی که ، این معنی را تعرض نموده و از راه طعن نوشته . عجب آنست که سلاطین صفویه آن همه

تعصب داشتند ، که مقابر اکابر سنیان را کافته ، استخوان مرده اگر میباشد میسوختند ، و این معنی کمال سفاهت بود (۱) . تقی اوحدی باوجود دعوای تصوف و صوفی زادگی هیچ جابران طعن ننموده . (عفی‌اله عنهم) ازوست :

دوشینه بجان شورش شوقی ، که در افتاد — هرچاک که، در جیب زدم، در جگرافتاد(۲)
خون ریزدم آن چشم بنازی ، و پس انگاه — انغمزه زند چشم که خونریز و تغافل
بدان ماند که ، درد من نیارد روی بهبودی — وداع ای همرهان ، کز سینه بیرون میرود دودی
نخواهم رحم ازان بی رحم ، لیک ار بشنود یکره — تظلم کردنم ذوقت پیش او ز بیدادش
ز بس گرم شکایتهای بیتابانهٔ رشکم — شد از روی غضب او آتش سوزان و من بادش
(جمیل) از اهل معنی هرکه نبود، چون شود روشن — چراغ دودمان از شعلهٔ شوق هوس زادش(۱)
کو عصا، از مژه کن چشم و تهی کاسهٔ خویش — بدر دوست بدریوزهٔ دیدار رسان

فقیر آرزو گوید که: تقی اوحدی تخلص جمیل بیگ ــ علوی ــ نوشته و غزلی که ازو آورده ــ جمیل ــ تخلص دارد . چنانکه گذشت . و این نهایت تعجب است .
(۲۲۱ ب ــ ۲۲۲ الف)

● **گل رعنا** : علوی، جمیل بیگ کشمیری . در مذهب تسنن قدمی راسخ داشت ، و در ایذای مخالفان مذهب خود قصور نمیکرد . در سنه عشرین و الف (۱۰۲۰ھ) ره گرای عالم نیستی شد (۳) .

تقی اوحدی تخلص جمیل بیگ ــ علوی ــ نوشته و مقطعی که آورده ــ جمیل ــ تخلص دارد، شاید هر دو تخلص اختیار کرده باشد . چنانکه میر عبدالجلیل بلگرامی ــ طرازی ــ و بعد ازان ــ واسطی ــ تخلص میکرد و آخر عبدالجلیل نام خود تخلص قرار داد .
(۶۵۹ـ۶۶۰)

۱- غالباً اشارهٔ به واقعات هرات است .
۲- گل رعنا دارد .
۳- اینجا دو شعر ثبت است که در مجمع النفائس آمده .

۱۵۶- ولی، خواجه ولی اکبر خوافی

● **تاریخ اعظمی**: از اکابر زادگان مردم خاف و باورد ست که نزدیک بهرات واقع شده . در اواخر روزگار شاه عباس ثانی از ولایت بقصد هند بر آمد . بنا بر بعض واردات ــ که خود در نسخه بقلم آورده است ــ مراجعت کرده، ثانیه باز بهند رسید و در سلک ملازمان بادشاه منسلک شد، و به تقریب بعض خدمات بکشمیر آمد . هر چند درمیان ، اتفاق سفرهاش افتاد ، اما تا آخر عمر سکونت و توطن در کشمیر قرار داد . باوجود تقید بصلاح و عبادت مردی صالح طبع و سخنور و تاریخ گو و خوشنویس بود . و نظم و نثری داشت . رقعات رنگین و منشآت دلنشین یادگار او مانده است : این چند شعر ــ که بلا واسطه براقم حروف رسید ــ مرقوم میشود :

یاد آن روزکه، دل در خم گیسوی تو بود ... توتیای بصرم ، خاک سرکوی تو بود
محو گردیدن و بیخود شده ، افتادن من ... اثری، از نگه چشم سخن گوی تو بود
بی سبب رنجه شدن در نظر انداختنم ... این‌چه‌لائق ز تو و طبع جفاجوی تو بود
دل ربود از من و انداخت دگر از نظرم ... چشم‌این‌چشم که‌از نرگس جادوی تو بود
تا لب لعل تو ، گویا نشود ... دهن تنگ تو ، پیدا نشود
نکشاید گره از پیشانی ... قطره تا ، واصل دریا نشود
گر دم نزع ، ببینم رویت ... تلخی مرگ ، گوارا نشود
مرده را زنده کند ار نکشی ... کار چشمت ز مسیحا نشود
سعی بیهوده ندارد حاصل ... سیل از نیست که دریا نشود
چشم مست تو ، مرا داده شراب ... چون دگر نشه دوبالا نشود

دگر از فوائد صحبتش که مشتمل بر نقلیات و غرائب مجلسش ــ که تمام ذوقیات بود ــ خود معاینه کرده شد ، کسی تا کجا بنویسد . و عمری با برکت و حلاوت یافت، زیاده بر نود سال (۹۰) رسیده و بکمال تمکین و آسائش گذرانیده . اواخر سال هزار و یکصد و سی و یک (۱۱۳۱ه)

در گذشت و در مقبره ــ که بیرون خانه مثل مسجد بنا کرده بود ــ آسود .
(۲۴۰-۲۲۹)

۱۵۷ـ علی ، میرزا علی اکبر بدخشانی

● مجمع النفائس : میرزا علی ــ اکبر شاهی ــ از بدخشان بود . در خدمت اکبر پادشاه این خطاب یافته ، و در کشمیر مدتها صاحب صوبه بوذ . و در سنه (۱۰۲۵ﻫ) همراه جهانگیر پادشاه بزیارت حضرت خواجه معین الدین چشتی باجمیر میرود و صد روپیه میبرد ، و بعد از زیارت چون بر میگردد ، بر سر قبر شهباز خان کنبو (۱) ــ که از همچشمان او و سالها قبل ازو فوت شده بود ــ میرسد و خبر میابد که این مدفن کیست ، همانجا مینشیند و در میگذرد . و در دران جان مدفون است . ازوست :

می خوارهٔ من ، اگر خوری می پـزم طـرب آشکار بـاشد
یک جرعه اگر ، بخاک ریزی یـاد مـن خاکسار بـاشد

(۱۲۱ الف)

۱۵۸ـ علی ، میرزا علی بیگ کشمیری

● سفینهٔ خوشگو : علی ، گویند اصلش ایـران است . چون در کشمیر متولد شد کشمیری مشهور است : مردیست خوش ظاهر و باطن . بشاگردی میرزا عبدالغنی بیگ قبول در شعرا سری میکشد . صاحب تلاش است :

نیستند از یکدگر ممتاز یک جو بیش و کم همچو نرگس گوئیا یکدسته اند اهل قلم
خواجه آئین‌خود ازبس ، زن پرستی‌کرده است نیست جز حج نساء منظورش از طوف حرم
با غبار غم ، بسان ریگ ماهی ، ساختیم من ازین دریا ، نیم شرمندهٔ دام و درم

۱ـ از امرای کبار اکبری بود . در سال چهل وسیوم باجمیر تقرر یافت و آنجا در سال(۱۰۰۸ﻫ) در گذشت . (ماثرالامرا ۲ ـ ۵۹۰ ـ ۶۰۱)

به چشمی که همچون سبوی پر آب است چو گهریال تاکی کنم پاسبانی(۱)
حدیث معجز سحر آفرینش دل پژمرده را ، عین‌الحیات است
(ص ۲۶۴)

● گل رعنا : علی بیگ کشمیری، اصلش از ایران است : تولد در کشمیر صورت بست بنابران بکشمیری مشهور شد : نسبت تلمذ خود بمیرزا عبدالغنی بیگ قبول کشمیری میرساند . مردی خوش ظاهر بود . چون اطلاع بر تخلص او نیست نامش در حرف‌العین بقلم آمد : (چهار بیت دارد ۸۲۸)

۱۵۹- علی، مولانا میرعلی

● تاریخ اعظمی : مولانا میر علی، از اصحاب کمال و شعرای با قیل و قال بود، از ولایت به کشمیر آمده و پیش حسین شاه قربی داشت . در نستعلیق نویسی بی نظیر روزگار بوده، کسی دران وقت مثل او نه نوشت . فکر شعری جسته جسته میکرد ، و این دو بیت از زادهای طبعش، وقت تحریر بیاد آمد :

گل بدستم چه نهی؟-درکف من، خار خوش است این گل تازه ، بران گوشهٔ دستار خوش است
سبو سبو ده و غم غم دل لوند مرا قدح چه آب زند آتش بلند مرا

مسجد مختصر سنگین در اطراف نوشهره ، قریب بوته کدل ـــ جائیکه الحال باغ علی مردان خان است ـــ ساختهٔ اوست . ظاهـرا مسکن بلکه مدفن او همانجا است . و این میر علی سوای میرعلی قدیم است که واضع الاصل خط نستعلیق بود ، و در عهد میرزا الغ بیگ در توران ظهور کرده . چنانچه این رباعی، که بخط میرعلی ثانی دیده شد، شاهد حالست (۲) . (۱۱۵)

۱۶۰- علی، امیرکبیر سید علی همدانی

● نفحات الانس : امیر سید علی بن شهاب بن محمد الهمدانی (قدس‌الله سره).

۱- این چهار بیت گل رعنا دارد .
۲- رباعی ندارد .

جمع بوده است میان علوم ظاهری و باطنی. وی را در علوم اهل باطن تصنیفات مشهوره است. چون ــ کتاب اسرارالنقطه (الیقظه) ــ و ــ شرح اسماءالله ــ و ــ شرح فصوص الحکم ــ و ــ شرح قصیده خمریه فارضیه ــ و ــ ذخیرة الملوک ــ وغیر آن.

وی مرید شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی بود. اما کسب طریقت پیش صاحب السربین الاقطاب تقی الدین علی دوستی کرد. و چون شیخ تقی الدین علی از دنیا برفت، باز رجوع بشیخ شرف الدین محمود کرد و گفت: فرمان چیست! وی توجه کرد و گفت: فرمان آنست که، در اقصاء بلاد عالم بگردی!

سه نوبت ربع مسکون را سیر کرد و صحبت هزار و چهار صد ولی را دریافت و چهار صد را در یک مجلس دریافت. و سادس ذی الحجه سنه ست و ثمانین و سبعما ته (۷۸۶ھ) نزدیک بولایت کبر و سواد فوت شد. و ازانجا بختلانش نقل کردند. (۲۲۷)

● مجالس العشاق: دارالملک معانی امیر سید علی همدانی: بسیار بزرگ بوده اند، رسائل زیبا بسی نوشته اند. ذوق و حالت آن حضرت از سخنانش ظاهر است. سیر سلوک، آن مقدار که او کرده، کم کسی را برابرش میسر شدی.

یک نوبت در مغرب بموضعی رسیده اند، شخصی بد شکل بدهیأت ایشان را به خانهٔ خود فرود آورد و شب کمر خدمت برمیان بسته و طعامهای لذیذ و شربتها و میوها ساخته: در قیامت معلوم کرده بودند که، آن صورت دلالت بدان حالت نمیکند. چون آثار نیک ازو مشاهده مینمود، در حیرت

میافتاد . تا در وقت عزیمت ازان موضع ، در محلی که میخواسته اند سوار شوند ، طوماری بیرون آورده ، مشتمل بر آن که، خرج آن بزرگ کرده، فامـا یکی را ده نوشته بود ، و خشونت بسیار نمود : آن حضـرت شکر میکرد که، الحمد لله ! علم مردان غلط نشد .

آنحضرت را در سفرها عشقبازی ها با جمال مطلق بسیار دست میداد و تعلق به جوانان با حسن و ملاحت در عالم مثال او را بسی واقع میشد . نوبتی مقید یکی از مقربان حضرت تیمور خان شده بودند . این رباعی را بدو نوشتند :

دل تنگم ، و دیدار تو دربان منست / بیرنگ رخت ، زمانه زندان منست
بر هیچ دلی مباد ! و بر هیچ تنی ! / آنچه از غم هجران تو ، بر جان منست

درویشی ، بعرض آن حضـرت رسانید کـه : این شخص ترک تنـد خوئیست ، مبادا که ، از خواندن این رباعـی و واقـف شـدن این سر ، بر آشوبد و ضرری بدرویشان رساند، که آلت جارحه دارد و قوت عاقله مانعه ندارد . اگر بالفرض او چیزی نگوید ، خلـق چه گویند ! آن حضـرت در جواب آن درویش ـــ کـه بسیار مقید عقـل بوده و از عشقش نصیبی کمتر داشت ـــ فرمود :

حاشا که ! ز زخم تیر و خنجر ترسیم / و ز بستن پـا و رفتن سر ترسیم
مـا گـرم روان ، دوزخ آشامیم / از گفت و شنید خلق ، کمتر ترسیم (۱)

آن میرزاده خود بسی با مشرب و خوش طبع بود . چون واقف گشت، اکثر اوقـات آن بـزرگ را مـلازمت میکـرد ، و از عشقـبازی آن حضـرت مباهات مینمود ، و سرافرازی میکرد . فهم و ادراک تمام تر میداشت ، هر

۱ــ ریاض الشعرا و ریاض العارفین دارد .

روز مهر و محبت آن‌حضرت با او زیاده میشد : روزی ، از آن حضرت در مجلس امیر بزرگ سوالی‌کرد که: سیاه چرا برسر میبندید، درین چه حکمت است و حقیقتش چیست ؟ آن حضرت فرمود که : نفس را کشته تعزیه میداریم ! حضرت امیر بزرگ سوال کرد که : این نفس کشتنی بود یا کشتنی نبود ! اگر کشتنی نبود چرا کشته اید! و اگر کشتنی بود تعزیه چرا میدارید ؟ باوجود کمال آن بزرگوار ملزم شدند . و آن جوان چون از امیرزادهای برلاس بود، و امرای برلاس را اعتقاد تمام بدان حضرت ثابت، اعتقاد او هر روز زیاده میشد . حالا نیز درمیان آن طائفه معتقدان ایشان بسیارند . و در تاریخ ششم ذی الحج هفتصد و هشتاد و شش (۷۸۶ھ) از عالم رفته اند ، و قبر آن حضرت در ختلان است .
(۱۳۶)

● حبیب‌السیر : امیر سید علی بن شهاب بن محمد الهمدانی ، حاوی علوم ظاهری و باطنی و جامع فضائل صوری و معنوی بود . در اوائل حال بقدم ارادت ملازمت شیخ شرف‌الدین محمود بن عبدالله المزدقانی مینمود ، اما از شیخ تقی‌الدین علی الدوستی کسب روش طریقت فرمود . و بعد از فوت شیخ تقی‌الدین باز رجوع بشیخ شرف‌الدین محمودکرد . گفت: فرمان چیست؟ شیخ متوجه شد فرمود که : حکم چنانست که در اقصای بلاد عالم بگردی !

امیر سید علی بموجب فرموده عمل نموده سه نوبت ربع مسکون را طواف کرد ، و بصحبت هزار و چهار صد ولی رسید ، و چهار صد را در یک مجلس دید :

مصنفات امیر سید علی ماندکتاب ــ اسرارالنقط ــ و ــ شرح اسماءالله ــ و ــ شرح فصوص‌الحکم ــ و ــ شرح قصیده خمریه فارضیه ــ و ــ ذخیرة الملوک ــ درمیان عرفا اشتهار دارد .

وفاتش در سادس ذی حجه سنه ست و ثمانین و سبعمائه (۷۸۶هـ) اتفاق افتاد. مرقد عطر افشانش در ولایت ختلانست. (جز ۲ مجلد ۳: ۵۲۲)

● هفت اقلیم: امیر سید علی بن شهاب بن محمد همدانی: حاوی علوم ظاهری و باطنی و جامع فضائل صوری و معنوی بوده. در اوائل حال ملازمت شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله المزدقانی مینمود. اما از شیخ تقی الدین علی دوستی کسب روش طریقت میفرمود.

بعد از فوت شیخ تقی‌الدین باز رجوع بشیخ شرف‌الدین کرد و گفت: فرمان چیست؟ شیخ فرمود که: حکم چنان است که، در اقصای بلاد عالم بگردی! امیر سید علی بفرموده عمل نموده سه نوبت ربع مسکون را بگردید، و بصحبت هزار و چهار صد ولی رسید، چنانچه صد ولی را در یک مجلس بدید.

مصنفات امیر علی بسیار است. ازانجمله:

۱) اسرارالنقوط.
۲) شرح اسماء الله.
۳) شرح فصوص‌الحکم.
۴) شرح قصیده خمریه فارضیه.
۵) ذخیرة الملوک.

اشتهار دارد.

وفاتش در هفصد و هشتاد و شش (۷۸۶) بولایت کابل اتفاق افتاده، و در ختلان مدفون گشته.

آورده‌اندکه: الجایتو سلطان درسلطانیه مضجع خود را بساخت. امر عالی

باحضار افاضل و اکابر و اهالی و علمای گرامی و سادات و مشائخ سامی نافذ گشت که : از ممالک جمع آیند و درآن روضه ، هر یک آنچه گنجینهٔ خاطر دارند ، بر صفحهٔ ظهور رسانند . تا آن افادات موجب زیب و زینت آن محل عالی و گنبد(۱) متعالی گردد ! و امیر سید علی دران وقت هفت ساله بوده، و خالش، آن جناب را بردوش گرفته دران مجلس حاضر ساخت . و هر کدام از مخادیم که آیات و احادیث نقل میفرموده اند ، آنجناب دران سن، جمیع آنها را در ذکر گرفته و بعد ازان بهم ترتیب داده موسوم به ــ اوراد فتحیه ــ گردانید .

و از آنجناب اگرچه اشعار بسیار ذکر میکنند ، اما درین وقت بغیر این ابیات چیزی دیگری استماع نیفتاده :

گر بدر منیری و سها منزل تو — در کوثر اگر سرشته باشد گل تو
گر مهر علی، نباشد اندر دل تو — مسکین تو و سعیهای بیحاصل تو(۲)
گر حب علی و آل بتولت نبود — امید شفاعت ز رسولت نبود
گر طاعت حق جمله، بجا آری تو — بی مهر علی هیچ قبولت نبود (۳)
درکنار خویش میابم دمادم بوی یار — زان همیگیرم، بهردم خویشتن را، درکنار(۳)

(۲: ۵۲۹-۵۲۰)

● تاریخ اعظمی : در ضمن شرح حال سلطان قطب‌الدین مینگارد . . . از برکات و عطیات خاصه الهی که ، در زمان میمنت اقران او فائض بکشمیر شد ، قدوم سعادت لزوم جناب اکتساب نبوت انتساب سیادت مرتبت قطب‌الاولیا محبوب ربانی حضرت سید علی همدانی است (نورالله مرقده) ، که در شهور سنه هفصد و هشتاد و یک (۷۸۱ھ) نزول

۱- این گنبد در عهد خدا بنده در فاصله سالهائی ۷۰۴-۷۱۳ بنیان نهاده شد و تاکنون بر جائی هست . سلطانیه در زنجان است .

۲- ریاض‌الشعرا و ریاض‌العارفین و مجمع الفصحا دارد .

۳- ریاض‌الشعرا و ریاض‌العارفین دارد .

اجلال در کشمیر جنت نظیر فرموده اند . تاریخ مقدم شریف او :

ـــ مقدم شریف او ـــ
۷۸۱ھ

است ، چنانچه جناب حضرت سید محمد خاوری ـــ که ذکرش درین اوراق میآید ـــ این ابیات شیرین تر از نبات در باب قدوم آن حضرت سید سادات گفته اند :

میر سید علی ، شه همدان | سیر اقلیم سبعه کرده نکو
شد مشرف ز مقدمش کشمیر | اهل آن شهر از هدایت جو
سال تاریخ مقدم او را | یا بی از : مقدم شریف او
۷۸۱ھ

به تحقیق پیوست که، از رفقا و سادات(۱) و خدمه، قریب هفصد کس

۱- رفقا و سادات که همراه ایشان در کشمیر وارد شدند و در آنجا ماندند :

۱) میر سید حسین سامانی : بعضیها سمنانی میگویند، که شهریست در ایران . هروی الاصل بوده ، و از سبب فتنه در هند افتاده . میتواند بود که در سامانه ـــ که قصبه ایست از نواحی دهلی ـــ جا گرفته باشد ، ازین جهت ملقب به شامانی شده . چنانچه سادات سامانه مشهورند . و لیکن روایت سمنانی معتبر تر است .

جناب سید حسین مسطور و سید تاج الدین از فرزندان سید محمد ـــ برادر زادۀ حضرت میر شهاب الدین والد ماجد،حضرت سید علی همدانی ـــ یار حضرت علی ثانی بجهت تحقیق راه و حالات کشمیر و متعلقات آن ، در زمان سلطنت سلطان شهاب الدین ، متوجه کشمیر شده بودند . و حضرت امیر کبیر خود در غور میماندند . جناب سید حسین با اهل و عیال و متعلقان بسیار ، در این دیار رسیده ، سکونت اختیار فرمودند . مشهورست که : بر سر کوه ـــ پیر پنجال ـــ اسپ او مانده شده ، چون محمل فرود آمدن و منزل ساختن در انجا محل نبود ، بر سنگی، که باسم ـــ پیر پل ـــ مشهور است ، سوار شده آن سنگ را چون اسپ راهوار میدوانید . دید که، الحال آن سنگ طی منزل کرده رسید ، بخوف اشتهار ، آن سنگ را در همانجا گذاشته فرود آمد و بر لب دریای ویشودردهی که ـــ بگوله گام ـــ موسوم است ، رسید . چون فضای روح افزا و صحرای دلکشا بوده ، همانجا سکونت اختیار فرمود . فرزند ارجمندش☜

همراه آن جناب بودند . و خاص و عام این ولایت را به ارشاد و هدایت رهنمائی نمودند . فروکش جناب آن حضرت در محلهٔ علاؤالدین پوره در رباطی ــ که دران جا برنه ــ شد ، و برای خمس الاوقات بر لب دریای بهت صفهٔ مربعی ــ که الحال خانقاه فیض پناه است ــ آراسته بودند

حضرت سید حسن نام و سید حیدر برادر زاده اش را ، نیز حضرت امیر عقب فرستاده بودند . چون کشمیر را از تصرف امیر تیمور خالی یافتند صورت احوال را به حضرت امیر نوشتند . و بر طبق آنجناب سیادت نشان نیز قدوم فرمودند .

بالجمله خدمت میر سید حسین در موضع ــ کوله گام ــ سکونت فرمودند ، و عالمی را از فیوضات ظاهر و باطن مستفید نمودند . آب و آتش در تصرف و تسخیر آنحضرت بود ، و کرامات بی غایات ظهور مینمود . شیخ المرتاضین حضرت شیخ نورالدین از موضع کیموه ، بجهت تحقیق سلوک باطنی و کسب فوائد معنوی اکثر بجناب آن قطب الاقطاب میرفتند ، روزی بجهت استراحت حضرت سید ، ملاقات میسر نشد ، نظر خود را بر خوابگاه آنجناب رسانید و جواب یافته رفتند .

۲) سیادت و هدایت آئین ، سید جلال الدین عطائی : از سادات عالی درجات بودند ، و مظهر جذبات و کرامات . همراه حضرت علی ثانی کشمیر را مزین فرمودند . و بسبب تاهل بعد رحلت آنحضرت در همین شهر سکونت نمودند . و چند کس از سادات و اهل ارادت و اهل بیت همراه داشتند . در موضع ــ جهتر پرگنه کهورــ پارهٔ از اطراف باره موله ، قریب بر موضع کیجهامه ، مدفون شدند . و سادات بسیار دران مزار فائض الانوار موجودند . مکان فیض و محل نورست . اکثر ارباب باطن فتوحات بسیار دران موطن یافته اند .

۳) قدوه اصحاب حال حضرت سید کمال : سید عالیشان بودند ، در رفاقت حضرت امیرکبیر تشریف آوردند . صاحب کشف وکرامات و قوی الحالت . بودند بامر سیدالسادات بجهت تعلیم احکام شریعت و تربیت سلطان قطب الدین ، در کشمیر توقف فرمودند . و در محله قطب الدین پوره آسوده اند .

۴) اسوه ارتاد و ابدال حضرت سید کمال ثانی : نیز از همراهان حضرت امیر بودند . و بجهت تاهل درین شهر سکونت نمودند . و در موضع ــ نایدکهیــ مدفون اند . درگاه ایشان عجب مهابتی و فیضی دارد .

۵) قطب ارباب یقین حضرت جمال الدین محدث : از رفقای و تربیت یافتگان حضرت امیر

و آنجا نماز میخواندند . و سلطان به اخلاص درست بخدمت خدام عالی مقام میرسید و آداب ارادت و محبت بجای میآورد و نصح و نصائح ازان جناب شنیده بکار میبرد . چنانچه عقد دو خواهر — که بنابر جهالت معاً به نکاح آورده بود — برهم زد . چون علم شریعت محمدی (علیه‌الصلاة والسلام) درین

وعلامه روزگار و برگزیده پروردگار بود . بالتماس سلطان قطب الدین، بجهت تعلیم آداب دین ، درین شهر بهشت آئین ، از حضرت امیر بسکونت مرخص شده . تا ایام حیات ، فیض بخش کائنات بود . بعد رحلت در — محله آریوت — قریب بلب بهت آسود ، و اکابر دیگرهم در آنجا مدفون اند . محل فیوض و برکات است .

۶) حضرت سید فیروز معروف بجلال الدین : از رفقای علی ثانی بود . بامر حضرت امیر ساکن کشمیر شد . بسیار بزرگ و عالی مقام است . و در موضع — سمپور — پرگنه دهو، بر لب مشرب بهت ، ابتدای زعفران زار جا گرفت ، و هم آنجا مدفون شد .

۷) مظهر مفاخر و مجمع مکارم سید محمد کاظم : از رفقای حضرت امیر صاحب ریاضت و کمالات بود . و طی ارض میشمود . حواله دار کتب حضرت امیر بود . چون حضرت امیر در قصبه پانپور — کتاب فتوحات — طلبیدند ، و آن در طالقان مانده بود ، سید مزبور بطی مکان در همان آن حاضر کرد . چون بتخانه لته پور را — که در آن وقت شهرت داشت — ویران کرد ، بامر حضرت امیر بجهت تعلیم صغیر و کبیر همانجا سکونت فرمود ، و مدفون شد . بر زبان عوام مشهور بسید قاضی است .

۸) حضرت میر رکن الدین و

۹) سید فخرالدین : دو برادر، صاحب تجرید و تفرید و جامع علوم ظاهر و باطن ، بامر امیر کبیر در موضع — آون پوره — پرگنه اولر سکونت کردند ، و همانجا مدفون اند .

۱۰) قطب امجد سید محمد قریشی : از رفقای حضرت امیر بسیار بزرگ و صاحب حالات علیه. بامر حضرت امیر بتخانه بجباره را — که بسیار مزین و مکلف بود و مبالغ خطیر صرف آن شده — ویران کردند . و سه صد و شصت بت کلان و خورد آن را بشکستند، و در آنجا مسجد جامع کلان ساختند . و متصل مسجد مقبره ایشان است .

۱۱) میر سید عزیزالله و

۱۲) سید محمد مراد : از رفقای آنجاب نیز در جوار ایشان اند . برکات مقبره و مسجد بر اهل صفا پوشیده نیست .

جا روز کمتر داشت و مسلمان هم کمتر و احکام اسلام و شریعت هنوز بخوبی شایع نشده بود و سلطان هم لباس قوم کفره میپوشید، آن را بامر و نهی، حضرت سید، ترک داد و اوامر آن حضرت را بدل و جان بجا آورد.

---

۱۳) مولانا پیر محمد قادری : حافظ کلام الله به هفت قرائت ماهر و جامع علوم باطن و ظاهر بود . حسب الامر امیر کبیر برای تعلیم سلطان قطب الدین و اهل شهر سکونت در کشمیر ورزیده . در مقبره سلطان قطب الدین در محله لنگر ته مدفون است . و قبرش بانوار و فیوض مشحون .

۱۴) مظهر ایقان شیخ سلیمان : از اکابر طائفه هنود کشمیر بود . شرکت نام داشت . برهنمونی وجدیهٔ ازلی در مدرسه اسلام آمده ، قرآن را یاد گرفت. و به بیم قوم خود — که اطلاع یابند — از شهر فرار نموده بسمرقند رفت و بهروز علوم شده معاودت به کشمیر نمود . و بسبب عداوت بنی اعمام، باز انتقال نموده بکولاب رفت ، .و شرف ملازمت امیر کبیر حاصل نمود . از وطن و مسکنش پرسیدند . کشمیر را — بباغ سلیمان — نامیده عرض احوال کرد . از جناب آن قطب الاقطاب، مسمی بشیخ سلیمان شد . و پسرش شیخ احمد —که همراه بود — نیز مورد الطاف شده ، به تعلیم و تربیت فائز گردید . در جوار مسجد جامع روبروی مزار سید محمد لورستانی مدفون است .

۱۵) شیخ احمد خوشخوان : ولد شیخ سلیمان همراه والد کثیر الایقان . در صغر سن بسعادت ملازمت امیر عالیشان رسید و بتربیت ظاهر و باطن فائز گردید . و در زمان ورود مسعود آنحضرت بکشمیر ، خیلی منظور نظر عنایت و اکرام آن امام الانام بود . وقت مراجعت آنجناب بکولاب، به خلافت سرافرازی یافت . و تربیت پدرش شیخ سلیمان — که ریش سفید بود — حوالهٔ او شد . چون درین باب معروض آن سیادت انتساب کردند، فرمود که : ریش سفیدی موجب خلافت نمیشود ، کار بعنایت حق است !

بالجمله بعد رحلت آنحضرت ، شیخ احمد بر سجاده ارشاد و جادهٔ سداد استقامت ورزید ، و عالمی را بفیض خود بهره ور نمود . چون تلاوت قرآن بحسن الحان میکرد، مشهور به — خوشخوان — شد . و متصل مزار سید محمد لورستانی با پدر بزرگوار آسوده است . درمیان این دو مزار راه عام است . درین وقت مزار حضرت سید، بر شارع ظاهر و نمایان ، و مقبره شیخ درون دیوار پوشیده است . و اکثر حضرات عالی درجات خبر از ظهور فیوض و انوار آن مزار میدادند ، اما از آمد و رفت میر محمد قادری المعروف پیر حاجی محمد در عوام الناس مسطور ست .

جناب حضرت سیادت دستگاه قطب‌الاولیا ، بشاه قطب‌الدین، از راه کمال لطف و کرم ، کلاه مبارک عطا فرموده بودند : سلطان آداب قبول آن بجا آورده، در تاج خود تعظیماً و تکریماً نهاد . و این سنت و برکت، تا آخر سلطنت فتح شاه، در اولاد ایشان بود . و فتح شاه آن را در کفن خود پیچید و برد .

خدمت مولانا آنی ـــ که در عهد فتح شاه علامه وعارف روزگار بود ـــ گفت که : برکت و سلطنت را زیر زمین برد . بعد آن پادشاهی اولاد قطب الدین خلل پذیرفت، تا رفته رفته بحدی رسید که، انتقال بقوم چکان نمود . چنانچه این مذکورات به تقریب مشروح بمحل خود میشود .

در تواریخ قدیمه، قدوم مبارک آنحضرت را، درهفصد و هشتاد و یک (۷۸۱هـ) ، و مراجعت در هشتاد و شش (۷۸۶هـ) نوشته اند . اما کسی قائل نیست، باینکه آنجناب پنج شش سال در کشمیر توقف کرده باشند . پس عقل حکم میکندبه تعدد قدوم . چنانچه مشهور است که، سه سال این بلده را از مقدم مبارک مشرف کردند . سیر سه باره ربع مسکون آنحضرت ، موید این معنی است . و قاضی ابراهیم ولد حمیدالدین ـــ که قریب به آن عهد بود ـــ در تاریخ خود این معنی را نوشته .

علی ای حال بالای صفه ـــ در جائیکه این وقت حجره خاص است ـــ اکثر اوقات سکونت میفرمودند. و میگویند که : بتجلی ذات دران مشرف

---

۱۶) سید حق آگاه سید نعمت‌الله : از رفقای حضرت امیر بود . در قصبه پانپور آسوده است . مقبرهٔ ایشان بالاتر از مقبرهٔ ولایت دستگاه خواجه مسعود است .

(تاریخ اعظمی ۳۷ - ۴۱)

بودند: چون قصد رحلت ازین شهر فرمودند ، بالتماس سلطان قطب‌الدین ، مولانا محمد قاری را ــ که همراه بودند ــ حکم اقامت فرمودند:

چون بسواد کبر رسید، ندای ــ یاایتهاالنفس المطمئنة ارجعی الی ربک ــ بگوش رسیده، مرغ روح ولایت بخش ایشان، بسایهٔ عرش الله پرواز نموده (انا لله و انا الیه راجعون). سنه هفصد و هشتاد و شش (۷۸۶ه) ششم ذی‌الحجه .

چون وقت انقطاع نفس (بسم‌الله‌الرحمن‌الرحیم) بر زبان مبارک رانده بودند ، همین تاریخ شد . شیخ محمد بسرالشی ــ که از صلحای و بلغاء وقت بود ــ چنین گفت :

مفخر عارفان شه همدان — کز دمش ، باغ معرفت بشگفت
مظهر نور حق ، که رویش را — عاقبت از جهانیان بنهفت
عقل تاریخ سال رحلت او — سید ما علی ثانی : گفت
۷۸۶ه

درمیان مردم کشمیر و اهل طائفان و والی بهکلی ــ که سلطان محمد بود ــ بجهت دفن نزاع شده ، هر طائفه بجانب خود میخواست . بعد غسل و جنازه شیخ قوام‌الدین بدخشی ــ که از محرمان خاص و ملازمان با اختصاص بود ــ گفت : از هر قوم ، کسی که تابوت مبارک را تواند برداشت بآن طرف ببرند ! هر کدام سعی کرده بودند و کسی نتوانست برداشت ، مگر شیخ قوام‌الدین که تنها متحمل شد . بنابران ملازمان نعش مبارک را از راه سواد کبر و کوهستان چرار به ختلان بردند . و پنجم شهر جمادی‌الاخری دفن نمودند، و آنجا زیارتگاه عالم و عالمیان ساختند .

و ، علمی که ، از حضرت شیخ محمد ازکانی تبرکا وقت اجازت یافته بودند ، و چند بار در حرمین همراه حضرت میر رسید ، و در کشمیر وقت سفر ، لدی‌ما کری را علمداری فرموده بودند، چون واقعه ناگزیر آن حضرت

شد، ملک دیوی کناهی سعی کرده باتفاق لدی ماکری علم به کشمیر آوردند، و بر صفه ــ که الحال حجره خاص است ــ گذاشتند. و سلطان قطب الدین و اکثر اعیان برای زیارت بر آن صفه میآمدند: و درعرض راه کتابخانهٔ باز ماندهٔ آنحضرت، برای حضرت مولانا احمد، بالتماس سلطان، فرستادند:

ذکر کمالات ظاهری و باطنی حضرت امیر، از کمالات شهرت و اعتلا عین جرأت است. کیفیت بنای خانقاه معلی را در ــ ثمرات ــ شرح و بسط داده و درین کتاب هم در مواقع خود مرقوم میشود. ازان باز که، عبادت گاه خمس الاوقات آنجناب شد، معمور و زیارت گاه خاص و عام است. و تا حال مکرر به تجدید بنا شده و تعمیر یافته از نوادر امکنه این شهر است: بیت:

بر زمینی که، نشان کف پای تو، بود　　سالها، سجدهٔ صاحب نظران، خواهد بود

نسب حضرت امیر کبیر بدین موجب است:

جناب امیر کبیر، بن میر شهاب الدین، بن میر سید محمد، بن سید علی، بن سید یوسف، بن سید شرف الدین، بن سید محب الله، بن سید محمد ثانی، بن سید جعفر، بن سید عبدالله، بن سید محمد اول، بن سید علی حسن، بن سید حسین، بن سید جعفرالحجه، بن سید عبدالله زاهد، بن سید حسین، بن امام همام زین العابدین علی، بن الحسین الشهید (رضی الله تعالی عنهم). (۳۲-۳۵)

تعمیر خانقاه علی همدانی

صاحب تاریخ اعظمی در تذکرهٔ حضرت میر سید محمد همدانی، فرزند اکبر حضرت امیرکبیر ــ که در عهد سلطان سکندر پسر سلطان قطب الدین (المتوفی۷۹۶)

دوازده سال در کشمیر تشریف داشتند و رفع بدعات و ترویج اسلام فرمودند ــ مینویسد که :

چون پادشاهان هند طرح عمارات انداختند . . . بالای آن صفه ــ که حضرت میر کلان (قدس‌سره) برای خمس اولاقات برکنارهٔ دریای بهت آراسته بودند ــ خانقاه عالی بنا کردند : ابتدای تعمیر خانقاه معلی در سنه هفصد و نو دو هشت (۷۹۸ﻫ) بود . و اتمام آن در نود و نه (۷۹۹ﻫ) .

جناب سید محمد یک لعل بدخشان همراه داشت تبرکا بسلطان (سکندر) داد، و در بدل آن ، از سه پرگنه سه قریه بجهت مصارف خدمه و لوازم خانقاه گرفتند . یکی وحی از پرگنه شاوره ، دوم نونه‌ونی از پرگنه مارتند ، سوم نزال از پرگنه اولر . و خدمت تولیت آن بنام مولانا سعید تقرر یافته و دهات بطور خادمان گذاشته و برای مطبخ وغیره مصارف دیگر ، تعین مواضع نمودند :
(۴۳)

● ریاض‌الشعرا : میر سید علی همدانی ، بفضائل ظاهری و باطنی مشهور زمان بوده . مسافرت بسیار کرده . وفاتش در سادس ذی‌الحجه سنه (۷۸۶ﻫ) در ولایت ختلان بوده . او راست :

پرسید عزیزی که : فلانی زکجا هست　　گفتم : بولایت که علی همدانم
نه زان همدانم ، که ندانند، علی را　　من زان همدانم که، علی را، همه دانم (۱)
غمناکم ، از در تو با غم ، نروم　　جز شاد امیدوار خرم نروم
از درگه تو همچو کریمی، هرگز　　نومید کسی نرفت ، من هم نروم (۲)
نه دیده بود، که جستجویش نکند　　نه کام و زبان، که گفتگویش نکند
هر دل که، درو مهر الاهی نبود　　گر، پیش سگ افگنید، بویش نکند (۳)

۱- ریاض العارفین و مجمع‌الفصحا دارد .
۲- مجمع النفائس و روز روشن دارد .
۳- ریاض‌العارفین دارد .

و این رباعی را تقی اوحدی در تذکرهٔ خود، بنام شاه مبحان و هم بنام میر سید علی ثبت کرده : ظن این است که، از میر سید علی باشد. چه از ابیات دیگرش مستفاد میگردد باقی. والله العالم : گر بدر منیری ...... الخ (۱)

● مجمع النفائس : میر سید علی همدانی، از اکابر اولیاست. از کمال شهرت محتاج تحریر تعریف نیست : ازوست : (دو رباعی دارد ۲۴۳ ب)

● ریاض‌العارفین : علی همدانی (قدس‌سره) و هو سید الاجل سید علی بن شهاب‌الدین محمد، نسب شریفش بچند واسطه بحضرت امام همام امام زین‌العابدین (علیه‌السلام) منتهی میشود.

جناب میر، از دوازده سالگی سالک مسلک سلوک شد، دست ارادت به شیخ شرف‌الدین محمود عبدالله مزدقانی مرید شیخ علاءالدوله سمنانی داد و کسب طریقت در پیش تقی‌الدین علی دوستی سمنانی کرد، جامع علوم ظاهر و باطن گشت.

سه نوبت ربع مسکون را سیاحت نمود. گویند بصحبت هزار و چهار صد نفر از اولیاءالله رسید. غریب تر اینکه چهار صد تن را در یک مجلس دید. احوال و اقوالش در کتاب ــ خلاصةالمناقب ــ مندرج است. بالاخر در ماوراءالنهر ببلادی در گذشت، نعشش را بختلان نقل نمودند. مدت عمرش هفتاد سال وفاتش در سنه (۷۸۶هـ). ازوست: (چهار رباعی دارد ۱۶۹)

● مجمع الفصحا : علی همدانی، اسمش میر سید علی بن شهاب‌الدین. از اکابر سیاحانست و سه نوبت ربع مسکون را سیاحت کرده، زیاده از هزار کس

۱- رک : هفت اقلیم.

صاحب حـال دیده . بعد از هفتاد و سه سال در سنه (۷۸۶ھ) درگذشته :
ازوست : (دو رباعی دارد ۸۶۹)

● روز روشن : علی همدانی . امیر سید علی بن شهاب بن محمد همدانی : از قدوۂ مقربان بارگاه الهی و زبدۂ عارفان معارف و آگاهـی ست .

دست ارادت به شیخ شرف‌الدین محمود بن عبدالله مزدقانی داده ، و برای کسب طریقۂ معرفت بخدمت صاحب السر بین الاقطـاب شیخ تقـی الدین علی دوستی سر نهاده . و بعد وفاتش باز رجوع به شیخ شرف الدین آورده .

و به اجازتش سه بار ربع مسکون را پی سپرد کرده . و در یک مجلس هزار و چهارصد ولی را دریافته ؛ و در علوم باطنیه کتاب ــ اسرارالنقطه ــ و ــ شرح اسماء الله‌الحسنی ــ و ــ شرح فصوص الحکم ــ و ــ شرح قصیده همزیه فارضیه ــ از تصانیف اوست .

و سادس ذی‌الحجه سنه ست وثمانین و سبعمأته (۷۸۶ھ) در سواد کشمیر بجوار رحمت رب قدیر پیوست . رباعی : (یک رباعی دارد ۴۶۸)

● بزرگان و سخن سرایان همدان : میر سید علی بن شهاب‌الدین محمد همدانـی ملقب بعلی ثانـی . پیشوای عارفان دل آگاه و زبدۂ روحانیان و راهروان سیر و سلوکست . نسب شریفش به ۱۲ واسطه بامام زین‌العابدین میرسد .

هدایت مینویسد : و در هفتاد و سه سالگی دار فانـی را پدرود گفت . و چون تاریخ وفاتش بسال (۷۸۶ھ) میباشد ، بنابر این ، سال تولد وی در حدود (۷۱۳ھ) خواهد بود .

عرفان و سیر و سلوک

میر سید علی که بامیرکبیر نیز معروفست ، از ۱۲ سالگی ــ یعنی اندک

پیش از بلوغ ــ بطریق عرفان و سیر و سلوک قدم نهاد، و دست ارادت بشیخ شرف‌الدین محمود بن عبدالله مزدقانی داد و مرید او گردید، و با اشارت وی یک چند برای کسب طریقه معرفت و درک حقیقت بخدمت شیخ تقی‌الدین علی دوستی ــ که از عرفای مشهور زمان بود ــ مشرف گردید. و پس از مرگ او مجددا بخدمت پیر و مرشد خود، شیخ شرف‌الدین محمود شتافت، و از او دستور خواست. شیخ او را بجهان گردی و سیر و سیاحت فرمان داد. میر سید علی روی براه نهاد و مدت ۲۱ سال بگردش در آفاق پرداخت، و سه نوبت ربع مسکون و اکثر بلاد اسلامی را طی کرد. و در اثنای سفر بصحبت هزار و چهار صد تن از اولیا رسید، و چهار صد تن را در یک مجلس ملاقات کرد. (۱)

ورود بکشمیر

میر سید علی بسال (۷۸۱ﻫ) هجری، با هفتصد نفر از مریدان خود، به کشمیر رفت و در شاه و بزرگان و سائر مردم آن دیار، نفوذ مذهبی بسیار کرد، و خلقی را مرید خود ساخت. و عاقبت بسال (۷۸۶ﻫ) در ماوراءالنهر در گذشت. و نعشش را بختلان (تاجیکستان امروزی) انتقال دادند. بنا ببرخی اقوال، در سواد کشمیر یا نواحی آن، از جهان در گذشت. جامی مینویسد: در ولایت ــ کرد سوا ــ (بکسر اول) فوت شد.

۱- بنا بنقل صاحب ـ طرائق الحقائق ـ ملاقات این چهار صدتن در حوالی کوه سراندیپ بوده. در صحیفة الاولیا آمده است:

دگر شیخ شیخم، که او سید است — علی نام و الوندی المولد است
بگشت او جهان را سراسر سه بار — بدید اولیا چار صد با هزار
نموده است پنجاه سال اختیار — تجافی ز مضجع ز هی مردکار

بنا به تحقیقات آقای حکمت(۱) ، وی درحین مسافرت از کشمیر به ترکستان در محلی بنام ـ پاکلی ـ (واقع در مرز شمال غربی پاکستان امروزی) وفات یافت . و جسد او را ازانجا بختلان بردند و گنبدی نیز برای آن بنا نهادند که امروز بر جا ست .

خانقاه در کشمیر

در سری نگر (کشمیر) نیز خانقاهی بنام میر سید علی برپاست که دو بیت زیر :

حضرت شاه همدان کریم آیهٔ رحمت ز کلام قدیم
گفت دم آخر و تاریخ شد بسم الله الرحمن الرحیم
۷۸۶ هـ

در کتبه محراب آن نوشته شده است، که مصراع آخر آن، ماده تاریخ وفات میر سید علی (۷۸۶هـ) میباشد .

مقال طرائق الحقائق و میرزا حیدر

در این جا بی مناسبت نمیداند برای تکمیل مقال ، قسمتی از عبارات ـ طرائق‌الحقائق ـ(۲) را ، چون متضمن و کاشف از بیان مطالب جدیدی است ، نقل نماید :

صاحب ـ طرائق‌الحقائق ـ ضمن شرح حال سید علی همدانی مینویسد: تفصیل حالاتش در کتاب ـ خلاصة‌المناقب ـ که ، یکی از مریدانش تالیف کرده ، مسطور است و قاضی نورالله بسیار نقل از وی نموده ، در

۱ـ آقای علی اصغر حکمت نویسندهٔ جلیل‌القدر ایران .

۲ـ تالیف معصوم علی شاه .

مقاله دهم ــ تاریخ فرشته ــ در ذکر سلطنت قطب‌الدین مسطور است که :
در عهد شاه قطب‌الدین ، امیر کبیر سید علی همدانی (قدس سره العزیز)
بنواحی کشمیر آمدهٔ . کتابتی بسلطان قطب‌الدین نوشت و شاه بتعظیم تمام
جواب کتابت او نوشته ، استدعای حضور فرمود . و چون حضرت میر بشرف
قدوم ، حوالی سرینگر را مشرف گردانیدند ، شاه استقبال کرده باعزاز و
اکرام مالاکلام بشهر در آورد و خرد و بزرگ کشمیر بالتمام نسبت بانجناب
عالیمقام ارادت صادق بهمرسانیدند .

و بروایت مرزا حیدر دوغلات که : در کتاب ــ رشیدی ــ درج کرده است :
زیاده از چهل روز در آن شهر اقامت نکرده ، بجانب وطن مالوف مراجعت
فرمودند . و قیاس چنین است که، خانقاه معلی که آن حضرت درآن شهر بنا
فرمودند ، بحضور ایشان مردم آن شهر طرح انداختهٔ اند ، یا در غیبت
آنحضرت باتمام رسیده باشد. باین سبب جناب امیرمدت مدید در کشمیر تشریف
داشته باشند وگر نه در مدت چهل روز تمام شدن چنان خانقاهی، معلی و
عالی شان، خالی از صعوبت نیست (۱) .

و در سنه (۸۹۲هـ) که در شهر آتش زدند، آن آتش متصل بخانقاه
معلی رسیده و منطفی شد و آسیبی بدانجا نرسید .

گنبد علویان همدان

همچنین این شرح نیز در ــ مقالات دانش آموزان ــ درج است :
میر سید علی همدانی معروف به سیاه پوش . . . سید در همدان چله خانه

۱ـ تا اینجا عبارت ـ تاریخ فرشته ـ بود و عبارتی که در کتاب ـ بزرگان همدان ـ ثبت است تفاوتی دارد و اینجا در متن از ـ تاریخ فرشته ـ عبارت را کامل کرده ایم. رک: تاریخ فرشته ۶۵۲-۶۵۱

یا معبدی داشته ، که هنوز آثار آن باقی و با گچ بری ممتاز زینت داده شده است : معبد بدو قسمت فوقانی و تحتانی تقسیم میشود و از قسمت تحتانی، بخانهٔ مسکونی سید راهی داشته، که شب های جمعه و هنگام سحر، سید ازان راه بمعبد میآمده و تا صبح مشغول بعبادت بوده است . هنوز همدانیان میگویند : از خانهٔ سید بخانه کعبه راه نزدیکی است . و ظاهراً مقصود شان از خانهٔ کعبه معبد مذکور میباشد . در قسمت تحتانی این بنا ، چند تن از اولاد سید مدفونند و باین جهت این بنا در همدان ــ بگنبد علویان ــ معروف و یکی از آثار قدیمه ایست ، که ظاهراً در قرن هفتم یا هشتم هجری ساخته شده است .

نگارنده درمیان کتبی که مطالعه نمود این مطلب را نیافت، و بجز در ــ طرائق‌الحقائق ــ و ــ مقالات دانش آموزان ــ مذکور جای بنظر نرسید که، گنبد علویان معبد میرسید علی باشد ; محتمل است، این بنا متعلق بخاندان علویان بوده که دو قرن قبل از سید ، در همدان نفوذ و شهرت و ریاست داشته اند (۱).

چنانکه مطالعات، باستان شناسان نیز، در مورد ساختمان و سبک بنای گنبد علویان ، این نظر را تائید میکند و بنا را مربوط باوائل قرن ششم میداند .

بنا برین باید گفت ، شاید این بنا از آثار قرن ششم بوده ، ولی پس ازانکه، سید را در همدان مقام و منزلتی حاصل شده، بدو اختصاص یافته و اشاره ــ تاریخ فرشته ــ هم در مورد انجام کار آن بنا مربوط بتعمیر و مرمت

---

۱ - رک : در بزرگان همدان شرح حال خاندان علویان . ص ۲۱۸ نیز رک : عکس گنبد علویان در آخر کتاب حاضر .

آن بوده ، که در مدت چهل روز اختتام پذیرفته است :

و هم‌چنین مطالب و مندرجات ـ مقالات دانش آموزان (۱)ـ اگرچه ماخذی برای آنها ذکر نشده، بظن قوی ممکن است، متکی بر اساس و ماخذی باشد، چنانکه احتمال داده میشود این شعر عامیانه :

دلا دوشم دلا دوشم دلا دوش بحق گنبد سبز سیا پوش

که من بنده در دوران کودکی، مکرر آن را از زبان برخی از مردم همدان میشنید مربوط بهمین گنبد باشد :

سائر مطالب مندرج در کتاب ـ مقالات دانش آموزان ـ در نزد مردم همدان مشهور و معروف است .

مقام سید در نزد مردم همدان

چنانکه گفته شد ، سید علی را در زمان حیات عزت و احترامی بسزا بود ، و در غالب بلاد ایران و ترکستان و هندوستان و نزد امراء و پادشاهان و عموم طبقات مردم مقام و منزلتی خاص داشت : مردم همدان نیز ویرا حرمتی عظیم مینهادند و برای او حتی پس از وفاتش کرامات و مقامی عالی قائل بودند، و بقدس و جلالش اعتقادی عجیب داشتند. چنانکه نمونه آن را از سوگندی که ـ بگنبد سبزـ معبد وی یاد میکرده اند ، و قبلا ذکر شد، میتوان دریافت .

وی از عارفان نیک اعتقاد و از صوفیان صافی ضمیر پاک نهاد بشمار است ، و علاوه بر زهد و تقوی در علم و دانش نیز مقامی رفیع داشته و میان علوم ظاهر و باطن جمع کرده. و در هر قسم او را تصنیفات و آثار و رسائل مشهور است .

۱ـ (سال ۱۳۱۲ ش) بوسیله وزارت فرهنگ منتشر شده .

میر سید علی، نوزدهمین قطب و شیخ سلسلهٔ ذهبیه است که بعد از پیر و مرشد خود، شیخ شرف‌الدین محمود، بمقام شیخوخیت و قطبی رسید.

آثار و تصنیفات

آثار و تصنیفات او بسیار و از آن جمله است:

۱ـ ذخیرةالملوک یا ذخائرالملوک: (۱) در تدبیر و سیاست و کشورداری و نصیحت بپادشاهان و امراء دولت. بطوریکه هرمان اته مینویسد: در فصل اول این کتاب، سخن از اعتقادات و عبادات است. بعد از وظائف اعضاء خانواده بحث شده و در فصلهای پنجم و ششم ــ که مهم ترین قسمتهای کتاب است ــ قوانین حکومت و اغراض و اصول یک دولت کامل مطرح شده و مطالبی در باب اطاعت و حق شناسی و شکیبائی و مدح و تواضع و قدح و شتاب و تکبر برآن الحاق است. (۲)

۱ـ نسخهٔ خطی ازین کتاب در کتابخانه مجلس (تهران) موجود است.

۲ـ فهرست ابواب:

باب اول: در شرایط و احکام ایمان و لوازم و کمال آن که سبب نجات بنده است از عذاب ابدی و وسیلت او بدوام لذات نعیم سرمدی.

باب دوم: در ادای حقوق عبودیت.

باب سوم: در مکارم اخلاق و حسن خلق و وجوب تمسک حاکم و بادشاه و بر سیرت خلفاء راشدین (رضی‌الله تعالی عنهم اجمعین.)

باب چهارم: در حقوق والدین و زوج و زوجه و اولاد و عبید و اقارب و اصدقا.

باب پنجم: در احکام سلطنت صوری و ولایت و امارت و حقوق رعایا و شرایط حکومت و خطر عهدهٔ آن و وجوب عدل و احسان.

باب ششم: در شرح سلطنت معنوی و اسرار خلافت انسانی.

باب هفتم: در بیان امر معروف و نهی منکر و فضائل و شرائط و آداب آن.

کتاب ــ ذخیرةالملوک ــ در شهرت و اهمیت هم سنگ ــ اخلاق ناصری ــ و کتبی نظائر آن است . و در سبک انشا و روانی اگرچه مانند ــ گلستان ــ نیست ، ولی به کتابهای مصنوع قرن هشتم نیز مانندگی ندارد :

۲ـ کتاب اسرارالنقطه .

۳ـ شرح اسماء الحسنی :

۴ـ شرح فصوص‌الحکم : در حکمت و عرفان و علوم باطنیه .

۵ـ شرح قصیده خمریه فارضیه .

۶ـ اختیارات‌المنطق در تصوف : ذکر این کتاب در ــ معجم‌المولفین ــ آمده است .

۷ـ اورادالفتحیه : که باشرحش بچاپ رسیده است .

بنابر روایت امین احمد رازی ، در آن هنگام که اولجایتو (متوفی ۷۱۵ه) گنبد سلطانیه را بنا (۷۱۰ه) نهاد، علما و افاضل را بخواند تا، هر یک آیهٔ و حدیثی بجهت تبرک و تیمن ذکر کنند تا بر کتیبهٔ نوشته شود . خال سید نیز درمیان آن جمع بود و سید را که ، طفلی هفت ساله بود (۱) ، بر دوش داشت . سید آن سخنان و آیات تمام بشنید و جمله فرا گرفت ، چون بکمال رسید آنها را جمع و تلفیق کرد و ــ اوراد فتحیه ــ نام نهاد .

باب هشتم : در بیان حقایق و شکر نعمت و ذکر اصناف انعام و افضال حضرت صمدیت.

باب نهم : در بیان حقیقت صبر بر مکاره و مصایب دنیوی که آن از لوازم امور ولایت و سلطنت است .

باب دهم : در مذمت تکبر و غضب و حقیقت آن و ختم کتاب .

(این کتاب در سال ۱۳۲۱ه در امرتسر (هند) چاپ شده است)

۱ـ این سید درآنوقت هفت ساله بود ، پس ولادت وی در حدود (۷۰۳ه) بوده باشد .

۸ - الذاتیه : رساله در تحقیق ذات .

۹ - فوائدالعرفانیه : رسالۀ مختصر .

۱۰- رساله در اثبات تشیع .

۱۱- رسالۀ سبع‌المثانی .

۱۲- رسالۀ چهل مقام و عقبات . (۱)

صاحب ــ ریحانةالادب ــ کتب و رسالات دیگری بنام

۱۳- اسرار القلبیه .

۱۴- ألمقله فی بیان النقطه .

۱۵- اخلاق محترم یا محرم .

۱۶- سرالنقطه .

وغیره برای او ذکر میکند : (ص ۸۳-۹۰)

● صوفی : سید علی همدانی بتاریخ ۱۲ رجب روز دو شنبه (۷۱۴هـ) از بطن بی بی فاطمه در همدان ، چشم بدنیا کشود . از :

ــ رحمة الله ــ

۷۱۴هـ

تاریخ برمیآید : پدرش سید شهاب‌الدین بن میر سید محمد حسینی بود : در ــ خلاصةالمناقب ــ است که : نسب ایشان بشانزده واسطه بحضرت علی (کرم‌الله وجهه) میرسد . علاءالدین سمنانی عمویش بود ، و شاگرد

۱- این رساله بنام چهل اسرار (مشتمل بر چهل و یک غزل) در امرتسر (هند) دو بار چاپ شده است (۱۳۰۳هـ و ۱۳۳۲هـ) .

و مرید شیخ ابوالبرکات تقی‌الدین علی دوستی بودند و بعد از فوت او بشیخ شرف‌الدین محمود مزدقانی پیوستند :

درعمر بیست و یک سالگی (۲۱) آغاز مسافرتها کردند، و از اختلال تیمور همدان را ترک کرده ، همراه هفت صد سادات در عهد حکومت سلطان شهاب الدین در سال (۷۷۴ه) (۱) وارد کشمیر شدند . ازانجا بحج شتافتند و کرت ثانی در سال (۷۸۱ه) (۲) بعهد سلطان قطب‌الدین بکشمیر رسیدند. دو سال و شش ماه آنجا ماندند . و در سال (۷۸۳ه) از راه لداخ بترکستان راه وطن گرفتند . بار سوم در سال (۷۸۵ه) تشریف فرمودند و بعد از توقف چند روزه بوطن بازگشت نمودند و بمقام پاخلی — که داخل پنجاب غربی کنونی است — ده روز مهمان سلطان محمد حاکم آنجا شدند . و از پاخلی (پاکهلی) (۳) وقتیکه بمقام کونر (کافرستان) رسیدند، بتاریخ یکم ذی‌الحجه (۷۸۶ه) بیمار شدند و تا پنج روز بغذا میل نه کردند . روز سه شنبه ۵ ذی‌الحجه چند بار آب خوردند ، و در همان شب بعمر (۷۲) سال ، رخت حیات بر بستند . تاریخ است :

چو شد از گاه احمد خاتم دین ز هجرت هفصد و ست و ثمانین
برفت از عالم فانی به باقی امیر هر دو عالم آل یٰس(۴)

۱۴۱ — ۱۱۳=۲۸ + ۷۵۸ = ۷۸۶ه

۱- تاریخ : سال تاریخ مقدم او را گفت از — مقدم شریف — بجو
۷۷۴ه

۲- تاریخ : هاتف غیب ، سال مقدم او — آمد اینجا علیٔ ثانی — گفت
۷۸۱

۳- رک : بابرنامه ترجمه کنگس ، ۲: ص ۲۰۱ ، آئین اکبری جیرت ، ۲: ص ۳۹۱، بابرنامه بیورج ، ۲: ص ۳۸۴ ، پاکهلی در تحصیل مانسهرا ضلع هزاره .

۴- حسب روایت (J. A. S. No. III 1864) این اشعار بر مسجد شاه همدان با دو کتیبه زیر

ازانجا نعش را به ختلان (کولاب) بردنده مدفون کردند : در پاخلی ــ جای که وفات یافتند ــ برای یاد بود، خانقاهی زیبا بنا کرده شد که تاکنون برجا است :

ابوالفضل در آئین اکبری (۱) نوشته است که : علی همدانی دز باجور (نزد سوات) وفات یافت و جسدش را طبق وصیت به ختلان بردند :

بابر نوشته است : سید علی اینجا (کونار نورگل در کافرستان) رسید، دو میل بالا از کونار بر شارع وفات یافت . نعشش را به ختلان رسانیده دفن کردند : و جای که فوت شد ، در یادبود بنای ساختند : وقتی که بابر در سال (۹۲۰ھ) چاغان سرای را در دست آورد ، آنجا رسیده طواف کرد(۲).

شاه همدان در سلسلهٔ کبرویه ــ که بانی آن شیخ نجم‌الدین کبری خوارزمی (متوفی ۶۱۸ھ) است و تعلق بسلسلهٔ سهروردیه دارد ــ منسلک بودند .

☜ ثبت است . و این مسجد بنام ــ مسجد شاه همدان ــ (خانقاه معلی) بین فتح کدل و زینا کدل واقع است .

کتیبه اول :

هر فیض که در سابقهٔ هر دو جهان است | در پیمروی حضرت شاه همدان است
شاه همدان بلکه شهنشاه جهان است | ای خاک برآن‌دیده، که‌در ریب و گمان است

کتیبه دوم : اشعار متن .

کتیبه سوم :

ای دل ! اگرت، مطلب فیض دو جهان است | رو بر در شاهنشهٔ شاه همدان است
مقرون اجابت ، ز در اوست ، دعا را | عرش است درش بلکه ازوعرش نشان است

نیز رک : پاورقی ص ۹۱۰ کتاب حاضر. (ص ۲۸۰-۲۸۱)

۱- جیرت ، ۲ : ۳۹۲ .

۲- بابرنامه ، بیوردج ، ۱ : ۲۱۱ .

همراه شاه همدان، سید میر حیدر، سید جمال‌الدین ، سید کمال ثانی ، سید جمال‌الدین علائی ، سید رکن‌الدین، سید محمد ، سید عزیزالله ، در کشمیر وارد شدند . و بجاهائی مختلف (در کشمیر) سکونت ورزیده در اشاعت اسلام مشغول شدند .

خانقاهی که در سرینگر بیادبود شاه همدان است ، در سال (۷۹۸ھ) سلطان قطب‌الدین بنا کرد است . (۱)

۱- آقای علی اصغر حکمت نوشته است : خانقاه او موسوم به — خانقاه معلی — یا — مسجد شاه همدان — در محله علاءالدین پور مابین پل سوم و چهارم (فتح کدل و زینا کدل) در شهر سرینگر واقع شده است ...... تمام آن بنا از قطعات چوب ضخیم و مکعب است، که بروی هم، مانند خشت نصب کرده اند . و در وسط آن بنا تالار وسیع مربعی قرار دارد . گویند . آنجاست که میر سید علی نماز میگذارده در سر در ورود این خانقاه در سمت دست راست این بیت فارسی مکتوبست :

ای دل! اگرت مطلب ، فیض دو جهانست	رو، بر در شاهنشه ، شاه همدانست

و در سمت چپ این بیت دوم :

مقرون اجابت ، ز در اوست ، دعا ها	عرشست درش ، بلکه ازو عرش نشانست

همچنین در طرف راست این بیت :

خانقاهست این مکان، یا مسجد اقصاستی	مسکن امن و امان، یا جنت‌الماواستی

و درست دست چپ بیت دوم :

قبۀ نور است یا سر چشمۀ آب حیات	یا مگر، از رحمت حق ، خیمۀ برپاستی

و در بالای سر در ورود ، این رباعی :

چو شد از گاه احمد خاتم دین	ز هجرت هفصد و ست و ثمانین
برفت، از عالمی فانی، بباقی	امیر هر دو عالم آل یاسین

همچنین این رباعی در پیشانی بنا کتیبه شده است :

هر فیض که در سابقۀ هر دو جهانست	در پیروی حضرت شاه همدانست
شاه همدان آنکه شهنشاه جهانست	ای خاک برآن دیده که در ریب و گمانست

آثار شاه همدان بقرار ذیل است :

۱ـ ذخیرة‌الملوک : درسال (۱۳۲۱ه) در امرت سر چاپ شده است. و ترجمهٔ لیتن (Latin) در سال (۱۸۲۵ء) از E. F. C. Rosenmueller و ترجمهٔ فرانسسی (French) از C. Solvent در سال (۱۸۲۹ء) چاپ شده است : این کتاب قبل از دورهٔ مغول در هند بین علما و نویسندگان بسیار مقبول و معروف بود (۱) .

۲ـ رساله نوریه :

۳ـ رساله مکتوبات .

۴ ـ رساله در معرفت صورت و سیرت انسان .

۵ ـ در حقائق توبه .

۶ ـ حل‌النصوص علی‌الفصوص : شرح فصوص‌الحکم :

۷ ـ شرح قصیده خمریه فارضیه : شرح بر قصیده عمر بن الفارض متوفی (۷۸۶ ه) .

در داخل خانقاه در بالای محراب این رباعی که شامل ماده تاریخ وفات اوست :

حضرت شاه همدان کریم   آیهٔ رحمت ز کلام قدیم
گفت دم آخر و تاریخ شد   بسم الله الرحمن الرحیم .
۷۸۶ه

نیز این رباعی، که ظاهراً از خود آن سید است ، در بالای محراب منقوشست :

شاها! ز کرم بر من درویش، نگر   بر حال من خستهٔ دلریش نگر
هر چند نیم لایق بخشایش تو   بر من منگر، برکرم خویش نگر
(نقش پارسی بر احجار هند ص ۶۷ـ۶۹)

1- The Administration of Justice in medival India by M.B. Ahmad P. 39.

۸ ـ رسالةالاصطلاحات : در اصطلاحات تصوف :

۹ ـ علم‌القیافه .

۱۰ـ ده قاعده :

۱۱ـ کتاب‌المودة فی‌القربی :

۱۲ـ کتاب‌السبعین فی فضائل امیرالمومنین : هفتاد فضائل حضرت علی علیه‌السلام :

۱۳ـ اربعین امیریه : چهل احادیث راجع بحیات بعدالممات :

۱۴ـ روضةالفردوس : شرح ــ فردوس الاخبار ــ شجاع‌الدوله شیرویه :

۱۵ـ منازل‌السالکین .

۱۶ـ اوراد الفتحیه :

۱۷ـ خلاصةالمناقب : در ملفوظات شاه همدان که مولانا نورالدین جعفر بدخشانی مرید ایشان جمع آوری نموده است .

۱۸ـ چهل اسرار : چهل و یک غزل بتخلص (علی) و (علائی) .

۱۹ـ رساله منهاج‌العارفین : یک‌صد وچهل و یک (۱۴۰)نصائح و اقوال شاه همدان . این رساله در امرت سر در سال (۱۳۲۰ه) چاپ شده است : و در اوراق آئنده نیز ثبت کرده ایم . (۱ : ۸۴-۹۲)

● عرفانی: در اواسط قرن هشتم هجری (قرن چاردهم میلادی) سید میر علی همدانی باتفاق سید تاج الدین و سید حسین سمنانی (پسران دائی اش) و سید مسعود و سید یوسف و تقریبا (۷۰۰) نفر دیگر از سادات، برای تبلیغ اسلام بکشمیر مسافرت نمودند :

اسم شاه همدان نسبت بتمام مبلغین دیگر اسلام ، در کشمیر معروف تر است : و امروز نیز خانقاه شاه همدان و مسجد شاه همدان در شهر سریناگار موجود است ... ...

::: از همراهان شاه همدان ، عدهٔ زیادی در خاک کشمیر ساکن گردیدند : و بیشتر سادات کشمیر از احفاد و اولاد آنها میباشند .

سید تاج‌الدین سمنانی و دو نفر از مریدان و همراهانش سید یوسف و سید مسعود ، در شهر سریناگار محله شهام پور مدفون هستند . برادر سید تاج‌الدین سمنانی، سید حسین سمنانی، در یک مقبره نسبتاً زیبائی، نزدیک اسلام آباد — در حدود ۶۰ کیلومتری سریناگار — مدفون است . اما خود شاه همدان هنگام مراجعت از کشمیر در نزدیکی شهرستان — هزاره — در گذشته و مریدانش اورا طبق وصیت او در (ختلان) بخاک سپرده اند .

::: همکاران شاه همدان ، در سر تا سر کشمیر (لنگر خانه) یا خانقاه‌های برای تبلیغ برقرار نمودند . و تبلیغات ایشان — که توام با اخلاق بسیار عالی بود — موثر واقع شده ، و در مدت کوتاهی مردم کشمیر مشرف بدین اسلام شده ، و زبان مبلغین اسلام را با دل و جان پذیرفتند .

میگویند : مرتاضین هند او (شاه همدان) را مورد آزمائش و امتحان قرار دادند ، و سپس در مقابل قوهٔ روحانی او، تسلیم شدند و دین اسلام را قبول کردند :

همچنین در تذکره ها نوشته اند که : للهٔ (۱) معروف ترین زن عارفهٔ

۱- در سال (۷۳۵ھ) بدنیا آمد : عبدالوهاب شایق تاریخ گفته :

فزون بود ، بر هفت صد، سی و پنج ز ویرانهٔ شد ، پدیدار گنج لله

کشمیر (که زندگانی و شعر عرفانی او با بابا طاهر بی شباهت نیست) در سن چهل و چند سالگی بدست شاه همدان مسلمان شد: و نیز نقل میکنند که: للهٔ مثل دیوانه ها نیم لخت و عریان، در بیابان و آبادیها میگشت، و شعر میسرائید. و اگر مردی بروبهٔ او ایراد میگرفت، جواب میداد که: من بین شما مرد حقیقی نمیبینم و احتیاج بحجاب ندارم.

اتفاقاً، روزی از دور، چشمش به سید علی همدانی افتاد. فی الفور فریاد زد: وای! او مرد است! و با عجلهٔ و شتاب فرار کرده ازانجا دور شد. و سپس لباس پوشیده بخدمت او رسید، و مشرف بدین اسلام گردید. همین زن شیخ نورالدین رشی (۱)، را که سر چشمهٔ الهام بوده، در دوران طفولیت شیر داده است. (ص ۱۳)

☜ در بیج بهارا (۲۸ میل از سرینگر) جهان را پدرود گفت. مزارش متصل جامع مسجد دیده میشود. (صوفی ۲: ۳۸۴)

۱- بعد از شاه همدان بزرگترین شخصیت روحانی کشمیر شیخ نورالدین رشی بوده است. در زمانه کودکی شیخ رشی از نفوذ روحانی سید تاج الدین سمنانی و نیز شاه همدان برخوردار بوده است. شیخ نورالدین در سن (۶۳) سالگی وفات یافت

ـــ شمس العارفین ـــ
۸۴۲ه

تاریخ وفات او میباشد. در اشاعت دین و تصوف اسلامی شیخ نورالدین خدمات شایانی انجام داده.

بابا نصیب الدین غازی در ـــ نور نامه ـــ شرح احوال و گفتارهای شیخ را، به شعر فارسی بیان کرده است. داستانهای کرامات وکشفیات برسر زبانها است.

بابا داؤد خاکی در تجلیل از مقام او گفته است:

شیخ نورالدین ریشی، پیر جمع ریشیان　　زاهدی‌خوش بود، با حق‌داشت بسیار اشتغال
صاحب‌کشف‌وکرامت بودونطق‌خوب داشت　　هم اویسی بود، گفت این راوی صاحب مقال

● رساله منهاج‌العارفین : نصایح از مقالات حضرت امیرکبیر سیدعلی همدانی (قدس سره):

حمد بی حد و ثنای بی عد ، مر آفریدگاری را که ، سینهٔ عارفان مخزن اسرار خود ساخته ، و لوح دل محبان از نقش غیر خود پرداخته ؛ و درود وافر برجان پاکیزهٔ خلاصهٔ موجودات ، خواجهٔ کائنات ، محمد مصطفی (صلی الله علیه و آله و سلم) که به تشریف خطاب — و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین — مشرف و مخصوص است باد . و برهمه اولاد و یاران و پس روان او .

بدان ای عزیز ! — وفقک الله تعالی بما یحب و یرضی — که این چند سخن از کلام اهل حکمت و معرفت جمع آورده شد ، و — منهاج‌العارفین — نام نهاد، تا مگر از شنیدن و خواندن این ، کسی را فائده حاصل آید . بدان ای عزیز :

● زنهار از حق غافل مباش . ● از همه نومید شو، تا امید تو بر آید . ● آزار کس مخواه، تا امان یابی . ● از جهت دنیا اندوهگین مباش، تا پریشان‌نگردی . ● از همه جدا شو، تا بحق برسی . ● اگر در بند چیز کسانی، خود را بندهٔ ایشان دان . ● از خلق عزلت کن، تا بحق انس گیری . ● ایمن باش ، تا امان یابی . ● از صحبت اهل دنیا به پرهیز ، تا تیره دل نشوی . ● از همه مفلس شو، اگر محبت خواهی . ● از خود طلب، اگر جوانمردی .

بقیه مریدان متعددی که شیخ داشت تعلیمات و فکر و نظر اسلامی را در کشمیر وسعت دادند .

تقریباً صد سال بعد از سادات ایران، که در قیادت شاه همدان بکشمیر آمدند ، یک مبلغ بزرگ دیگر بنام شیخ شمس‌الدین عراقی —که خود اهل طالش و مادرش اهل قزوین بود— در سال (۸۹۱ھ) بکشمیر کوچید و هزارها کشمیری بدست او مشرف باسلام شدند . شیخ عراقی نیز در سرینگار مدفون است . (عرفانی، ۱۲)

● از افتادگان بگذر، تا در نیفتی. ● از حکم رو متاب، تا عاصی نشوی. ● افتاده را دریاب، تا دستگیر یابی. ● انصاف خلق را بده، تا ستمگار نشوی. ● آن کار کن، که حق پسندد. ● آنکه با تو بدی کند، با وی نیکی کن. ● اندیشهٔ دنیا دور کن، تا پریشان نشوی. ● اختیار خود را در گوشهٔ نه، تا مختار گردی. ● از حق نصرت خواه، تا یاری یابی. ● بغیر حق اعتماد نکنی، تا پشیمان نشوی. ● بهیچ چیز مغرور مشو، تا هلاک نگردی. ● بیهوده گوئی را، سر همه آفتها دان. ● با حق باش، اگر عیش جاودانی خواهی. ● بر حرف کسی انگشت منه، تا مواخذ نگردی. ● بر در باش، تا بکشایند. ● بصدق طلب، تا بیابی. ● با همه نرمی و مدارا کن. ● بر نعمت کسی حسد مکن، تا عافیت یابی. ● بار همه بکش، تا محتشم گردی. ● بر زیر دستان شفقت کن، تا برهی. ● بد خوئی ترک ده، تا عیش بر تو تلخ نگردد. ● با همه آسانی کن، تا برهی. ● با هر کسی منشین، تا تباه نگردی. ● با قافله رو که، رهزنان بسیار اند و دشمنان در کار اند. ● بار خود بر کسی منه، اگر عزت خواهی. ● بزرگی بر هیچکس منه، تا خوار نگردی. ● پند بشنو، تا سود کنی. ● بکوش، تا بیابی. ● بحق پناه گیر، تا خلاص یابی. ● بضاعت دنیا را خریدار مشو، تا زیان نکنی. ● پاس انفاس دار، اگر بیداری. ● بحق بگریز، تا از دشمن برهی. ● بی یار شو، تا یار یابی. ● بیکس باش، تا با کس باشی. ● بیخود باش، اگر بیگانگی میخواهی. ● بی همه باش، تا بحق باشی. ● ترک گناه گیر، اگر لقمهٔ حلال خواهی. ● توقع از کس مکن، تا عزت یابی. ● توفیق از حق بین، تا غره نشوی. ● ترک لذت گیر، اگر لذت خواهی. ● تیر بلا را هدف شو، اگر دوستی. ● جز حق دوست مگیر، تا خسته نگردی. ● چون با اهل دنیا نشینی، دین را فراموش مکن. ● جز حق میندیش، اگر طالبی. ● جان را در باز، اگر صادقی. ● حاجت روائی را کار بزرگ دان. ● حریص مباش، تا خوار نگردی. ● حرمت نگهدار، تا محترم گردی. ● حق را یاد کن، تا دل تو سیاه نگردد. ● خلق را بخود امیدوار گردان. ● خدمت بزرگان کن، تا ببزرگی رسی. ● خود را بحق بسپار، تا بسامان شوی. ● خود را هیچ قدر منه، تا با قدر گردی. ● خود را مبین، تا بمعرفت رسی. ● خوشخوی باش، تا عزیز گردی. ● خشم فرو خور، تا راحت یابی. ● خلاف ترک ده، تا بسلامت مانی. ● خود خواه مباش، اگر دولت خواهی. ● خود را مباش، تا خود را باشی. ● خود را در رنج بدار، تا راحت یابی. ● خود را گم کن، تا بجویندت. ● دل از حرص خالی کن، تا راحت یابی. ● در کار حق باش، که کار تو ساخته گردد. ● دل بکس مبند، تا زیان نکنی. ● در تنگیها صبر کن، تا فرج یابی. ● در امانت خیانت مکن. ● در حق خود خطا مکن. ● در هر جائیکه باشی، خدای را حاضر دان و گستاخ مباش. ● دست در دامن صاحب دولتان زن، اگر دولت خواهی. ● در حق بین، تا از خود فانی گردی. ● دل بکس مبند، تا در دغا نه افتی. ● در کس مبین، اگر

معرفت خواهی . ● در بند چیزی مباش ، تا آزاد شوی . ● در عیب خود فرو شو ، اگر با کاری . ● در کارها آهستگی کن ، تا شیطان بر تو ظفر نیابد . ● دلها را دریاب ، تا خوشنودی حق یابی . ● در معاملهٔ سخت مپیچ ، تا خسته نگردی . ● دیگران را از خود بهتر دان ، تا از خود خلاص یابی . ● درشتی بگذار ، تا نزدیک همه دوست گردی . ● در گذار ، تا درگذارند . ● در ماندگان را دریاب . ● دوستی آن که برای خدا بود . ● در دریا فرو شو ، تا گوهر یابی . ● در مالایعنی مشغول مشو ، تا حسرت نخوری . ● دلها را دریاب ، اگر هشیاری . ● راستی ورز ، تا رستگار شوی . ● رهبر طلب ، اگر بهروی . ● راه خرابه گیر ، اگر عاشقی . ● زنان را بر مردان در هیچ جا استوار مدان . ● سودای پیش گیر ، که دران سودی کنی . ● سر برین در بنه یا برو و سر خود گیر . ● سر بر خط فرمان نه ، اگر بنده ای . ● سودای کن ، که حق سود آن بود . ● شکر حق بجا آر ، اگر نعمت دنیا و دین خواهی . ● صبر پیش گیر ، اگر عافیت خواهی . ● ضعیف ترین حیلتی را ، قوی ترین قوتی دان . ● طمع از دل دور کن ، تا خوار نگردی . ● طمع از خلق بردار ، تا محتاج نگردی . ● عقوبت باندازِ گناه کن . ● عهد را در حال سخت و رضا نیکو نگهدار . ● غیبت را دوست مدار ، تا حق از تو دشمن نگردد . ● غم دنیا مخور ، تا دل تو تباه نشود . ● غم فردا مخور ، تا امل کوتاه شود . ● فروتنی کن ، تا به بزرگی رسی . ● قدر نعمت بشناس ، تا از تو نستانند . ● قناعت کن ، اگر توانگری خواهی . ● قدر خود بشناس ، تا با قدر گردی . ● کس را عیب مکن ، تا بعیب خود مبتلا نشوی . ● کار باخلاص کن ، تا جزا یابی . ● گناه بر کس منه ، تا در گناه نیفتی . ● کس را بحقارت منگر ، تا خوار نشوی . ● کردار خود را منه ، تا با قدر گردی . ● کاری کن که ، پشیمان نگردی . ● کار دیگران کن ، اگر بیکاری . ● کار باندیشه کن ، تا زیان نکنی . ● مرگ را یاد کن ، تا دل بدنیا نگراید . ● مزاح کمردن عاقبت وخیم شمر . ● منت بردار و منت منه ● مسکین باش ، تا مقبول شوی . ● نیکی اندیشه کن ، تا همه نیکی پیدا آید . ● نمام را بخود راه مده . ● نفس نفس را استوار مدار ، که دروغ گو است . ● نقد را بار مگیر ، اگر قلاشی . ● نفس را پاس دار ، تا بجان نرسی . ● وقت را بشناس ، اگر صرافی . ● همت بلند دار ، تا قیمت بیفزاید . ● هوای نفس را خلاف کن ، اگر دلاوری . ● همه حال با ادب باش ، اگر مقبول شوی . ● یار همه باش ، اگر مرد راهی . ● یاد دوست چندان کن که ، خود را فراموش کنی . ● یک همت باش ، تا جمعیت یابی . ● یاد خدا موجب راحت است تا دانی . والسلام !

● چهل اسرار : عبارت ذیل در رسالهٔ ــ چهل اسرار ــ بصورت دیباچه ثبت است :

نقل است که روزی : حضرت مخدوم الانام ، سید ابن الامام ، مفخر آل طاها و یاسین ، قدوة العارفین، مرشد السالکین ، مرجع المحتاجین ، زبدة العاشقین ، عمدة العابدین ، غیاث المستغیثین، سلطان الواصلین ، محی الاسلام والمسلمین ، مربی بنی آدم ، مزین دو عالم، عامل اعمال مصطفوی، قابل احکام و اوامر قرآنی ، قابل کلام آسمانی ، امیرالمومنین علی الثانی ، امیرکبیر میر سیدعلی همدانی (قدس‌الله تعالی اسراره و اسرار من اتبع باسراره) در خانقاه تختگاه دولت پناه سعادت نگاه نشسته بودند ، و جماعهٔ کثیره در خدمت عالیه مشرف شدند، و هر یک التماس کردند که : ای پرتو زمان ! و ای کاشف اسرار نهان ! کلبهٔ فقیر را بپایهٔ مشرف ذات اشرف ساخت ! جناب سیادت مآب نسبت بهرکدام سائلین جواب باصواب بلفظ، بلی ! و نعم ! فرمودند ، و بموجب حکم نبویه سوال هرکدام را رد نکردند .

و دران هنگام که قوام‌الدین نعیم یکی از بوستان بوستان آن درگاه حاضر بودند ، بر اقدام ادب ایستاده عرض کرد که : ای قطب عالم ! هرکس را بالطاف عام اجابت فرمودند ، البته جان و دل خود را مصروف و مبذول در راه اخلاص خواهند کرد ، در مطبخهای خویش طعام لذیذ و نان خورش گونا گون تیار خواهند کرد ، و ضیافت ایشان در یک وقت چه قدر میتوانند خورد ؟ اگر حکم عالی باشد ، ایشان را از پختن در یک روز مانع آئیم ، تا فقرا این همه مهمانداری به تفریق بخورند !

جناب سیادت مآب منع کردند که : هرچه در ضمیر سید است هرگز در وهم و فهم عام جای نگیرد، و سری که درین عجلت سائلان است ، واقف آن بجز عالم عالم اسرار کسی نیست ! پس چون وقت دیگر، باز چند کس دیگر تا عشا ، آمده عرضداشت مهمانداری نمودند . بعد از عشا در حجرهٔ متبرکه رفتند و دوگانهٔ شکرانه گذاردند و بیرون آمده خادم را فرمودند که : از طلوع صبح تا غروب شفق ، چند کس سائل درویشان جمع شدند ؟ .

خادم عرض کرد که : سی کس از مردم اغنیا و یازده کس از فقرا، جمله چهل و یک کس جمع شدند ! جناب سیادت مآب جماعت حاضران را رخصت فرمودند . و چهار کس از ندماء همراه ذات فرخنده صفات گرفته، در خانهٔ هر کدام سائلان تشریف فرمودند . کما ینبغی خوردند ، و در هر خانه غزلی — از اسرار و انوار رب المطلق — بزبان فیض رسان تصنیف فرمودند .

چون صبح دمید و روز روشن شد مریدان و مخلصان در خانقاه جمع گشتند و دیدار فیض آثار مشاهده نمودند ، و عرض کردند که : دوش بعد از عشا خدمت حضرت تشریف در خانهٔ من بیچاره فرمودند ، و قلوب ما را مشرف و منور ساختند . و این غزل از اسرار الهی تالیف کردند . تا شده شده هر یک چهل و یک کس جمع شدند ، همین واقعه گذشته را مع غزلیات مشروحاً بیان کردند . دوستان مسرور گشته تحسین نمودند . و بیگانگان تحیر خورده جامهٔ جان را

با دین و ایمان چاک کردند . تا کمال حضرت ایشان تمام و کمال در صحائف نبشتند و در قلم آوردند و ــ چهل اسرار ــ نام نهادند .

● انتخاب اشعار از چهل اسرار :

اربـاب ذوق ، در غم تو ، آرمیده اند ‌‌ ‌ از شادی و نعیم دو عـالم رمیده اند
حوران خلد را ، به پشیزی نمیخرند ‌ ‌ تا از صفات روی تو ، رمزی شنیده اند
پالودهٔ شکنجهٔ عشق انـد ، زان سبب ‌ ‌ ز آلـودگان جیفـهٔ دنـیـا ، بریده اند
مرغان عشق را ، بدو کون، التفات نیست ‌ ‌ تا در فضای شوق تو ، روزی پریده اند
رندان جانفشان ، که قدم بر فنا زنند ‌ ‌ بـر خوان درد هجر ، صلای غنا زنند
چون در ریـاض انس ، شراب بقا کشند ‌ ‌ خوش تیغ ترک ، بر رخ دارالبقا زنند
کسی کز، غمزهٔ چشمش، چو زلف او، پریشان شد ‌ ‌ ز نام و ننگ و کفر و دین ، بکلی بیخبر باشد
هر سری کز سر عشقش ، والـهٔ و شیدا شود ‌ ‌ از بد و نیک وجود خویش، بی‌پروا شود
سخن دوست درین کوی ، کسی را زیبد ‌ ‌ کـه بغیـر از غم یـادش ، نبـود پـروای
شرح درد دل خود، کردمی ، ار یافتمی ‌ ‌ در همه عمر ، دمی روی جهـان آرای
بر آستان وفا ، هر دمی ز دشمن و دوست ‌ ‌ هزار محنت و ناکامـی و جفـا دیده
نسیم زلفش، اربرکوی مشتاقان، گذر سازد ‌ ‌ حزین نار هجران را، ز آتش راحت افزاید
تا پریشان گشت زلفش، بر رخ چون آفتاب ‌ ‌ باد شوقش ابر جانم را ، پریشان میکند
تیر عشقش ، کز کمان ابروان گردد رها ‌ ‌ عقل را میدوزد و قصد دل و جان میکند
بر خاک کوی دوست، گذشتی مگر صحن ‌ ‌ کـز لطف جان فـزای همه راحتـی مـدام
گر در سرادقات جلالش ، رسی دمـی ‌ ‌ زین جـان مستمند رسانی یکی پیام
کین ، مفلس شکستهٔ مهجور آن جنـاب ‌ ‌ بر خاک راه حیـرت میگـویدت سلام
عمریست تا رسیدهٔ قربـت فتـاده است ‌ ‌ بـا دیو نفس در قفس طمع و بـند کام
نی پای سیر ، و نی ره مقصود، و نی قـرار ‌ ‌ نـی صبر ، و نی امید ، مگر رافت کرام
درگاه جود را ، چه زیان کرده میشود ‌ ‌ کار دو کون را ، که کنی یک نظر تمام
دریای فضل ، موج کـرم میزند ، هر آن ‌ ‌ مرکب (علانیـا) مگر آنجـا کنـد مقام
ناله را همدم گزین و گریه را همسایه گیر ‌ ‌ جام غم بر روی ایشان نوش کن در هر زمان
بیدلان را، ساقی! از اشک است، مطرب ساز دل ‌ ‌ عاشقان را، لذت از درد است، راحت سوز جان
درد عشقش ، کـه دوای دل شوریدهٔ ماست ‌ ‌ یک سر موی از آن، هر دو جهان از در ماست
از صفای غم تـو ، بی بصـران را چه خبـر ‌ ‌ قدر این تحفه، کسی یافت که، از اهل صفاست
مرده است آنکه، نه مرده است ز دردت، روزی ‌ ‌ کشتهٔ تیغ جفاهـای ترا ، ملک بقـاست
جز غمت نیست مرا ، در دو جهان هیچ مراد ‌ ‌ زانکه زین غم دل مجروح مرا مرهم ماست
بیـا ! در عشق محـرم بـاش، زیـرا ‌ ‌ ره تا محـرمان اندر حـرم نیست

۱۶۱- علی، مرزا علیخان

● تاریخ اعظمی : میرزا علیخان ولد محرم بیگ ــ که از امرای همایون پادشاه بود ــ طبع زیرک و سلیقه شعر داشت. در سنه نهصد و نود و شش (۹۹۶هـ) در کشمیر، شبی که یعقوب خان ولد یوسف خان کشمیری بر سر قاسم خان میر بحری شبخون آورد، در جنگ مغلیه به قتل رسیده. صاحب دیوانست از وست :

شام، چو از چهره فگندی، نقاب تاب نیاورد و نهفت، آفتاب
(۲۱۲)

۱۶۲- علی، ناصر علی سرهندی

● تذکره نصرآبادی : ناصر علی سرهندی بچیله مشهور است : چون چیله غلام را گویند . کشمیر یست کمال استغنا دارد . و در خدمت پادشاه میباشد و شفقت بسیار باو دارد . چنانچه ــ صایبای ثانی ــ لقب باو داده . پیوسته در خدمت است . شعرش اینست : (شش بیت دارد ۴۴۷)

● کلمات‌الشعرا : آبروی هندوستان، میان ناصرعلی سرهندی از اهل‌هند. سخنور بلند خیال، معنی یاب، ذوالهمت والکمال، همچو او برنخاسته. هر بیتش چون ابروان دلبران بخوبیها بیمثل، و هر مصرعش چون قامت معشوقان برعنائی ممتاز و بی بدل. اشعار بلاغت شعارش عالمگیر، و فکرهای تازه اش یکی از یکی بی نظیر: در ایران صائب است و در هند ناصرعلی. سوای شعر، حسن خلق، و دل گرمی، و خدا شناسی، و همت، و سخاوت، و استغنا، و بی پروای، بمرتبهٔ دارد، که در هیچ مخلوق دیده نمیشود. چنانچه خود فرمود :

از سخن، ما را دماغی دیگر است چون صدف مغز سر ما گوهر است

در اوائل شهرت ، همت خان خواهش دیدنش کرد : بوساطت میرزا محمد علی ماهر رفت . بعد شعر خوانیها بتقریبی گفت : که در مردم مغلیه ما خوب رسمیست که یاران در خانهٔ یک دیگر مهمان میشوند . امروز من بخانه یاری خورم و فردا یار بخانه من خواهد خورد . مردم هند رکیک طبع اند که از غایت خست بخانه خود پنهان شده میخورند !

ناصر علی گفت : مغلان نان را بقرض میدهند و اهل هند از ین شیوه عار دارند . همت خان برهم خورد :

روزی همراه سیف خان ـــ که با او بسیار دوستی داشت ـــ بخانهٔ خان جهان خان بهادر کوکلتاش رفت . چون تکلیف شعر خوانی کرد، این بیت خواند :

اهل دنیا را ز غفلت زنده دل پنداشتم   خفته‌دانم،مردگان‌رازنده میبیند ، بخواب

نواب پنج هزار روپیه گذرانید قبول نکرد ، و رو بسیف خان کرده گفت: بآن بزرگ میباشم ، هرگاه گرسنه میشوم از مطبخش شوربای میرسد! فقیر در تعریف همتش گفته :

غنمست بهمت علی بذل و عطا   از چهره او هست عیان نور صفا
گر صورت آدمی گرفتی همت   میگشت بصورت (علی) جلوه نما

از یاران قدیم فقیر بود . از خورد سالی یکجا بناهم مشق سخن میکردیم و صحبتها میداشتیم . این شعر حسن بیگ رفیع (۱) مناسب حال من و اوست :

طالع شهرت رسوائی مجنون، بیش است   ورنه،طشت‌من و او،هر دو،ز یک بام افتاد

بقدر استعداد خود در هندوستان دستگاهی نیافت . در زمان بی فیض

۱ـ رک : ص ۲۷۶ کتاب حاضر

واقع شد ؛ والا این چنین نازک خیال میباید که ــ ملک‌الشعرای ــ عصر باشد. این رباعی فقیر در وصف او شاهد کمال اوست :

در ملک سخن بود جهانگیر علی   در مشرب دل، ولی علی پیر علی
با شعر علی، نمیرسد شعر کسی   زان سان که خط کس بخط میر علی (۱)

آخر عمر، باشاره مجذوبی، مسلوب‌العقل گشته در دارالخلافه بدعوای قطبیت اقامت ورزید. جنون ساخته بهم رسانید و دم از دوستی بوعلی قلندر میزد، و شوخیها میکرد قریب شصت سال عمر رساند. بیستم رمضان (سنه ۱۱۰۸) در گذشت. در راه سلطان‌المشائخ مدفون گشت. فقیر تاریخ رحلتش یافته :

وارسته (علی) بهمت بی پروا   از راحت و رنج دهر، مستغنی رفت
دائم چو، توجهش، سوی معنی بود   دل کندهٔ ز صورت کدهٔ هستی رفت
(سرخوش) ز خرد سال وفاتش پرسید   گفت : آه علی بعالم معنی رفت (۲)
۱۱۰۹

روزی، فقیر در اوائل مشق باو گفت که : بعضی مردم میگویند که، مسوده اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتده، آن را بنام خود میخواند! گفت: امتحان شاعر، طرح غزل است! بیائید باهم غزلی طرح کنیم. این غزل در پیش بود :

آب استاده است، آفتاب استاده است.

اول فقیر در میدان تافت و این مطلع بدیهه گفت :

تن ز اشکم تا بگردن غرق آب استاده است   سر بروی او عیان همچون حباب استاده است (۳)

میان ناصرعلی حسن مطلع رسانده جواب مدعیان باین عبارت ادا کرد:

اهل همت را نشاید تکیه، بر بازوی کس   خیمهٔ افلاک بی چوب و طناب استاده است (۳)

۱- سرو آزاد و سفینه خوشگو و گل رعنا دارد.
۲- این بیت آخر در چاپ مدراس نیست، طبع لاهور دارد نیز سفینه خوشگو دارد.
۳- گل رعنا و سفینه خوشگو و نتائج الافکار دارد.

روزی گفت: در تمام عمر به ازین شعری نگفته ام، چیزیکه بمن داده اند، همین بیت است. باعتقاد خود به از همه شعرهای خود میدانم:

تو چون ساقی شوی، در وی تنک ظرفی نمیمانـد بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلها(۱)

فقیر گفت: قریب باین معنی بیتی دارم اما داخل انتخاب خود نکرده ام:

عشق بخشد انبساطی در دل غم پرورم همچو مه، بالد بقدر باده، پرخود ساغرم

اگرچه اشعار میان ناصر علی، از انتخاب مستغنی است، و باعتقاد فقیر هرچه گفته خوب گفته. اما این چند بیت خوش‌کردهٔ میر معز موسوی(۲) است:

وحشتم، از دل هر ذره، نمایان کردند آن قـدر جمع نبـودم، کـه پریشان کردند (۳)

جادهٔ راه محبت، کـه دم شمشیر است نفس سوختهٔ بود، که پنهان کردند

یک شهر چشم خوش نگهبان، فرش راه اوست آنجا که سرمه گرد کند، جلوه گاه اوست (۴)

بمحفل که، حریفان بیاد حق مستند نفس زدی، و چو آئینه بر تو، در بستند

توبه ها را نفس بساز پسین دست رد است بیخبرا دیر رسیدی، در منزل بستند (۵)

برق تـازان فنـا، تا کمـر دل بستنـد چون شرر، بر نفس سوخته، محمل بستند

هرقدر پرتو شمع، از خجالتها، چه حسنست این بهر محفل که باشی خوشهٔ تاکست فانوسش (۵)

شکر لب صید بندی طوطی ما درکمین دارد که چون شان علی لبریز شیرینی بود دامش

هوای ابر، ز خود میبرد مرا، امروز چو برق جسته ام از جا پی گرفتن خویش

جفا جوی که، صحرا را برقص آورد نخچیرش ز سیلیهای خون من، سیه تابست شمشیرش

(مل) از اضطرابم کام دل حاصل نمیگردد خطا شد بارها، از بیقراری های من، تیرش (۳)

کریم را، نرسد بهرهٔ، ز مایهٔ خویش هما، چگونه نشیند، بزیر سایهٔ خویش

در وادی که، تیره شبم جلوهٔ نمود نـور هـزار شمع زبان غزال داشت (۵)

روشنی کم میکنـد در ظلمت کاشانه ام هست خـال چهـرهٔ زنـگی چـراغ خانه ام (۵)

اگر آن هـلال ابرو، بمیان نشسته باشد مه نو، بچشم مردم، مژهٔ شکسته باشد (۵)

۱- گل رعنا و سفینه خوشگو و نتائج الافکار دارد.

۲- چاپ لاهور دارد: میر معز خان موسوی وغیره اعزه صاحب کمال است:

۳- نتائج الافکار دارد.

۴- سفینه خوشگو و سرو آزاد دارد.

۵- سفینه خوشگو دارد.

چسان تقریر حال خود کنم پیش سیه چشمی — که گردد شمع خاموش از نگاه سرمه آلودش (۱)

رم خوردگان تجرید، جای که برق تازند — پا در حنا نشانند رنگی بخویش بستن (۲)

چرخ سیل خوردهٔ طوفان استغنای ماست — در غبار شب، مه نو، نقش پشت پای ماست

بجز من کسوت دیگر نپوشد آفتاب من — ز درد خویش دارد شیشه چون اخگر شراب من (۲)

یکی شد همچو درد و صاف می روز و شب عالم — ز بس لرزید چرخ شیشه رنگ از اضطراب من (۲)

همت درویش از منعم شدن کمتر شود — از چکیدن باز ماند قطره چون گوهر شود (۲)

بیا ای نور چشم پاکبازان رنگ سیمایت — که چون نرگس، درون دیده خالی کرده ام جایت (۲)

مثنوی در بحر ـ یوسف زلیخا ـ بسیار رنگین و طرز تازه گفته. ازوست :

نخفتم یک شب از خندیدن دل — که دیر صومعه ام بود منزل

بشیخ میگفت پنهان، با برهمن: — خدای من تویی ای بندهٔ من

مرا، بر صورت خویش، آفریدی — برون از نقش خود آخر چه دیدی (۲)

در همان مثنوی در تعریف وارستگان میگوید و خود نیز برین بیت محظوظ بود :

به دنیا و بعقبی، در ستیزند — چو برق از هر دو جانب میگریزند

مرد پیری از یاران قدیم او ـ که نامش بردن باعث ریشخند او تا ابد است ـ در مطلع این مثنوی تصرفی کرده پیش فقیر خواند، و فقیر آنچه جوابش گفته بنظم در آورده :

علی، آن پیشوای خوش خیالان — چو بد در مثنوی، کلکش در افشان

رساندش پایه از معنی، بمعراج — بود این مطلع آن را درة التاج

الهی! ذرهٔ دردی بجان ریز — شرر، در پنبه زار استخوان ریز

درین مطلع، نمود از احمقیها — یک از پیران جاهل، دخل بیجا

که باشد پنبه نرم و استخوان سخت — کجا این نرم را نسبت بآن سخت

بتغییر حروف چند، فی الفور — درستش کرد در زعم خود، این طور

الهی! ذرهٔ دردی، بتن ریز — شرر در پنبه زار سوی من ریز

من این حرف، از زبانش چون شنفتم — چو گل خندیده، بر رویش، بگفتم:

چرا آن حاجت از حق خواهی، ای یار! — توانم کرد من هم، این قدر کار

۱- نتائج الافکار دارد.

۲- سفینه خوشگو دارد.

که مشت خس بآتش بر فروزم — همه سوی سر و ریش بسوزم
سزای آنکه، در شعر بلندی — کند زین گونه دخل نا پسندی
مناسب تر درین هنگامه افتاد — برآن اهل سخن، این بیت استاد
چراغی را که، ایزد بر فروزد — هر آن کو تف زند، ریشش بسوزد(۱)

(لاهور ۴۷ - ۷۷ مدراس ۱۲۷-۱۲۳)

● مراة الخیال : شیخ ناصرعلی، طائر بلند پرواز فکرش، بانسر طائر هم‌آشیان است. و همای رفعت کبرای طبعش، از ریزهٔ چینی برکران. قلمی که بطراوت دریای سخن طرازیش رطب اللسان گردد، نال او رشته است که، دسته بندی گلهای معنی را سزاوار آید. و زبانی که از بیان پایه استعدادش عذب‌البیان شود، رگهای آن از تاری است که، شیرازهٔ اجزای باریک بینی‌را لائق افتد. کمیت قلم را اگر در اظهار رنگینی، کلامش جولانی عرصهٔ قرطاس نمایند، آئینهٔ صفحهٔ کاغذ، چهرهٔ خیز ارژنگ مانی شود. اگر در وادی ادای نازک بیانیهای او، دام نه نخچیر مقصود گردند، غزال مضمون برجسته، چون آهوی وحشی در نظرها سرمهٔ حیرت و نارسائی. نظم :

گشته، از رتبهٔ تفکر او — آسمان، پایه آستان سخن
لالهٔ طبعش، از طراوت بست — آب بر روی ارغوان سخن
آفتابی نکردی از رایش — ماهتابی شدی کتان سخن
کشد، از خامهٔ شکسته نویس — مومیائی، در استخوان سخن

مولدش سرهند است، و هم درانجا نشو و نما یافته. از بسکه کم اختلاطیها، خانه اش نمونهٔ آشیان عنقا ست. و از فرط استغنا و توکل، نواله اش

۱- در چاپ لاهور بعد ازین در پاو ورقی هست : قریب شصت سال عمر رسانده. تا که در رمضان ۱۱۰۸ه بیدم . . . شد. مجد ماکف :

آه آه از رحلت ناصر علی

۱۱۰۹ه

تاریخ یافته، بد نیست (ص ۷۷)

حواله بمطبخ تقدیر مولی :

چند گاهی، این مسافر گذرگاه هستی، بحسب قسمت در شهر سرهند مقیم گشته بود، و با شیخ ناصر علی صحبتها رو میداد؛ بتقریبی چند روز ملاقات اتفاق نیفتاد. در همان ایام تعریف وی که بالا مرقوم گردید، بر زبان قلم آمده بود، لهذا رقعه به مومی الیه نوشته، با فقرات مذکوره فرستاد. شیخ جواب نوشت. درین مقام آن هر دو رقعه را بر سبیل یادگار بجنس مثبت میگرداند :

رقعه مولف این اوراق بشیخ ناصر علی

همواره زلفگیر شاهد مقصود، و جرعه پیمای عافیت و بهبود باشند. نمیداند که سراغ آن محل آرای سفر در وطن از کدام راه یافته بی پرده استفسار نماید، که طائر، دل وفا منزل را، در هوای دریافت آن بلند پرواز اوج نازک خیالی، بعالم بالا فرستد. و لیکن نیروی رسیدگی کو؟ و طاقت همپروازی کجا؟ لهذا پردهٔ اعتراف بر روی نارسائی کشیده، توسل بزبان بی زبانی میکند. یعنی مکنون ضمیر را بزبان قلم میسپارد، که مخمور این شراب دیدار را، در سراب انتظار داشتن، آئین کجاست؟ و پابند آن سلسلهٔ بند محبت را وقف تغافل کردن رسم کدام شهر؟ نظم :

ز هجرت، بنوعی جگر خسته ام که مصداق این بیت برجسته ام
بسر آن ناتوان صید، بیداد رفت که در دام، از یاد صیاد رفت

گوئیا، مشق وحشت از طالبان دیدار بر ورق پردهٔ چشم آهو میکنند، یا گره تغافل از نرگس زار دیدهٔ مهوشان بر میدارند. نام آشنایان قدیم بر پر عنقا نوشتن ازآن همای اوج سعادت دور است، و در مطالعهٔ لطائف جدید آن جریده را، چون تقویم پارین و فرد باطل انگشتن، ازان سر دفتر ملک آگهی بسیار بعید. نزدیک است که زبان قلم چون پای کاتب از بس تفحص و نیافتن مقصود بستوه آید، و بتصور نامحرمیت خود، مرکب را سرمهٔ گلوی خویش ساخته، ختم مدعا بدین بیت نماید:

ز حد شوق، دیدار دارم زیاد دلم، زخمی لن ترانی مباد

چند سطری، در توصیف طبع فیاض آن روشن آئینه لفظ و معنی نوشته بود، بخدمت ارسال داشت. اگر پسند حضار مجلس افتد، برخی از واردات فکر بلند، در وجه صله اش، عنایت فرمایند، که با سطور مذکوره در سفینه ثبت نماید:

باغی ار نبود ازان گل طبقی(؟) که پذیرم بکتابی ورقی

جوابی که شیخ ناصر علی نوشته :

مکتوب گرامی، آن قدرآفرین بی‌کمالان، سرمایهٔ افتخار این از همه چیز غافل گردید . ملاذا! سه ماه متصل میگذرد که، نیازمند شما فرصت چشم واکردنی ندارد . که حوادث ناگوار در قد کشیدن و سوانح نا ملایم گرم از پیهم رسیدن اند :

دل غمدیدهٔ دارم مپرس از گرد کلفتها   صدا در کوه چون رگ مانده از سنگینی آهش

الحمدلله علیٰ ذلک ! اگر اندک از معراج دولت و کمال فرود آیند، و سری به تیمار خاک نشینان کشند ، یحتمل که ، متمنای خاطرها بظهور پیوندد . و الحاصل فقیر، درین ایام از نوشتن و خواندن فارغم ، و باندوه بی پایان واصل . زیادهٔ ازین چه نویسم که آب شد نفسم!

من غزلیاة

تو چون در جلوه آئی ، مغز جان سیماب میگردد   تجلی میکند برقی ، که آتش آب میگردد
دل درسینه دارم، ازکتان، یک پرده نازک تر   که بر زخمش نمک تا میزنم مهتاب میگردد
نیاز عالمی را قبلهٔ چون از میان رفتی   تهی از خویشتن هرکس که شد محراب میگردد
نمود آرزو، از سینهٔ عاشق، نمی آید   درین آئینه تمثال از حرارت آب میگردد
(علی) از شوخیٔ طرز سخن ، آرامها دارم   که گر، بر گوش حاسد میخورد، سیماب میگردد

چون شیخ ناصر علی این غزل بگفت ، در شاهجهان آباد آوازهٔ در انداخت که: هرکس این غزل را جواب تواند رسانید ! اگر در ملک سخن دعوی خدای کند ، من بوی ایمان میآرم !. از اتفاقات هیچ یکی از موزونان، لب بجواب نکشادند ; مگر احمد عبرت(۱) ، باشارهٔ میرزا عبدالقادر بیدل ــ غزلی که در دیوانش مرقوم است ــ بگفت . و شیخ بعد از استماع آن ، سکوت ورزید و آن غزل بی نظیر این است :

شب که، ازکیفیت می، برق حسنش تاب داشت   از شکست رنگ گل، صحن چمن مهتاب داشت
رنگ بر رخسار خوبان ، از تماشایش نماند   شاخ گل را خجلت از موج عرق سیراب داشت

۱- درحسینی نامش شیخ محمد علی عبرت ثبت شده است ، شاگرد میرزا بیدل بود . این بیت از اوست:

چز بدرویش ، کجا شور محبت یابی   عشق برقیست که ، بر خانهٔ ویران افتد

نقش دنیا، در دل بی طاقتم، صورت نه بست　　آب در آئینه ام ، خاصیت سیماب داشت
شب که برق غیرتش میزد ، بروی حرف و صوت　　ناله از خاکستر دل بستر سنجاب داشت
(۲۹۴)

● حسینی : قلعه کشای خیبر معانی بندی ، شیخ ناصر علی سهرندی . بعد وفات سیف خان (۱) ممدوح خود ، متوجه اردوی معلی عالمگیر بادشاه ــ که در دکن بود ــ گشت . و قصیده در مدح ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر بگذرانید . چون مطلعش برخواند :

ای شان حیدری، ز نشان تو، آشکار　　نام تو در نبرد کند، کار ذوالفقار

۱- سیف الدین محمود معروف بفقیرالله ملقب به سیف خان بن تربیت خان بخشی شاهجهان در سال (۱۰۷۵هـ) بصوبیداری کشمیر رفت و ـ باغ سیف آباد ـ بنا کردهٔ اوست . در (۱۰۷۷هـ) ازانجا برگشت . در سال (۱۰۷۹هـ) بار دوم آمد و در سال (۱۰۸۱هـ) پل بنام ـ سیفا کدل ـ تعمیر کرد . تاریخ بنایش است :

زمن سال بنایش خضر نشنفت　　صراط المستقیم اهل دین ـ گفت
۱۰۸۱هـ

در موضع ایشه براری (در حوالی سرینگر) باغی بنا کردهٔ مهیش شنکر بود ، سیف خان تاریخ بنای آن بران ثبت کرد :

هست تاریخ این خجسته اساس　　بانئی این مهیش شنکر داس

این همون سیف خان است که، ستردن نقش هستی دارا شکوه، باهتمام وی بیست و یکم ذوالحج سنه (۱۰۶۹هـ) واقع شد . بقول ماثرالامرا : در سال ششم عالمگیری از تغیر اسلام خان بکشمیر منصوب شد . در سال نهم صاحب صوبهٔ ملتان شد . در سال دوازدهم مجدداً بصوبیداری کشمیر رفت و در سال چهاردهم بنا بر بی اعتدالی ـ که لازمهٔ مزاجش بود ــ از منصب برطرف شده انزوا گزید . و بعد از چندی ، باز مورد عنایات شاهی گشت . در بهار در سال (۱۰۹۰هـ) بساط هستی در نوردید . ناصر علی میگوید :

گفت و گرئی طوطی، از آئینه میخیزد (علی)
گر نباشد سیف خان ، مارا نفس درکار نیست

راگ در پن تصنیف اوست . نزد سرهند بنام ـ سیف آباد ـ قصبهٔ آباد کرد و آنجا توطن خود قرار داد و مدفن نیز آنجا است . (ماثرالامرا ۲: ۴۷۹-۴۸۵)

نواب یک زنجیر فیل و مبلغی خطیر صله داد و گفت : بس کن که طاقت صلهٔ ابیات دیگر ندارم .

نقل است: روزی سرخوش با شیخ گفت: اعزه میگویند که شیخ ناصرعلی مسودات ملا ندیم را ... ... (۱)

شیخ در جنب شاعری خود ، هیچ شاعر را بخاطر نمیآورد . و معاصرین را وقعتی نمینهاده . روزی مرزا بیدل باوی ملاقات کرد، پرسید: چه نام داری؟ گفت : بیدل منم! گفت: دریافتم ، چندی از خراب کرده های تو ، اینجا آمده بودند . یارا ! بگو درین روزها چقدر مضامین را قتل کردهٔ ؟ میرزا جواب بنرمی ادا کرد . روزی شیخ بدیدن میرزا آمد ، میرزا مثنوی خود را که به ــ طور معرفت ــ موسوم است، در سواد پیرایهٔ سکانه پیش شیخ عرض داد . چون باین بیت رسید :

مزن بر هیچ سنگی ، سخت دستی   که مینا در بغل خفت است ، مستی

گفت : مصراع آخر خوب گفته ! میرزا گفت : مصرع اول خود تضمین فرمایند ! گفت : قابل آن نیست که من مصرع خودش تضمین نمایم :
(چهار بیت دارد ۲۲۲)

● مجمع‌النفائس : مولانا ناصرعلی، از کمالات شهرت محتاج تعریف نیست . در شعر طرز خاصی دارد . میرزا معز فطرت و سرخوش و دیگر اعزه پیروی او دارند . اشعارش بسیار شوخ و شورانگیز، و مضامین ابیات او، پیچیده تر از زلف خوبان و نازکتر از کمر محبوبان است . گویا مخترع است درین فن : دعویهای بلند داشت و هیچ یکی از شعرا را وجود نمیگذاشت . اگرچه در

۱ـ رک : تحت سرخوش . و رک : کتاب حاضر تحت ندیم .

بعضی از جاها، بسبب تغافل و بی پروائی که داشت، تساهل گونه در شعر بکار برده، لیکن بسیار خوب‌گو است. صاحب ــ کلمات‌الشعرا ــ او را آبروی هندوستان گفته و در واقع چنین است. لهذا این رباعی در تعریف او گفته:

در ملک سخن ...... الخ.

ایامی که بدکن رفته، قصیدهٔ در تعریف امیرالامرا ذوالفقارخان نصرت جنگ(۱) گفته، که مطلعش این است:

ای شان حیدری، ز نشان تو، آشکار   نام تو در نبرد کند، کار ذوالفقار

یک فیل و پنج هزار روپیه در صلهٔ وی بخشید، و ناصرعلی بخانه آمده بمردم تقسیم نمود و فیل را بسپاهی مفلسی که ــ محتاج اسپ بود ــ بخشید.

۱- محمد اسمعیل پسر اشرف آصف‌الدوله است. در سنه (۱۰۶۷ھ) از بطن مهرالنسا بیگم دختر آصف خان یمین‌الدوله تولد نمود. تاریخ است:

ز برج اسد رو نمود، آفتاب

۱۰۶۷ھ

در سال (۱۱۰۹ھ) ششم شعبان قلعه چنچی مفتوح ساخت. تاریخ است:

قلعهٔ چنچی مفتوح شد

۱۱۰۹ھ

خود در جنگ فرخ سیر و جهاندار همراه جهاندار بتاریخ ۱۶ محرم (۱۱۲۴ھ) کشته شد. تاریخ است:

ابراهیم اسمعیل را قربان نمود

۱۱۲۴ھ

(رک: ماثرالامرا ۲: ۹۳-۱۰۵)

محمد اسمعیل مخاطب باعتقاد خان ثم بذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ ثم با میرالامرا بهادر نصرت جنگ سپه سالار بن آصف الدوله ... روز یکشنبه ۱۶ محرم (۱۱۲۵ھ) بفرمان محمد فرخ سیر پادشاه بعذاب خفه کشته شد، نواسهٔ یمین‌الدوله و داماد امیرالامرا شایستهٔ خان بود. (محمدی ص ۳۱)

غرض ، بسیار صاحب همت بود . زر پیش او یک جو قدر نه داشت . همیشه قلندرانه میزیست :

مثنوی مختصری در برابر — محمود و ایاز زلالی — گفته که این قطعه ازان، بسیار شور انگیز واقع شده :

بتی میگفت روزی ، با برهمن: خدای من توئی ای بندهٔ من
مرا بر صورت خود ، آفریدی برون از نقش خود، آخر چه دیدی

اواخر مرید بدیع‌الدین قلندر نام درویشی گشته، جذبهٔ بهم رسانید . و دران ایام مثنوی دیگر شروع کرده بود ، بسیار پریشان ، که بحور متعدده دارد . و درمیان، جای رباعی است و جای ابیات . غزل آن هم خالی از کیفتی نیست . دو بیت اولش این است که بجای است :

این دوم دفتر که معجون میشود مثنوی یک بیت موزون میشود
جمله یک بیت است دیوان اله هم بدنیا هم بعقبیٰ کن نگاه

بهر کیف ، او از نجبای شهر سهرند بود چنانکه خود گوید :

گر از حسب ...... الخ .

و اینکه نصرآبادی او را چیله یعنی غلام بادشاهی گفته ، بخدام این بزرگوار غلط رسیده، و محض از بی تحقیقی روات است . و خلف او میان علی عظیم(۱) — که بسیار شخصی اهل و از خود گذشته وارستهٔ است — تا حال

۱- میان علی عظیم ، پسر شاه ناصر علی . بسیار عزیز کسی و مرد از خود گذشته ، فانی مشربی است . از عنفوان جوانی فقیر را بااین عزیز اخلاص متحقق است . خیلی متوکلانه میزید و هرچه بدستش میآید ، صرف عزیزان مینماید . گویا نام اصل او عظیم‌الدین محمد است . چنانکه والد او فرموده :

عظیم‌الدین محمد صاحب هوش من و تو، هر دو یک خواب فراموش

در قید حیات است: خدایش سلامت داراد! با او فقیر آرزو از مدت چهل سال آشنا و مهربان احوال است: احوال او انشاءالله نوشته خواهد شد. دریـنولا، انتخاب دیوان مولانا ناصر علی نوشته میشود

دو تیراندازی هم دستی دارد. بهر طور صاحب اخلاق حسن است. شعر هم خوب میگوید. اگرچه کم میگوید. ازوست:

میبرد چشم، مژده است (عظیم)	بعد ازین دیدها دویدنها
از بیابان عدم بر سر بازار وجود	بتلاش کفنی، آمده عریانی چند
بغارت رفت یا خون گشت یا محو تماشای	خداوندا! چه پیش آمد! دل دیوانهٔ مارا
بذوق سنگ طفلان، از بیابان میرسد، مجنون	باشوبی که، در بازار رسوائی نمیگنجد

(مجمع النفائس ۲۵۴ ب)

علی عظیم خلف شاه ناصرعلی صهرندی، مرد دردمند فانی مشربی بود و در تیراندازی و شطرنج بازی و دیگر فنون دستی داشت. گویند ناصرعلی در وقت احتضار اورا ـــ که یازده ساله بود ـــ طلب فرموده بنگاه حسرت آلود دید و این بیت خواند:

عظیم الدین محمد صاحب هوش	من و تو، هردو یک خواب فراموش

خوشگو گوید: دو برادرش از و خرد بودند. میانه علی علیم سپاهی پیشه بود، در نوکری سید قطب الملک بارهه اوائل عهد محمد شاهی باکبرآباد مسافر راه فنا گردید. سلیقه سخن درست داشت اما متوجه گفتن نمیشد. در تمام عمر بیش از یک دو بیت نگفت. دو بیتش این است:

جوهرم، از شهرت نام پدر، پوشیده ماند	وصف نور مردمک پنهان ز نور دیده ماند
جادهٔ راه فنا، پست و بلند است، مگر	درکف شعله، ز شمع است عصای سیمین

این اشعار از علی عظیم پیرایهٔ تحریر میپوشد:

برون از شهر وحشت گوشهٔ ویرانهٔ دارم	چو مژگان در سواد چشم آهو خانهٔ دارم
چه دهم شرح، ز نیرنگ خوش آرائی دل	پر طاؤس بود چشم تماشائی دل
هرکه شد محو تو، از قبله ندارد خبری	چون گهر، شش جهت افتاد جبین سائی دل
نمی دمد جای گیاه از سر خاکم پس مرگ	بسکه در دل هوس ناله کشیدن باقی است

(گل رعنا ۸۲۶)

ازوست :

گذشتم از ره دریای دل ، زین کهنه منزلها — دو عالم، خشک برجا ماند از حیرت، چو ساحلها
تجرد مشربم ، پرواز من، رنگ دگر دارد — چو گل، یک ساله ره طی میکنم، از ریزش پرها
دارم از کوکب بیداری دل آئینه — نفس صبح ، به بی رحمی رنگ است اینجا
صلح کل بیخبر از وضع تکلف شدن است — ادب آئین کمین داری جنگ است اینجا
بکف جز سنگ طفلان را نه بینم تختهٔ مشقی — ز شور عشق مجنونت خراب افتاد مکتب ها
خاک گردیدیم و میجوشد هنوز افغان ما — خم شکست ، اما نمیریزد می جوشان ما
رنگ میسازد تراگشت گرم نتوان دیدنش — هر نگه ، صد کاروان اشک است، برمژگان ما
عشق جمعیت ما داد ، پس از مردن مسا — بقفس گرچه پر و بال پریشانی را
در پس پردهٔ ناسور دلم ، زخم لبی است — دیدم از رخنهٔ دیوار ، گلستانی را
پردهٔ راز دل سوختگان، خون گردد — شب که ، پنهان نکند اختر تابانی را
ز رفتن وا نخواهم ماند در راه طلب، هرگز — چو شمع ، از خارهای پای من، از سر شود پیدا
در فیض است، منشین ازکشایش، نا امید اینجا — برنگ دانه ، از هر قفل میروید ، کلید اینجا
بسکه از شرم توگلشن، درگداز رنگ و بوست — نکهت گل، گرد نمناک است ، در گلزارها
طوطیان را ، از لب لعل حلاوت پرورش — غوطه در تنگ شکر .چون بسته از منقارها
گوارا نیست جنت ، طبع تا پرهیزگاران را — چه لذت، از نشاط عید باشد، روزه خواران را
دران محفل، که باشد خجلت افزای چمن، بویش — عرق بر چهرها ، ناسور گردد گلعذاران را
هر شب از شوق تو ، ای سرجوش، آتش خانها — شمع، میریزد نمک در چشم ، از پروانه ها
ساز و برگ خرمی، در سر زمین عشق، نیست — از نم باران، شود محکم گره، بر دانه ها
جان، بهای بوسه میخواهد، ز مشتاقان، لبش — پر کنید از چشمهٔ آب بقا پیمانه ها
بود دنیا و دین، پشت و رخ آئینهٔ هستی — بزرگ آید وجود خویش ازان در چشم شاهان را
نهالی کز، زمین عشق سر برداشت ، مجنون شد — همه نخل بیابانی نشاند باغبان اینجا
مینماید بسکه خورشید رخش نیرنگها — ذرهٔ ما چون پر طاؤس دارد رنگها
تا نفس باقی است، وحدت ساز و برگ کثرت است — تار چون ساکت شود ، گردد یکی آهنگها
سرمه ، آواز درای کاروان وحشت است — نافهٔ ما ، دارد از چشم غزالان ، رنگها
هجوم دردی، راحت شد دل غم پرور ما را — شکست رنگ ، زیر بال میدارد سر ما را
ز اختلاف این و آن، سر رشته را، گم کرده ام — شد پریشان ، خواب من ، از کثرت تعبیر ها
مناز ای فقر منکر، دولت صاحب کلاهی را — چو برگردد فلک ، کشکول سازد تاج شاهی را
یار در خلوت دل ، انجمنی ساخته بود — بیخودی آمد و یک بار، خبر کرد مرا
گرفته است خرابی بدوش خانهٔ مارا — برنگ گل پر و بال است آشیانهٔ مارا
گر چنین لب تشنهٔ خون شهیدان تیغ تست — خاک هم رنگین نگردد در شهادت گاه ما

خود نمائی است گذشتن ز لباسی که تراست
آسمان ، سلسلهٔ پای سبک روحان ، نیست
بسان آئنه ، کز عکس ، پر کند آغوش
عمرها ، یک شمع در محفل ، کفایت میکند
بسکه ، هر سو تشنهٔ آب حیات تیغ ، تست
کی توان کردن جدا ، رنگ محبت ، از دلم
با تو ، دریک پوست گنجیدم ، چو بادام دو مغز
عمر از کف رفتهٔ ما ، قامت آن بیوفاست
مدتی شد ، آرزومند عتاب قاتلیم
در ضلالت تا نیفتادم ، هدایت رو نداد
کریمان ، با توانگر هم ، باحسان پیش میآیند
ز بی برگی ، شکایت چیست ، میباید عدم گشتن
دل شوریده ام ، خواهد ازان سوی عدم هستی
از لب شمشیر او ، دارد هوای بوسهٔ
در شهر فنا هم ، ننمودیم اقامت
از بسکه سوده شد کف پایم ، براه عشق
یا رب ! آن رم کرده وحشی ، صید حسرتگاه کیست
به بیقراری دل ، میکنیم سیر جهان
بدل ، زخم جفا از غمزهایش ، بیشتر دارم
دید بچشم ما ، رخش ، هر که زما ، پیام برد
زاد راه خویش کردیم ، این دل ناشاد را
بآهی ، تازه میگردد درون سینه ، داغ ما
اهل دنیا را ، ز غفلت زنده دل ، پنداشتیم
عیب ها ، رنگ هنر گیرد ، چو دل روشن شود
دیده ام در علم ، صحبت‌های رنگین صد کتاب
این لطافت ، هیچ برگ گل ندارد ، در چمن
ز دل ما ، لعل سیراب تو هم ، شرمنده است
یافتم ، سر رشتهٔ آرام ها ، از اضطراب
بود ز دست ، چو گردابم ، آستین خالی
عشق کامل را ، مزاج دیگر است
غافل مشو ، ز یاد خدا ، بی خبر مخواب

ورنه از پیرهن خویش چو تصویر بر آ
همچو آواز ، ازین حلقهٔ زنجیر بر آ
چنین بخویش فرو برده آشنان ترا
کز چنین میسازد از حیرانیت ، رفتار را
جمع شد ، چون شمع در نای گلو ، رگ های ما
ساغرم ، گر بشکند چون گل ، نریزد باده را
جا بود در سینهٔ هم دل بدل پیوسته را
میشناسد ، هرکه صیاد است ، صید جسته را
ما بروی تیغ میبینیم دائم ماه را
راهبر پیدا نشد ، تا گم نکردم راه را
نباشد چشم ، بر سامان دنیا ، ابر نیسان را
که پیراهن بود زائل شدن تصویر عریان را
که از همسایگی ، این شهر دارد ، تنگ صحرا را
آرزو شوخی است ، ز خم لب بهم آورده را
از بسکه (علی) گرم جهاندیم فرس را
پیداست نقش آبله ، از پشت پا مرا
میطپد در خاک ، چون ماهی ز شوقش دام ها
چو برق ، آخر عمر خود است منزل ما
مبادا غیرت عشقم ، ببرد دست قاتل را
حیرت چشم قاصد است ، عینک دوربین ما
در گره بستیم ، مانند جرس ، فریاد را
بیاد گرم ، روشن میشود هر شب ، چراغ ما
خفته ، دائم مردگان را ، زنده میبینند بخواب
صبح نورانی بود دود چراغ آفتاب
کرده ام ، یک مصرع تنها نشینی انتخاب
میچکاند گرمی خو ، ازگل رویت گلاب
بر شراب تند ، کو حق نمک دارد ، کباب
یک گره گشتم چو برق از بسکه خوردم پیچ و تاب
که شد ز شرم ، تمنا در آستینم ، آب
عندلیب ، از آتش گل شد کباب
فریاد میکند نفست : این قدر مخواب

عاشقان در جلوهٔ معشوق، از خود رفته اند
بسر نیاید، اگر از سنگ، نمیرد آتش
میرود شمع ز فانوس و کسی آگه نیست
صحبت صاحب دلان، اکسیر قلب عیبها ست
از تواضع، میتوان کردن مسخر، عالمی
نسبت پاکان طلب، پا در پی ایشان، مرو
معصیت گردد عبادت، وقت استیلای نفس
نیست آئین وفا، خون مروت، ریختن
حسرت یک شعله گلبازی، دل پروانه سوخت
ظلمت آباد بدن، ویران نمیسازی چرا
چون کواکب میشود گم، صبح صادق میدمد
دل چو روشن شد، حجاب عشق ظاهر بین شود
در عجز ما، بچشم کسم ای بیخبر! مبین
علاج سینهٔ ریش، از لب لعل تو میآید
نرگستان بود گلشن! تا تو رفتی، در چمن
سبزهٔ وادی عشق تو، بجز خنجر نیست
کسی که، درد جدائی کشیده، میداند
اگر حیات ابد یافت خضر، همت کو
شهید ناز ترا، خونبها نمیباشد
از بس، تنش گداخته در فکر قامتت
مژده ای باده پرستان! که درین فصل بهار
طالع بد بین که، بیرون آمدیم، از صیدگاه
این همه رنگ مخالف، نیست جز نیرنگ عشق
هزار بزم، درین خاک تیره، برهم خورد
تا سرو خوشخرام تو، تیغ کشیده است
آنجا که، در گداز نظرها است، حسن دوست
داغم، ز ناتمامی افسوس زندگی
آهی که، شب بسینهٔ حسرت، شکسته ام
یا رب! این باد سحر، از چمن شوخی کیست
این قدر تنگ قبا، غنچه ازین باغ، نرست
ز بس بخواب عدم، زنده رفته اند، همه

ورنه، در آغوش گل، خالیست جای عندلیب
گوشه از دست مده، آب بقا، در وطنست
سفر سوختهٔ عشق تو، در پیرهن است
هر چه، درشاهان تکبر، درگدایان کبریا ست
خاتم ملک سلیمانی، همین پشت دوتا ست
غرق دریا میشود فرعون و موسی پیشوا ست
راهزن چون در رسد، همیان پر زر، اژدها ست
خاطرم، بر خویش میلرزد، که دشمن، آشنا ست
شمع را، شغل دگر پیش تو، جز دیدار نیست
شمع این کاشانه، جز افتادن دیوار نیست
چشم پوشیدن بروی دل، دری وا کردن است
هر کرا، درکف چراغی هست، بینائی کم است
مارا، شکوه همت خود، پای مال داشت
ولی ترسم، که خالی از نمک گردد نمکدانت
از شکست رنگ گل، شبنم قدح سرشار داشت
خار نمناک درین بادیه، جز نشتر نیست
که خار خشک، رگ جان، شاخ عریان است
که چین، ز موج، بر ابروی آب حیوان است
همیشه بر سر کوی تو عید، قربان است
خلخال پای فاخته، از طوق گردن است
محتسب مست، بدست عسسی، افتاده است
باوجود آنکه، در هر گام مارا، خون گرفت
آنکه شوخی کرد تعلیمش مرا بیتاب داشت
تمام ریگ روان، شیشه ریزهٔ حلبی است
طوق گلوی فاخته، حلق بریده است
آئینه خانه، ماهی طوفان رسیده است
دندان نماند، در دهن و لب گزیدنی است
امروز، درکمین گه طرف کلاه، کیست
شعلهٔ شمع، مرا برگ خزان ساخته است
نازکی در بدنش، جام نهان ساخته است
جهان، چو دیدهٔ بسمل، سراب بیداریست

گرم رم کرده، ازین بادیه، نخچیر که بود
ندهم دل بنگاری که، دل از خود نبرد
کدام شوخ، که چشمی ندوخت، بر دل من
بسیدره وا نشد، دل غفلت گرفته ام
صیدی که، شد اسیر تو، گردد یکی هزار
رعنائی ما، خاک نشد بعد فنا هم
خیال بیکسی من، وفا، بیادش داد
در سجده گه عشق خمیدن، ز ادب نیست
طفل را، بیتابی گهواره، خواب راحت است
مژه ام، ابر سیاهی است، که آبش، خون است
این دل که، در بزم ز محیط فنا، نم است
صفا، ز وسعت مشرب، در آستانه ما ست
اهل جهان، اگر همه، معدوم نیستند
عکس، در جلوه یکتائی محبوب، نبود
هنوز، خواب و خیال جهانیان، باقی است
نیست دامی، از شکار صید آزادم، تهی
بی تو نور کوکبم، درهای ظلمت، میکشود
رفت دل جای که، آگاهی در انجا، پر نزد
خاک شد منصور و فریاد — اناالحق — کم نگشت
رنگ همهٔ رنگ نداری، چه بلائی
نغمهٔ بزم محبت، ریزش خون است و بس
رنگ گلهای چمن، بسکه ز شوقت، رم کرد
برق تازان فنا، تا کمر دل، بستند
من از حیرانی روی تو، در اول نظر، گفتم
غبار هستی پروانه، محو سوختنها شد
مرا ترک طلب، سرمایهٔ صاحب کلاهی شد
ساقی، از طرز ملامت زدگان، واقف نیست
وحشتم، از دل هر ذره، نمایان کردند
اهل دنیا، نیز سرگرم اند، در سودای دوست
نور شمع، از حیرت رویت، بکشتن هم نرفت
بی تو، دکان مرکب ساز شد، کاشانه ام

دام، چون کاغذ آتش زده، آرام نداشت
یوسف آنست که، در پرده، زلیخای خود است
کدام جلوه، که طاؤس انتظارم نیست
قفل که، زنگ بست، شکستن کلید اوست
دام، از صفای حسن تو، آئینه خانه است
مردیم و هنوز، آئینه در پیش نفس هست
بجای شمع، دل آورد، و بر مزارم سوخت
چون شمع، گذشتن ز سر خویش، سجود است
شوخ من، آرام دارد، تا دلم بی طاقت است
چشم من مخمل سرخی است که خوابش خون است
تعبیر، خواب های پریشان عالم است
در کشاده چو آئینه، شمع خانه ما ست
آئینه خانهٔ فلک از عکس، چون تهی است
بچه تقریب، (علی!) آئینه سازم کردند
گمان مبر که، ازین قوم، مردگان رستند
وحشی بوی گلم صد جا شکارم کرده اند
شمع در کاشانه ام در جیب رنگی چاک بود
آشیان شد بال و از همراهی پرواز ماند
سوخت این نی، بر لب نای، همان آواز ماند
عکس تو و آئینه، بهم شیر و شکر بود
عشق چون مطرب بود، نی، حلق بسمل میشود
سبزه، ببال بیفشاند کمه، طاؤس نبود
چون شرر، بر نفس سوخته، محمل بستند
که عکس خویش را هم، حیرتش، تصویر خواهد کرد
ولی، شمعش هنوز آئینه، در پیش نفس دارد
چو کچکول گدائی، واژگون شد، تاج شاهی شد
قدح چند، بگوئید، بغماز دهد
آن قدر، جمع نبودم، که پریشان کردند
کور هم، در خانهٔ خود، شمع روشن میکند
روشنی، در پردهٔ فانوس، چون آئینه ماند
گر چراغان میکنم، حاصل سیاهی میشود

هر بیت من، برابر دیوان (صائب) است　　از بسکه اهل طبع مکرر نوشته اند

پیکرم، از ناتوانی ها، خیالی بیش نیست　　میرود در خواب، نقاشی که، تصویرم کشد

نوخطان، دل، بگرفتاری ما، شاد کنید　　خط کبک است قفس، گر همه آزاد کنید

زخم سنگی، که ز دست تو، بمظلوم رسد　　در مکافات عمل، تیغ سیه تاب شود

دل شکستم، می سودای تو، در جوش آمد　　شیشه بر سنگ زدم، نام تو، در گوش آمد

امشب که، بی تو بلبل عشرت کباب، بود　　مهتاب روی گل نمکی در شراب بود

ناله، ضمهای جهانم، ز دل تنگ برد　　همچو اخگر، نفس از آئنه ام، زنگ برد

آخر شب مه بیرون آید ز شرم کاستن　　خویش را، در مفلسی منها، باهل روزگار

همچو آن شمعی که، مانند شعله‌اش، بعد از گداز　　کاستم، از درد چندانی که، شیون ماند و بس

دل طپیدن، شرمسارم کرد، از صیاد خویش　　رنگ خونی در قفس همچون گل از من ماند و بس

طرز دیدن انتظار وجد بسمل میکشد　　التفاتش دیده باشی از تغافلها مپرس

بخواب آمد خیال او، کشیدم در بغل، تنگش　　خزان میگشت، دیدم صبحدم، در گلشن رنگش

رهائی نیست، ما را هرگز از، قید طپیدنها　　که طوق گردن ما، شد چو ماهی زخم شمشیرش

کجا در پرده ماند، ناله و فریاد، بیماری　　که لب، چون رشتهٔ گوهر شود، از جوش تبخالش

اثر جوشان تر از، اشک یتیمان، نالهٔ دارم　　که مری کاسهٔ چینی، بود در کوه، آوازش

درین وحشت سرا، از رخنه پر، ویرانهٔ دارم　　که از بهر شکار سیلها دامست دیوارش

کدام عاشق دیوانه، رو بکوه آورد　　که، اضطراب رگ سنگ شد، فلاخن سنگ

ز بسکه، در عرق خجلت گناه خوردم　　فرو رود بزمین سایه ام، چو آب بخاک

ز خار خار محبت، دگر، چه میپرسی　　بسینه است، دل چاک، پنجهٔ شیرم

حریف وحشتم، اندیشهٔ مصور نیست　　مگر کشند ز رنگ پریده، تصویرم

سبک شده است تنم، بسکه از گداز محبت　　ز جای خویش روم گر در آوری بخیالم

بشمار نفس، از خویش خبردار شدیم　　تا چه دیدیم در آئینه که، از کار شدیم

رزق یک ناسور شد، چون شمع، سر تا پای من　　تا کف پا، سوخت آن داغی، که بر سر داشتم

خموشی، شور هفتاد و دو ملت، کرد تلقینم　　فراهم گشت از پس رنگها، بیرنگ گردیدم

روزگار، از بسکه زد سنگ جفا، پنهان مرا　　از شکست خویش، همچون غنچه، پر شد شیشه‌ام

ز دریا، بر ندارم آب، گرد آلودهٔ منت　　نمیگنجد چو گوهر، جز صفای خویش، در جامم

بصد رنگم، گرفتار خیال طرهٔ ساقی　　گره بر بال، چون طاوس باشد سایهٔ دامم

تنک‌ظرفی، تماشا دارد، ای دردی‌کشان! اینجا　　چو مژگان، شانهٔ گیسوی سیلاب است، دیوارم

مسلمان میشدم، چشم پر آب بت، بیاد آمد　　گسستم، همچو موج اما، یکی صد گشت زنارم

رهائی داد بر پا رشتهٔ پیچیده صیادم　　که تا باشد، وبال خون من، در گردن خویشم

هیچ نتوان یافتن، در خرقهٔ پشمینه ام　　در نمد، چون قطره پنهان میشود، آئینه ام

گرد هستی، برنمیتابد صفای سینه ام — از نفس، بر خویش میباله چو آب، آئینه ام
خفتهٔ تا زنده میدانی خیال چند را — امتحان هستی دنیای فانی، کرده ام
ساده لوحی که، جهان پردهٔ بیرنگی اوست — دل گم گشتهٔ ما بود، خبر یافته ایم
خیال آفتابی، زد ز شوخی، آب بر رویم — چو ماه نو، بخود بالید و چشمی گشت، هر مویم
بسکه لبریز است، از گرد کدورت، خانه ام — همچو میل سرمه، باشد شمع، در کاشانه ام
بسکه دارد رخنه، از برق حوادث، خانه ام — آب در غربال شد سیل در کاشانه ام
داغدار است، چو طاؤس، ز پا تا بسرم — بسکه پرواز، نفس سوخته، در بال و پرم
بیقراری بسکه درهم کرد، سر تا پای من — سایه، چون درد شراب آمیخت با اعضای من
بجز من، کسوت دیگر نپوشد، آفتاب من — ز درد خویش دارد، شیشه چون اخگر، شراب من
چراغ خانهٔ من هم، نفس در خویش، میدزدد — تو ای نازک بدن! هر گاه میآی بخواب من
بسکه پوشیدم تب عشق، از طبیبان جهان — نبض خود، چون شمع پنهان ساختم، در استخوان
جهان روشن چو صبح، از فیض احسان، میتوان کردن — چراغی، گر بکف باشد، چراغان میتوان کردن
کو نگاهی، که گلستان ترا، سیر کند — دو جهان، یک گل رعناست، ز رعنائی تو
کیست کو، با تو مصاحب شد و از خویش، نرفت — میبرد بیکسیم، رشک به تنهائی تو
لذت عشق، نصیب دل بی رحم تو، باد — به جگر خائی ما، نیست شکر خائی تو
ساغری در خورد ظرف من ندارد روزگار — بعد عمری، میدهد خمیازه ام پیمانهٔ
آمد بخوابم امشب، از خواب ناز جسته — آن موج آب حیوان، بند قبا نبسته
مراد، از ذکر معشوق است، ترک ما سوا کردن — چو دل برگردد از دنیا، چه حاصل سبحه گردانی
مرا طول امل، مانع شد از آمیزش دنیا — کلید گنج میجستم که، برجست از میان، ماری
چه حرف است اینکه نتوان دید روی بیحجابش را — نقاب افگندنی از یار و از ما، تاب دیداری
نمیگنجم به پیراهن، نمیسازم بعریانی — جنونی کرده ام رعنا به شهری نی بیابانی
چو سیلابی که، در ریگ بیابان ماند، اجزایش — دل گم کرده ام، در هر کف خاکی، از پریشانی
از طپیدنهای دل معلوم صیادم نشد — وحشیی در دام یا خاکیست در پرو بزنی
بمژگان، تا یکی در پرده دارم، اشک رعنا را — روم، بند قبای گریه بکشایم، بهامونی
ز هفتاد و دو ملت، مشرب من، باج میگیرد — که چون آئینه ام، از بهر هر صورت هیولائی
برهمن هم، زبان حسرت بت را، نمیداند — ز دیر آید بگوشم، این چنین آواز ناقوسی
بعالم، بی هنر را، روزگار آسوده میدارد — چه لذت میبرد، گر بشکند بی مغز بادامی
اختلاط آئینه میسازد که بنماید دوئی — بی تو هر جا مینشینم من نمیباشم توئی

رباعیات فی النعت:

پیش، از همه شاهان غیور، آمدهٔ — هر چند، در آخر بظهور آمدهٔ
ای ختم رسل! قرب تو معلومم شد — دیر آمدهٔ ز راه دور آمدهٔ

هر پایه، که جز فتادگی، در نظر است
بر تخت روان، سوار باشی هر چند
رفتی، و بدل زخم فراقت، کاریست
چون شمع، مرا تمام شب، گریان داشت
صوفی گشتیم و کفر پنهان باقیست
مردیم و نمرد نفس کافر، چه علاج
در بوتهٔ فقر خوش بسازم کردند
کشکول گدائیم تهی باز نگشت

چون راز نهان جلوه کند درد سر است
آرام فسرود آمدنش بیشتر است
هر قطرهٔ اشک، آئنهٔ صد زاریست
مشت نمکی، که نام آن، بیداریست
جنگ این شوخ نـاپشیمان باقیست
آدم گردید خـاک و شیطان باقیست
صد رنگ هوس صرف گدازم کردند
همت دادند و بی نیازم کردند

(۲۲۹ ب - ۲۵۲ الف)

● سرو آزاد : علی شیخ ناصر علی سرهندی شیر نیستان سخنوری است و مرد میدان معنی‌گستری. ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته، و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته. سرخوش گوید:

در ملک سخن ...... الخ.

گل وارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست. چاشنی گیر مشرب بلند بود، و متمسک سلسلهٔ علیهٔ نقشبند. استفادهٔ از جناب شیخ محمد معصوم خلف‌الصدق مجدد (قدس‌الله اسراره) نموده. و در مثنوی زبان بمدح حضرت شیخ کشوده :

چراغ هفت کشور، خواجهٔ معصوم — منور از فروغش، هند تا روم
ردا از ماهتاب شرع، بر دوش — چو صبح، از پاکی باطن، قصب پوش

مولد ناصرعلی و موطن و منشا سهرند است. ابتداء حال با میرزا فقیرالله، مخاطب به سیف خان بدخشی، چون جوهر شمشیر ملازم بود. چون سیف خان را حکومت اله آباد از پیشگاه خلافت مفوض گشت، در رفاقت او بگلگشت اله آباد خرامید. و چندی بسیر مجمع‌البحرین (۱) دماغ را تازه کرد:

۱- مجمع‌البحرین اشاره است که آنجا گنگا و جمنا همکنار میشود و آن را سنگم میگویند.

سیف‌الله خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاهجهان و داماد إسلام خان خوستی سفیدونی متخلص به ولا ست. در عهد خلد مکان سنه تسع و سبعین و الف(۱۰۷۹هـ) به صوبداری کشمیر ریاض آمالش نضارت یافت. بعد چندی بعلتی گوشهٔ انزوا گرفت. و در سنه ست ثمانین و الف (۱۰۸٦هـ) بعنایت بحالی منصب و خطاب و خلعت خاصه و شمشیر از تنگنای عزلت بر آمد: و پس ازان بنظم صوبه اله آباد و برانی خاطرش آبادی پذیرفت. بیست و پنجم رمضان سنه خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانهٔ حیاتش لبریز گردید. سیف آباد، یک منزل از سهرند، آباد کردهٔ سیف خان است، که خلد مکان او را بطریق آل طمغا عنایت نمود. سیف خان جوهر قابل و قابل دوست بود ــ راگ درپن ــ در فن موسیقی و رقص هندی بعبارت پارسی تالیف اوست:

بعد از گذشتن سیف خان، ناصر علی در سنه هزار و صد (۱۱۰۰هـ) از سهرند به بیجاپور رفت: و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیراعظم خلد مکان موافقت دست بهم داد. بلی! علی بود، ذوالفقاری بدست آورد و در مدح او غزلی پرداخت: که مطلعش این است: ای شان ...... الخ.

ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغی خطیر صله داد: ناصرعلی همان ساعت همه را بر مردم پاشید و تهی دست بمنزل خود برگشت.

و چون ذوالفقارخان در سنه ثلث و مائه و الف (۱۱۰۳هـ) به تسخیر ملک کرناتک اقصای ملک دکن متوجه گردید، با او به کرناتک رفت، و ایامی معدود دران نواحی بسر برد. و با شاه حمید اعتقاد تمام بهم رسانید. در مدح او میپردازد:

اینک! اینک! ساقی شیرین رسید نوبت جام حمیدالدین رسید (۱)
حلقهٔ درگاه بیچون جام او از زمین تا آسمان در دام او (۲)
جام او، خورشید ربانی بود انجمن افروز سبحانی بود (۱)
گر جمال او، بر اندازد نقاب روزن هر خانه گردد آفتاب (۱)
ور، جلالش بر کشد، تیغ از نیام غیر او، باقی نماند، والسلام

و این شاه حمید مجذوبی بود در کنجی. بعد فوت او علی دوست خان، از رؤساء نوایت ارکات، بر مرقد او قبهٔ عالیشان بنا کرد:

و از ممدوحان ناصر علی، شاه عادل پسر خواجه شاه مخاطب به شریف است. شریف خان از سرفراز کرده های خلد مکان بود: و چندی بمنصب صدارت کل امتیاز داشت. گزیند: شاه عادل ترک دنیا کرده بود و دامن دولت فقر بدست آورده:

ناصر علی در مدح او قصیده دارد که مطلعش این است:

منم آن طفل، نظر کردهٔ استاد قدیم که بود نقطهٔ سهوالقلم فکر حکیم (۳)

و با غضنفر خان ربط کلی داشت: و این غضنفر خان از رفقاء ذوالفقار خان بود: و بحکومت کنجی میپرداخت. کنجی شهریست مشهور بر مسافت دوازده کروه از ارکات و یکی از معابد سبعهٔ هنود. در مدح غضنفر خان گوید:

همچو، پیل بی جگر، بگریزد از میدان ما بشنود گر کوه، آواز غضنفر خان ما (۲)

آخرالامر، از دکن به هندوستان عطف عنان نمود. و در شاهجهان آباد بی نیازمندانه میگذرانید: و همین جا بیستم رمضان سنه ثمان و مائه و الف (۱۱۰۸ ه) بجنةالماوی خرامید: عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقد سلطان المشائخ نظام‌الدین دهلوی (قدس سره).

۱- گل رعنا و نتائج‌الافکار دارد.
۲- نتائج‌الافکار دارد.
۳- گل رعنا دارد.

سید جعفر روحی رنبیر پوری نقل میکرد که : روزی با جمعی از یاران بزیارت شیخ ناصر علی رفتیم و باهم صحبت داشتیم : یاری رو بقبر شیخ ناصر علی آورده گفت : یاری آن قول شما چه شد که :

خاک گردیدیم و میر قصد هنوز افغان ما خم شکست ، اما نمیریزد می جوشان ما (۱)

گفتم : بر زبان شما ، این افغان ناصر علی است که برقص در آمده : یاران تحسین کردند : صریر کلکش در گنبد خضرا پیچیده . این چند بیت بنا بر قانون کتاب بتحریر رسیده : (۱۸ شعر دارد ۱۲۹-۱۳۲)

● **سفینه خوشگو** : علی سرهندی ، دانای رموز خفی و جلی ، میان شاه ناصر علی تخلص علی بن رجب علی عالی (۲) تخلص . از سادات ولایت پنجاب است : مولد و منشای وی قصبه سرهند بوده . انچه تذکره نویس نصرآبادی ــ از روی بی تحقیق ــ در احوال میان معزی نوشته که : کشمیری است و به چیله مشهور و چیله غلام را گویند! اصلی ندارد که ؛ این بیت در بیان سیادت خود در دیوان دارد :

گر ، از حسب به پرسی! ما قنبر ایم قنبر ور ، از نسب بپرسی ، ما آل مصطفی ایم

صاحب ــ کلمات الشعرا ــ درالقاب آن جناب عبارت ــ آبروی هندوستان ــ مینویسد و این رباعی در شان وی گفته : در ملک ... الخ

و وی مردی قلندر بیباک بی پروا از ناز نگهدار دولتمند دشمن بود ؛ دنیا و دنیادار در نظر همتش خس مینمود . از هندوستان همچو او ، شاعری خوش خیال عالی همت آزاد منش شهرت نصیب ، بر نخاسته . طرز خیال را پایهٔ فلک‌الافلاک رسانیده و معنیهای نجیب را در الفاظ غریب جلوه داده .

۱- گل رعنا دارد .

۲- گل رعنا (حالی) دارد و در سفینه اشتباه مصحح معلوم میشود .

در سال هزار و صد و یک (۱۱۰۱ﻫ) به لشکر عالمگیری رفت : و وقت ملازمت پادشاه دست به مصافحه دراز کرد. پادشاه بی دماغ شده فرمود : فقط شاعر است آداب نمی داند! وی بی دماغ تر شده بر گردید، و با نواب ذوالفقار خان نصرت جنگ پیوست. و غزلی گفته که مطلعش مشهور است :

ای شان حیدری، ز جبین تو، آشکار   نام تو در نبرد، کند کار ذوالفقار (۱)

نواب خیلی ناز برداری فرمود. خلعت فاخره و فیل و سی هزار روپیه نقد صله بخشید : او خلعت پوشیده فیل سواره آن زر خطیر در راه ایثار کرد، و مشت مشت به هر دو طرف افشاند. روز دوم به همان لباس پیاده میگذشت. در راه بدکان خمر فروشی استاد و ساغر چند بکار برده آن خلعت در وجه بها میبخشد. این همت و زر پاشی او مشهور و بر زبانهاست :

سودا بر مزاجش غلبه داشت. اکثر به مردم با سخت روی پیش میآمد بلکه دشنام میداد. از حضرت شاه گلشن منقول است که : یکی از آشنایان قدیمش، بخدمت وی رفت و پسر همراه داشت، نظر برآن امرد کرده فرمود: چون است که، من لب ترا بگزم! آن عزیز برهم خورده برخاست. روز دوم میان ناصر علی این بیت مرزا صائب در عذر نوشت :

به اندک روی‌گرمی، پشت برگل میکند، شبنم   چرا در آشنائی این قدر کس بی وفا باشد

بهگونت رای تخلص، داماد رای چندر بهان منشی، که از یاران ایشان بود، پیش فقیر نقل کرد که : روزی همراه ایشان با یک کس دیگر در رتهه ــ که ساز سواری بود ــ نشسته از بازار دهلی میگذشتم، سبزه

۱ــ سرو آزاد، گل رعنا و نتائج الافکار دارد.

فروشی را دیدیم که بازن جمیلهٔ خود عربده دارد و هیچ از فواحش نمیگذارد: ناگاه میان ناصرعلی از رتهِ سواری برجست ، مارا گمان این که برای قضای حاجتی فرود آمده باشد، و وی آهسته بآن سبزه فروش انواع تملق و چاپلوسی کرده میگوید که: همچو نازنینی پری پیکری را حوالهٔ اسپان و خران کردن غایت بی دردی و نامردی است ! اگر ازو بیزاری ؟ من که آدمی زاده باشم ، چه تقصیر کرده ام ، بمن بخش ! سبزه فروش و دیگر رهگذریان در حسن کلام وی حیران ماندند و آن پر خاش در طرفةالعین رفع شد .

به همه حال در شاعری کوس ـــ انا و لا غیری ـــ نواخته و در زمان خود کسی را بخاطر نیاورده . اگرچه صحبت میرزا صائب در نیافته ، لیکن غائبانه با مرزا مشاعره دارد . چنانچه اکثر گفته :

(علی !) شعرم، بایران میبرد شهرت، ازان ترسم — که(صائب) خون بگرید،آب در دفترشود پیدا (۱)

و دیگر :

هر بیت من، برابر دیوان (صائب) است — از بسکه، اهل طبع، مکرر نوشته اند

۱- غزل زیر حسین بینوا در جوابش گفته است :

اگر از اصفهان، در هند ابله تر شود پیدا — بفن شعر ، از (ناصرعلی) بهتر شود پیدا
چرا سرهندی کیدی ، سخن بیصرفه میگوید — نمیداندکه، از ایران، سخن گستر شود پیدا
بیمن حرمت یاران ایران ، کردهٔ شهرت — وگر نه، ازکلامت، نفرت از دفتر شود پیدا
مزن لاف سخن، ای کون خرا با(صائبا)، دیگر — وگر نه ، از صفاهان کیر های خر شود پیدا
هنوز از طبع تو بیرون نگشته، بوی بیت من — ازین، از هر کلامت معنی ابتر شود پیدا
مزن از خود ستائی دم دگر، ای کودن ننگی — بعجز خود سخن گو، تا ترا جوهر شود پیدا
دلم چون سوخت ازلاف وگزافت این غزل گفتم — نصیحت گوش کن تا وصف از هردر شود پیدا
(حسین بینوا) از فضل شاه حیدر صفدر — بمردی گوش میمالد اگر، اژدر شود پیدا

(از جنگ خطی جناب مسلم ضیائی)

آخر عمر باشاره مجذوبی بدعوی قطبیت در شاه جهان آباد فروکش شد، و دم از دوستی حضرت بو علی قلندر می زد:

بتاریخ بیستم رمضان سال هزار و صد و هشت (۱۱۰۸ھ) سیر عالم بالا نمود، و در راهِ روضهٔ حضرت نظام‌الدین اولیا مدفون گردید. حضرت سرخوش این قطعه در تاریخ وفاتش نوشته: وارستهٔ علی ... الخ

و حضرت میرزا بیدل عبارت:

ـــ رنگ ناز شکست ـــ

۱۱۰۸ھ

تاریخ رحلتش یافته:

و وی، هر چند به همه جهت، زیاده از پنج شش هزار بیت نگفته، لیکن صاحب پانصد بیت بلند است: که دیگران ازآن قسم صد و دو صد دارند و ناز می کنند: و خود اکثر میفرمود که: در تمام عمر به ازین شعری نگفته ام! چیزی که بمن داده اند، همین یک بیت است و بس:

تو چون ... الخ

این چند شعر پسند خان صاحب (۱) است:

این بیت در تعریف رقاصه زنی بدیهه بتازگی گفته:

هرآنکه، صورت شهوت فزائی تو، بیند ز راه دیده، چو طاوس، می‌کند انزال (۲)

در تذکره میر غلام علی آزاد مرقوم است که: بر این بیت بلند میان ناصر علی:

اگر آن هلال ابرو، بمیان نشسته باشد مه نو، بچشم مردم، مژهٔ شکسته باشد

۱- رک: تحت مجمع النفائس.

۲- بعد ازین ۴۵ بیت دارد.

شاعری اعتراض کرده که : اول هلال ابرو بست و باز همان هلال را کسر شان نمود! و اکثر اعزه این اعتراض پسندیده اند : فقیر خوشگو از بیت میرزا صائب (علیه‌الرحمه) جواب این معنی میدهد که به همین ترکیب گفته :

اگر می دید سرو بوستان آن سرو قامت را گمان می کرد طوق قمریان را قد چون تیرش

چه سرو قامت بسته موافق هلال ابرو و باز همان سرو را ذلیل کرده از باغ میبرد .
(۳-۷)

● آتشکده : علی سرهندی ، اسمش ناصر علی از اهالی آن دیار (سهرند) است . و معاصر اورنگ زیب است . دیوانش بنظر نرسیده و از کثرت اشارات از مثنوی او مطلبی مشخص نمیشود . این چند بیت ثبت شد :
(۳ بیت دارد ۲۶۴)

● خزانه عامره : علی سرهندی، امیرالمومنین علی (رضی‌الله‌عنه) سر آمد اهل بیت رسالت است ، و امیرالشعرا علی (رحمة‌الله‌علیه) سر حلقهٔ اهل بیت فصاحت . کوثر سخن در اختیار اوست ، سلمان غاشیه بردار او ، مجدد طرز الفاظ و معانی است ، و مستفید سلسلهٔ مجدد الف ثانی . اگرچه غزل را باسلوب تازه جلوه داده ، اما در مثنوی ید بیضا مینماید و زبان افتخار میکشاید :

سخن را آفریدم ، جان دمیدم باسرار خدائی ، برگزیدم
الستی! سر زد از من، او بلی! گفت منش: یا عبد! او : یا ربنا! گفت

هر چند، برخی مثنوی گویان براه او رفتند، هیچ کس باو نرسید و خط عجز به بینی کشید . اهل بغداد زبان عربی و فارسی هر دو میدانند، صوفیان

آنجا، در مجالس ذوق و سماع، از عربی بیشتر اشعار ابن الفارض مصری و از زبان فارسی اکثر مثنوی ناصر علی میخوانند:

آغاز حال ملازمت سیف خان بدخشی بر گزید و سیف را با قلم جمع کرد: و چون سیف خان بصوبه داری اله آباد از پیشگاه خلد مکان مامور گردید، همراه بسیر اله آباد ــ که در زاویهٔ سنگم دریای گنگ و جمن واقع شده ــ خرامید. تا ایام حکومت او در آن مجمع البحرین چشم را آب داد. و چون سیف خان، در نیام لحد جا گرفت، در سرهند رفته فروکش کرد.

از سوانح او این که، روز چهار شنبه اخیر صفر، بسیر باغ واقع سرهند رفت، شیخ محمد معصوم خلف حضرت مجدد (قدس الله اسرار هما) نیز رونق افزای باغ شد، و گلگشت کنان بسر وقت ناصر علی رسید. دید که شیشه و پیاله در پیش دارد، بغضب رفته فرمود: این چیست! ناصر علی گفت: مئی که ملائکه میخورند! شیخ در گذشت، صوفیا و علما تکفیر کرده، محضر قتل درست نمودند. میر محمد زمان راسخ با اقرباء خود مسلح شده ناصر علی را همراه گرفته از سرهند بر آورده، جانب دهلی روانه ساخت. و بتوجه میر ازان مهلکه نجات یافت:

استادی میر طفیل محمد (قدس سره) ــ که ترجمه او در سرو آزاد (۱) مسطور است ــ با فقیر فرمود که: در شاهجهان آباد قصد ملاقات ناصرعلی کردم، در عرض راه بر خورد، رتهه سواره بباغ بیگم ــ واقع چوک شاهجهان آباد ــ میرفت.

۱- سرو آزاد ص ۲۵۱ در آگره هفتم ذی الحجه (۱۰۷۳ھ) بدنیا آمد و در سال (۱۰۸۸ھ) در بلگرام وارد شد و طرح اقامت انداخت. بکشمیر نیز سیر کنان رفت. رحلت در بلگرام ۲۴ ذی الحجه (۱۱۵۱ھ) و مدفن در باغ محمود متصل مرقد میر عبدالجلیل بلگرامی. تاریخ است:

علامه از جهان برون رفت

۱۱۵۱ھ

مرا هم تکلیف باغ نمود: باهم بباغ رفتیم: بعد فصلی دیدم که، ناصرعلی و یاران او، با یکدیگر بایمای چشم، گفتگو میکنند: فهمیدم که چه اراده دارند: مشرب من از مشرب یاران دور افتاده، دور تر رفته نشستم: شیشه و پیاله آوردند. چون ساقی، می را از شیشه در پیاله ریخت، و کفی که از قلقل در شیشه بهم میرسید، ظاهر شد، ناصرعلی بدیه انشا کرد:

کدامین مست را امشب، سرجنگ‌است، با زاهد   که مینا هم ز جوش می، زره زیر قبا دارد

چون مجلس آخر شد و اسباب شرب برداشتند، فقیر برای رخصت رفتم و گفتم: بدیه را در بیاض فقیر ــ که حاضر است ــ بدست خود بطریق یادگار ثبت باید کرد! ثبت نمود و بالای آن نوشت: بدیه ناصر علی مستانه! فقیر بیت مذکور را دران بیاض بچشم خود دیده ام.

آخر ناصرعلی توبه کرد و از خدمت حضرت شیخ محمد معصوم (قدس‌سره) استفاده طریق باطن نمود و پی بجای برد. و در سنه هزار و صد (۱۱۰۰ھ) از سرهند به بیجاپور دکن ــ معسکر خلد مکان ــ شتافت، و با امیرالامرا ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان برخورد، و بلوازم قدردانی مخصوص گردید. درین باب مولف گفت:

بعد سیف، آخر علی را، ذوالفقار آمد بکار   لا فتی، الا علی، لا سیف، الا ذوالفقار

و در روز ملاقات ذوالفقار خان این غزل را گذرانید:

ای شان حیدری، ز جبین تو، آشکار   نام تو، در نبرد کند، کار ذوالفقار
دشمن کش جهانی و یک دوست پروری   فتح و ظفر، دوبختی مست‌اند، در قطار
تسخیر دبستان الهی نمودهٔ   ای نوبهار خلق! تو بر بوی گل سوار
ترسم که، بوی گل ز فراقش، جنون کند   آن‌دل که، بردهٔ ز من، آن را بمن سپار
مرغ دلم، به نیم نگه، صید کردهٔ   ای! طائران عرش، خدنگ ترا شکار
یاران چند، در فن خود منشی خود اند   این جمع را، بیک نظر عاطفت سپار
(ناصرعلی) ترا، ز تو خواهد مراد و بس   ای ابر فیض! بر همه عالم، گهر ببار

میر عظمت‌الله بیخبر بلگرامی(۱) (قدس‌سره) در ــ سفینه ــ خود بقلم آورده که : چون مطلع را خواند ، ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و سی هزار روپیه صله داد و گفت : بس کن که طاقت صلهٔ دیگر ابیات ندارم ! مولف گوید : خیر همین بود که ذوالفقار خان بر مطلع اکتفا کرد که قابل صله همین مطلع است ، و رتبهٔ باقی ابیات بر نقاد سخن ظاهر :

میرزا کاظم منصب دار اورنگ‌آبادی با فقیر نقل کرد که : من از بعضی منصدیان سرکار ذوالفقار خان ، تحقیق کردم که صلهٔ ناصر علی سی هزار روپیه بود . خان آرزو مینویسد که : یک زنجیر فیل و پنج هزار روپیه در صله آن بخشید . بهر کیف ناصر علی آنچه یافت همه بر مردم تقسیم نمود و خود هیچ نگاه نداشت .

و چون ذوالفقارخان در سنه ثلاث و مأته و الف (۱۱۰۳ﻫ) به تسخیر ملک کرناتک (اقصای ممالک دکن) متوجه گردید ، با او به کرناتک رفت . و ایامی معدود دران نواحی بسر برد . و با شاه حمید اعتقاد تمام داشت . و این شاه حمید مجذوبی بود در کنچی ــ که شهریست مشهور بر مسافت دوازده کروه از آرکات ــ با شاه عادل دوستی تمام داشت : و این شاه عادل پسر خواجه شاه مخاطب به شریف خان است : شریف خان از نوکران خلد مکان بود ، و چندی بمنصب صدارت کل صدر نشین بساط اعتبار گشت. گویند : شاه عادل از مسند غنا گذشته بر پوست تخت فقر نشسته بود ، و با غضنفر خان بسیار ارتباط داشت . خان مذکور از رفقاء ذوالفقار خان بود ، و بحکومت کنچی میپرداخت .

۱- مؤلف ــ سفینهٔ بیخبر ــ و فرزند میر لطف الله بلگرامی . در شاهجهان آباد روز دو شنبه ۲۲ ذیقعده (۱۱۴۲ﻫ) وفات یافت و در جوار نظام‌الدین اولیا مدفون گردید .
(سرو آزاد ص ۲۱۵)

آخرالامر از دکن بهندوستان عطف عنان نمود و در شاهجهان آباد قلندرانه میگذرانید : و همین جا بستم رمضان سن ثمان و مأته و الف (۱۱۰۸ھ) بروضه رضوان خرامید . عمرش قریب شصت سال و قبرش در جوار مرقد سلطان مشائخ نظام‌الدین دهلوی(قدس سره) : سال وفات او از ــ کلمات‌الشعرا ــ تالیف سرخوش نقل کرده شد . و نیز سرخوش قطعهٔ تاریخ وفات او گفته . بیت آخرش این است :

سرخوش ز خرد ، سال وفاتش پرسید　　گفت : آه علی بعالم معنی رفت
۱۱۰۹ھ

و نیز سرخوش این مصراع تاریخ از محمد عاکف نقل کرده :

ــ آه! آه! از رحلت ناصر علی ــ
۱۱۰۹ھ

اما ، در هر دو ماده تاریخ یک عدد از سال مذکور زیاده است : و نیز سرخوش در احوال میرزا قطب‌الدین مائل مینویسد که : بست و هفتم رمضان‌المبارک سنه هزار و یکصد و هشت(۱۱۰۸ھ) ــ بعد بست روز از فوت ناصر علی ــ در گذشت . محمد عاکف :

ــ جعل جنة مثواه ــ
۱۱۰۸ھ

تاریخ یافت . و ازینجا بوضوح پیوست ، که وفات ناصر علی مقرر در سنه هزار و صد و هشت (۱۱۰۸ھ) است ، تفاوت در ماده تاریخ واقع شده نه در عدد سال : اتفاق هر دو مورخ در افزونی یک عدد ، فقیر را در شبه انداخته بود ، باری تاریخ میرزا قطب‌الدین مائل شبه را رفع ساخت . و تاریخ ــ جعل جنة مثواه ــ نقصانی دارد ، که مورخ از تاء ــ جنة ــ که آن را در املاء عربی بشکل (ها) مینویسند، چهار صد گرفته . حال آنکه

پنج باید گرفت. زیراکه، معتبر نزد اهل جمل صورت کتابت باشد نه تلفظ؛ برعکس عروضیان و دعوتیان، که مدار اول بر وزن است و مدار ثانی بر ذکر؛ و این هر دو تعلق بحروف ملفوظ دارد نه مکتوب. شبلی در عقدالجواهر گوید: وقتیکه لفظ و رسم‌الخط مختلف واقع شود، مثل (حصی و یحیی) که در نطق (الف) است و در رسم (یا) و مثل (حمزه و طلحه) که در نطق (تا) ست و در رسم (ها). بعضی گویند: معتبر مکتوب است نه ملفوظ و بعضی گویند: معتبر لفظ است نه رسم: سید عبدالله یمنی گوید: قول اول معتمد علیه است و قول ثانی نادر.

سید جعفر روحی زبیرپوری با فقیر نقل کرد که: روزی با جمعی از یاران بزیارت مرقد شیخ ناصرعلی رفتیم و باهم صحبت داشتیم. یاری رو بقبر شیخ آورده گفت: باری آن قول شما چه شد؟

خاک‌گردیدیم، و میر قصد هنوز، افغان ما خم شکست، اما نمیریزد مصی جوشان ما

گفتم: بر زبان شما این افغان ناصر علی است، که بر قص در آمده. یاران تحسین کردند.

سرخوش گوید: روزی ناصر علی در صحبت میرزا نظام‌الدین احمد طالع تخلص، برادر میرزا قطب الدین مائل، مطلع مذکور بر سبیل تفاخر خواند. میرزا گفت: مصراع دوم از مولوی روم است:

خم شکست و باده زد ناریخته صد درستی در شکست انگیخته

و خود بدیهه این مطلع رسانید:

بر نتابد منت ساقی، دل نالان ما ساغر لبریز ما، پس دیدهٔ گریان ما

فقیر هم درین زمین غزل دارد و بر یاران التماس میدارد:

گل، نکرد از شیوهٔ و دگی، نقصان ما کم نشد، چون زلف خوبان، از تنزل‌شان ما

از قدومت، باز آمد در دل ما، جان ما — مرحبا! آباد کردی، خانهٔ ویران ما
از کف دنیا، دل بیتاب ما، آمد برون — آفرین بر اضطراب گوهر غلطان ما
حسن خلق ما، نمیگردد بدل، در هیچ حال — زخم را مرهم شود بوی گل و ریحان ما
آن قدر خو کرد دل با او که، باز آید اگر — میتوان گفتن که: شد بیگانهٔ مهمان ما
مهر بر لب کرد (آزاد) از ثنای اغنیا — نیست ارباب دول را بار در دیوان ما

کلام ناصر علی در شش جهت عالم سائر و دائر است. این چند بیت بر التزام نقش بیاض ایام میشود. (۱)

نه پسندید که، بی برگیم آواره کند — جگر لعل و گهر، چشم گهر سازم، داد

مولف گوید: شخصی اعتراض کرد که: لعل گرد گهر ساز، مسموع نیست! فقیر سند گهر ساز از کلام میرزا سعید اشرف مازندرانی آورده که:

نرخ اشکم مشکن، کاین گهر لعل را — چشم بیچاره، بصد خون جگر، ساخته است

و چنانچه گوهر تقلیدی میسازند لعل هم تقلیدی میسازند، گویا گهر لعلی سند هر دو میتواند شد:

امتیاز شهر و صحرا داشت، از نقض جنون — ورنه مجنون را، خرابیهای خود، ویرانه بود
اگر آن هلال ابرو، بمیان نشسته باشد — به نو بچشم مردم، مژهٔ شکسته باشد

مولف گوید محبوب را هلال ابرو گفتن، و مشابهت ابروی او با هلال در خوبی منظور داشتن، باز همان هلال را نسبت بابروی محبوب مژه شکسته چشم گفته مذمت کردن صریح باهم منافات دارد: (۲)

این معما باسم علی با اعراب منسوب بناصر علی است:

چشم بکشا، زلف بشکن، جان من — تا شود تسکین، دل بریان من

چشم بعمل ترادف عین است و بکشا افتح. یعنی عین را فتح

۱- اینجا ۱۸ بیت دارد.
۲- بعد ازین ۹ بیت دارد.

ده، و زلف بعمل تشبیه لام است ، و بشکن عمل ترادف اکسر: یعنی لام را کسره ده ، و دل بریان یا و تسکین سکون دادن است ، علی بحصول پیوست . (۳۲۸-۳۳۳)

● گل رعنا : ناصر علی سرهندی علی ، احیا کنندهٔ نصیر سخنوری است ، و رجعت دهندهٔ آفتاب معنی گستری . صریر کلکش دم از ذوالفقار میزند . و زور سر پنجه اش، پنجهٔ خیبریان سخن میشکند . سرخوش در شان او میگوید . در ملک ...... الخ

والدش رجب علی حالی تخلص از ولایت پنجاب است : تولد ناصر علی در سهرند واقع شد : و نشو و نما در دارالخلافه دهلی یافت :

باستغنا و توکل بسر میبرد . ارادت او در سلسلهٔ علیهٔ نقشبندیه است ، و استفاده از جناب شیخ محمد معصوم خلف‌الصدق مجدد (قدس‌الله اسرارهما) نموده . و در مثنوی زبان بمدح حضرت شیخ کشوده . چراغ هفت کشور ... الخ

اوائل حال ، ملازم سیف خان حاکم سهرند بود : چون سیف خان از پیشگاه خلافت بحکومت اله آباد سر افراز شد ، در رفاقت او سری بگلگشت اله آباد کشید : سیف خان بخشی (۱)

بعد وفات سیف خان ، ناصر علی در سنه هزار و صد (۱۱۰۰ﻫ) از هند به بجاپور دکن رفت : و با ذوالفقار خان ابن اسد خان وزیر خلد مکان پیوست . چنانچه حضرت آزاد مدظله‌العالی درین باب میفرمایند :

بعد سیف ...... الخ (۲)

۱- شرح حال سیف خان که سرو آزاد دارد .

۲- رک : سرو آزاد راجع به غزل و صله .

مولف گوید خوشگو : : : (۱)

و از ممدوحان ناصرعلی، شاه عادل پسر خواجه شریف خان است ... (۲)

آخرالامر از دکن عطف‌عنان نموده، در شاهجهان‌آباد بی نیازانه میگذرانید. و همین جا بیستم رمضان سنه ثمان و مائه الف (۱۱۰۸ﻫ) بجنت‌الماوی آسود. عمرش قریب شصت سال و مزارش در حوالی مرقد سلطان المشائخ نظام‌الدین دهلوی (قدس سره) (۳)

میرزا بیدل ـ رنگ ناز شکست ـ تاریخ درست مطابق ثمان و مأته و الف (۱۱۰۸ﻫ) گفته است. خوشگو میگوید که: سودابر مزاجش غلبه داشت بمهگونت رای قلندر تخلص داماد رای چندربهان منشی ـ که از یاران ایشان بود ـ پیش فقیر نقل کرد که . . . (۴)

و نیز او مینویسد که: در اوائل مشق، روزی فقیر با او گفت‌که: بعضی اعزه میگویند که : مسوده اشعار ملا ندیم کشمیری (۵) بدست ناصر علی افتاده، اشعار او را بنام خود میخواند ! گفت: امتحان شاعر طرح غزل است، بیائید غزلی طرح کنیم ! این غزل در پیش بود : ـ آب استاده است ـ اول فقیر اسپ را در میدان تاخت و این مطلع بدیهه‌گفت : تن ز اشکم ...... الخ

شخصی در مطلع مثنوی ناصر علی تصرف بیجا کرد، سرخوش بجواب آن پرداخت و این ابیات منظوم ساخت : علی آن پیشوای ... الخ

۱- اینجا قول خوشگو راجع به صله و قول میرزا کاظم آورده است و بعد ازان ذکر کرناتک و مدح شاه حمید است .

۲- اینجا ذکر شاه عادل دارد .

۳- بعد ازین عبارت از آزاد راجع به تاریخ ـ کلمات‌الشعرا ـ آورده است .

۴- اینجا قصهٔ زن جمیله آورده است . رک : خوشگو .

۵- رک : تحت ملا ندیم در اوراق آئنده کتاب حاضر .

حضرت آزاد مد ظله العالی در ـــ خزانه عامره ـــ مینویسد که:
ناصر علی روز چهار شنبه اخیر صفر، بسیر باغ واقع سرهند رفت، شیخ محمد معصوم . . . (۱)

ناصرعلی در شعرگوئی طرز خاص دارد. دیوانش یکقلم منتخب است. تذکره نویسان از غزلیات او، همه اشعار چیده را بردند، ناچار بر یک داستان مثنوی او اکتفا میرود .

سخن را آفریدم جان دمیدم / بـقـرار خـدای برگـزیـدم
الستی! سر زد از من؛ او بلی! گفت / منش: یا عبد! او: یا ربنا! گفت
ز بیرنگی، پـر رنگش کشادم / پری را، جلوهٔ طاوس دادم
بجای پایهٔ معنی رساندم / که من هم از خیالش باز ماندم
بشوری این نمکدان، ساز کردم / کـه با مستـان حشر آواز کـردم
برنگی، جلوه دادم، این چمن را / که بلبل سوخت با گل پیرهن را
شکست رنگ هوش، از دل خریدم / که این بیرنگ، صورتها کشیدم
نوای بیخودیهای من است؛ این / صدای پای، از خود رفتن است این
جراحت زار عشق است این رقم نیست / صدای تیغ می آید قلم نیست
ورق، نخچیرگاه چشم یار است / سخن، رم کرده صیدی زخم دار است
زبانی نیست، آهنگ دل است این / ورق گردانی رنگ دل است این
سماع، از وجد بلبل میتراشم / دل از کیفیت دل میتراشم
ندانم چیست این شایسته تنزیل / سخن یا نسخهٔ اوراد جبریل
ملائک، تا کلامی را نخوانند / حریفان، قابل تحسین ندانند
سخن آنست گر تاثیر کامل / دل دیگر شود در سینهٔ دل
نفس از خون شود دلریش گردد / زبان با چشم گریان خویش گردد
کند داغ جنون در سینه ایجاد / بخسار و دل بمژگان پریزاد
چو صهبا در خم فطرت زند جوش / رود در مغز جان تا رفته درگوش
(علی) ای بال و پر آشوب غمها / بیابان سینهٔ سر مشق رمها

۱- اینجا واقعه شراب خوردن و شیخ محمد معصوم و قول میر طفیل و قول سید جعفر روحی از آزاد آورده است .

محبت زادهٔ شوریده ترکیب دماغ عشق را معجون ترطیب
بوسعت مشربیها سینهٔ عشق گریبان چاکی آئینهٔ عشق
نپرسیدی ز من، تا کیستم من نهان در گرد هستی، چیستم من
ندانستی که، پروازم کجای است نفهمیدی که، آرازم کجای است
خمیرم ز آب و خاک این جهان نیست شرارم ز آتش این کاروان نیست
ز جنس دیگر آید، عنصر من تراوش میکند بحر از در من
غبارم، در دل هر ذره، نیسان محیطم، در سر هر قطره، طوفان
بهر عضو، آسمانی دیگرم من نظر پروردهٔ هفت اخترم من
سخن را علت غائی منم من نگین نقش یکتائی منم من
درین فن فارسی با من زند لاف که ریزد از زبانش خون انصاف
بمن از راه جنسیت در آید کمال خویش را دفتر کشاید
بشور قطرگی گوید محیطم محیطی از مرکب تا بسیطم
بظرف ذره گویا، آفتابم فلک میرقصد از موج شرابم
مرا نشناسد و خود را نداند بآن رسوای دور از کار ماند
شنیدم، بوالفضولی بعد سر انجام بزمزم رفت و لختی کرد آرام
جگر تفسیده قومی دید در کار نمی را تا بنقد جان خریدار
حسد در سینه اش، مهمیز میکرد خلش، هم ناخنی را، تیز میکرد
گمان خوبیی بر خود یقین دید چراغ کشتهٔ، در آستین دید
بسه پشت پا، شرار فتنه انگیخت نباید آنچه در وی ریختن، ریخت
غبار وحشت آمد، در تلاطم بخورش، العطش! زد خاک مردم
بسر چنگی فلک تیمار او کرد لگدکوبی، قضا در کار او کرد
بحکم آنکه، نتوان بی اجل مرد پس از رسوائی بسیار، جان برد
ازو درخواست پنهان راز جوی حریف نیک و بد آئینه خوی
که ای! در گمرهی، استاد ابلیس وجودت، علت ایجاد ابلیس
ازان آبی که، پاکی شست رخسار چه سان دیدی، پلیدی را سزاوار
جوابی گفت: چون خود خام و فارس که شهرت بود مقصود من و بس
سری را کز فروغ عقل خالی است رد روشندلان صاحب کمالی است
ازان معنی که، یارانند دلریش منش رد کرده ام از صفحهٔ خویش
ز بس بحر معانی دقتم کافت گهر غواص دانش بی صدف یافت
خرد، کز بهر عنقا، دانه پاشد محال است این که، از آدم نباشد
ازین نخچیرگه، صیدی که برجست اگر بسمل نباشد زخمیم هست

شکسته ناخنی ، اینجا دلیر است / که چون روبه، بصید کشته، شیر هست
نشاید رتبهٔ پرواز من جست / که ره بالاتر از عرش است و پرهست
باین فطرت مرو در قعر این یم / ثنا خامی است یا کوتاهی دم
خیال گوهرم اندیشه را کشت / نگنجد پرتو خورشید در مشت
تو دیوی خاتم جم را نشائی / مگر از کوچهٔ دزدی در آئی
ولی زین دولت تیزت چه حاصل / و زین شمشیر خونریزت چه حاصل
بدردی میبری تاج سر شاه / بسر مشکن که گردد تیغ جانکاه
گرفتم مکر دیوت در مزاج است / مسلمانی برون از تخت و تاج است
بگوشم خورد صوت دلنشینی / ز نوک کلک معنی آفرینی
گر انگشت سلیمانی نباشد / چه خاصیت دهد نقش نگینی

این بیت از خواجه حافظ شیرازی است که آن را تضمین کرده، و چون مطلع نیست، قافیهٔ بیت خواجه را در هر دو مصراع بیت سابق آورده، قطعه ساخته :

خروشانم ز بی سرمایهٔ چند / ز خود آخر نشین تر پایهٔ چند
خراب از لفظ بد شان معنی ژرف / سخن را رفته آب از خامی ظرف
معانی پردهٔ مغز فشرده / عبارت استخوان خاک خورده
همه تن پرورو معنی گداز اند / شکمها در شکمها چون پیاز اند
نخورده گرمی یک شعله اندوه / نفسها ، منجمد چون نالهٔ کوه
بصورت دل فگاران در خروش اند / ولی با سر بزرگی مرده هوش اند
دم افسرده را، چون بر کشایند / ز خود یخ بسته تر حرفی سرایند
کلامی را که لطفش کرده پرواز / اثر داخل کنند از شور آواز
کباب بی نمک پختند یکسر / نمک ریزند و گردد بی نمک تر
طمع دارند بیمغزان ساده / مسیحائی ز طفل مرده زاده
دگر ای مدعی کوتاه کن لاف / سخن عیبی است در احیای انصاف
بد یاران مگو، بد میکنی بد / رد پاکان مکن، رد میشوی رد
بترس از من، که مقبول الهم / نیم شاعر گدای پادشاهم
مرا از جنس این مردم مپندار / بسا ماهی که همشکل است با مار
ز هر سو جست اینک بری خونریز / سپاهی کردهٔ ظالم بپرهیز
دل دارم چو جام حضرت جم / تهی از خویش و پر از راز عالم

بتسخیر جهان نقش تمام است — دوعالم صید این یک حلقه دام است
ز من اسرارها رمزی نهان نیست — ولیکن پای رخصت درمیان نیست
ولی با این کمال از جهان بیش — نمییابم بخود از همت خویش
هنوز از شوق گوئی، ناصبورم — هنوز آوارهٔ این راه دورم
گهر پیرای جوشا جوش، اشکم — بملک جم، نجنبد بال رشکم
چه ارزد ناز چندین بر زمینی — که گردد منحصر زیر نگینی
توکل زادهٔ اقلیم فقرم — هما پروردهٔ دیهیم فقرم
بهر محفل غبارم آشنا نیست — بخود بالیده ام چندانکه جا نیست
نیم جوشان چو بحر از آتش کس — درین عالم بخود میجوشم و بس
جهت سیر مرا جز خویشتن نیست — محیطم هرزه گشتن باب من نیست
(علی) ای سلسبیل خود فروشی — بنوش آلوده زهر عیب کوشی
بعیب خلق دیدن مذهب کیست — هنرور خود فزودن مشرب کیست
دلی داریم از عیب و هنر دور — بهیچ از جلوهٔ کونین مسرور
بجز نقد فنا، دربار ما نیست — من و ما، رائج بازار ما نیست
اگر مائیم، آخر در کجائیم — سبک پرواز رفتنها چرائیم
ظهور عشق باشد، مغز تا پوست — ز هر جا من تراوش میکند اوست
چه باشد عشق اصل الاصل هر چیز — تبسمهای برق نیستی نیز
خرد گر پیشکار قدرت اوست — جنون هم پرده دار خلوت اوست
همه عشق است، باقی این و آن هیچ — همه شور است، محفل درمیان هیچ
اگر صید است وگر صیاد، عشق است — اگر داد است وگر بیداد، عشق است
الهی! یک شرر عشقم بر افروز — تجلی کردهٔ دیدن بسوز
تمنا خام ظرف فنا صبور است — شرابم میدهی ساغر ضرور است
حیات جاودان تحویل من کن — بعشق بی فنا تبدیل من کن
کزین ویرانه بیرون رخت بستن — نگردد مانع بر کشتن من
تماشا دارد ای دقت پناهان — شکوه دولت بیدستگاهان
چو صبح، از هستی خود رخت بستم — شدم خورشید و جای خود نشستم
نمیدانم، چه سحر انگیخت، ساقی — که می ماند از شکست شیشه باقی
چه افسون صاحب این انجمن خواند — که شمع آخر شد و پرتو بجا ماند
بیا ای ساقی صهبای اشراق — بحکمت چون فلاطون در جهان طاق
بده جامی و رنگ هستیم ده — امان از شعلهٔ بدمستیم ده

(۲۸۵-۲۲۰)

● نتائج الافکار : شیخ ناصرعلی سهرندی : ممتاز عصر در ادا بندی شیخ ناصرعلی سهرندی، که سر آمد فصحای روزگار و سر حلقهٔ بلغای نامدار بوده . در اصناف نظم بخیالات رنگین داد نازک اداتی داده، و بافکار متین ابواب خوش بیانی بر روی سخن سنجان کشاده . غزلیاتش بطرح تازه و لطافت مضامین رونمای سحر سامری ، و مثنویاتش به تناسب الفاظ و تناسق معانی جلوه پیرای جادوگری . شبدیز قلم در میدان توصیفش همعنان نارسائی ، و عندلیب رقم در گلستان تعریفش بال کشای بینوائی . فصاحت با اشعار دلپذیرش عهد یکرنگی بسته ، و بلاغت با گفتار بی نظیرش چون شیر با شکر پیوسته . الحق ناظمی عالی مقام است و شاعری خوش کلام . در بدایت حال با سیف خان بدخشی صحبتش در گرفت . هرگاهیکه سیف خان را از پیش گاه عالمگیری ، نظامت صوبهٔ اله آباد بقبضهٔ اقتدار درآمد ، همچو تیغ یکرو گشته . دست از مرافقتش بر نمیداشت ، و بگلگشت آن دیار بهجت آثار — که بلب آب گنگ و جمنا واقع است — دل و دماغ را تازه میساخت .

چون جوهر شمشیر حیات سیف خان زنگ ممات بهمرسانید، ناصرعلی بکمال دل تنگی ازانجا رخت بسهرند کشید . روزی همانجا در باغی بباده کشی (۱) . . . .

در ایامیکه عسکر پادشاهی جلوه پیرای ممالک دکن بوده ، از سهرند به بیجاپور شتافت و بشرف ملازمت امیرالامرا ذوالفقار خان بهادر خلف الصدق نواب اسد خان وزیراعظم، بهره وافی یافت . و روز ملاقات غزلی گذرانید که مطلعش این است : ای شان ...... الخ (۲)

۱- اینجا واقعه باده کشی آورده است

۲- اینجا واقعه غزل و صله و واقعه شاه حمیدالدین مجذوب دارد .

آخر الامر از دکن بهندوستان در افتاد و در شاهجهان آباد بفرط وارستگی و بی نیازی زندگانی میکرد . و سرخوش در ــ کلیات‌الشعرا ــ آورده که: روزی در اوائل میثق، فقیر باو گفت: که بعضی مردم میگویند که : مسوده اشعار ملا ندیم بدست ناصرعلی افتاده آن را بنام خود میخواند ...... (۱) .

آخرکار بعمر شصت سالگی در سنه ثمان ومأته و الف (۱۱۰۸ھ) بسرمنزل اصلی جا گزید و در جوار مزار مبارک سلطان‌المشائخ حضرت نظام‌الدین (قدس‌سره) مدفون گردید . کلام فصاحت انضمامش در اطراف و اکناف عالم اشتهار دارد . بیتی چند ازان درین اوراق سمت ایراد یافت .

(۲۷ بیت دارد ۲۷۵-۲۸۳)

● شمع انجمن : علی سهرندی : علی شیر نیستان سخنوری است ، و مرد میدان معنی گستری . ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته ، و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته . کوثر سخن در اختیار اوست، و سلیمان غاشیه بردار او . مجدد طرز الفاظ و معانی است، و مستفید سلسلهٔ مجدد الف ثانی . گل وارستگی بر سر داشت ، و جام استغنا در دست چاشنی گیر . مشرب بلند بود ، و متمسک طریقهٔ علیهٔ نقشبند . استفاده از شیخ محمد معصوم خلف مجدد، نموده و در مثنوی زبان بمدح وی کشوده . موطن و منشای او سهرند است . ابتدای حال با میرزا فقیرالله مخاطب بسیف خان بدخشی چون جوهر با شمشیر ملازم بود . و در رفاقتش به اله آباد خرامید و چندی بسیر مجمع‌البحرین دماغ را تازه کرد . و بعد فوت سیف خان به بیجاپور رفت و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم

۱- بعد ازین اشعار بدیهه آورده است .

خلد مکان، موافق شد . بلی علی بود ذوالفقاری بدست آورد و آخرالامر از دکن به هندوستان عطف عنان نمود ، و در دهلی بی نیازانه میگذرانید . و همین جا در سنه (۱۱۰۸هـ) به جنته‌الماوی خرامید . و در جوار مزار شیخ نظام‌الدین اولیا مدفون گردید . عمرش قریب شصت سال بود .

اگرچه غزل را باسلوب تازه جلوه داده اما در مثنوی ید بیضا مینماید : هرچند برخی مثنوی‌گو یان براه او رفتند ، اما هیچکس باو نرسید و خط عجز به بینی قلم کشید . کلام ناصرعلی در شش جهت عالم سائر و دائرست ، و دیوانش از قالب طبع برآمد و این چند بیت بنا بر التزام نقش بیاض ایراد میشود و بنا بر قانون کتاب بسواد تحریر میرسد :

(۴۳ شعر دارد ص ۳۰۳)

● ریاض‌الفصحا : علی سرهندی ، وی را میان ناصرعلی گویند . مردی مجرد و وارسته بود . در سنه (۱۱۰۹هکذا) رحلت نموده، درجوار شاه نظام‌الاولیا مدفون شد . از اوست : (دو شعر دارد ص ۳۷۱)

۱۶۳- عهدی، قاضی عبدالرزاق خراسانی

● مجمع النفائس : قاضی عبدالرزاق عهدی از خراسان بود . مدتی در خدمت اکبر پادشاه بود . و بعد ازو هم در هند بود . با قاضی نورالله شوستری — که فاضل مشهور است — همدرس آمده و چندی در کشمیر بود . بعد از آن بعراق رفت . دیوانش دو هزار بیت است . ازوست :

وصل آنست که، فرهاد بجان جست و نیافت — نه مرادیست که، بر کام دل پرویز است
رسیده دوری و بیگانگی بسرحدی — که ، آشنا خبر از آشنا ، نمیپرسد
منکه از عشق شهیدم، کفنم تنگ بود — همچنین غرقه بخونم برو در گور انداز
بیش ازین ، تاب غم عشق ندارم (عهدی) — سینه بشگاف و دل غمزده ما ، دور انداز

از خودم بیگانه ، سوئی آشنائی میروم
میروم ، هر دم ز جا ، گویا ، بجای میروم
قرار مردن خود داده ام بخود (عهدی)
دلبر میروم از کوی یار تا چه شود
آزرده دل ، ز کوی تو با ناله ، میرود
آهش ز پیش و اشک ز دنباله میرود
بکسم مهری کشد در کوی او بسیار بودنها
سر آوارگیها دارم ولی بی یار بودنها

(۲۲۲ الف)

۱۶۴- عیاش ، پندت جیرام گهریالی

● بهارگلشن کشمیر : در کشمیر زیست میکرد ، و نزد طوسی مسجد سرینگر خانه داشت . دیگر حالش معلوم نشد . ازوست :

دلبرا گوش کن تو زاری ما
رحم آور بدل فگاری ما
راز عشقی که در دل است مرا
فاش گردد ز اشکباری ما
خرمن ماه بر فلک سوزد
گر بچرخ آمد آه و زاری ما
همچو من کیست بختور امروز
که کند یار غمگساری ما
رو به کوتاهی آورد عمرم
که دراز است بیقراری ما
داغ مهر نبوت است بدل
آفرین ها به بختیاری ما
دین و دنیا و دل فدای تو شد
چه شود گر کنی تو یاری ما
با تو ، ای عقل خام! کاری نیست
در جنون است پخته کاری ما
تازه شعری فصیح گو (عیاش)
که همین است یادگاری ما
ای مهربان! تو دوربیفگن ز رو ، نقاب
تا آفتاب و ماه ننازد به آب و تاب
زین بعد ، منع گریه کنم ، هر دو دیده را
کزآب اشک ما شده ، یک عالمی خراب
جامم ز می تهی است خرابم دربن بهار
برخیز ساقیا ! تو قدح پر کن از شراب
ایدل کدام عیش به این عیش میرسد
کزاشک خویش باده خورم از جگر کباب
درآمد از درم ، جانانه امشب
ز نورش شد منور خانه امشب
بگرد روی ، آن شمع گل اندام
هجوم بلبل و پروانه امشب
دلم از یاد چشمش شد چنان مست
که گویا ، بود در میخانه امشب
پی تاراج دین و عقل و ایمان
بناز ای شوخ من ترکانه امشب
در آیم در چمن ، چون عندلیبان
غزلخوانی کنم مستانه امشب
خیال آن صنم بگذشت در دل
دریغا کعبه شد بتخانه امشب
گل روی تو دیدنم هوس است
خار از دل کشیدنم هوس است
در گلستان چمیدنم هوس است
گل از گلزار چیدنم هوس است

بهر پا بوس آن پری رخسار — همچو کاکل خمیدنم هوس است
در تـه پـای لالـه رخساری — همچو سبزه دمیدنم هوس است
عیش آن کس مدام میباشد — کـه شرابش بـکام میباشد
لبش از خنده که باز است چه میباید کرد — شیوه‌اش را که دراز است چه میباید کرد
روز وصلش دل من گریه‌کنان میگوید — که شب هجر دراز است چه میباید کرد
لاله رخساری مرا، دیوانه کرد — کبک رفتاری مرا، دیوانه کرد
عشق پـر نـور خـانـهٔ دل را — کـرد غـارت بـه طمطراق امروز
دلا به درد فراقش بگو : چه چاره کنم — همین بس است که سویش یکی نظاره کنم
اگر بناله در آیم ز مستی طلع — الر درون دل سخت سنگ خاره کنم
پیاده بر در جانان رسید نتوانم — بمرکب دل خود جان خود سواره کنم
ای کمان ابروی من ! گر تو نهٔ دشمن دین — پشت محراب بدیوار چه باید کردن

(۲ : ۵۵)

۱۶۵ـ عینی ، کشمیری

● تاریخ اعظمی : یعقوب شاه(۱) با قاضی (شهر) حرف مذهب درمیان آورده، علانیه ترویج تشیع نمود . ملا عینی را متصدی این قرار داده و بخطاب تبرا خوانی ، رسوای ازل و ابد ساخته تکلیف نمود که فقره ـ علی ولی الله ـ را داخل اذان سازند . قاضی اسلام از صلابت شاه نترسید و راضی بر خلاف سنت نگردید . یعقوب باوجود منع امرا و فضلا قاضی را بـر تخت شهادت نشاند . . . میگویند که : لا شهٔ مبارک قاضی را بردم فیل بسته ، در شهر میگردانیدند . . . بعد شهادت قاضی ، مردم شهر از یعقوب شاه متنفر شدند .

ملا عینی مذکور از فضلای آن دور بود . و چون بی صرفه گوئی مذهب اهل تشیع است ، نسبت بعارف نـامی حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نیز بی ادبی کرده : بیت :

هنـوز آن ابـر رحمت در نشان است — می و میخانـه با مهـر و نشان است
درین دیـر مسدس خـم تـهـی نیست — تهی گفتن بغیبر از ابلهی نیست

۱ـ یعقوب شاه چک پادشاه کشمیر .

حالانکه این ابله بد بخت بمقتضای لب و دهن خود ، مخاطب به تبرا خوانی شده است . نمیداند که مراد حضرت مولانا انقضـای مجلس پر فیض انبیاء و ائمه اهل‌بیت و صحابهٔ کرام ست ، که ظهور مثل آن‌در ین زمان ، صورت ندارد . اگر بنظر انصاف دیده شود ، در هر طائفه چه از اهل عرفان و اهل علم و سخن دانان تفاوت در فیضـان شده است . لاحقین البته مثل سابقین نیستند بلکه در سخن درد یافت . این تبرای هم هست که چون گفته است .

می و میخانه با مهر و نشانست

گو یا معتقد این است که سابقین هم مثل لا حقین از فیض محروم مانده اند .
(۹۹-۱۰۰)

۱۶۶ـ فازی ، حضرت ابو الفقرا بابا نصیب

● تاریخ اعظمی : از مشاهیر مشائخ این دیارست . از خوردی باز باصناف ریاضات و صحبت حضرات اشتغال نمود ، و گوی سبقت از اکثر اقـران خود ربوده . خلیفهٔ برجستـه حضـرت شیخ بابا داؤد خاکی ست ، و سوای ایشان فقراء بسیار را دیده .

تمام عمر بترک لذات گذرانیده ، و حتی ترک فوا که ربیعی و خریفی و آب سرد هم داشت . و عالم با عمل و مروج اهل علم بود و مساکین در خدمتش رجوع تمام داشتند . در وقت خود ملجا و مآب غربـا و بیچـارگان بود ، و یکجا سکونت نمیفرمود . باوجود ترک کل بتمد و جنس تفقد حال فقرای خود میفرمود . با حضرت خضر اکثر صحبت داشته . همیشه بتجرید بود و تمام عمر بصیام و ترک حیوانی بسر برد . و اکثر مریـدان طی مـکان و تصرف اکوان و اعانت غائبان از شیخ دیدند و نقلها دارند .

یکی از مریدانش در سفر به تهمتی گرفتار شد و به قید آمد و مردم آنجا

مستعد قتلش شدند. از بیگناهی ملتجی بباطن شیخ شد: نصف شب در مجلس حاضر گردید و او را ازانجا برداشت و قدم باو براه گذاشت: پاسبانان در خواب بودند و کسی آگاه نشد. و در رفتن تبت هم همچنین باعث شد. و راجهٔ آنجا، که مرید او را قید کرده بود، سبب از شیخ متنبه شده، حبسی را خلاص کرده، بآواز استدعای قدوم شیخ.

بالجمله، اکثر در قریات و پرگنات بتقریب ارشاد و هدایت خلائق میگذرانید، و در هرجا بنای مسجد و اجرای احکام شرع مینمود. آخرها قصداً بشهر آمده همه مشائخ و درویشان عهد را دید و فرمود که: شاید باز رسیدن و دیدن نخواهد شد. از شهر رفته در قصبه بجباره(۱) رحلت فرمود. مردم شهر و خلفا خواسته بودند که: درجوار حضرت مخدوم دفن سازند، مردم بجباره غلبه کردند. سیزدهم محرم سنه هزار و چهل و هفت (۱۰۴۷ھ) (۲) رحلت ایشان واقع شد.

— و هو خیرالصالحین —

۱۰۴۷ھ

مولانا ملا حیدر علامه چرخی — که شاگرد وی بود — فرمود. و محمد مومن جمیل:

— شیخ مومن —

۱۰۴٦ھ

۱- صوفی دارد: Bijbihara or Vijabror...Founded by King Vijaya (69-61-B.C.) دارا شکوه بر دریای جهلم ـ که از آنجا گذر دارد ـ پل بسته بود در ۲۲ رمضان (۱۰٦۰ھ) جمیعت شهر در سال (۱۹۳۱) ۲۵۳ بود.

۲- مقبرهٔ بابا نصیب‌الدین همانجا برکنار چپ جهلم نزد مسجد جامع واقع است. برادرش شیخ شمس‌الدین نیز مرد خدا رسیده و مرید شیخ اسحق.

گفتند ، که معنی اضافی دلالت بران دارد ، و الا متبادر ترکیب مرصعی است . راقم حروف گوید که ، بحسب اتفاق ، تحریر این صفحه در احوال شیخ ، هم سیزدهم محرم‌الحرام اتفاق افتاد . (ص ۱۲۲)

● صوفی : ابوالفقرا ، بابا نصیب‌الدین غازی یا نصیرالدین پسر شیخ میرحسین رازی و مرید بابا داؤد خاکی . در سال (۹۷۷ﻫ) بوجود آمد ، و در سال (۱۰۴۷ﻫ) وفات یافت . مقبره‌اش تا کنون زیارت گاه مریدان است .

ـــ نور نامه ـــ که در شرح حال شیخ نورالدین رشی هست ، از سانسکرت به فارسی ترجمه کرد . کتاب دیگر ـــ درویش نامه ـــ یا ـــ رشی نامه ـــ که مشتمل بر احوال مشائخ کشمیر است ، نیز بنام او منسوب است . مشائخ که از سده هشتم تا دهم در کشمیر زندگانی میکردند ، این تذکره مشتمل بر احوال آنان هست . یک نسخهٔ ازو در کتابخانه مجلس آسیائی بنگال کلکته مضبوط است (۱) . (۲۷۵ - ۲۷۶)

● عرفانی : غازی ، بابا نصیب‌الدین متولد (۱۶۳۷ع - ۹۷۷ﻫ) مرید بابا داؤد خاکی بود . غازی شرح احوال شیخ نورالدین رشی (یکی از روحانیون بنام) را بزبان فارسی باسم ـــ نورنامه ـــ تدوین و ترجمه نمود : قبل ازان این کتاب بزبان سانسکرت بود . و از دسترس دانشمندان مسلمان خارج بود .

چه‌بندی دل درین دنیا ، که روزی چند مهمانی   که ناگه مرگ پیش آید ، خوری آن دم پشیمانی
نیاری یاد روزی ، آنکه رفت مرگ در پیش است   چه مغروری در این دنیا مگر مردن نمیدانی
یکی اندیشه کن ، بنگر ! کجا بودند ، درین دنیا   کجا رفتند یارانی که ، بودند مونس جانی
(ص ۱۵۷)

۱- رک : فهرست از ایوانوف ص ۱۰۸

۱۶۷ـ غازی، خواجه عاقبت محمود کشمیری

● سفینه خوشگو : خواجه عاقبت محمود غازی تخلص، کشمیری الاصل است . از دیرباز به بلدهٔ عظیم‌آباد سکونت دارد . در فن شعر و انشا طرازی و دقیقه یابی ماهر است . پیشتر ناظم تخلص میکرد الحال غازی تخلص بهم رسانیده . جوان و صاحب سلیقه خوش فکر بلند تلاش است . ازوست:

غبار خاطر عاشق، بگردون میزند پهلو ‌‌ ‌ سرشک دیدهٔ پرنم، به جیحون میزند پهلو

رویت از گرمی می، یک چمن گل، شده است ‌ ‌ چشمت از باده کشیها، قدح مل، شده است

بود هر نقطهٔ مکتوب، در دم چشمهٔ خونی ‌ ‌ کبوتر نامه‌ام را، گر برد، سر خاب میگردد(۱)

(۳۰۱-۳۰۰)

● گل رعنا : غازی خواجه عاقبت محمود، اصلش از کشمیر است . اما در بلدهٔ عظیم آباد نشو ونما یافت . سابق ناظم تخلص میکرد، آخر غازی اختیارش افتاد . در فن شعر و انشا نویسی سلیقه مناسب داشت .

(سه بیت دارد ۲ : ۸۷۸)

● صحف ابراهیم : غازی: خواجه عاقبت محمود غازی تخلص از خطهٔ کشمیر است . در بلدهٔ عظیم‌آباد مسکنی گزیده . اوائل ناظم و اواخر غازی تخلص میکرد . (۲۴۹ ب)

۱۶۸ـ غمین، حکیم عطاءالله قریشی کشمیری

● انتخاب یادگار : حکیم عطاء الله قریشی پسر حکیم غلام رسول کشمیری. نبیرهٔ محمد محسن فانی . با نواب غازی الدین خان فیروزجنگ میبود، و بعد او در سرکار نواب محمد فیض‌الله خان صاحب بهادر عرش منزل ملازم شد :

۱ـ این هر سه بیت گل رعنا دارد .

خوش خلق و طبع حلیم داشت، در طلب علم مستعد بود. شصت سال است که جهان را پدرود گفته است. شعر در فارسی و هندی میگفت. از آنست:

ما را، بپاس خاطر غم، آفریده اند — چون شمع، بهر سوختنم، آفریده اند
دوش پرسیدم که یار کیستی — خنده کرد و گفت: یار کیستم؟
احمد که بمعراج طربناک گذشت — در لمحه چسان باجسد پاک گذشت
چون نور، ز هفت پردهٔ چشم، (غمین) — در چشم زدن، ز هفت افلاک گذشت

(۲۷۲-۲۷۳)

۱۶۹- غنائی، میرزا فیض‌الحق کشمیری

● روز روشن: غنائی، میرزا فیض‌الحق. از مردم کشمیر بود. و دلش بکثرت مضامین غنای داشت:

ز تیغ خود بپرس احوال ما، از ما چه میپرسی — زبان او، بیان سرگذشت ما، نکو دارد

(۲۹۳)

۱۷۰- غنی، ملا محمد طاهر اشائی کشمیری

● تذکره نصرآبادی: غنی کشمیری، محمد طاهر (۱) نام داشته. در تحصیل علوم سعی نموده، باوجود حداثت سن، در کمال بی تعلقی بوده. چشم بر زخارف دنیا ــ که در نظر عارف قدر پرکاهی ندارد ــ نکشوده، بعلت آن، غنی معنوی هم بوده. چنانچه خود گفته:

سعی، روزی بر نمیدارد مرا، از جای خویش — آبرو چون شمع میریزم، ولی در پای خویش (۲)

از صحیح‌القولی مسموع شد که: پادشاه والاجاه هندوستان بسیف خان

۱- پدرش با خواجه طاهر رفیق ــ که یکی از صلحای خانوادهٔ اشائی بود ــ اعتقاد وافر داشت و به همین نسبت نام پسر محمد طاهر کرد. (رک: غنی کشمیری علی جواد زیدی در معارف اعظم گره جون ۱۹۶۶ع ص ۲۰۹)
۲- گل رعنا دارد.

حاکم کشمیر نوشت که: او را روانه پای تخت نماید! سیف خان او را طلبیده تکلیف رفتن بهند نمود: او ابا نموده گفت که: عرض کنید که دیوانه است! خان گفت: عاقلی را چون دیوانه بگویم؟ او فی الفور گریبان خود را دریده دیوانه وار روانهٔ خانه شد. بعد از سه روز فوت شد (۱). حقا که درست سلیقه و غریب خیال بود. اشعارش همگی لطیف است: شعرش اینست:

از چرخ، بی مذلت، حاجت روا نگردد — تا آب رو، نریزی، این آسیا نگردد
رفیق اهل غفلت، عاقبت از کار میماند — چو یک پا خفت، پای دیگر از رفتار میماند
دل‌بمردن‌نه، (غنی!) چون‌قامت، گردید خم — بهر این‌خاتم، نگینی نیست جز، سنگ‌مزار
نیفتد کارسازان را، بکس درکار خود حاجت — بخاریدن نباشد احتیاجی، پشت ناخن را
بسر نداریم ز اشعار کسی، مضمونی — طبع نازک، سخن کس نتواند برداشت
حسن سبزی، ز خط سبز، مرا کرد اسیر — دام همرنگ زمین بود، گرفتار شدم
شعر دگران را، همه دارند بخاطر — شعری که (غنی) گفت، کسی یاد ندارد
اثر برعکس بخشد، سعی من، از طالع واژون — ز آواز سپندم، چشم بد از خواب بر خیزد
برتواضع های دشمن تکیه کردن، ابلهیست — پای بوس سیل، از پا افگند، دیوار را
درنمازم، نیست مقصد، غیر جست و جوی او — میروم افتان و خیزان، تا ببینم روی او
نی همین تنها مرا مژگان چشم بیمار کشت — عالمی را، اضطراب نبض این بیمار کشت
آب بود معنی روشن (غنی) — خوب اگر بسته شود، گوهر است
خرق عادت، کی بکار آید، دل افسرده را — گر رود بسر آب، نتوان معتقد شد مرده را
حاسد ازکردهٔ خود، گشته پشیمان، که بزود — بر زمین زد سخنم را و بر افلاک رسید
یار در بزم آمد و ما از حیا برخاستیم — چون نگین، تا نقش ما بنشست، ما برخاستیم
زند ربط بهم، پیوستگان را گفتگو برهم — سخن‌چون درمیان افتد، دولب‌ازهم جداگردد
چون آستین، همیشه جبینم زچین، پر است — یمنی دلم، ز دست تو ای نازنین، پر است
فراغتی، بنیستان بوریا، دارم — مباد راه، در این بیشه، شیر قالی را

۱- این روایت درست نیست، غنی در پیری و در بیماری خناق یا اسهال وفات یافته است.

رباعی در نعت پیغمبر (صلی الله علیه وآله) گفته :

ای! جامهٔ فقر، زیب و پیرایهٔ تو ای شاه و گدا توانگر، از مایهٔ تو
از خاتم صنع، صر نزد نقش دوکون تـا صرف نشد سیاهی سایهٔ تو
(۲۲۶-۲۲۵)

● کلمات الشعرا : محمد طاهر غنی، صاحب طبع عالی بود : پایهٔ سخنوری را بدرجهٔ کمال رساند . از خطهٔ کشمیر بلکه از اقلیم هند همچو او ، خوش خیال ، نازک بند ، معنی یاب ، بر نخاسته . دیوانش را میرزا محمد علی ماهر ترتیب داده ، چنانچه دیوان مولوی ناصر علی را فقیر تدوین نموده .

اکثرفکرش بطرز ایهام است. و ـــ غنی ـــ (۱۰۶۰هـ) تاریخ ابتدای (۱) شعر گفتن و تخلص یافتن اوست . فقیر او را ندید ، اما جزوی از اشعار خود ، پیش او فرستاده بود .

روزی مطلع گفته پیش میرزا محمد علی ماهر خواند :

بی‌چراغست، اگر بزم خیالم، غم نیست مصرع ریخته شمعیست که در عالم نیست

شاه ماهر، نظر بطرز ایهام بندي او، شوخی نموده گفت: مصرع ریخته که در عمر گفته باشد ، همین خواهد بود .

ظفر خان احسن مصرعی گفته نزد او فرستاد :

ای لاله! دل بر ابر بهاران ، چه میدهی

مصرعی بدیهه رسانده جان بقالب مصرعش دمید :

داغی کـه، در دلست ، بـشستن نمیرود (۲)

۱- رک : پاورقی تحت تاریخ اعظمی .
۲- چاپ لاهور این واقعه ندارد .

این شعر او انتخاب کردهٔ میر معز است :

کنند در هر قدم، فریاد خلخال | که حسن گلرخان، پا در رکاب است
بپا دامن تر، شدم بمحشر | گفتند: در آفتاب بنشین
جان بلب، از ضعف نتواند رسید | ما، بزور ناتوانی، زنده ایم
بیاران، ببرنده شعر ما را | افسوس که، نام ما نبردند
می نوازد ساز، عیش آن دم که، طامع یافت قوت | باشد از پای مگس، مضراب تار عنکبوت
ز ضعف تن، بجز نامی نماند آخر، ز من باقی | نگینی مینماید گر نهد آئینه در پیشم
آسمان بر گشت از خورشید، تا روی تو دید | پشت زد بر قبله، ماه نو، چو ابروی تو دید
قلم تحریر کرد از سینهٔ چاکم، مگر حرفی | که مکتوبم ز صد جا، پاره چون بال کبوتر شد
میان با نزاکت، همچو مور، آن دلستان دارد | پر مور است، شمشیری که، بر موی میان دارد
میفرستد به پدر، پیرهن خالی را | یوسف، از دولت حسن این همه، خود را گم کرد
میکنم هرگاه از جانان نگاهی التماس | مینهد انگشت بر چشم، التفاتش را ببین
چو خاتمی که، برد سر بجیب موم، فرو | زدم چو سر در پستی، بلند شد نامم
جلوهٔ حسن تو، آورد مرا، بر سر فکر | تو حنا بستی و من، معنی رنگین بستم

میگویند: صائب برین بیت او آنقدر رشک میبرد که میگفت: ای کاش! آنچه درین عمر گفته ام بآن کشمیری میدادند و این یک بیت بمن میدادند :

حسن سبزی، بخط سبز، مرا کرد اسیر | دام همرنگ زمین بود، گرفتار شدم

حکیم صاحب از روی این شعر، معنی پیدا کرد و فقیر نیز. هر دو نگاشته میآید.

صاحب :

خط سبز، آفت جان بود، نمیدانستم | دام، در سبزه نهان بود، نمیدانستم

سرخوش :

خوردم ز خط، فریب جمال عذار او | همرنگ سبزه بود لباس شکار او

(مدراس ۱۳۸ - ۱۴۰ لاهور ۸۳-۸۵)

● مراٰت‌الخیال : ملا محمد طاهر کشمیری غنی تخلص داشت. و این اسم را صفت ذات خود ساخته، در عین بی دستگاهی بکمال جمعیت میگذرانید،

همواره چون زمرد بآب خود سرسبز بوده : از شان ابر و شوکت دریا فراغت داشتی ، و برنگ مروارید در صدف زاویه بپاس آبرو مفید بودی .

اشعارش مانند گلهای کشمیر همواره با طراوت ، معنی و طرز کلامش چون کلام خوبان پیوسته با حلاوت . واردات او را معنی خاص بسیار است، و مضامین تازهٔ بی قیاس .

شاگرد شیخ محسن فانی بود ، بمدد طبع دراک در فنون و علوم بر استاد چیره دستی مینمود . هر گاه شیخ را مسئله مشکل شدی، از وی استفسار نمودی. اما مرغ روحش در عین شباب بسر پنجه شاهین اجل گرفتار گردید ، و در سفر واپسین نیز بر استاد سبقت گزید . با این ضیق فرصت، آنچه از طبع وقادش سر زده بود ، امروز در ایران و توران و سواد هندوستان بر افواه والسنه جاری است . و این بیت از غیب دانیهای اوست :

نه گردد شعر من مشهور، تا جان، در تنم باشد		که بعد از مرگ آهو ، نافه بیرون میدهد، بو را

محمد علی ماهر ــ متبنای میرزا جعفر معمای ــ که احوالش بعد ازین ثبت خواهد گردید ، در تاریخ وفاتش این قطعه نظم کرده است :

چو دادش فیض‌صحبت شیخ کامل (محسن فانی)		(غنی) سر حلقهٔ اصحاب او در نکته دانی شد
تهی چون کرد بزم شیخ را، گردید تاریخش		که : آگاهی سوی دار بقـا از دار فانـی شد

۱۰۷۹ھ

گویند : عنایت خان پسر ظفرخان ناظم صوبه کشمیر دعوی کرد ... : شعری که از یک مرتبه خواندن یا شنیدن بفهم من در نیاید، بی معنی است! چون غنی شنید ، این دعوی از وی نپسندید ، و گفت : تا حال اعتمادی بر شعر فهمی عنایت خان داشتم ، امروز آن اعتماد بر خاست! و بعد ازان هیچگاه

با خان مذکور، ملاقات نکرد (۱). از زادهٔ طبعش این غزل ثبت شد:
جنونی کو که ...... الخ (۹ شعر دارد ص ۱۶۱-۱۶۳)

● تذکرهٔ شعرای متقدمین: محمد طاهر غنی کشمیری؛ صاحب طبع عالی بود، و پایهٔ سخنوری را بدرجهٔ کمال رسانیده. از خطهٔ کشمیر ــ بلک تمام اقلیم هند ــ همچو او خوشخیال نازک بند معنی یاب بر نخاسته. و ــ غنی ــ تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن اوست. (۵۳ - ۵۴)

● همیشه بهار: آراسته باطن و ظاهر، ملا طاهر غنی تخلص، متوطن کشمیر و نغمه سرای چمنستان سخن. تا حال همچو او شاعر معنی بند ازان خطه دلپذیر بر نخاسته، بلکه از سواد هند نیز بر نیامده. زمین سخن رنگین کردهٔ اوست و بحر شعر آب دادهٔ او. در غزل نویسی سواد ز چشم غزالان باج میگیرد، و در قصیده از قصدهای بلند برسر سخن تاج میگذارد. در رباعی مربع نشین چار بالش اورنگ سخن است، و مصراعش مانند طرهٔ زلف غیرت خوبان دلآویز، و هر مطلعش بسان بیت ابروان گلرویان فتنه انگیز. دیوانش که دیوانیان سخن را دستور است، از اول تا آخر سیر کردم، مصرعی بنظر نیامد که خالی از ادا و تشبیه و ایهام باشد. غرضیکه خلعت شاعری، بر قامت آن سخن آفرین، زیبا و رساست.

گویند: در حالت نزع ملا طاهر غنی، شعرای کشمیر بخانه او جمع

۱- در ــ فانوس الخیال ــ است: گویند عنایت خان آشنا دعوی کرد که: شعر یکه یک مرتبه خواندن یا شنیدن بفهم من نیامد، بیمعنی است! چون غنی شنید این دعوی ازوی نپسندید، گفت: تا حال اعتمادی بر شعر فهمی عنایت خان داشتم، امروز که آن اعتماد برخاست! بعد ازان هیچگاه با خان مذکور ملاقات نه کرد. (آقای علی جواد زیدی بحواله کتاب مذکور نسخهٔ علیگرهـ).

آمدند . غنی گفت کـه : چراغ بودم که میبـایـد خاموشم شد . شما را بخدا میسپارم . شاعـری گفت : ای مولـوی ! بـگذار تا انگشتی بچراغت چرب کنیم ! شاید بکار عمرت آید و نور حیات بیفزاید !

و ــ غنی ــ (۱۰۶۰ هـ) تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن آن عالی‌فطرت است . لـیک در عـین شباب طـائر روحش صید چنگل شاهین قضا گردید .

من اشعاره :

دمی که ، یار گزارد قدم ، بخانهٔ مـا — سزد که ، کعبه شود سنگ آستانهٔ مـا
بردند ، پس از مردن ما ، معنی مارا — صد شکر که ، ماند است بیاران ، سخن مـا
از مالدار ، کیسهٔ خالی است ، یادگار — گوید بگوشم این سخـن پوست کرده مـار
ز شوخـی پشت بر من کردی و بر رو نمیآرم — کنی گر جانب من پا دراز ، آن نیز بردارم
گه نظر بر غیر دارد ، گاه بر ما چشم او — بسکه بیمار است ، می افتد بهر جا ، چشم او
سعی ، بهر راحت همسایها کردن ، خوش است — بشنود گوش از برای خواب چشم ، افسانها
کاسهٔ خود ، پر مکن ز نهار ، از خوان کسی — داغ ، از احسان خورشید است بر دل ، ماه را
رفت مـانـنـد شیشهٔ ساعـت — عمر مـن در نفس شماریهـا
روزی مار ، نیست غیر از خاک — خـاک بـر فـرق مـالداریهـا
هست چـون ناخنم نـگین بـی نقش — ننگ دارم ز نامـداریهـا
میشود پیمانه پر از کثرت نعمت (غنـی) — خضر وقت است هرکه قانع شد بقوت لایموت
عزت شاه و گدا ، زیر زمین ، یکسان است — میکند خاک ، برای همه کس ، جا خالـی
لاف مـوزونـی زنـد مـانـنـد سرو — هر که خواهـد صفحهٔ از بوستان

(خطـی)

● تاریخ اعظمی : مولانا محمد طاهر غنی ، از قبیله اشائیها(۱) است که لقب مشهوریست در کشمیر . صاحب طبع عالی بـود پایهٔ سخنوری را بدرجهٔ کمال

۱ــ اشائی ، اشئی ، ایشی ، اشوی ، عشائـی ، گفته شده است ، در اصـل اشائیست که نسبت به قبیله است که از بخارا آمده بکشمیر متوطن شد .

(رک : مقام غنی کشمیری نوشته علی جواد زیدی در معارف اعظم‌گره جون ۱۹۶۶ ص ۲۰۵)

رسانده : هرچند شاگرد ملا محسن فانی بود (۱) اما اتفاق ارباب سخن است که : از خطهٔ کشمیر بلکه در تمام اقلیم هند، دران عهد همچو او، خوش خیال نازک بندی بر نخاسته.

دیوانش که سراپا انتخاب است ـــ مرزا محمد علی ماهر ترتیب داد (۲) : اما اکثر شعرش بطرز ایهام است و ـــ غنی ـــ (۳) ابتدای تاریخ شعر گفتن و تخلص یافتن اوست. روزی مطلعی تازه گفته پیش شاه ماهر میخواند :

بی چراغست ، اگر بزم خیالم، غم نیست　　　مصرع ریخته شمعی است، که در عالم نیست

شاه نظر بر طرز ایهام بندی، باو شوخی کرده گفت: شاید مصرع ریخته که گفته باشد همین خواهد بود! این چند شعر از دیوان غنی انتخاب نمودهٔ میر معز موسویست :　　　(نوزده شعر دارد ۱۷۱)

۱ـ محمد علی ماهر گفته است :

چو دادش فیض صحبت شیخ کامل (محسن فانی)　　　(غنی) سر حلقهٔ اصحاب او در نکته‌دانی شد

۲ـ دیوان او بقول سرخوش و صحف ابراهیم محمد علی ماهر مرتب کرده است و دیوان که بچاپ رسیده است آن مرتب کردهٔ محمد مسلم صنعی شاگرد غنی است که بعد از وفات استاد در همان سال (۱۰۷۹هـ) با همکاری شاگرد دیگر ملک شهید تدوین کرده و مقدمه نوشته است.

۳ـ آغاز شاعری پیشتر از (۱۰۶۰هـ) بوده زیرا وقتیکه صائب در سال (۱۰۴۲هـ) بکشمیر رسید غنی در شاعری نام پیدا کرده بود و بیاض شعر نیز داشت. میرزا صائب شعر او را تضمین کرده است :

این جواب آن غزل (صائب) که میگوید (غنی)　　　یاد ایامیکه، دیگ شوق ما سرپوش داشت

و میرزا دو صد شعر نیز در بیاض خود انتخاب نموده بود. (رک : تحت مجمع النفائس و سرو آزاد) نیز با قدسی و کلیم نیز صحبتهای داشته و تاریخ فوت الهی (۱۰۶۴هـ) هم گفته است و راجع بقحط که در سال (۱۰۵۷هـ و ۱۰۵۸هـ) در کشمیر افتاد، شعر گفته است :

گلشن کشمیر را امسال، شادابی کم است　　　گر، گل ابری نمایان است، آنهم بی نم است
خلق سرگردان همه، از قحط آب و دانه اند　　　هرکرا، دیدیم غیر از آسیا، درگردش است

درکمال جوانی (۱) بعد واقعهٔ شیخ محسن فانی بهشت ماه قضا کرد، در سال هزار و هفتاد و نه (۱۰۷۹ھ) ، و این قطعه در تاریخ وفاتش گفتند:

از فوت (غنی) گشته ، که و مه، غمگین	هر کس شده، در ماتم او، خانه نشین
تاریخ وفاتش ، از بپرسند ، بگو :	پنهان شده گنج هنری زیر زمین (۲)

۱۰۷۹ھ

کسی بتعمیه در تاریخ او گفته :

بس سخن داد سخن داد (غنی)

۱۷۸۸ - ۷۱۰ = ۱۰۷۸ھ

(۱۷۱-۱۷۲)

● ریاض‌الشعرا : محمد طاهر غنی ، از مردم کشمیر بوده . در زمانی که ظفرخان احسن ناظم صوبه کشمیر بوده و میرزا صائب بتکلیف خان مذکور، آنجا وارد شد ، غنی مرحوم صحبت میرزا را دریافته است . و با ابوطالب کلیم و حاجی محمد جان قدسی در همان اوان صحبتها داشته .

غرض که ، درستی زبان و روانی الفاظ و لطافت معانی او ، مقبول همه بود . الحق از خطهٔ کشمیر مثل او کسی بر نخاسته . در اوائل جلوس عالمگیر پادشاه وفات یافت . دیوانش تخمینا دو هزار بیت است . این ابیات ازوست که نوشته میشود :

(غنی!) روز سیاه پیر کنعان را، تماشا کن	که روشن کرد، نور دیده اش، چشم زلیخا را
مارا چو شمع مرگ بود خامشی (غنی)	اظهار زندگی بزبان میکنیم ما
حلقهٔ در نگر و رخنه دیوار ببین	چشم، بر راه تو دارد در و دیوار، بیا
تا مرکهٔ پیشانی دو نمان نچشیدیم	دندان طمع ، کسته نشد ، در دهن ما
گلشن حسن را تماشا کن	که دمد سبزه در خزان آنجا

۱- رک : تحت گل رعنا

۲- این از مسلم صنعتی است. رک: تحت عنوان تاریخ وفات .

خضاب موی زلیخا مگر، کند یوسف — که برده است سیاهی، ز دیدهٔ یعقوب
شعر اگر اعجاز باشد بی بلند و پست نیست — در یدبیضا همه انگشتها یکدست نیست
بالش خوبان دگر از پر است — شوخ مرا فتنه بزیر سر است
نمیکند بمن ناتوان، نگه آن شوخ — ز بیم آنکه، نگویند: ناتوان بین است
بگذر از خویش، چو بینی دهن باز (غنی) — دل بهستی چه نهی، راه عدم در پیش است
بی ریاضت؛ نشود نشهٔ عرفان، حاصل — تا، کدو خشک نگردید، می‌ناب نیافت
نماز پارسا، بی مطلبی نیست — سلام او، سلام روستائیست
دیده چون آن دو لب شیرین دید — معنی قند مکرر فهمید
تا بود گفتگو، سخنم نا تمام بود — نازم بخامشی که، سخن را تمام کرد
(خطی)

● تذکرهٔ حسینی: غنی: شاعر ماهر یکفنی محمد طاهر غنی. آب و رنگ گلستان سخندانی ست، و شاگرد محمد محسن فانی. مرد قانعی بوده. گویند: میرزا صائب این مطلع اورا شنیده عزم کشمیر نموده:

موی میان تو بود، اگرالین — کرد جدا کاسهٔ سر را ز تن

و دریافته پرسید که: اگرالین مگر نام رشته ایست که کوزه گران کاسه را از چراغ بدو جلوه میسازند. گفت: بلی! باز غنی دیوان خود را —که از لک بیت برگزیده و هزار بیت بیافتی نگاهداشته و باقی را بآب داد— پیش میرزا گذاشت. میرزا از مطالعهٔ او بغایت محظوظ شد. خصوصاً برین بیت حسرتها خورود و گفته: کاش! اینهمه که در تمام عمر خود گفته ام باین کشمیری میدادند و این یک بیت بمن میدادند! و آن این است: حسن...... الخ
اگرچه دیوانش سراپا انتخابست باین چند بیت اکتفا نموده شد:

نیست باری‌درجهان، سنگین‌تر از، بار وجود — پشت خم شد، زندگانی تا بسر بردیم ما
از کنارم دختر رز کرده تا پهلو تهی — کار من اکنون (غنی) باطفل‌اشک‌افتاده‌است (۱)

نقلست، کشمیری را با کودکی بخیانت گرفتند و پیش قاضی بردند.

۱- اینجا شش بیت دیگر دارد.

گفت ایها القاضی ! اینها تهمت میکنند ! اگر باور نداری ، عضو تناسل مرا ببین ، تا ترا بر صدق من گواه باشد !

قاضی فرمود، تا وی را از محکمه بیرون کردند . منه:

زلف از شرم ، ز راه کمرش بر گردید		عاقبت موی میانش نتوانست رسید
نامهٔ چون ز سر لطف فرستاد بمن		روشنم کرد که ، آن ماه خطی پیدا کرد

(۲۳۰-۲۲۸)

● **مجمع النفائس** : ملا طاهر غنی ، از کشمیر جنت نظیر بود . شاگرد شیخ محسن فانی است ، که او نیز از شعرای زبردست و فاضل بود .

گویند : چون کسی از هند وارد ایران میشد ، مرحومی میرزا صائب میفرمود که: برای ما تحفهٔ از هند آوردهٔ ؟ و آن عبارتست از اشعار غنی . و نواب وحیدالزمانی طاهر وحید دیوان او را هیکل بازوی خود ساخته بود . مثل اوئی ، از کشمیر چه که از ملک دیگر ، نیز در متاخران ، کمتر خاسته . در بستن مضامین تازه و بندوبست معانی نو ، و صفای عبارات ، از همعصران بلکه از اکثر گذشتگان پیشقدم است . دیوانش اگرچه مختصر است اما ، در تعریف فصاحت و بلاغت کلامش*، سخن مطول میگردد .

جناب میرزا صائب ، دوصد بیت از دیوان او انتخاب زده در ــ سفینهٔ ــ خود نوشته ، و تا حال بیاض مذکور پیش بعضی هست . بنازم انصاف مرزای مرحوم را ، و الا قلقچیان حال ایران ــ صاحبان گنج باد آورد ــ کلام هندی را ، بخاطر نمیآرند . گو نیارند ! باطن اغنیای* معنی ، بکمر ایشان خواهد زد ، و سخن خود بداد خود خواهد رسید .

این اشعار از منتخبات میرزا است (علیه‌الرحمه) :

چشم فلک چو میبرد از شوق ابرویت		بر دیده مینهد پر کاه هلال را
بادهٔ عشرت ، ندارد کار ، با مینای ما		از کدوی سبز ، فرقی نیست تا مینای ما

مگر زد، پرتو خورشید جنت، در جهان‌آبش
جای، بینائی سواد دیده، باشد بی بیاض
سر پیش فکندن ز گنه، داد نجاتم
بر گرد تو میگردم، و از خود خبرم نیست
ز بیعقلی، چو طفل اشک، نیک‌ازبد، نمیدانم
ببزم می پرستان، محتسب خوش مزتی دارد
همچو سوزن، دائم از پوشش، گریزانیم ما
گوئی که، در تنور فلک، قحط هیزم است
تن ساخته پابند، درین مرحله، جان را
نباشد طاعت مقبول، غیر از فکر او، ما را
رفتیم سوی یار و ندیدیم روی یار
پروانه را، ز چشم جبهه صبحدم چراغ
مردان کنند عار، ز پوشیدن سلاح
تا نسوزد، نکند میل بلندی، چو سپند
گرکسی می نخرد، غم مخور، ای باده فروش
تسا یکی تشنهٔ خونم بساشد
تکمه‌نبود که، سر از جیب تو بیرون کرده است
کسی که زنده، باظهار زندگی، باشد
پیش چشمش، چشم نرگس کی تواند شد سفید
چون محبت درمیان باشد، تکلف گو مباش
معذور بود زاهد، اگر، جام نگیرد
نیست چون مهرهٔ نردم، هوس قصر بلند
بسی مشکل بود، دل کندن از خوبان، پس از الفت
شعر دگران را، همه دارند بخاطر
ساغر بکف گرفته، چو نرگس، میا برون
باشد نشاط دیگر، در عالم تجرد
سخت دلبستگی داشت ببالم، صیاد
ته نشین بادهٔ هر سر ز درد ماتم است
رفیق اهل غفلت، عاقبت از کار میماند
ای دل! بسریگ شیشهٔ ساعت، نگاه کن
برداشت چو بلبل، آشیان را
که برج آبی چاهست منزل ماه کنعان را
هیچکس در روز، فیض شب، نمی بیند بخواب
صد طاعت نا کرده، بیک سجده، ادا شد
شمعی تو و من، صورت فانوس خیالم
سر پستان تصور میکنم گوی گریبان را
که چون آید بمجلس، شیشه خالی میکند جا را
جامه بهر خلق میدوزیم و عریانیم ما
تا رشتها نسوخت، نشد پخته نان ما
ساکن کند، آمیزش خاک، آب روان را
نیاید جز بمحراب گریبان، سر فرو ما را
مانند رهروی که، رود رو به آفتاب
خوش سیلی ز پنجهٔ خورشید خورده است
نامرد بی سپر چو برد حیز با دفست
چشم بد دور، ازین اختر طالع، که مرا ست
کین متاعی است که چون کهنه شود، بیش بهاست
تیغ را گر بدهی آب، خوش است
جامه ات گوئی، ز پیراهن یوسف برده است
دمی که گشت ز دعوی خموشی گویا نیست
چشم او، هرچند بهار است، اما زرد نیست
شیر مادر در حلاوت، بی نیاز از شکر است
کز دانهٔ تسبیح، کفش، آبله دار است
خانه ام ساخته از ریختن رنگ شود
هنوز از آب غم، یوسف، بچشم چاه می آید
شعری که (غنی) گفت، کسی یاد ندارد
ترسم باین بهانه، دهان تر بو کنند
هر کس که گشت عریان، در پیرهن نگنجد
تا نشد بالش او، پر ز پرم، خواب نکرد
دست را نیل کند هر که نگار آخر شود
چو یک پا خفت، پای دیگر از رفتار میماند
غافل مباش، از سفر کاروان عمر
گل گفت که: خس کمم و جهان پاک

نیست خطهای سیه کبک، مرا بر پهلو — افتاده است بره، سایهٔ دیوار قفس
تکیهٔ گوش، پر از پنبهٔ غفلت کردم — چشم پوشیدم و خوابی بفراغت کردم
مرا، از دست این مشکل کشایان، دل بتنگ آمد — ز ناخنها، گره چون غنچه، افتاده است در کارم
حسن سبزی، بخط سبز، مرا کرد اسیر — دام، همرنگ زمین بود، گرفتار شدم

در بعضی از کتب مذکور است که: میرزا صائب میفرمود که: کاش! تمام اشعار مرا بغنی میبخشند و این شعر که گذشت مرا:

هرگز شگفتگی نکند رو، بسوی من — زردی چو جام زر نبرد می ز روی من
نیارد مسک از میان، چو مرغ از بیضه، زر بیرون — از ین غافل که، زر آرد ز شوق چرخ سر بیرون
هر چند تغافل کند، ایمن مشو، از خصم — پیوسته بود، پشت کمان، سوی نشانه
یاد ایامی که، عالم از شراب آزاد بود — سر کهٔ گر بود، در پیشانی زهاد بود
بگلشن، بی تو ابر دیدهٔ ما، ریخت بارانی — که گردید آشیان عندلیبان، چشم گریانی
دهر تا امن چنان گشته که، چون مردم چشم — تا در خانه نه بندم، نه برد خواب مرا
کس وقت نزع، بر سرم از بیکسی، نبود — شرمنده ام، ز عمر که، آمد بسر مرا
کس پی تعظیم ما، از اهل مجلس بر نخاست — بهر پاس عزت، آخر خود ز جا، برخاستم
بی چراغست اگر بزم خیالم، غم نیست — مصرع ریخته، شمعی است که در عالم نیست
سخت دل، کی میرساند پیرو خود را، بکام — آب پیکان، تر نمیسازد، لب سوفار را
بی تعب در خانهٔ مقصود، کس را بار نیست — نردبان این سرا، جز راه نا هموار نیست
چه نسبت نغمه را، با روی نیکو — شنیده کی بود، مانند دیده
سرو، در فصل خزان، ماند بحال — راستی را، نبود بیم زوال
میتوانم سخنم ساده، ولی بی ته نیست — از ته چشمهٔ آئینه، کسی آگه نیست

(دوازده بیت دیگر دارد ۲۶۰ الف — ۲۶۱ الف)

● سروآزاد: غنی، ملا محمد طاهر اشئی کشمیری. اشئی قبیله ایست از قبائل معتبر کشمیر. از بدو شعور در حلقهٔ درس ملا محسن فانی کشمیری تلمذ نمود. چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتی شایسته بهمرسانید. آخر بغواصی بحر سخن افتاد و جواهری — که بنقد جان توان خرید —

بیرون آورد . میرزا صائب کلام او را تضمین میکند و میفرماید :

این جواب آن غزل (صائب) ، که میگوید (غنی) یاد ایامی که، دیگ‌شوق ما، سرپوش‌داشت

غنی بغنا‌ء طبیعی مجبول بود . و با وصف بی دستگاهی، بحضور خاطر بسر می برد . ازینجاست که غنی تخلص می کند .

مدة‌العمر در شهر خود گذرانید. و در سنه تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹ھ) دامن از عالم سفلی بر چید .

دیوانش سائر و دائر است، چند بیت بنا بر ضابطه، ثبت افتاد :

توانگر را، نه زیبد لب‌بخواهش ، آشنا کردن چو نبود دست خالی، بد نما باشد، دعا کردن

سیل تخوری تا ، ز کف اهل زمانه چون مهرهٔ شطرنج ، مرو خانه بخانه

ناتوانی ، عاشق معشوق هرجائی ، مشو میکند خورشید سرگردان، گل خورشید را

سایه گسر سایهٔ کوه است، سبک میباشد کسب تمکین نکند سفله، ز ارباب وقار

با تو نزدیکم، ولی ، دورم ز فیض عام تو موم در زیر نگین، خالی ست از نقش نگین

ازکشته شدن ، چهرهٔ عاشق نشود زرد این داغ ، به پیشانی سیماب نهادند

در دم صبح، (غنی!) پیر فلک، میگوید که: قضا، نان دهد آنوقت که، دندان گیرد

خاطر او، از غبار لشکر خط ، جمع نیست مردم آن زلف پریشان شانه بینی میکند

گر تیغ برسرم رود ، از جا نمی روم لیکن ، چو کوه ، ناله ز زخم زبان کنم

(غنی!) چو سایهٔ مرغ پریده ، در ره شوق اگر بخاک بیفتم، نیفتم از پرواز

چشم کرم مدار ، ز شاهان ، که جز نمد آئینه ، خلعتی ز سکندر ، نیافت است

از نزاکت اوفتند ، مضمون من گر بمضمون کسی ، پهلو زنند

چراغ مجلسم نبود مرا ، تاب جدل با کس اگر در پیش من دم میزنی، خاموش میگردم

ز مضمون بردن یاران، نمیباشد غمی ما را چنان بستیم معنی را که، نتواند کسی بردن

سعی، بهر راحت همسایها، کردن خوش است بشنود گوش، از برای خواب‌چشم، افسانه را

راقم‌الحروف را هم مضمونی مناسب مضمون غنی بهمرسیده که :

محنت همسایه‌ها، بر خود گرفتن، خوشنماست از برای‌چشم، بینی، زیر بار عینک است

مخفی نماند که ، چنانچه گوش از استماع افسانه ، افاده خواب چشم میکند، حظ خود هم ــ که سمع قول مرغوب باشد ــ مستوفی میگردد . بخلاف بینی که ، عینک را حسبة لله برمیدارد و برای نفع همسایه ، دیده و دانسته خود را ، در شکنجه میکشد . (۱۰۲-۱۰۳)

● مقالات‌الشعرا : . . . . و هم هنگامی این مصرع غنی (۱) معزی الیه (شیخ محمد محفوظ سرخوش تتوی) پیش فقیر خواند . مصرع :

سر همچو تار سبحه ، ز صد جا ، کشیده ایم

و مصرع ثانی خواست ، گفتم :

سر همچو تار سبحه، ز صد جا ، کشیده ایم / ما ، در مقام اصل خود ، آرمیده ایم

چون بیت غنی دیدم برین نسق بود ــ بیت :

سر همچو تار سبحه ، ز صد جا ، کشیده ام / آخر ، رسیده ایم بخود ، آرمیده ایم(۱)

● گل رعنا : غنی، ملا محمد طاهر اشئوی کشمیری . اشئی ــ بفتح همزه

۱- غزل غنی :

سرهمچو تار سبحه، بصد جا، کشیده ایم / آخر ، رسیده ایم بخود ، آرمیده ایم
آسودگی ، بگوشهٔ هستی ، ندیده ایم / جان داده ایم، کنج مزاری خریده ایم
چون شمع، بود منزل ما ، زیر پای ما / از پا نشسته ایم بمنزل رسیده ایم
در عالم مثال، مثالت نبوده است / هر چند ، کز دریچهٔ آئینه دیده ایم
هر کس کشید آرزوی خویش ، در کنار / ما دست خویش، در بغل خود کشیده ایم
بالا گرفت کار من از، آه آتشین / از ناله، چون سپند، بجای رسیده ایم
فارغ نیم ز هرزه روی ، همچو آسیا / بیسوده پای خویش بدامن کشیده ایم

(رک : مقالات ۲۹۱ ــ ۲۹۲)

و فتح شین معجمه و کسر همزه آخر های تحتانی ــ قبیله ایست از قبائل معتبر کشمیر .

جناب غنی افتخار خطهٔ کشمیر است و در فصاحت و بلاغت و ایجاد مضامین تازه ، منزه از نظیر . میرزا صائب مصرع او را تضمین میکند و میفرماید : این جواب ... الخ

غنی از تلامذهٔ رشید ، ملا محسن فانی کشمیری است . و با وصف بی دستگاهی باستغناء تمام بسر میبرد . از ینجا است که تخلص میکند و تاریخ شعرگوی او ، همین لفظ نوشته اند .

مدةالعمر از وطن خود بر نیامد (۱) و دامن دولت قناعت بدست آورده فارغبال میگذرانید . و در عین جوانی(۲) سنه تسع و سبعین و ألف (۱۰۷۹هـ) درحین حیات استاد خود شیخ فانی ، جاده فنا پیمود .

۱ـ از کشمیر بهند رفته بود از ابیات زیر ظاهر است :

کرده است هوای هند ، دلگیر مرا — ای بخت! رسان بباغ کشمیر مرا
گشتم ، ز حرارت غریبی ، بی تاب — از صبح وطن ، بده طباشیر مرا
در نمک زار سواد هند، شادابی کم است — گر درآنجا سبزهٔ باشد ز تخم آدم است
بسکه شد زنجیر پایم ، رشتهٔ حب الوطن — درسفر، دایم چوسوزن، چشم دارم درقفا

۲ـ غنی در عین جوانی جاده فنا نه پیمود ، بلکه وقتیکه وفات یافت، بمنزل پیری رسیده بود . ذکر پیری در اشعار نیز دارد :

نیست عینک، که نهادیم ز پیری، بر چشم — نگه، از شوق جمال تو، زند سر بر سنگ
ز پیری ریخت دندانم، ندادم من بیادحق — ببازی، آخر این تسبیح ، چون اطفال گم کردم
ز پیری چنان گشته ام ، ناتوان — که دندان بجنبد جائی زبان
افسوس که ، رفت نشهٔ عهد شباب — سرخوش نشدیم یکدم از بادهٔ ناب
از بهر تماشای جهان ، همچو حباب — تا وا کردیم چشم ، رفتیم بخواب
بگذشت عمر و موی سفیدی، بجا گذاشت — خاکستری ، ز قافلهٔ یادگار مانند
مو گشت سفید و ریخت دندان — در صبح شود، ستاره پنهان

دیوانش در هند و ایران و توران مشهور و دستمایه اهتزاز ارباب شعور است . این جواهر آبدار ازان خزینه برآورده در جیب کنار این صحیفه ریخته شد :

چسان کنم ، دم بسمل ، بلند افغان را — که سرمه ، کرد سیه تاب، تیغ مژگان را

دم جان‌بخش او تا رنگ حیرت ریخت درعالم — ز مهر آئینه در پیش نفس دیدم مسیحا را

ز آسیب صبا، آسوده تا صبح ابد گردد — کند شمع، از پر پروانه گر، تعویذ بازو را

میکند ویران، تمول، منزل معمور را — انگبین، سیلاب باشد ، خانهٔ زنبور را

اگر بیدید ، بام اتحاد بلبل و گل را — مصور، میکشید از رنگ‌گل، تصویر بلبل را

(غنی) چرا صلهٔ شعر ، از کسی گیرد — همین بس است که، شعرش گرفت عالم را

همچو سوزن، دائم از پوشش گریزانیم ما — جامه، بهر خلق میدوزیم و عریانیم ما

قید ازمشاق، و از معشوق‌آزادی، خوش‌است — صرف دام بلبلان کن رشتهٔ گلدسته را

پیش بین بر خصم، در تدبیر سبقت میکند — خواب تا چشمت نبندد ، به که بندی خواب را

بمنزل میرساند، کشتیٔ می، کاروانی را — برد یکدم ، ازین عالم بآن عالم، جهانی را

زور می تا هست ، ک افتاده میباشیم ما — همچو خم ، در گور هم استاده میباشیم ما

بسکه مانند کمان، پیکرم از پیری کاست — تا نگیرد کمرم کس ، نتواند برخاست

بچشم خورد، نتوان دید صبح پیری را — خوشم که دیده، ز مو پیشتر، سفید شداست .

هر چند که ، از مدرسه راهی نشدم — آگاه، ز یک حرف کماهی نشدم

موی سیهم سفید گردیده، و هنوز — واقف ز سفیدی و سیاهی نشدم

قول آقای علی جواد زیدی هست که: غنی در حدود (۱۰۱۷ھ) بدنیا آمده است . و به این حساب ، وقت مرگ عمرش شصت و دو سال باشد . و قول گل رعنا یا نوشتهٔ تذکره نگاران دیگر، که به این قرار دارند درست نیست :

۱) در عین جوانی ... در کشمیر گذشت (مفتاح‌التواریخ)

۲) او در عالم جوانی برحمت حق پیوست (مخزن الغرائب)

۳) در عین شباب ... رو به آخرت آورد (نشتر عشق)

۴) در اوائل عهد عالمگیری و شباب ... دای حق را لبیک اجابت گفت (خلاصة‌الافکار)

۵) در کمال ریعان جوانی ... انتقال نمود (تاریخ حسن)

۶) در کمال جوانی، بعد واقع شیخ محسن خان ... قضا کرد (تاریخ اعظمی)

۷) در عین شباب ، طائر روحش صید چنگل شاهین قضا گردید (همیشه بهار)

شده چشم‌سگان کوی جانان، چار از شوقش
بچشم کم مبینید ای رقیبان! استخوانم را

بیوجه مدان جاهل ما، که از استاد
از همت عالی بیگرفتیم سبق را

اشک، از غم افزونی روزی نفشانم
این سیل، مبادا ببرد، صد رستق را

حسن و جمال ذاتی است، دشمن زیب‌عارضی
سرمه، غبار خاطر است، چشم سیاه یار را

آن شوخ، چو در مکتب بیداد، در آید
صد و الصفی، میشمرد تیغ کمان را

بر بزش زیر پای خود در آور ساده رویان را
بیفشان سیم و زر چندان که، بر دارند دامان را

از شرم توبه، در عرقم کو، شراب ناب
بساید متاع تر شده را داد آفتاب

میکند خورشید و مه، آئینه داری سایه را
با سیه بختان، بتان را التفات دیگر است

آب چون نیست، گذارد بدهن تشنه عقیق
چشم بی مایهٔ نم، مائل لخت جگر است

آن شوخ، بقتل من دل خسته، میان بست
در مرثیه ام، معنی بار یک، توان بست

ای خوشا حال سبکباری، که در راه طلب
خانه بردوش‌است و بار خانه‌اش بردوش نیست

داغم که، دل صاف، مکدر ز جهان رفت
چون آب روان آمد و چون ریگ روان رفت

شد شکر آب، ز شرم سخن شیرینم
گر میان من و طوطی، شکر آب‌است، بجاست

پیوسته دلم، صاف ز گرد خط یار، است
جاروب کش خانهٔ آئینه، غبار است

روزی که شانه، زلف ترا، یاد کرده است
بپهلوتهی، ز صحبت شمشاد کرده است

یوسف مصر تجرد دانند
پیرهن هیچ کم از زندان است

خواب شیرین‌طفل‌اشک‌ازچشم‌تر دزدیده است
تا نگه کردیم، این کودک شکر دزدیده است

شمع میگوید باهل بزم، با سوز و گداز:
سر بریدن پیش این سنگین دلان گل‌چیدن است

نهال را که، دهقان کند از جا، کی ثمر گیرد
نیخواهم که، ما را، آسمان از خاک بر گیرد

چون قصد، ز غم سینهٔ احباب میکنند
شمشیر را، ز مشک سیه تاب میکند

کودکان، غنچهٔ گل را بنفس، باز کنند
زیبد آن شوخ، دهن گر بسخن بکشاید

گر کند فرهاد جانها، کی بمن پهلو زند
تیشه اش، از دور پیش ناخن زانو زند

ز گردیدن رسد چون آسیا درخانه ام روزی
من‌ازگردش‌چو‌مانم، روزی من، درسفرباشد

با دهانت، نتوانند ز ملاحت دم زد
پسته، هر چند که خورد را، بنمک‌شور کند

هر که، مانند فلاخن، دل سنگین دارد
رقصد آن دم که، کسی را بکسی جنگ شود

مردم که، ببالین من آن یار نیامد
صد بار ز خود رفتم و یکبار نیامد

بکام دل، رسانیده است می، از دوستی ما را
الهی! تا دم آخر، بکام دوستان باشد

هر که چون کور، زند خنده، بمانم زدگان
چشم‌دارم که، فلک دردهنش، خاک کند

شکرانهٔ پیری که، گذر از دل و جان کرد
از دور، سرم سجدهٔ محراب کمان کرد

آمد مرا ز خندهٔ گل ، این سخن بگوش :   و اشد دل کسی که ، سرکیسه ، بازکرد
بحرف قتل من روزی زبانت گشت ، میترسم   که از تاثیر بخت من ، دم آن تیغ بر گردد
(غنی!) ز ترک صحبت ، بسی پشیمانم   ز زلف یار گرفتم دل و شدم دلگیر
در پای نهالی ، چو مرا مست بگیری   چون خوشه ام ، ای محتسب! از تاک بیاویز
در بیابان توکل ، توشهٔ درکار نیست   زاد این ره ، دانهٔ دل بس بود ، همچون جرس
کس بعد مرگ ، گریه بحالم ، نمیکند   در زندگی ، چو شمع بگریم ، بحال خویش
بهر خدمت ، پیش ارباب هنر ، آماده باش   نقش خود را ، چون قلم بنشان ، وخود استاده باش
چشم دلسوزی نمیباید بدشمن داشتن   آهنین کی پاک سازد ، اشک ، از رخسار شمع
روشن ز من جهان ، و من از بخت تیره داغ   کی سایهٔ چراغ ، شود محو از چراغ
عزتی داریم ، در راه جنون ، کز راه دور   سنگ می آید باستقبال ما ، از هر طرف
فتح بابی ، بسان قفل ، ندیده   تا (غنی) بر نخاست ، از در خلق
چنان زد راه من ، شور خرام کبک رفتاری   که چون خلخال ، دائم گوش بر آواز پا ، دارم
نه دار آخرت ، نی دار دنیا ، در نظر دارم   ز عشقت ، کار چون منصور ، بادار دگر دارم
من درین ره ، انتظار دشمن محمود میبرم   تا نه بیند سیل را ، ننشیند از پا ، خانه ام
شبی بمجلس آن مه ، چو شمع جا کردم   گلیم ، بخت سیه را ، بزیر پا کردم
چون شمع ، شب بگریهٔ واهی ، نشسته ام   رفت سحر ، بروز سیاهی ، نشسته ام
چشم تا وا کرده ام ، بر خاک غم ، افتاده ام   همچو طفل اشک ، در ایام ماتم ، زاده ام
فیض ، از بیگانه میجوئیم ، نی از آشنا   چون صدف ، در بحر ، آب از جای دیگر میخوریم
در گفتار ناصح را ، بخوبی تا نگه دارم   بدرج گوش ، اول پنبهٔ خواهم که ، بگذارم
خاکساران ، از بلای آسمانی ، ایمن اند   ماهی زیر زمین را ، کس نمی آرد بدام
آب و رنگ ما ، بعالم عافیت ، گل میکند   بر زمین ، هرچند چون برگ حنا ، افتاده ایم
درعرض اشتیاق ، چه حاجت بحرف و صوت   باشد چو خامه ، گریهٔ من گفتگوی من
گر فلک ، کار ترا برهم زند ، از جا مرو   جامه را ، خیاط سازد قطع ، بهر دوختن
این جهان گذران ، جای فراغت نبود   خواب در خانهٔ زین ، کس نتواند کردن
از بسکه ، شعر گفتن شد مبتذل ، درین عهد   لب بستن است اکنون مضمون تازه بستن
بلبل! باادب بباش ، کز افشاندن بالت   رنگ ، از رخ گل میکند ، آهنگ پریدن
میبرد ره بکمال ، آدم خاکی ، ز صغر   میشود کاسهٔ گل ، صاعقه از گردیدن
دیدم که ، نکته سنجان ، دزدند شعر مردم   من نیز ، شعر خود را ، دزدیدم از حریفان
که نظر بر غیر دارد ، گاه بر ما ، چشم او   بسکه میخوار است ، می افتد بهرجا ، چشم او
تکمه نبود که ، سر از جیب بیرون آورد   جامه ات ، گوی ز پیراهن یوسف برده
کباب آتش عشقم ندارد ، هیچ دلسوزی   که گردانند مرا هر لحظه ، از پهلو به پهلوی

ای دلبرا از تغافل تو، بمیدلیم ما
مدت شادی و غم، نیست برابر بجهان
پروانه، عبث سر زده بر گرد، رخ شمع
زیبا ست خوی آتش، اولاد بولهب را
غنی) درفصل گل، تاکی بکنج خانه، بنشینی
ای داده ترا خدای بر حسن برات
باشد کمرت بمه، ز کمرهای بتان

گر، دل بما نمیدهی، از ما چه میبری
گریهٔ شمع شبی، خندهٔ صبح است دمی
در پیش رخت، شمع بود پر زده روی
تو این بوترابی، باید که خاک باشی
سری، چون خار بالاکن، ز دیوار گلستانی
لعل تو، نکو تر بود، از آب حیات
هر چند تمایز نبود در عدمات
(۸۶۷ ــ ۸۶۱)

● صحف ابراهیم : غنی کشمیری، ملا طاهر غنی کشمیری. از مشاهیر شعرا و افاضل خطهٔ کشمیر و معاصر میرزا صائبا و شاگرد شیخ محسن فانی است. در ــ کلمات‌الشعرا ــ آمده که: لفظ ــ غنی ــ (۱۰۶۰ھ) تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص کردن اوست.

دیوانش میر محمد علی ماهر ترتیب داد. و بقولی : در حالت استیلای مرض: تمام اشعار خود را بگوش تامل شنیده، آنچه لائق دانست، نگاهداشت و باقی را بآب انداخت. از ینجاست که، غزلش اکثر یک بیت دو بیت و بعضی بی مطلع واقع است.

بالجمله، توصیف کلامش درخور زبان قلم نیست. این قدر بس که نواب وحیدالزمانی (طاهر وحید) اشعارش بسیار میپسندید. (صائب) بهر که ــ از هندوستان وارد ایران میشد ــ میفرمود که: برای ما تحفهٔ از هند آوردهٔ ؟ و آن عبارت از اشعار غنی بود.

گویند : چشمی از حلیهٔ بصارت عاری و فقر اختیاری داشت، و از کشمیر بر نیامده و به در ارباب دنیا نرفته. و طاهر نصرآبادی گوید که : از صادقی شنیدم که : شاهجهان بسیف خان صوبه دار کشمیر فرمانی فرستاد که : غنی را روانه حضور نماید ! چون تکلیف اینمعنی

میان آمده، غنی قبول نکرده، فرمود که: بر نگارید دیوانه است! سیف‌خان گفت که: چنین عاقل را دیوانه نوشتن خود را در جناب پادشاه کاذب قرار دادنست! غنی از شنیدن این بیان، همان لحظه گریبان دریده دیوانه وار بصحرا دوید (۱). و سال هشتم عالمگیر، موافق هزار و هفتاد و هفت هجری (۱۰۷۷ه) بمرض خناق نهال عمرش از پا در افتاد:

افتاد بر زمین، سخسن — از، رفتن غنی

۱۰۸۰=۱۰-۱۰۹۰ه ؟

تاریخ اوست. و (در) تخت سلیمان کشمیر، پهلوی سلیم و کلیم، مدفون‌است.

دیوانش قریب چهار هزار بیت، متضمن مضامین لطیفه و الفاظ ایهامیه متداول. و جناب میرزا صائبا دو صد بیت ازان انتخاب فرموده در — سفینهٔ — خود ثبت نموده. و این بیت را برابر دیوانی دانسته میگفت که: کاش! تمام اشعار مرا به غنی میبخشیدند و این را بها میگذاشتند!:

حسن سبزی ...... الخ

(۲۵۲ ب - ۲۵۳ الف)

● مرات آفتاب نما: غنی کشمیری، نامش طاهر. از شعرای مشهور هندوستان است. در بستن مضامین و معانی از هم عصرانی ممتاز. شاگرد محسن فانی بوده.

(یک شعر دارد ۱۸۸ ب)

● نتائج الافکار: غنی، رنگ بخش گلشن دلپذیری ملا محمد طاهر غنی کشمیری. که گل وجودش، بعد بهم رسانی رنگ و بوی رشد و تمیز، در بهارستان درس ملا محمد حسن فانی کشمیری درآمد. و در مدت قلیل بطبع سلیم، چمن چمن استعداد شائسته بهم رسانید. و دامن گلهای لیاقت بایسته

۱- طاهر چاپ تهران ص ۲۲۵

فراچنگ گردانید. و در مراتب نظم، بفکر رنگین، شانی عظیم پیدا کرد: و از معدن طبع متین، جواهر نازک خیالی بکف آورد. کلامش در تمثیل گوئی بینظیر است، و اشعار آبدارش یکسر دلپذیر. و باوجود بی رنگ و نوائی، بکمال استغنا و جمعیت خاطر میگذرانید. و تخلص غنی بر نام نامیش زیبا گردید. و در تسع و سبعین و الف سنه (۱۰۷۹ هـ) پا بدامن فنا کشید.

دیوان فصاحت ترجمانش در اکناف عالم متداول است. بیتی چند ازان درین اوراق ایراد یافت:

جنونی کو که، از قید خرد بیرون کشم پا را
کنم زنجیر پای خویشتن، دامان صحرا را

چو میل سرمه، برآمد ز چشم جانان، گفت
که: سیر میکده شوید غبار خاطر ها

سنگین دلست، هرکه بظاهر ملایم است
پنهان درون پنبه، نگر! پنبه دانه را

عشق، بر یک فرش بنشاند، گدا و شاه را
سیل، یکسان میکند پست و بلند راه را

ز نقش پای تو، گلها شگفته قالی را
نهال ساخته، سرو قدت، نهالی را

گلشن حسن را، تماشا کن
که، دمد سبزه، در خزان اینجا

بی ریاضت نشود، نشهٔ عرفان، حاصل
تا کدو، خشک نگردید، می ناب نیافت

تار نگهم، رشتهٔ گوهر شده، از اشک
این دیده، تمنای بناگوش که، دارد

چون شمع، تا مسافر راه عدم شدم
هر قطرهٔ ز اشک، مرا زاد راه شد

گوید زبان شیشه، نهانی، بگوش جام:
هرکس که، سر کشد بجهان، سرنگون شود

مراچون آستین، صدچین ز غیرت، برجبین افتد
اگر آن ساعد سیمین، بدست آستین افتد

دهدچون قدسیان را، چشم او، صهبای مدهوشی
سبوی عرش، از دوش ملائک، بر زمین افتد

ببزم دردمندان، زار نالیدن، هوس دارم
جونی، خواهم که در فریاد باشم، تا نفس دارم

میشود رشتهٔ عمرم، کوتاه
معنی سال کبره، فهمیده

عنون دست کوتهٔ خویشم، که پیش کس
بیرون نکرد، سر ز گریبان آستین

سر گشت سپید، و ریخت دندان
در صبح، شود ستاره پنهان

(هفده بیت دیگر دارد ۵۱۳-۵۱۵ د)

● شمع انجمن: غنی، ملا طاهر کشمیری از قبیله اشئی ست. شاگرد ملا محسن فانی کشمیری. چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتی،

شایسته بهم رسانید. آخر بغواصی بحر سخن افتاد و جواهری ــ که بنقد جان توان خرید ــ بیرون آورد. میرزا صائب کلام او را تضمین میکند و میفرماید:

این جواب ...... الخ

غنی بغنای طبع مجبول بود و با وصف بی دستگاهی بحضور خاطر بسر می برد. اینجاست که غنی تخلص میکند. مدةالعمر در شهر خود گذرانید و در سنه (۱۰۷۹هـ) دامن از عالم سفلی برچید.

دیوانش سائر و دائر است، و از قالب طبع بر آمده مطبوع خاطر سخنوران گردیده. درینجا چند بیت بنا بر ضابطه ثبت افتاد.

(هفده شعر دارد ص ۳۳۹-۳۴۰)

● اقبال و غنی: مؤلف ــ مشاهیر کشمیر ــ روایت دارد که: غنی وقتیکه در خانه میبود، درها را بسته میداشت، و وقتیکه بیرون میرفت درها را وا میگذاشت. کسی سبب این پرسید. غنی گفت: در خانه اگر ثروت هست آن وجود من است، دیگر هیچ متاع ندارم که برائی حفاظت آن، درها را ببندم! علامه اقبال مرحوم این واقعه را در نظم سروده است:

(غنی)، آن سخن گوی بلبل صفیر — نوا سنج، کشمیر مینو نظیر
چو اندر سرا بود، در بسته داشت — چو رفت از سرا، تختة را وا گذاشت
یکی گفتش: ای شاعر دل رسی! — عجب دارد، از کار تو، هر کسی
بپاسخ، چه خوش گفت، مردی فقیر — فقیر و بساقلیم معنی امیر:
ز من، آنچه دیدند یاران، رواست — درین خانه، جز من، متاعی کجا ست
(غنی)، تا نشیند بکاشانه اش — متاعی گرانیست در خانه اش
چو، آن محفل افروز، در خانه نیست — تهی تر ازین، هیچ کاشانه نیست(۱)

۱- پیام مشرق ص ۱۶۰

● **تاریخ وفات غنی :** تذکره نگاران در سال فوت غنی اختلاف دارند . صحیح تاریخ (۱۰۷۹ھ) است، ویراکه بیشتر نویسندگان بر همین سال اتفاق دارند ، مثلاً :

۱) در سنهٔ تسع وسبعین و الف (۱۰۷۹ھ) دامن از عالم سفلی برچید. (سروآزاد)

۲) در عین شباب فی یکهزار هفتاد و نه (۱۰۷۹ھ) رو بآخرت آورد . (نشتر عشق)

۳) در (۱۰۷۹ھ) دامن از عالم سفلی برچید . (شمع انجمن)

۴) در اوائل عهدعالمگیری و شباب فی سنة (۱۰۷۹ھ) داعی حق را لبیک اجابت گفت . (خلاصةالافکار ابو طالب)

۵) و منهم الشیخ محمد طاهر المعروف بالغنی المتوفی سنه (۱۰۷۹ھ) . (ثقافةالاسلامیه عبدالحی)

۶) در سنه تسع و تسعین و الف (۱۰۷۹ھ) پا بدامن فنا کشید . (نتائج الافکار)

۷) سال وفات (۱۰۷۹ھ) . (تذکرهٔ شعرا عبدالغنی)

۸) این دو قطعهٔ تاریخ محمد مسلم صنعی سروده است که در دیباچهٔ دیوان غنی ثبت است :

از فوت (غنی) گشت که و مه غمگین   هر کس شده در ماتم او، خاک نشین
تاریخ وفاتش ، ار بپرسند ! بگو :   پنهان شده گنج هنری زیر زمین

۱۰۷۹ھ

دوش بمن گفت قائلی که : غنی مرد   قلت اسکت انت لیس ذکیا
اهل دل ای بی خبر بمرگ نمیرسید   کیف یموت الذی یکون تقیا
نیست وفاتش جز انتقال مکانی   کان تقیاً و طاهراً و نقیا
زندگی دیگر ست مرگ عزیزان   مرد دمی ، جند من یکون عصیا
دل ز خرد سال رحلتش چو طلب کرد   قال لنا ان تقول: حی غنیا

۹) در سال هزار و هفتاد و نه وفات یافت، محمد علی ماهر تاریخ گفت:

چوداد فیض صحبت، شیخ کامل محسن فانی	غنی در حلقهٔ اصحاب او در نکته دانی شد
تهی چون کرد بزم شیخ را، گفتند تاریخش	که: آگاهی مولی دار بقا از دار فانی شد

۱۰۷۹ھ

۱۰) در کمال جوانی ...... قضا کرد در سال هزار و هفتاد و نه (۱۰۷۹ھ)
(فانوس خیال و تاریخ اعظمی)

۱۱) در عین جوانی سنه تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹ھ) در حین حیات استاد خود شیخ فانی جاده فنا پیمود. (گل رعنا)

۱۲) در عین جوانی دو سال قبل از وفات استاد در سنه یکهزار و هفتاد و نه هجری (۱۰۷۹ھ) در کشمیر در گذشت. (مفتاح التواریخ)

و نویسندگان زیر این قرار اختلاف دارند:

۱) صحف ابراهیم: دارد: و سال هشتم عالمگیر موافق هزار و هفتاد و هفت هجری (۱۰۷۷ھ) بمرض خناق نهال عمرش از پا در افتاد.

۲) صحف ابراهیم این مصرع تاریخ داده است که ازان (۱۰۸۰ھ) بر میآید:

افتاد بر زمین - سخن - از رفتن غنی
۱۰۸۰ = ۷۱۰ — ۱۷۹۰

۳) مرآة العالم بختاور خان دارد: در سنه هزار و هفتاد و هفت (۱۰۷۷ھ) از خارستان دنیا دل بر کنده.

۴) فرحة الناظرین سال (۱۰۷۷ھ) دارد.

۵) تاریخ حسن: در سال هزار و هشتاد و دو (۱۰۸۲ھ) در کمال ریعان

جوانی بعد از واقع شیخ محسن فانی هشت ماه بملک جاودانی انتقال نمود (۱) .

۶) ایران صغیر سنه (۱۰۷۷هـ) .

۷) تاریخ محمدی سنه (۱۰۸۷هـ) .

۸) تاریخ کبیر حاجی محی‌الدین سرائی بلی (۱۰۸۲هـ) .

● مدفن غنی : تذکره نویسان راجع به مدفن نیز اختلاف دارند .

۱) در تخت سلیمان (۲) کشمیر پهلوی سلیم و کلیم در — مزار الشعرا —(۳) مدفون است . (صحف ابراهیم)

۲) در مقبرهٔ ملا محسن فانی آرمیده .

(مفتی محمد سعادت بر حاشیه تاریخ اعظمی مطبوعه)

۱- بعد ازین تاریخ از صنعی داده است که ازان سال ۱۰۷۹هـ بر میآید. رک: تاریخ اعظمی .

۲- نام کوهیست که بر کنار دل واقع است ، مشهور است که تخت حضرت سلیمان علیه‌السلام در اثنائی سیاحت بر قلهٔ کوه جیت جا گزین شد . ازین وجه کشمیر را — باغ سلیمان — و کوه را — تخت سلیمان — گویند .

۳- مزارالشعرا در سرینگر است که چند شعرا در آنجا مدفون اند ، مثلاً : قدسی — سلیم - کلیم طغرا - الهی (اویماق مغول ص ۵۱۰) ملا شرف الدین خان فرحت ، محمد علی خان معین ، محتشم خان فدا (ص ۱۱۰ تاریخ بد شاه فوق) و غنی (صحف ابراهیم) .

همین طور در تبریز — مقبرة الشعرا — است که آنجا خاقانی (نزد مزار حضرت بابا حسن) ظهیر فاریابی و ملک‌الشعرا شاهفور نیشا پوری مدفون اند ، و این گورستان در محله سرخاب تبریز واقع بود ، و در آنجا خواجه همام تبریزی و اسدی طوسی نیز در جوار بابا مزید مدفون شده اند . (روضات‌الجنان حسین کربلائی چاپ تهران(۱۹۶۵ع) ص ۲۰۱-۲۰۲-۲۷۲) نگارندهٔ این سطور بتاریخ ۲۲ ستامبر سال (۱۹۶۶ع) آن جائی را همراه دانشمند عزیز و کریم آقای عبدالعلی کارنگ زیارت کرد. هیچ نشان و اثار بر جا نمانده است . و این قسمت گورستان در حوالی مقبره سید حمزه (صاحب‌الامر) است .

۳) وی در مقبرهٔ خانوادگی در شهر راجوری کدل (پل) نزدیک حسن بلادوری مدفون است . (پارسی سرایان کشمیر)

۴) در محله گرگاری (قطب‌الدین پور قدیم) نزد زینه کدل سرینگر دفن است . (صوفی)

۵) غنی در محله راجوپر کدل واقع عالی کدل در احاطهٔ مزار حسن بلادوری مدفون است ، و بر سنگ مزار کتبه محو شده است فقط نام ـــ غنی ـــ دیده میشود : (سوانح غنی از اکبر شاه خان نجیب آبادی)

● تدوین دیوان غنی : بقول کلمات‌الشعرا محمد علی ماهر دیوان غنی را مرتب کرده بود، ولی هیچ نسخهٔ ازان دیوان تاکنون دیده نشده است . اگر روایت صحیح است پس آن نسخه از بین رفته است .

نسخه که متداول است و چاپ هم شده است، همانست که محمد مسلم صنعی باهمکاری لاله ملک شهید جمع آوری کرده است ، شیخ محمد مسلم صنعی عموی میانهٔ اصلح میرزا مؤلف ـــ تذکرهٔ شعرای کشمیر ـــ بوده و اصلح برایش مینویسد :

> در نثرش از رشک تر و تازگی گلهای معانی خویش ، گلزار ابراهیم ظهوری را پژمرده تر از اخگرهای افسردهٔ آتش خلیل کرده . دیوان ملا محمد طاهر غنی را هنگام ترتیب ، دیباچهٔ بنوعی نگاشته که ، چشم ارباب بصیرت از دیدنش چار گردید (۱) .

و لاله ملک(۲) نیز شاگرد ملا غنی بود و صنعی در دیباچهٔ خود نوشته است که :

> خواستم باتفاق خادم الفضلا ملک الشعرا سر حلقهٔ شاگردان رشید ،

۱ـ رک : تذکره مذکور چاپ نگارنده ص ۳۳۲ .

۲ـ رک : تذکره مذکور ص ۱۸۰ .

ملک شهید ، بتدوین دیوان سحر بیانش ، حق شاگردی بتقدیم رسانم (۱) .

و در تاریخ حسن راجع به ملک شهید است که :

لاله ملک شهید از مردم کشمیر بود ، و در شعر گوئی و تاریخ یابی سحرکاری میکرد. و بنام حضرت محبوب سبحانی یکهزار و یکصد تاریخ تصنیف کرده و از هر یک بیت تاریخ ولادت و وفات آنجناب یافته میشود و از نوادر روزگار است (۲) .

و این دیوان بعد از وفاتش در همان سال (۱۰۷۹هـ) ترتیب یافته است

● نسخ خطی دیوان غنی : نسخ خطی دیوان غنی بقرار ذیل در کتابخانهائی مختلف دیده میشود ، آقائی علی جواد زیدی این فهرست را در مجلهٔ معارف چاپ کرده است .

۱) سنه (۱۰۸۰هـ) ، نسخهٔ آگره ، ملک اکادی سرینگر .

۲) سنه (۱۰۸۸هـ) ، ۲۸ محرم ، کاتب محمد شفیع اصفهانی .

۳) سنه (۱۱۲۶هـ)، ربیع‌الثانی . کاتب ملک ابوالبقا . ملک اکادمی سرینگر

۴) سنه (۱۱۴۱هـ) ، ۲۲ جمادی الاول ، ملک ایشیاتک سوسائتی کلکته شماره (۷۷۵) .

۵) سنه (۱۱۵۴هـ) ، ۴ شوال . خرید کرده شده . ملک کتابخانه بانکیپور پتنه . این نسخه در ملک شخصی نواب مجدالدوله(۳) بوده است .

۱- رک : دیوان غنی مطبوعه ، مطبع پندت بیجناتهـ (۱۲۷۲هـ) ص ۵

۲- تاریخ حسن ج ۴

۳- نواب مجدالدوله عبدالمجید خان متوفی سنه ۱۱۶۵هـ .

۶) سنه (۱۱۶۰هـ)، رمضان، کاتب محمد فیض‌الله بفرمائش خواجه محمد جان جیو. خوشخط مطلا، خدا بخش لائبریری پتنه.

۷) سنه (۱۱۸۳هـ)، ۱۵ ربیع‌الاخر (۱۱۴۰هـ) نیز دیده میشود. کاتب محمد نعیم. ملک بنگال ایشیاتک سوسائتی کلکته.

● نسخ چاپی دیوان غنی: نسخ چاپی به قرار ذیل است.

۱) نسختین دیوان مطبوعه همانست که در سال (۱۲۶۱هـ - ۱۸۴۵ع) در مطبع مجتبائی چاپ شده است و عبارت ترقیمه به اینقرار دارد:

این احقر عبادالله الغفور محمد مصطفیٰ خان ولد حاجی محمد روشن مبرور و مغفور آن نسخه ناسخه دواوین معاصرین را، از شرح عمدهٔ شارحین متین خلیفه عبدالرزاق یمینی جعل الله من اصحاب الیمین، و دیگر نسخه صحیحه قدیمه و کتب اصطلاحات لغات بتحشی میر ناصر علی متخلص بنصیر، بپایهٔ تصحیح رسانیده، و اشعار شعری شعار و دیگر تصانیف لطیفش را بر طبق نسخهٔ مرقومه سنه یکهزار یکصد و دو (۱۱۰۲) بخط ولایت نهایت پسندیدهٔ ارباب این فن منقول و مرتب کنانیده در مطبع مصطفائی واقع محله محمود نگر زیر اکبری دروازه من محلات بیت‌السلطنت لکهنو بتاریخ بست و هفتم رمضان المبارک (۱۲۶۱هـ) پیرایهٔ طبع پوشانید(۱).

۲) مطبع پندت بیجناتهـ درسال (۱۲۷۲هـ) باهتمام مقبول‌الدوله احسان‌الملک کپتان میرزا محمد مهدی علی خان بهادر قبول ثابت جنگ.

۳) مطبع آصفی کانپور ربیع‌الاول سنه ۱۲۷۹هـ (۱۸۶۲ع).

۴) نولکشور کانپور چاپ اول در سال ۱۲۸۵هـ (۱۸۶۸-۶۹ع).

۵ تا ۷) نولکشور کانپور چاپ دیگر در سال ۱۸۷۶ و ۱۸۷۸ع و در لکهنو ۱۸۹۱ع مع فرهنگ از ابو سلیمان و اشرف علی لکهنوی با حواشی.

۸) نولکشور لکهنو چاپ نهم در سال ۹ جنوری (۱۹۳۱ع).

۱- مقام غنی کشمیری آقای علی جواد زیدی - معارف اعظم گره ۹۸ : ۲۱.

● تاریخ وفات کلیم و میر الاهی و اسلام خان : غنی بر مرگ کلیم کاشانی (۱۰۶۱ھ) تاریخ گفت :

حیف کز دیوار این گلشن پرید (طالبا) آن بلبل باغ نعیم
رفت و آخر خامه را، از دست داد بی عصا ، طی کرد این ره را کلیم
اشک حسرت چون نمیریزد قلم شد سخن از مردن (طالب) یتیم
هر دم از شوقش ، دل اهل سخن چون زبان خامه ، میگردد دو نیم
عمرها ، در یاد او ، زیر زمین خاک بر سر کرد (قدسی) و (سلیم)
عاقبت ، از اشتیاق یک دگر گشته‌اند این هر سه در یک جا مقیم
گفت تاریخ وفات او (غنی) طور معنی، بود روشن، از کلیم

۱۰۶۱ھ

در سال (۱۰۶۴ھ) میر الهی جهان را پدرود گفت، غنی تاریخش یافت :

نیست دور از اثر، صحبت او که ، لب گور در آید بسخن
بر سر خاک وی ، ارباب زمان جامه پوشیده سیه، چون سوسن
گفت تاریخ وفاتش ، (طاهر): برد الهی ز جهان گوی سخن

۱۰۶۴ھ

بر وفات امیرالامرا اسلام خان صوبه دار کشمیر غنی تاریخ ذیل گفته است :

حیف کز فوت قدوهٔ امرا به سپر داغ شد نصیب سپاه
تا کند ، فتح ملک باقی را رخت بیرون کشید ، زین خرگاه
دور زان آفتاب اوج کمال مردمک شد ز گریه ابر سیاه
جسته از بسکه برق آه از دل خرمن ماه ماند یک پر کاه
آنکه داغ اند ماه تا ماهی همه آزاده دل گدا و شاه
شد نفس ناله در گلو مارا همچو نی زین مصیبت جانکاه
جست این مصرع، از زبان (غنی) مرد اسلام خان والا جاه.

۱۰۷۴ھ

● انتخاب کلام :

چون قفل، اگر گرفتگی گیری پیش آخر دلت از تیغ جفا، گردد ریش
دادند چو صورت کلید، ابرو را پیوسته کشاده دار، پیشانی خویش

(المغنم البارد ص ۱۹۰)

(غنی) روز سیاه پیر کنعان را، تماشا کن
نگردد شعر من مشهور، تاجان در تنم باشد
نمیباشد مخالف، قول و فعل راستان باهم
زبان نی، بآواز بلند، این حرف میگوید
استماع دوستان، آورد ما را، در سخن
داغم که، دل صاف، مکدر ز جهان رفت
کسیکه، زنده باظهار زندگی باشد
گدا چون، یافت روزی، خویش را داند سلیمانی
بچشم کم مبین، گرد کدورت را، که در آخر
فیض سخن، بمرد سخنگو، نمیرسد
مزد گر، زاهد خشک است رهبر، بی تمیزان را
چون قبله نما، خضر ره اهل جهان باش
یار ما در بزم آمد، از حیا برخاستیم
آسودگی، بگوشهٔ هستی، ندیده ایم
چون شمع، بود منزل ما، زیر پای ما
در محبت، از خرد، بیگانه میباید شدن
لاف موزونی زند، مانند سرو
(غنی) ز صدر نشینی گذشتم و شادم
(غنی) ساغر بکف جمشید پیش میفروش آمد
گفتگو یکرنگ نبود، غافل و هشیار را
دمیکه یار گذارد قدم بخانهٔ ما
بردند پس از مردن ما، معنی ما را
ما را چو شمع، مرگ بود خامشی (غنی)
بمردم میکند نرگس ز هر جانب اشارتها
هیچ تخمی نیست ضایع در زمین پاک عشق
شعر اگر اعجاز باشد بی بلند و پست نیست
بسکه آزرده ام از دیدن مردم، چه عجب
آن شوخ، بقتل من دلخسته، میان بست
سعی مفلس، کی بجای میرسد
هر چند (غنی)، همچو نگین، خانه نشین است
چون شمع (غنی!) گریهٔ ما، بی اثری نیست

که نور دیده اش، روشن کند، چشم زلیخا را
که بعد از مرگ آهو، نافه بیرون میدهد بو را
که گفتار قلم، باشد ز رفتار قلم پیدا
که میسازد بیکدم چوب را، صاحب نفس، گویا
پردهای ساز ما، جز پردهای گوش نیست
چون آب روان آمد و چون ریگ روان رفت
دمی که، گشت ز دعوا خموش، گویا نیست
برای مور، سنگ آسیا، تخت روان باشد
برای اختلاط دوستان، دیوار میگردد
از نافه، بوئی مشک، بآهو نمیرسد
که نابینا، عصا را، رهنمای خویش میسازد
سرگشته خود و راهنمای دگران باش
چون نگین، تا نقش ما بنشست، ما برخاستیم
جان داده ایم، و کنج مزاری، خریده ایم
از پا، نشسته ایم و بمنزل رسیده ایم
هر کجا، طفلی بود، بیگانه میباید شدن
هر که، خواند صفحهٔ از بوستان
که هر کجا که روم، هست جای من خالی
که شاید در بهای باده، گیرد ملک دنیا را
در نفس باشد تفاوت، خفته و بیدار را
مزد که، کعبه شود سنگ آستانهٔ ما
صد شکر که، ماند است بیاران، سخن ما
اظهار زندگی بزبان میکنیم ما
که فصل گل، بچشم کم نباید دید، گلشن را
خنده‌های گل، دمید از گریه های عندلیب
هر ید بیضا، همه انگشتها یک دست نیست
مردم دیده اگر، از نظرم افتاد ست
در مرثیه ام، معنی باریک توان بست
آدمی بی برگ، تیر بی پر است
نامش ز در بسته، بر آید، چه توان کرد
هر قطره اشک، آبلهٔ چهرهٔ ما شد

محتسب ، بر در می خانه ، نشستن دارد
شیشهٔ ، دانهٔ انگور ، شکستن دارد

ز راه حرص ، عجب نیست ، اگر بخاک فتند
سبک روان که ، چو شاهین بلند پروازند

کس ز همرنگیٔ ما ، مدعی ما ، نشود
که کف بحر ، حریف ید بیضا نشود

بی قراریها تماشا کن که ، مانند سپند
گرم تا ، در بزم او کردیم جا ، برخاستیم

در فکر ، آشنائی اهل سخن ، مباش
باید که ، خویش را بسخن آشنا کنی

ندارد ره بگردون روح ، تا باشد نفس در تن
رسائی نیست در پرواز ، مرغ رشته برپا را

فلک در گردش ست از بهر خواب بخت ناسازم
بود در جنبش گهواره ، راحت طفل بد خورا

سوی مسجد ، ندهد نفس بدم ، راه هنوز
گرچه از بار گنه ، ساخت چو محراب مرا

چو استعداد نبود ، کار از اعجاز نکشاید
مسیحا ، کی تواند کرد روشن ، چشم سوزن را

آتش می تیز سازد شعلهٔ آواز را
بسر کدوی باده ببایید بست ، تار ساز را

خویش را ، با که بسنجیم (غنی!) ، در سبکی
نیست جز سایهٔ خود ، سنگ ترازو ما را

هر که پرسد ، ز (غنی) ، وجه شکست رنگم
دانم ، از سنگدلیهای بتان ، بیخبر است

توتیای چشم مه ، جز پرتو خورشید نیست
ما بنور دوست ، می بینیم حسن روی دوست

بی ریاضت ، نشود نشهٔ عرفان ، حاصل
تا کدو ، خشک نگردید ، می ناب نیافت

فلک گیرد ز من روزی و بر مردم کند قسمت
میان آسیا از من کنار از دیگران باشد

زبردست اضطراب و زیردست آسودگی دارد
دو شاهد بر کلام من دو سنگ آسیا باشد

مکن با دوستان ، از آشنای اختلاط افزون
در آینه چون درون دیده ، مژگان خار میگردد

هنر چو نیست ، چه حاجت بلند پروازی
که کار شیر ز شیر علم نمیآید

گل فشانی میکند گلبن ، بفصل نو بهار
بلبلان گوئی که ، در خاک چمن آسوده اند

دیدم میان یار و ندیدم دهان یار
نتوان بهیچ دید ، چو در دیده ، مو فتد

عاشق بفنا ، سیر ز معشوق نگردد
ماهی طلب آب کند ، گرچه غذا شد

سزد گر ، زاهد خشک ست رهبر ، بی تمیزانرا
که نابینا ، عصا را رهنمای خویش میسازد

گر بروی آب رفتن ، آرزو داری (غنی)
زیر پای اهل دل ، افتاده چون سجاده باش

جان بلب ، از ضعف ، نتواند رسید
من بزور ناتوانی زنده ام

هر ساغری که بود ، پر از می شد و هنوز
گوید حباب باده که : خالیست جای می(۱)

در صفت زمستان کشمیر

موسم سردی شده ، سرگرم یخ بندی است ، آب
بط اسیران بیضهٔ فولاد گردید از حباب

۱- انتخاب از نگارنده و دوست عزیزم میرزا محمد منور.

بسکه هردم مینشیند بر رخش، گرد سحاب
شد چراغ آسیا ، در چرخ گردان آفتاب
اززبان تیشه ، یخ را سرزنشها میکنند
گر نبودی سخت زو ، از شرم میگردید آب
حلقه های دام ماهی همچو عینک شد ز یخ
کاش بیند چشم او ، خط شعاع آفتاب
تا ز سرما ، لرزه بر اندامها افتاده است
نیست غیر از موج ایمن پنجهٔ از اضطراب
برق شبها ، چون چراغ صبح ، آید در نظر
پرتو برق است گویا ، جا نشین ماهتاب
کس درین شب ها نمییابد نشان روشنی
آسمان تیری بتاریکی فگند است از شهاب
تا نه بیند از نگاه دور آسیبی ز برف
هرزمان خورشید گیرد پرده برچشم از سحاب
سد راه ترکتاز لشکر گرمیست یخ
پنبه از آتش ندارد باک بسرد از آفتاب
بیش ازین ، تعبیر نتوان کرد ، از بیداد وی
چشم میگردد سفید ، از برف ار بیند بخواب
زین ریاضتها که ، در ایام سردی میکشند
جای دارد، گر روند اهل زمین، بر روی آب
هست چون طوطی ز یخ آئینه اش پیش نفس
بسکه دست خویش از جان‌شست بط در زیرآب
جست آب چشمهٔ خورشید ، تا در دیو یخ
خشک لب ، از تشنگی افتاد ماهی ، در شراب
دود هنگام وداع شعله ، از بیم هوا
بر سر آتش فتد ، مانند مو ، در پیچ و تاب
پنجهٔ خورشید را ، از دستبرد وی ، نماند
آن قدر قوت که ، اندازد ز روی خود نقاب
کوزها ، همچون صدف ، ازژاله‌ها پرگوهر است
تخته‌ازخجلت ، دکان سحر را ، بست است آب
هیچ ره راه گریزی نیست ، از دست شکست
تختهٔ نعلین ازان بستند در پا شیخ و شاب
در سر من باد میگردد (غنی) چون گردباد
سازگار از بسکه بامن نیست امثال آب

در صفت زمستان کشمیر

از دم ، سرد زمستان ، بسته شد در آشیان
بیضه های عندلیبان ، همچو دندان در دهان
طفل اشک ، از خانه های چشم ، بیرون میرود
ابرها ، چون کاغذ باد است ، در هرسو روان
داده باد از ، مردم چشمی که ، میگردد سفید
زاغ زیر برف تا پنهان شده در آشیان
آسمان چون چرخ حلاج است کز گردش بخاک
پنبه و دانه ، ز برف و ژاله ریزد ، هر زمان
گشت ، بهر لب گزیدن ، بیشتر اسباب جمع
تا ز سرها همچو دندان بسته شد آب دهان
بسکه زخم تیر باران خورد از دست فلک
مرغ نتواند پریدن ، شاخ چون زاغ کمان
کرده است ایام سرما ، بسکه در رفتن شتاب
برق باشد ، آتش وامانده این کاروان
میزند پهلو به نخل طور ، از آتش چنار
زیبد ار خود را ، کلیم وقت داند ، باغبان
کی شود ، از مشعل خورشید ، ساق عرش گرم
زین هوا ، هرچند کرسی کرد برپا ، آسمان
میکند هرکس ، که گردد ساکن این سرد سیر
نور پوش از شوق آتش خانهٔ همچون کمان
بسکه هرسو ، پارهای یخ ، بره افتاده است
تیشه بر پا میزند ، هرکس که میگردد دوان
میزند لبهای بام ، از پاره های یخ ، مدام
خندهٔ دندان نما ، برجست و خیز ، رهروان

چشم گلشن، شد سفیـد، از انتظار نوبهار　　پـر نشد از برف، بـر شاخ آشیـان بلبـلان
تا کند، دریـوزهٔ آتش، بگلشن، از چنـار　　کاسه برکف هست سرو، از آشیان بلبلان

۱۷۱- غنی، غنی بیگ اسد آبادی

● مآثر رحیمی: غنی، غنی بیگ از کلانتر زادگان قلم رو علیشکر است. و مولد و منشای وی قصبه اسد آباد همدان است: آبا و اجداد او، همیشه درآن ولایت اکابر و اکابر نشان بوده اند. و الحال نیز اقوام او بدستور آبای عظام معزز و مکرم(۱) اند. بجهت خللی که از آمدن عساکر رومیه از جانب بغداد بهشت آباد، بتسخیر آن دیار بسلسهٔ ایشان راه یافت، دلگیر شده، سفر بر حضر اختیار نمود. و در خراسان بحسان الزمانی مولانا نظیری نیشا پوری بـرخورده، و در خدمت ایشان بجانـب هندوستان خرامید. و خود را بدیـار این ملجای صغار و کبار(خان خانان) رسانیده ملازمت و چاکری اختیار نمود، و محرم بزم و رفیق رزم گردید.

اگرچه شعر و شاعری فـن ایشان نبـود، بجهت موزونیت ذاتی و فطرت جبلی و مصاحبت مولانا نظیری، قدم در وادی شاعری نـهاده، باندک زمانی، بتربیت این مربـی سخن سنجان (خان خانان) ترقی تـمام کرده، روشناس متسعـدان گردیـد. و نکتـه شنـاسان ازو اعتـبار تمـام گـرفتند. چنانچـه حسان الزمانـی مولانـا شکیبـی اصفهانی و مولانـا نظیری و مـلا عرفی شیرازی سخنان اورا، بر گفتهٔ امثال و اقران او، ترجیح نهاده، اعتقاد تمام بتازه‌گوئی و نـادر سخنی او داشتند، و از موانست و مجالست او، محظـوظ و بهره‌ور

۱- در نسخهٔ دیـگر است: مـکرم و معتبر انـد، و در زمـان عافیت نشان شاه عباس صفوی، ملک بیگ نام جوانی ــ از بنی اعمام غنی بیگــ راه مصاحبت، در خدمت آن ذیجاه یافته بمنصب وزارت؟ رسید. الغرض بجهت خللی ...

میگردیدند؛ و قصائد غرا و غزلیات عاشقانه و مداحانه ــ که در مداحی این سپه سالار بنظم میآورد ــ بشرف اصلاح ندما و سخن سنجان ایشان رسانیده، صله و جائزه، موافق استعداد و کرم ممدوح، مییافت؛ و از درجه ادنی بمرتبهٔ اعلی رسید. تا آنکه بتاریخ هزار هجری (۱۰۰۰ھ) بولایت دلپذیر کشمیر افتاده؛ موافق و مطابق رفتن ایشان میرزا یادگار نامی ــ از اقوام نواب سید یوسف خان مشهدی ــ لوای عصیان و طغیان بر افراشته، آن ممالک را از تصرف منسوبان پادشاهی بیرون برد. موءولی الیه را فی‌الجمله نسبت و نزدیکی در نزد میرزای مشارالیه بهم رسید؛ و روز جلوس ایشان بر تخت سلطنت کشمیر، این رباعی انشا نمود:

بر تخت مراد، مینشینی! بنشین — خوش خرم و شاد، مینشینی! بنشین
دولت یکبار مینشانی! بنشان — بر جای قباد، مینشینی! بنشین

چون کشمیر بدست عساکر منصورهٔ پادشاهی مفتوح شد، اهل سعایت و فساد، مضمون آن رباعی را بسمع پادشاه رسانیده، باعث جرات یادگار بر این امر شنیع، اورا ساختند. بقید و حبس او حکم رفت.

مدت دو سال در برهانپور بسان بنفشه، باقامت هلالی و قالب خیزرانی، سر بر زانوی عجز نهاده ــ بدستور مسعود سعد سلمان ــ قصائد پر سوز، در حسب حال و عدم تقصیر و بیگناهی خود، بنظم آورد. و کسی بر او نبخشود.

مولانا نظیری نیشاپوری ــ که از جملهٔ یاران و دوستان آن بیچاره بود ــ قصیدهٔ بمدح مسند نشین تخت گورگانی، وارث تاج و تخت صاحب قرانی، خلیفه الهی جلال‌الدین محمد اکبر فرمان فرمای هندستان، در باب توجه و فتح

نمودن قلعه اسیر خاندیس (۱) انشا فرموده ، التماس تقصیر او نمود . چون قصیدهٔ مذکور بسمع ندما و مجلسیان ایشان رسید ، و این معنی گوش زد پادشاه شد که ، غنی بیگ در قید حیات است ، بقتل او حکم فرموده : این مسعود سعد سامان این زمان را ، بتاریخ هزار و هشت هجری (۱۰۰۸ھ) در برهانپور در پای فیل انداختند . و نواب خان اعظم (۲) ـــ که کوکه پادشاه بودند ـــ این خوش طبعی در بدیه فرمودند که : قصیده ملا نظیری دعای سیفی است . این بیت شاهدالوجود غنی بیگ شد :

گرسنه است بدریوزهٔ شفاعت من ببخش جرم (غنی) را ، بالتماس فقیر

این چند بیت ازان قصیده است :

چو رو، ببرج شرف کرد ، آفتاب منیر دمید فاتحهٔ فتح ، بر حصار اسیر
مه منیر جلالی، بفر فروردین بامن گاه ممالک ، شد انبساط پذیر
ز لهو بنی خردان، عز سلطنت میرفت نگاه داشت ملک، حرمت کلاه و سریر
چها ز رحم نمودند بندگانش آزاد ملوک زاده ز زندان و گنج از زنجیر
به پشته ها زرو تل ها درم بر آوردند بکوه زد نظر شاه گوئیا اکسیر
بیان فتح اسیر ، از قیاس بیرون ست نخست قصهٔ مالیگرت ، کنم تقریر
چو فردبان عقول و حواس را، بستند که بر شوند بدیوار او ، پئی تسخیر
ز بس ، گرانی اندیشه ، پایها بشکست قضائی فتنه بیفتاد ، بر سر تدبیر
نظر بسلسلهٔ ممکنات افگندند جدار قلعه مهین بود و پای مور قصیر
نمیرسید کمندی ز بیم بر سر او پئی صعود گرفتند طرهٔ شبگیر

۱- فتح خاندیس در سال (۱۰۰۸ھ) شد .

۲- میرزا عزیز کوکلتاش پسر شمس‌الدین محمد خان اتکه . مادرش جیجی انگه را اکبر پادشاه از مادر حقیقی بیشتر میدانست . میرزا در (۱۰۳۳ھ) در احمدآباد جهان را وداع کرد . در تاریخ دانی مستثنی بود و گاهی شعر هم میگفت ، و خط نستعلیق بسیار خوش مینوشت و شاگرد میرزا باقر پسر ملا علی است . در مصاحبت بی نظیر بود ، سخنهای رنگین داشت . میگفت که : مردم دولتمند را چهار زن لازم است ، یکی عراقی بجهت مصاحبت و همزبانی، دوم خراسانی برای سامان خانه، سوم هندی بواسطهٔ زنا شوی، و چهارم ماوراءالنهری بجهت شلاق ، تا دیگران عبرت گیرند . (ماثرالامرا : ۶۷۵—۶۹۳)

بدان جدار، دویدند، چون هوس بدماغ ‌ ‌ دران حصار، خزیدند، همچو سر بضمیر

ز پخته کوشی هشیار و خام نوشی مست ‌ ‌ ز حلق کشته، روان بود خون، برنگ عصیر

کشید قلعهٔ مالگیر از، نهیب فغان ‌ ‌ که: چیست جنگ و عداوت باین ضعیف و حقیر

اگر، بدعوی گنج و خزینه، آمده اید ‌ ‌ صغیر را، نگرفت است کس، بجرم کبیر

ز من گرفته بناحق نیم دنیا را ‌ ‌ کنون عقوبتش افگنده در بلای سعیر

ز توپ و ضرب زن آتشکده است و مریخش ‌ ‌ نشسته بر سر آتشکده چو راهب پیر

دلیر برد بخون ریز خصم و میگفتم ‌ ‌ که: عاقبت بعقوبت شوند دامنگیر

تنور برج بباروت و نفت تافته بود ‌ ‌ خبر نداشت که، خاکش بخون کنند خمیر

نخست روز که، نامش (امیر) میکردند ‌ ‌ بدل گذشت که: این نام میکند تاثیر

ز شرح حال، هم آشفته اند، سکانش ‌ ‌ که مشرفند درو بسر صحیفهٔ تقدیر

خدنگ تفرقه، از هر طرف بصید آمد ‌ ‌ سپه کنهٔ پرده زد و در حصار شد نخچیر

چو این نوید، شنیدند پر دلان، دادند ‌ ‌ عنان، بجودت عقل و جلادت تدبیر

بیک اشاره، عدو را بحضرت آوردند ‌ ‌ چنانکه، موی نجنبید بر مشار و مشیر

ببارگاه خلافت، سر سجود آورد ‌ ‌ برخ غبار خطا بر جبین خوی تقصیر

بعجز گفت که: اینک من و نگین و کلاه ‌ ‌ برمز گفت که: آن قلعه و قلیل و کثیر

دران مقام که، آید بجزر و مد دریا ‌ ‌ هنر چه مایه تواند نمود موج غدیر

بقابلیت او، شاه دید و خندان گفت ‌ ‌ که: ای مشام بزرگی و سلطنت را سیر

تو تنگ حوصله و ملک را نواله بزرگ ‌ ‌ نه در خور سر منقار تست، این انجیر

بکوزه بوم و بر ملک سبز، نتوان داشت ‌ ‌ گذار گلشن و صحرا، ببحر و ابر مطیر

بشو ز آب شفاعت دل اسیران را ‌ ‌ ز لوث ذلت شان ده، حصار را تطهیر

زمین حکم ببوسید و بی درنگ نوشت ‌ ‌ بآن گروه که: این است امر و نیست گزیر

چو این پیام، سوی حارسان قلعه، رسید ‌ ‌ ز فهم کج، همه رفتند در غریو و نفیر

همه بکار خروشان، چو مرغ بی هنگام ‌ ‌ ولیک مات، چو شطرنجیان بی تدبیر

چو بخت بد، کند از خانه دور، صاحب را ‌ ‌ ز پی بدرحه کشد، سگ فغان و مرغ صفیر

چه زشت ها که نکردند و زشت تر شد کار ‌ ‌ نداد فائده غیر از تحسر و تحسیر

پس از همه عرض و خواست، یافتند امان ‌ ‌ بملک و مال رعیت، بنام و ننگ امیر

اگر چه رحمت شه، پیر را جوان میکرد ‌ ‌ جوان ز هول بیابان همیرسیدی پیر

نمود کشوری از عالم مثال نشان ‌ ‌ ز جان اثر نه و بازار و خانه پر تصویر

بزیر بار، یکی مانده بود، تنگ نفس ‌ ‌ ز حمل مال، یکی گشته بود، شادی میر

ز بسکه گشت گران، اجرت کشیدن مال ‌ ‌ گدای شهر غنی گشت و مالدار فقیر

همه خراب ز کردار خویش، و شه بفسون ‌ ‌ که چون کند، دل ویران این همه، تعمیر

همه ز اختر خود در وبال ، و داور خلق — چو آفتاب ، بر اوج شرف نهاده سر بر
خلیفهٔ بسزا ، **شاه اکبر غازی** — بصیر غیب نظر ، مالک فرشته دبیر
هر آن مثال که ، طغراش نام او نبود — درست نیست بسان نماز بی تکبیر
کنون به پشت کند مرغ بر هوا پرواز — که پادشاه سلیمان و آصف است وزیر
زهی، بسلطنت و عدل، بی عدیل و مثال — خهی، بمکرمت و رحم، بی شبیه و نظیر
محبت تو، در اجزای آفرینش دهر — چو روغن است نهان گشته، در طبیعت شیر
چگونه مهر تو ، بیرون رود ز آب و گل — که کرده است چهل سال رحمتش تخمیر
تو داد معدلت و رحم دادهٔ بکمال — بکار دولت تو ، کس نمیکند تقصیر
ز ذوق بو العجبیهای نقش قدرت تو — دمی نمینهد از دست ، خامه را تقدیر
قضا ، ترا ز پی کارنامه ، میدارد — که همچو نقش تو ، دیگر نمیشود تصویر
لباس مفلسی، از فربهی نعمت تو — چنان پر است که ، سوزن نمیرود بحریر
جهانستان ! ملکا ! شه نشان ! خداوندا ! — که عالمیست ز امن تو، بر فراش حریر
ابا نمودن طبع تو از خیال فساد — برون ز قالب شیطان کشید نفس شریر
جهان بحرص و هوا، هر بنا که، طرح انداخت — کند خراب ، که تو خوب میکنی تعمیر
قضا تعلق نزند هر کجا که فرمان را — ز هرچه هست گزیر است و از تو نیست گزیر
تو اصل راحت و آسائشی که، عالم را — بعزل و نصب تو باشد، تصرف و تغییر
خیال بد نکند کس، که در ره دل و گوش — نشانده حزم تو ، در هر قدم هزار خبیر
ز هرچه، در همه ملک است، از تو میخواهم — دهی و کلبه امنی و یکدو پاره حصیر
ازین گذشته ، سر جرائی دگر دارم — که وقت فرصت خاصان فتاده در تاخیر
من و رفیقی از ابنای من ، ز ملک عراق — بگرم و سرد تموز و خزان شدیم مسیر
دو مرغ بودیم آورده ، سوی هند ، پناه — ز کید مشتری و دام ماه و آفت تیر
قضای بد سوی کشمیرش از هوا انداخت — مگر کشید در آن بوم بی مقام صفیر
اسیر بند تو گردید ، و خلق میگویند: — بعندلیب ، چمن در خوراست ، نه زنجیر
گرسنه است ، بدریوزهٔ شفاعت من — ببخش ، جرم (غنی) را، بالتماس فقیر
به نیکی و به بدی ، از ازل قلم رفته است — خطای نظم من و جرم قول او بپذیر
ز عرض حال (نظیری) نگاه عفو مپوش — که همچو لطف تو اش نیست در زمانه نظیر
چه دست ریس سزای تو روزگار آرد — که رشتهٔ بسر دوک میتند بر خیر
همیشه تا بمدارا و رفق نیکویان — دل رمیدهٔ دشمن کنند صید و اسیر
جمال دولت تو ، دلفریب صیادی — که هر که، چشم بدوزد بر او بخیر اخیر
سرش بحلقهٔ امید بند گرداند — عطا و لطف تو آن آهوان آهو گیر(۱)

۱- رک : دیوان نظیری مصحح مظاهر مصفا طبع ایران ـ ۴۲۶-۴۳۲ (۱۳۴۰ ش). ماثر رحیمی انتخاب دارد.

در ایام توقف هندوستان و ملازمت این والاجاه ، در قصبهٔ سرونج مالوه در طراحی و اختراع چیت بنوعی کوشید که ، صاحب طبعان و اهل وقوف آن فن ، ازو پسندیده اعتبار گرفتند و تتبع او نمودند. و الحق در همه وادی طبعی عالی داشته . و در وادی اهلیت و همت و از خود گذشتگی ، نظیر و همال نداشته . و در طرز سپاهیگری نیز وثوق تمام داشته . درستی طبع و سلیقه اش از اشعاری ــ که در ایام حبس و قید در برهانپور ــ باسم این بیدار بخت(خانخانان) گفته ، ظاهر میشود . و معانی بسیار و مضامین بیشمار بنظم آورده و درمیانه مستعدان هندوستان مشهور است .

در هنگامی که بقتل رسید ، مسودات اشعارش بدست نا اهل زندان بان درآمد ، و درمیانه گم شد . و بدان سبب مهجور و پریشان ماند . آنچه در سفائن نکته سنجان و یاران و دوستان غنی بیگ و کتابخانه عالی ، بنظر راقم درآمد ، همین است که درین خلاصه ثبت گشت .

(چهار قصیده دارد ص ۹۷۹-۱۰۰۲)

● مجمع النفائس : غنی ، غنی بیگ همدانی از اسدآباد من اعمال همدان است . در سخن رتبه عالی داشت . مدتها در هند بسر کرده . در نهصد و نود (۹۹۰ھ) که یادگار ، برادر میرزا یوسف خان مشهدی ، در کشمیر بغی ورزید ، غنی بیگ ــ که با او کمال ربط و خصوصیت داشت ــ این رباعی بتهنیت سلطنت او گفته ، و آن رباعی بالسنه انام افتاده درمجلس اکبر پادشاه مذکور شد . و چون پادشاه مذکور کشمیر را مسخر کرد ، غنی بیگ نیز در سلک گرفتاران مقید شد ، و بر سر آن رباعی ، مدتی در حبس ماند .

مردم درفکر او بودند ، ازان جمله ملا نظیری قصیده درمدح پادشاه مسطور

گفته و در آخر قصیده استدعای استخلاص غنی نموده . بدین مصرع: ــببخش جرم غنی را بالتماس فقیرــ چون غنی بیگ بالکلیه محو و منسی شده بود ، باز یاد آمد ، و عرق حمیت شهریاری بحرکت آمده ، رباعی مذکور را خوانده امر بقتل او نمود . و او بقتل رسید . وقع هذا فی (۱۰۰۸هـ) . و در مآثر رحیمی مسطور است که: چون این قضیه رو داد، خان اعظم کوکه فرمود که قصیده ملا نظیری دعای سیفی بود در حق ملا غنی . رباعی که بتهنیت سلطان یادگار گفته بود : برجای ...... الخ

از اوست :

بر ماه ، چه داغ می نهید ، بندهٔ تست	بر سرو کمن چه میزنی ، زندهٔ تست
بر هرچه نظر کنی ، سر افگندهٔ تست	جز روی تو کیست ، کان نه شرمندهٔ تست(۱)
تا بگردن، غوطه خوردم در دهان اژدها	هم‌نژاد دوش ضحاک است، ـگوئی پای من
دیده دریا کرده ام ، اما بسامان نیستم	خاطر آشفتهٔ دارم ، پریشان نیستم(۱)
کام اگر این است، کین نو دولتان فهمیده‌اند	حبذا برگشته بختی، مرحبا بد گوهری

فقیر آرزو گوید : بجای بدگوهری بی دولتی اگر باشد ، مناسب مصرع اول است :

باد صبا ، ببوی تو ام ، زنده کرد باز	عمر دوباره داد مرا ، عمر او دراز(۱)

فی المدح :

گر خصم تیره بخت تو، بیند در آفتاب	یک وقت واجب آید، مر خلق را نماز(۲)
مگر بنواخته پرویز ناقوس محبت را	که امشب پاسبان کعبه در بتخانه میرقصد(۳)
من کیستم از خویش بتنگ آمدهٔ	دیوانهٔ، با خرد بجنگ آمدهٔ
دوشینه بکوی دوست ، از رشکم کشت	نالیدن پای دل بسنگ آمدهٔ

(۲۵۸ الف)

۱- بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .

۲- روز روشن و بزرگان و سخن سرایان همدان دارد .

۳- روز روشن دارد .

● صحف ابراهیم : غنی ، غنی بیگ غنی تخاص از اسد آباد همدانست . بعنوان تجارت با ملا نظیری نیشاپوری وارد هندوستان شده . مدتی با عبدالرحیم خانخانان بسر برده . در سنه هزار(۱۰۰۰ھ)(۱)که یادگار خان ــ برادر یوسف خان مشهدی ــ رایت بغی و ضلالت برافراشت، و غنی بیگ که با او کمال محبت داشت، از غایت مسرت، رباعی به تهنیت سلطنت او، منظوم نموده . چون این معنی معلوم اکبر پادشاه شد ، بعد تسخیر کشمیر غنی بیگ را در زمرهٔ گرفتاران بجرم گفتن همان رباعی ، محبوس فرمود . و چون جمعی را وا رهانیدن او منظور بود ، ملا نظیری قصیده در مدح آن پادشاه مسطور فرمود ، و التماس استخلاص غنی بدین طریق نموده : گرسنه ... الخ

پادشاه آن فراموش شده را، ازین قصیده بیاد آورده، امر بکشتن فرمود . چنانچه در بیجاپور سنه هزار و دوازده (۱۰۱۲ھ) (۲) شربت شهادت چشید . در مآثر رحیمی مذکور است که : خان اعظم کوکه ، درین واقعه از راه خوش طبعی، گفته که : قصیدهٔ ملا نظیری در حق غنی، دعای سیفی بوده . بالجمله رباعی این است که ، در تهنیت یادگار گفته : برجانی ... ... الخ
(۲۵۲-۲۵۳)

● روز روشن : غنی میرزا عبدالغنی بیگ همدانی ، وطنش اسد آباد مضاف بهمدان است . از رفقای یادگار خان، برادر یوسف خان مشهدی، بود: هر گاه یادگار خان در کشمیر بغاوت اختیار کرد میرزا این رباعی بطریق تهنیت گذرانید : برجانی ...... الخ

۱- پادشاه بعد از فرو کردن این بغاوت ازکشمیر باز گشت کرد و بتاریخ ۱۲ ربیع الاول (۱۰۰۱ھ) در لاهور رسید . یادگار یک ماه دوازده روز بر کشمیر سلطانی کرد .
۲- در سال (۱۰۰۸ھ)

زمانیکه ، اکبر پادشاه بر باغی ظفر یافت ، و این رباعی شنید، غنی را بمحبس فرستاد . و بعد زمانی بقتلش فرمان داد . از ترانه های سنجیده غنی است :

چنانکه، راحت پروانه ، سوختن باشد شب مصیبت من، روز عیش من باشد
مرا بوعده تسلی مده که ، طالع من اگر بهار بود، آفت چمن باشد

(ص ۲۹۲)

● تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی : میرزا عبدالغنی بیگ غنی همدانی ، از مردم اسدآباد همدان بوده، و بهند رفته . و از دوستان یادگارخان مشهدی بشمار می رفته . و چون باوی بکشمیر رفته ، هنگامی که او طغیان کرده ، یک رباعی در تهنیت او سروده . و چون جلال‌الدین محمد اکبر او را شکست داد بکشتن غنی فرمان داد . وی در غزل و رباعی استاد بوده است .

(۲: ۶۸۶)

● بزرگان و سخن سرایان همدان : غنی بیگ (عبدالغنی) امیر عبدالغنی یا غنی بیگ از مردم اسدآباد و شعرای اواخر قرن دهم هجری بود . وی از خانواده‌ای محترم بود ، اجدادش بتجارت اشتغال داشتند ، خود نیز در آغاز ، بتجارت مشغول بود و با عزت زندگی میکرد .

در اوائل سلطنت شاه عباس بزرگ (جلوس ۹۹۶ھ) چون وضع همدان را مغشوش یافت ، ازانجا خارج شد و بعزم تجارت بسوی خراسان رفت . و دران شهر با ملا نظیری نیشاپوری رفیق و یار شد ، و باتفاق وی، عزم سفر هندوستان کرد . و بمصاحبت سپه سالار هند رسید و چندی ملازمت او اختیار کرد .

در سال (۱۰۰۰ھ) بکشمیر نزد میرزا یادگار رفت . و در روز جلوس

وی رباعی ذیل را سرود : بر جای مراد .... الخ

چون مرزا یادگار بر تخت شاهی نشست میان او و اکبر شاه پادشاه هند (۹۶۳-۱۰۱۴) جنگ رخ داد ، و در این جنگ مرزا یادگار کشته شد و رباعی مزبور بگوش شاه رسید . غنی را دستگیر کرد و او را محبوس ساخت، و چنان نگاه داشت که پنداشت مرده است . عبدالغنی مانند «مسعود سعد» در درون زندان، قصائد پر سوز و گداز سرود که شاید رباعی ذیل ازان جمله باشد :

ای گفته بکوه حلمت این زلزله چیست دارم عذری اگر نگوئی گله چیست
نه شیر ژیانم من و نه پیل دمان در گردن و در پای من، این سلسله چیست

عاقبت بسال (۱۰۰۸ه) و بنا بقول صاحب سلم‌السموات(۱) در سال (۱۰۱۲ه) مولانا نظیری در صدد استخلاص وی برآمد . قصیده ای گفت و از شاه درخواست تا او را آزاد سازد . شاه همین که دانست غنی زنده است، فرمان داد تا او را کشتند ، و این شاعر آزادهٔ خوش قریحه را .از نعمت حیات محروم ساختند .

عبدالغنی شاعری بلیغ بود ، در اقسام شعر دست داشت . قصائد و رباعی های نیک میسرود . و با آنکه عهد وی زمان رواج سبک هندی بود ، اشعار وی جزالت و استحکامی خاص داشت ، و در عین سادگی نغز و شیوا بود . و بآثار استادان قدیم شباهت داشت . اینک شمه ای از اشعار وی را

۱- امیر عبدالغنی همدانی : از سادات اسد آباد آنجاست . در اثنای عشر و الف (۱۰۱۲ه) در هند بتیغ ستم کشهٔ گشته . از بدایع اوست :

دیده دریا کرده ام، اما بسامان نیستم خاطری آرزدهٔ دارم ، پریشان نیستم

(سلم‌السمواة ص ۸۷)

ـــ که در سفینه ها درج است ـــ بجهت نمونه میآورد. قصیده :

باد سحر، ببوی تو ام، زنده کرد باز عمر دوباره داد مرا، عمر او دراز
این زندگی لیاقت ز آب حیات خضر این ذله بر نداشت ز خوان کرام آز
آب جمال خواهی، ببیخ وفا مزن نقش مراد خواهی، نرد دغا مباز
ای چون مراد، بر همه کاری تو دسترس وی بر مراد، در همه کاری چو کارساز
گر خصم تیره بخت تو، بیند در آفتاب یک وقت واجب آید مر خلق را نماز
از طعن نیزهٔ تو عدو را ملامت است آری ملال آرد چون قصه شد دراز
با حملهٔ تو، مهر چراغی است پیش باد باصولت تو، چرخ حمامی است پیش باز
آن کو، بعزم رزم تو آید ز خود برون دانند همگنان که، چه آرد بخانه باز
رو بساه، تیغه، در گرو اژدها نهد چون بر کنام شیر برد گور ترکتاز
دانش فراستا! بتوام عرض حالکی است اندک چو عمر دشمن و پنهان چو حرف راز
لطفش بسان نقطهٔ موهوم هست و نیست معنیش همچو صبح دوم کوته و دراز
نه نه همان به است که دم در کشم بخود وین قصه را بکسوت دیگر دهم طراز
این نظم را، کزو بمعانی رسد سخن این مدح را، کزو بحقیقت کشد مجاز
از کف دمی نیفتد، چون جام می فروش وز هر بغل برآید چون سیم حقه باز
چون گفتهٔ من است، نخواند کسش بلطف چون زادهٔ من است، ندارد کسش بناز
در عرف همگنان، رمهٔ نظم و نثر را تا مقطع است و مطلع چون راعی و نهاز
تو پیشوای خلق، و خداوند تو، ترا هر جای دست گیرد و هر جای کارساز
بگذشته و آینده دریغ و هوس است عمری که شنیدهٔ همین یک نفس است
میدان از تست، مرکبی جولان ده زان پیش که، گویند: فرود آی بس است
ای از سنت گرفته بلبل کم گل با تو گره جبین شود شبنم گل
گل بی تو مرو یاد که گلزار مراد هم شادی بلبل است و هم ماتم گل

(۱: ۳۰۹-۳۱۲)

۱۷۲ـ غنیمت، کشمیری

● روز روشن : غنیمت کشمیری : متصف بشیرین گفتاری و خوش تقریری ست :

طاقت باخته، آمادهٔ جنگ است این جا ناخن ریخته، همدست پلنگ است این جا
بی تو، روی چمن آمد بنظر، پشت پلنگ نکهت گل، نفس کام نهنگ است این جا

دل گرفتار ادا های تو، کافرستم است
کعبه حیرت نیهادی فرنگ است این جا
تا کمان ابروی ما، رفت (غنیمت) از بزم
بی رخش نمهٔ نی، تیر خدنگ است این جا
(ص ۲۹۵)

۱۷۴- غیرت، محمد عاقل کشمیری

● گل رعنا : غیرت : محمد عاقل کشمیری . خوش تلاش و مضامین خوب تراش، از سخن سنجان عهد فردوس آرامگاه محمد شاه (۱) بود . و چنین گره از طرهٔ سخن میکشود :

قیامت ، در رکاب سرو دلجوی تو ، می‌پید
که کار قدب حشر ، از روی تو می‌آید
از بسکه آب دیده، ز رخ پاک‌کرده ، یم
شد آبشار از دو طرف آستین ما
خال و خط و زلف او ، کار دلم ساخته
تا گل مشکین او، باز چرا در قفاست(۲)
بهار گرچه ، گل و لاله در نظر دارد
شکسته رنگی ما ، عالم دگر دارد
نالهٔ جان سوز را ، در پرده دارد، ساز ما
هرگز از چاک قفس، بیرون نه شد آواز ما
خاطرت ، از بهر زرداری پریشان، تا بکی
گر بدست افتد ، پریشانی بزر باید خرید
ما از ... ست، شکوهٔ گردون، نمیکنیم
گر، کار او درست شود، از شکست ما
(غیرت) نه چو شیخ خانقه گمراهم
دیری است که، از سر خفی آگاهم
گریم چو بکیف ، ساغر می ، جمشیدم
بنگم ، چو رسا شود ، زمرد شاهم
(ص ۸۴۲-۸۴۳)

● صبح گلشن : غیرتی محمد عاقل کشمیری ست ، بهار کلام رنگینش غیرت افزای گلهای اعجوبه بهار دلپذیری : درعهد محمد شاه بادشاه دهلی ، هنگامه آرای عرصهٔ سخن بود ، و بخوش فکریها دل مردم می ربود .

ستم رسیده دلی دیدم و ز غم مردم
که تند خوی ستمگر درین دیار یکیست
غیرت برم ، از سوختن دوزخ جاوید
کو نیز ، مگر داغ تمنای تو دارد
بی مژدهٔ وصال ، نخیزد شهید عشق
صد بار ، گر فرشتهٔ رحمت ، ندا کند
(ص ۳۰۱)

۱- از سال (۱۱۳۱-۱۱۶۱هـ)
۲- صبح گلشن دارد .

۱۷۴- غیوری، پندت گوپال کول کشمیری

● بهار گلشن کشمیر : غیوری : پندت گوپال کول ، کشمیری : در ابتدای عهد گلاب سنگ(۱) در سرینگر بوجود آمد ، در محله زرپرستان سکونت میکرد ، و ریاست دفتر خزانه داشت : خانواده اش به این مناسبت به ـ دفتری ـ معروف شد : در فارسی و سانسیکرت استاد بود ، و ترجمه ـ بهاگوت ـ در فارسی کرد : در عمر هشتاد سالگی وفات یافت : انتخاب ذیل از ترجمهٔ بهاگوت گیتا است .

مناجات

غفار و مکرم و کریمی — ستاری و راحم و رحیمی
دانای و آگه و خبیری — بینای و ناظر و بصیری
بخشندهٔ جرم و عذر خواهی — برپا ز تو ماه تا به ماهی
ای نام تو، بیش از آنکه خوانم — وصف تو، برون از آنچه دانم
ای حاصل از تو، جمله حاجات — واصل بدر تو، هر مناجات
ای از تو، تمام کار هر دل — در دست تو، اختیار هر دل
از قدرت حق، کنی هویدا — پیدا ز نهان، نهان ز پیدا
در کنه تو، دم نمی توان زد — زین راه، قدم نمی توان زد

ترجیع بند

ای پای تو از صفات ما پاک — از پاک صفت چه میکند خاک
وصف تو فزون تر است و بیرون — ز اندازهٔ عقل و حد و ادراک
مارا از روی خود مگردان — تو میدهٔ بجان آرزو فاک
تاکی ز تو دور میتوان زیست — جان خستهٔ و سینه ریش ودل چاک
بالائی تو، سرفراز چون سرو — ما پستی مائلیم، چون خاک
مارا یارا کجاست یارا — کائیم بدرگه تو چالاک

(۲ : ۶۶۵-۶۶۸)

۱- از ۱۸۴۶ع تا ۱۸۵۳ع .

— پایان بخش دوم —

بتاریخ ۳۱ جنوری ۱۹۶۸ع
ساعت دو و نیم شب
کراچی

تعليقات

۱۴۴- صائب

دیوان صائب : بر صفحه (۵۸۹) بشماره (۱۲) مذکور شده است عبارات زیر بر چند اوراق اول و آخر دارد :

۱- ورق اول الف :

۱) واعظ :

(سائب) از این جهان ویران، صد حیف
زان در ثمین بحر عرفان ، صد حیف
گفتند ، بنامه بلبلان تاریخش:
صد حیف ، ازان هزار دستان ، صد حیف (۱)

۲- ورق سوم الف :

۱) حاجی محمد جان :

نمودن عیش اغنیا از مال است
کجواجی (؟) شاخ را بود برگ پناه

۲) لمحرره محمد اشرف (حک شده)

۳) از آخر کار عالم ، اندیشه کنید
ای شورکنان ! ز ماتم اندیشه کنید
با قحبهٔ دنیا ، مکنید آمیزش
از آتشک جهنم ، اندیشه کنید

۴) انداز بوسهٔ ، که لبت را کبود کرد
این شعله، یا رب! از دم سرد که، دود کرد

۵) سید حسام‌الدین راشدی (۲)

۳- سر ورق الف :

۱) دیوان صائب و کلیم .

۱- تاریخ بتخرجه برمیآید : ۱۱۷۱ - ۹۸ = ۱۰۷۳ھ

۲- این نسخه ملک نگارنده این حروف بود و از لندن خریداری کرده بودم .

....

....

مالک حقیقی اوست، چند روزی

بعاریت با ماست .

۲) مهر : حک شده است .

۳) مهر :

میر جعفر فدوی

محمد شاه

پادشاه غازی

۱۱۳۲ھ

۴) کلیات صائب و کلیم بخط میرزا صائب مرحوم .

۵) سید حسام الدین راشدی

از لندن خرید کردم (۱۹۵۱ع) .

۶) مهر : حک شده .

در آخر این دیوان یک مثنوی در سه ورق (۴۹۸ ب تا ۵۰۱ الف) دارای (۱۸۹) بیت است . در ترقیمه عبارت زیر دارد :

تمت بعون الملک الوهاب حرره بنده محمد مومن استرآبادی . (۱)

بیت اول :

حکما گفته قول ذوالقرنین

آنکه زو داشت کار حکمی این

بیت آخر :

و آن چپ و هم بدین مثال بود

شک مدارش که بی مثال بود

دیوان صائب اوراق (۵۰۱) دارد .

دیوان صائب : بر صفحه (۵۹۱) بشمارهٔ (۱۳) مذکور است . دارای

۱- این امضاء از همان مومن استرآبادی است که از امرای شاهان دکن بود و در حیدرآباد در دائره میر مومن مدفون است .

عبارات زیر است.

۱- سر ورق الف :

۱) مهر : حک شده.

۲) ۲۳ شوال ۳۶
عرض دیده شد.

۳) هو
منتخب دواوین صائب که خودش
این انتخاب کرده هر جا درحاشیه نوشته
بخط مصنف است. داخل
کتبخانه خیر خواه خلق‌الله همت خان شد
۱۰۸۲ھ.

۴) ۷ جمادی الاخر سنه ۵
عرض دیده شد.

۵) مهر : حک شده.

۶) مهر : حک شده.

۷) مهر : حک شده.

۸) خیر خواه ...... (عبارت حک شده در دو سطر)

۹) منتخب صائب داخل کتابخانه
روح الله بن همت خان شد
مهر : روح الله خان.

۱۱) مهر :
کنیز فاطمه
زیب النساء.
هست

۱۲) مهر : روح الله خان.

۱۳) منتخب مرزا صائب علیه رحمة
که میرزای خیرخواه خلق الله
مرزا روح الله سلمه الله بفقیر حقیر
.... (حک شده)

۱۲) سید حسام الدین راشدی
در لندن خرید کردم ۱۹۵۲ع . (۱)

۲ـ ورق آخر (۳۵۵ ب) :

۱) میر سیدی
زمانه سخت دنی پرورست میترسیم
نجابتم چو گهر افگند بعریانی

۲) طالبای آملی :
تخمیر بروتم همه از عنصر باد است

۳) ۳۲۰۰
۲۰۲۰۰
۱۷۰۰ (۲)
۱۱۹۰۰ (؟)

۴) مالک عطوفت خان ولد امان الله خان
ابن نواب غفران پناه تربیتخان .

۵) ملا عرفی :
خون ، حیض دختر رز ، جوشد از لب‌های من

۶) دیوان صائب بخط نستعلیق خوشخط
کاغذ ولایتی بلوح و بجدول بطلا
بعضی جا در حاشیه بخط مصنف غزلها
نوشته ، جلد چرمی سیاه ترشح و
خط کشی طلا خوبی جهت
بابت نیکنام خان
۳۵۵ ورق
قریب دوازده هزار بیت .

۷) مهر : خوانده نشد (۳) .

۱ـ این نسخهٔ نیز ملک نگارنده بود که از لندن خرید کرده شد .
۲ـ غلط است (۱۵۲۰۰) میشود .
۳ـ اطلاعات راجع به این دو نسخ ، آقائی هدایت الله کتابدار موزهٔ ملی و آقائی مسلم ضیائی
ـ م آورده و بنده برائی این زحمت بسیار مشکرم .

در متن کتاب (۳۱) نسخهٔ خطی دیوان صائب از (۱۵) ذخیرهای کتب سراسر جهان مذکور شده است و از دو ذخیرهٔ دیگر اطلاعی پیدا کردیم که سه نسخهٔ قدیم، بقرار ذیل دارند.

۱۶- ذخیرهٔ داعی الاسلام حیدرآباد دکن (۱)

۳۲- **دیوان صائب** : بخط میرزا صائب، دارای ۵۰ هزار شعر.

۳۳- **واجب الحفظ** : بخط میرزا صائب(۲) :

۱۷- ذخیرهٔ انجمن ترقی اردو کراچی

۳۴- **دیوان صائب** : مکتوبه (۱۰۶۷هـ) شماره ۳ ف ف ۲۲۰ صفحه ۵۵۰. دارای غزل (۹۵۹) و اشعار (۱۰۷۸۳) است. عبارت ترقیمه به اینقدر است (۳) :

... در روز پنجشنبه بیست و پنجم ربیع‌الاول هزار شصست و هفت (۱۰۶۷هـ) بجهت اخوی خاص ... سمت تحریر یافت حرره‌الفقیر... (۴)

۱۴۹- عرفی، شیرازی

● **خلاصة‌الاشعار** : مولانا عرفی. نهایت خوشگو و لطیف طبع و درست سلیقه است. و از اقران مولانا غیرتی و قیدی و قدری شیرازی است :

۱- شاد روان سید محمد علی لاریجانی مؤلف فرهنگ نظام و پروفیسر نظام کالج حیدرآباد.

۲- مخطوطات تاریخی حکیم شمس الله قادری ص ۴۳ طبع کراچی (۱۹۶۷ع).

۳- فهرست مخطوطات انجمن ترقی اردو (فارسی‌عربی) ص ۷۰ کراچی (۱۹۶۷ع) انجمن ترقی‌اردو چهار نسخهٔ دیگر از دیوان صائب بدون تاریخ دارد. بشماره (۵۷۴) ۳ ق ف ۲۱۷ ص ۱۵۹، (۵۷۵) ۳ ق ف ۲۱۸ ص ۱۳۶ (۵۷۶) ۳ ق ف ۲۱۹ ص ۲۵۴ (۵۷۸) ۳ ق ف ۲۲۹ ص ۵۷۶.

۴- آقای مشفق خواجه مدیر انجمن ترقی اردو اطلاعات راجع به این نسخها عنایت فرمودند، و راقم این حروف نیز شخصاً نسخ ها را دیده است.

بلکه به صفائی ذهن سلیم و ذکای طبع مستقیم ، از سائر شعرای فارس و عراق ، امتیاز تمام دارد : و گاهی به گفتن قصیده نیز مبادرت مینماید ، و دران وادی، معانی خوب و ابیات مرغوب و بلند، از گنجینهٔ خاطر به عرصهٔ ظهور میآرد :

در اوائل حال شاعری، در شیراز ــ که موطن آن جناب است ــ ساکن بودی، و با شعراء و مستعدان آن دیار، مباحثه و مناظره مینمودی ، تا آنکه او را بر قوانین شعر اطلاع تمام پیدا شد ......

در شهور سنه (۹۹۲هـ) او ازفارس ، از راه دریا بجانب هند خرامیده، و مدتی در احمد نگر رحل اقامت انداخته دران دیار مسکن گزیده . مردم آن دیار ، چون استعداد و قدرت وی را، در شاعری دانستند، لوازم تعظیم و تکریم بجای آوردند : و دران اوقات اشعار خوب از قصیده و غزل در سلک نظم ترتیب نمود، و فضل شاعری خود را، بر اقران و اکفاء، مثل مولانا ظهوری ، ملک قمی و دیگر شعراء آن نواحی ، ظاهر فرمود . و در تمامی اسالیب نظم، معانی غریبه و افکار عجیبه ــ خصوصاً در قصیده و غزل و رباعی و مثنوی ــ بر لوح اعتبار منقوش ساخت . و بسیاری از معانی و مضامین ــ که از شعراء متقدمین و متاخرین مکتوم مانده بود ــ قلم عنایت سبحانی بر صحیفهٔ ضمیرش نگاشت ، و بی شائبه اغراق و مبالغه حقائق غزلیاتش، بمثابه بر صفحات خواطر عالی نقش بسته، که اشعار موزونان فارس و عراق ــ جز در کاشانهٔ نسیان بردن ــ وجهی ندارد . و دقایق ابیات قصایدش بمرتبهٔ بر السنهٔ خاص و عام افتاد که، منظومات و افکار اهل خراسان و ماوراءالنهر را ، باز ...... جز در زاویهٔ خمول و انزوا ، مناسبت دیگر نیست ......

و بنیهٔ این دعوی ، چندین قصیده و غزل است که ، درین اوقات به این جانب ارسال داشته و بواسطهٔ تزئین این ــ خلاصه ــ داخل این اوراق گشته . و الحق، ازان اشعار (کمال) شاعری و حالت عاشقی ظاهر میشود ؛ و از آن طرز سخن نهایت فصاحت و پختگی مبین میگردد . چنانکه توان گفت ، از هیچ شاعری وا نمانده ......

اما ستم ظریفان این زمان و حسودان این دوره ، این معنی را قبول ندارند ، و این توصیف را حمل بر اعتقاد غیر واقع مینمایند . ولیکن از اشعارش که درین ــ خلاصه ــ ثبت است ، صدق این مدعا، ظهور میابد و حاجت بنیه عذر دیگر ندارد .

جماعتی که ویرا دیده اند و صحبت او رسیده ، بگویند : مردی خوش طبع و ظرافت دوست بود : و باوجود خود رائی و اشعریت، با مستعدان و شعرای زمان ، درحین ملاقات ، دقیقهٔ از دقائق خوش طبعی فرو گذاشت نمی نمود . و لطائفی که میان او و شعراء دیار هند ــ خصوصاً شیخ ابوالفیض فیضی و دیگر کسان ــ گذشته ، درمیان خوش طبعان مشهور است ......

اما ، مولانا عرفی چون از دکن طرف لاهور شتافت، دران جا، عزت بیش از وصف یافته رحل اقامت انداخت . گویند : در شهور سنه اثنین و الف هجریه دران جا درگذشت . (۱)

● **عرفات العاشقین** : ... عرفی شیرازی : مولانا جمال‌الدین عرفی شیرازی ابن زین‌الدین علی بلوی بن جمال‌الدین سیدی شیرازی ، مشهور بخواجه چادر باف .

۱- از نسخهٔ خطی ذخیره مولانا آزاد علیگره ، رک : مقالهٔ دکتر ولی الحق در مجله برهان مارچ (۱۹۶۷ع) ص ۱۷۶

شاعریست عالی مقام ، ساحری معجز کلام ، گوهری خجسته مقام . که مخترع طرزیست تازه ، با ملاحت و فصاحت بی اندازه . و وی در ولایت سخن حاکم است صاحب تصرف ، و در اقالیم بیان ، خسروی خالی از تکلف . صیت بیانش عالمگیر است ، و پرتو ضمیرش خورشید تاثیر . سطر سطر مصارعش سرمشق طبیعت متاخرین شده ، و فرد فرد معانیش سرمایهٔ متکلمین :

الحق ، شهرت و تازه گوئیها به منزلی رسیده که ، بالاتر ازان ممکن نیست . ... بلاغت گوئی ، توفیق از میدان پادشاهان عرصه معانی و فارسان فراس فارسی ربود . و اکثر تازه گویان تتبع روش وی می نمایند ....

و وی ، در فیض صحبت شیخ فیضی و فتوح خدمت حکیم ابوالفتح و شرف خدمت شاه جلال‌الدین اکبر و مداحی و ملازمت شاه نورالدین جهانگیر ابن اکبر ــ که در بدایت ملقب به شهزاده سلیم بود ــ رتبهٔ کمال و عظمت ...... موفور نمود . شهرت بیش از قیاس رسید و در ...... نزد دانا و کانا مطبوع شد . خاص و عام ، از کودن و شعر فهم ، همه از کلام او ــ چه به اجتهاد ذوق و چه به تقلید ــ محظوظ اند :

اقسام سخن وی ، از قصیده و غزل و رباعی و قطعه و مثنوی در غایت کمال است ....

راقم این مقال ، در عنفوان حال چون در جاده شانزده سالگی قدم وجود در نهادم ، از صفاهان ــ که مولد و موطن اصلی است ــ متوجه شیراز شدم ، که منزل آباء و اجداد او بود . و در آن جا به خدمت و صحبت مولانا عرفی رسیدم . و پنج سال قبل از آنکه ، وی متوجه سفر هند شود ، اکثر

اوقات در ملازمت او و شعرا ...... در چند جا ذکر آن شده ، اشعار بسیار از بابا فغانی وغیره طرح میشد . و دران اثنا میانه وی و مولانا وحشی — که در یزد بود — مکالمات و مکاتبات و مباحثات غائبانه واقع بود . دران وقت سن وی تخمیناً به سرحد سی سالگی رسیده بود . و اتحاد وی با مخلص بسرحدی بود که ، اکثر شعرا در رشک بودند . وفات او در لاهور است و مرقدش آنجاست . دیگر حالات او ، از شهرت ، احتیاج به شرح نه دارد .

و ما در صحبت بعضی از اعزه ، بعد از وفات او ، اکثر اشعارش را در صفاهان وغیره مطرح ساخته ، از قصیده و غزل گفته ایم . چنانچه در — تذکرة العاشقین — و — تبصرة العارفین — مذکور و مرقوم است . (۱)

● نظم گزیده : عرفی شیرازی ، یکه تاز میدان بلاغت و شهسوار مضمار فصاحت بوده ......

مخفی نماند که در حین نزع ، مسودات اشعار خود بیکی از خادمان خود سپرده ، ازان روز آن پردگیان حجلهٔ فکر ، در کنج کتبخانه مستور بودند : یکی دیوان اول مشار الیه ، که کمال شهرت داشت ، تا در سنه هزار و سی و سه (۱۰۳۳ھ) خان خانان شخصی را باین امر برگزید که ، آن جواهر منظوم را در سلک ترتیب منتظم سازد . اتفاقاً آن شخص ، مسودات را برداشته بسبب آزادگی — که از خان‌خانان داشت — فرار نمود . فقیر در بند رفحا او را دیده . مسودات عرفی را خواه نخواه ازو گرفته ترتیب داده جمع نمود . تمامی اشعار او پانزده هزار بیت باشد .

و در لاهور نهصد و نود و نه (۹۹۹ھ) در سن سی و شش سالگی وفات

۱- رک : نسخهٔ خطی بانکیپور اوراق ۵۰۲-۵۰۳ . برهان مارچ (۱۹۶۷ع) ص ۱۷۷ . مقاله دکتر ولی الحق .

یافته و یکی از مستعدان تاریخ آن قضیه :

— استاد البشر —
۹۹۹ھ

یافته .

در سنه هزار و بست هفت (۱۰۲۷ھ) بـه مقتضای شوق — که اظهار در آن بیت مشهور کرده بود — نعش او را در ارض نجف اشرف مدفون ساختند . و رونقی همدانی از جهت این سعادت ، تاریخ نظم کـرده کـه ، مصرع تاریخ همگی شد کـه : بکاوش مژه ...... الخ (۱)

● سفینه خوشگو : (مولانا سید محمد متخلص بعرفی این خواجه زین‌الدین علی بن جمال‌الدین شیرازی مشهور بخواجهٔ چادر باف ......) ... میر صابر اصفهانی ، که از مستعدان و موزنان بود ، و در خدمت نواب غیاث بیگ طهرانی عرف اعتمادالدوله — که پدر نور جهان بیگم باشد — وزارت داشته . بعد سی سال هلالی ، استخوانهای نعش او را ، به قلندری داد و مبلغ ها به او عنایت کرد که : به نجف اشرف رساند . و آن آزاد مرد بدوش همت برداشته بپای سعی به مشهد رسیده ، دو ماهش دران خاک سپرد ، بعده بر آورده به نجف رسانید .

رشیدای کاشی ، دران وقت که ، سال هزار و بیست و هشت هجری (۱۰۲۸ھ) بود ، در نجف اقامت داشت ، میگوید که : من در نزد سید حسین حسنی نقیب النقباء نجف میبودم ، و استخوانهای ملا عرفی را ، بعد سی سال هلالی — که از فوت او گذشته بود — در بیرون حصار نجف ، در زمینی که — بحیره — گویند

۱- نسخهٔ خطی ذخیرهٔ مولانا آزاد علیگره ص ۱۱۲ - ۱۱۴ . رک : برهان اپریل ۱۹٦۷ع و ستمبر ۱۹٦۷ع مقاله دکتور ولی الدین .

و از زر خریدهٔ، امام مفترض‌الطاعه علی بن ابی طالب است ـــ و اکثر علمای امامیه برآنند که صحرای محشر همینجا خواهد بود ـــ مابین دیوار حصار نجف و مقام حضرت صاحب الزمان ، مدفون ساختیم : و دران روز سید حسین حسنی خیرات و احسانها نموده و اراده ساختن عمارتی، بر سر قبر او ، کرد ؛ .... (۱)

● **تذکرهٔ کاتب** : عرفی شیرازی ...... راقم‌الحروف در یک تذکره چنین یافته که ، شخصی مومن لاهوری در نجف اشرف مجاور بود ، در آنجا شنید که : برادرش در لاهور فوت کرده است ؛ ازان امکنه شریفه خود را به لاهور رسانید . چون قبر برادرش، قریب به قبر عرفی بود ، سهواً و تقدیراً قبر عرفی را قبر برادر خود تصور کرده ...... خلاصه استخوانهای عرفی را به نجف اشرف رسانیده مدفون نمود ...... (۲)

● **دیباچه کلیات عرفی شیرازی** (از عبدالباقی نهاوندی) : حمدی که، نخستین پایه اش معراج دانشمندان را سزد، و توحیدیکه، اولین حرفش سر لوحهٔ مجموعهٔ دانایان را شایان باشد ، مجموعهٔ طراز دیوان حقیقت ، و دفتر پیرای کتاب طریقت و معرفت : ستائش گری خالقی را سزا ست که ، رسوم شرعی و عرفی درمیان اولاد بنی آدم گذاشت و بدو حرف ـــ کن ـــ عالم و آدم را به قلم قدرت نگاشت ، و بطور مختلفه و زبان متغایره، نوع انسان را در یک حقیقت موجود گردانید : و یکی را هادی و راهنمای صاحبان ایمان و

۱- میخانه چاپ آقای گلچین ص۲۲۶ از نسخهٔ کتابخانه مجلس شورای ملی تهران شمارهٔ (۳۰۲)

۲- رک : مجله برهان ستمبر ۱۹۶۷ ص ۱۷۸ مقاله دکتر ولی الدین (اقتباس از نسخهٔ تذکره کاتب مؤلفهٔ ابوالفتح سلطان محمد صفوی . مخطوطه رام پور ص ۱۱۷).

ارباب ایقان ، و دیگری را باعث ضلالت و عصیان طائفهٔ از اهل طغیان نمود . و حکمتی در ضمن هر یک ــ ازین دو حکمت بالغهٔ متضاده ــ نهاد ؛ و وجه ، فعلی که عبث باشد درین کارخانه روا نیست . و شفیعی و راه نمای بجهت عاصیان امت و گمراهان خلقت ، مثل سید المرسلین و خاتم النبیین (صلی الله علیه وآله وسلم) به خلق فرستاد : و اولاد و اصحاب و خلفای او را طریقهٔ شریعت غرا و ملت بیضای او کرامت کرد : و قرآن مجید و فرقان عظیم را به میانهٔ عاصیان فرستاد و از ماضی و مستقبل خبر داد :

متابعان فرقان مجید و پیروان رسول صاحب دید، به طریق مستقیم شریعت غرا گرایند ، و ازین رهگذر مستوجب بهشت عنبر سرشت آیند ، و گمراهان و اهل شرک دوزخ آرایند . نیک بخت کسانیکه، از گلزار معرفت بوی، و از دفتر دانش حرفی، و از نهال توفیق بری، داشته باشند . و درین دو روزهٔ حیات مستعار، حمد پیرا، و نعت آرا، و طاعت گرا، باشند . و از روز ازل نیک بخت بعالم غدار و جهان ناپائدار آمده ، هواجس نفسانی و مطالب شیطانی را ملازم نباشند، بمنه وجوده .

بر ضمائر قدسی مآثر منتظمان عالم دانش و بینش ، و موزونان عرصهٔ آفرینش ، و سخن‌سنجان طور نکته‌دانی، و صاحب عیاران دارالعیار معانی، پوشیده و مخفی نیست که ، از زمان هبوط آدم پاک برین تودهٔ خاک، به هر وقتی ، نوعی ازعلوم، بین الناس جلالت و قدری میبافته است . و حکمای آن قوم و علمای آن ایام ، دران عمل میکوشیده اند : منهاج نبوت به آن استدراج میپوشیده اند ، چنانکه بعد از نوح (علیه‌السلام) دعوت و عزیمت، و بروزگار ابراهیم (علیه‌السلام) آتش پرستی ، و به دور موسیٰ (علیه‌السلام) سحر و سیمیا ، و به زمان عیسی (علیه السلام) حکمت و طبابت . و مهتران

آن قوم بر آن علم دعوی نبوت میکرده اند ، و این علوم را معجز میدانسته اند. پس قدرت بی علت الهی چنان اقتضا نمود که ، انبیای اولوا العزم (صلوات الله علیهم اجمعین) را ، جهت ابطال آن ادیان و گوشمال ایشان ، مبعوث گردانید . چنانکه معجزهٔ نوح دعای او بود ، و معجزهٔ ابراهیم دخول او در آتش، و معجزهٔ موسیٰ عصای مبارک او بود که، آلات و ادوات سحر را فرو برده ، و معجزهٔ عیسیٰ دم او بود که مرده‌ها زنده کردی :

و بوقت ظهور خاتم النبیین ، فصاحت و بلاغت به نوعی اشتهار یافته بود که، فصحای عرب، بدین علم دعوی نبوت میکردند، و امیه بن ابی صلت ــ که پیشوای مشرکان بود ــ کریمه ......(۱) در حق آن گمراه نزول گردید ، و رسم دعوی باطل کردن ...... (کذا) و قرآن عظیم سبحانی مبطل مزخرفات شیطانی فصحای عرب شد . الحق سخن را رتبهٔ عالی است . علمی که، قرآن شکنندهٔ آن باشد، کم علمی نیست :

گر نبودی سخن ، چه گفتی کس | در معنی ، چه گونه سفتی کس
گر بدی گوهری ورای سخن | او فرود آمدی بجای سخن

و پایه فصاحت و بلاغت رفیع و وسیع است . و حضرت ختمی پناه (صلی‌الله‌علیه‌وآله‌وسلم) شعراء و فصحا را معزز و مکرم میداشته اند . و در اخبار و حدیث هست که: مدح آن سرور کائنات میگفته اند ، و در مجلس آن سرور میخوانده اند و صله میبافته اند :

و قبل از بعثت حضرت رسالت (صلی الله علیه وآله وسلم) شعراء را حکماء

۱ـ آیهٔ قران مجید ثبت نیست ولی اغلب اینجا آیهٔ زیر از سورهٔ اعراف مراد است :
و اتل علیهم نبأ الذی آتینه آیاتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطن فکان من الغاوین .

میگفته اند و مینوشته اند : و هر کس در علم شعر ماهر بوده ، او را — ماء السما — لقب بوده : امیر و سرور قبیله بوده اند : و امرؤالقیس ، که از مشاهیر شعرای عرب است ، در یمامه پادشاه بوده ، او را — ماء السماء — لقب بوده . و حکایت خواهر جاریه قبطیه (۱) که حسان بن ثابت، به صلهٔ شعر، از حضرت رسالت پناه (صلی‌الله علیه و آله وسلم) یافته ، اظهر من الشمس است . بذکر آن مصدع نمیشود .

امام المتقین و یعسوب الدین ، علی بن ابی طالب (علیه السلام) و اکثری از کبار تابعین و مشائخ طریقت، به گفتن اشعار رغبت نموده اند ، و در هر قرن و زمان ، از فحول استادان این فن بوده اند . چنانکه در زمان عرب ، جریر ، و اعشی ، و متنبی ، و امرؤالقیس ، و حسان ، و فرزدق ، و دیگر استادان امتیاز داشته اند .

و در زمان پادشاهان اسلام ، خصوص جمعی که بعد از هجرت سید انام میبوده اند، مثل عنصری ، و رودکی ، و فردوسی طوسی، و انوری، و خاقانی، و ادیب صابر، و ابوالفرج رومی ، و کمال‌الدین اسمعیل صفاهانی، و مولانا روم ، و حکیم سنائی ، و شیخ نظامی ، و امیر خسرو دهلوی ، و دیگر اکابر — که ایراد اسامی ایشان طول تمام دارد — بوده اند، وکوس استادی و — لمن‌الملکی — زده اند . و بعد ازین امیران کلام، نیز جمعی دیگر، اسپ فصاحت و بلاغت در میدان دانشوری رانده اند ، تا زمان پادشاه دانا دل ، سخن شناس، سلطان حسین مرزای بایقرا — که آن جماعت را الحال موزونان متقدمین میگویند — طرز خاص و روش پسندیده بوده ، دران فن یدبیضا نموده اند .

۱- سیرین خواهر حضرت جاریه قبطیه (حرم رسول) که زوجه حسان بن ثابت بود .

و در زمان مرزای مومی الیه ۹ مولانا عبدالرحمن جامی ، و میر علی شیر نوائی ، و بابا فغانی ، و اهلی شیرازی، و مگسی شوستری ، و خواجه آصفی ، و میر شاهی، و دیگر دانشمندان و سخنوران بوده اند . و طرز و روش خاص که (کذا) از قدما تجاوز نموده اند ، به طرزیکه الحال درمیان مستعدان نزدیکست ، اختیار نموده سخن آفرینیها کرده اند . و آن طرز را مستعدان و سخن سنجان پسندیده به آن رغبت نموده اند .

و آئین قدما ازین سه رهگذر، حجله نشین سراپردهٔ صندوق (و) زاویه گزین طاقهای منازل گشت . و چون آن سخن سنجان سر در نقاب خاک کشیدند ، و جمعی دیگر صاحب عیاران دار المعیار نکته دانی شدند ، مثل مرزا شرف جهان ، و مولانا لسانی ، و شریف تبریزی ، و یحیی لاهجانی ، و محتشم کاشی ، و ضمیری صفاهانی ، و وحشی بافقی : این طبقه ، آئینی غیر آن طرز را ، اختیار نموده اندکی به روش متاخرین ، آشنا تر شده اند : تا آنکه ، نوبت جهانداری ولایت سخن ، به میرزا قلی میلی ، و خواجه حسین ثنائی ، و ولی دشت بیاضی ، و محمد میرک صالحی ، و قاضی نورالدین صفاهانی ، و حزنی اصفهانی ، و فهمی ، و حاتم کاشی ، و مولانا ملک ، و میر الهی قمی ، و صبری ساوجی ، و حضوری قمی ، و عرفی شیرازی ، و طوفی تبریزی ، و میر صبری روز بهان ، و هلاکی همدانی ، و میرزای حسابی ، و نظیری ، و شیخ علی نقی کمره ، و دیگر سخن سرایانِ بلاد عراق و خراسان ، رسید :

این طبقه یکباره منکر طرز متقدمین شده . خواجه حسین ثنائی ، بیشتر از همه قدم در وادی تازه گوئی نهاد ، باآنکه ضمیری صفاهانی ، و محتشم کاشی ، و دیگرانی که ، آن طرز را پسندیده اند و خوب میداشته اند : و این جماعت یکباره خود را ازان طرز و روش بیگانه ساختند ، و مستعدان ایران را طرز این

جماعت که آغاز تازه گوئی و زبان (کذا) وقوع درهم بود، بغایت خوش‌آمده، اشعار آبدار ایشان را در سفائن خاطر خود ثبت مینمودند، و هرچه بزبان حقیقت بیان ایشان میگذشت، بدستور باد صبا در سراسر ایران و توران سیار میشد؛

تا آنکه روزگار، میدان سخنوری و عرصهٔ فصاحت و دانشوری را، بوجود فائض الوجود حسان‌الزمان مولانا عرفی شیرازی بیاراست، و عنان یکران سخن را برکف کافیش نهاد، و بکر معانی در حبالهٔ طبعش درآورد. و چشم روزگار را به زادن نونهالان گل‌عذار(۱) معانی روشن، و گوش عالمیان را، به استماع آن لآلی آبدار شاهوار مخزن در عدن گردانید. و طرز متقدمین و متاخرین — که قبل از زمان سخن سنجی و نکته گذاری او، در میدان فصاحت اسپ بلاغت رانده بودند — منسوخ ساخته، طرز تازه گوئی — که الحال درمیان مستعدان ربع مسکون پسندیده است — به میانهٔ مردم عالم آورد. فاضلان این فن و استادان این علم، به این طرز معتقد شده، پایه سخنوری، و مدار نکته پردازی را، بدان نهادند. و شیخ ابوالفیض فیضی در هندوستان و جمعی دیگر از فحول شعرای ایران، مثل حکیم رکنای مسیحی، و حکیم شفائی اصفهانی، و مولانا شانی تکلو، و سائر مستعدان و موزونان این روزگار، طرز خود را به طرز او آشنا ساختند؛ و نفوذ و تاثیر سخن را، در سکه خانهٔ معانی، بنام نامی خود مسکوک ساخت، و خطبهٔ پادشاهی ملک سخن و دانشوری، بر منبر معانی، بنام نامی خود خواند: و این کارنامه را درمیان اهل عالم بیادگار گذاشت، و پیش از دیگری به این طرز و روش، مستقل (کذا) نه شد و حرف نه زد؛

و در اوائل که، طبعش به این طریق سخن گفتن میل نمود(۱)، ازو پسندیده

۱- گلزار.

۲- میل نمودند.

نمیداشتند و حمل بر بعضی مقدمات مینمودند : و این رتبه و حالت، از شرف تربیت و اصلاح صاحب اقبال ، سخن شناس، قدردانی یافت که ، مربی و تربیت کننده تمامی مستعدان ربع مسکون است . و او را (کذا) به این طرز سخن سنجی و نکته گذاری بدانایان آموزد : چراغ دودمان سخن افروز ، قدر فزائنده متاع منبر (سخن دانی) ، گلدسته بند گل گلشن معانی ، صاحب تمیز سخنان اهل دینی (کذا) قدر شناس بیدار بخت ، بر آرندهٔ تاج و تخت، خان خانان — که صاحب و قبله گاه او بود — راه نمائی کرد :

الحال در مطلب(۱) رود، حقیقت حال مولانا عرفی رقم کرده آید : فرزند خلف خواجه زین‌الدین علی بلوی شیرازیست : و پدر بزرگوار ایشان گاهی به پیشوای حومهٔ شیراز و گاهی وزیر داروغهٔ آن شهر بوده ، که مولانا عرفی بعضی مقامات (۲) علمی را طی نموده و کسب حیثیات عالیه نموده : و خط نسخ را بغایت نیکو مینوشت ، و در موسیقی و ادوار بقدر وسع وقوف داشت . و بصحبت شعرا میل پیدا میکرد . و (۳) رو بوادی شعر و شاعری نهاد، و چون پدرش وزیر داروغه بود، مناسبت شرعی و عرفی را منظور داشته، عرفی تخلص کرد . و اسم اصلی ایشان خواجه سیدی محمد است .

و سلسلهٔ ایشان را در ولایت فارس قدری و منزلتی بوده : و چون یک چند در دارالافاضل شیراز با موزونان بسر برد ، و اشعار آبدار از بحر طبع بساحل ظهور رسانید، و قدم در وادی تازه گوئی نهاد، و استادی و مرشدی دران وادی میطلبید : درین اثنا صیت آوازهٔ سخن سنجی و زمزمهٔ نکته دانی

۱- الحال مطلب در طلب رود .

۲- مقدمات .

۳- در وادی شعر و شاعری پانهاده .

و حقیقت موزونان ایران و هندستان، مثل مولانا شیکبی اصفهانی، و نظیری نیشاپوری، و یول قلی بیگ انیسی، و شریعت کاشی، وکامی سبزواری، و بقائی خراسانی، و میر مغیث محوی، و غنی همدانی، و دیگر مستعدان در بارش سامعه افروز او گشت، و حقیقت تربیت این نکته دانان در خدمت این سپه سالار به او رسید، قصد بندگی و ملازمت نمود. و مس وجود خود (را) به اکسیر اصلاح این خلاصهٔ دودمان علیشکری زر خالص ساختن پای همت در رکاب سعی و اجتهاد در آورد (۱) و به هندوستان در آمد.

چند روز قبل ازان که، خود را بدان دارالعیار رسانید، به خدمت علامهٔ زمان و افضل فضلای دوران، نواب غفران پناه، رضوان جائگاه، جنت آرامگاه حکیم ابوالفتح گیلانی ــ که از مقربان پادشاه ظل‌الله جلال‌الدین اکبر پادشاه هندوستان بود ــ رسانید: و دران زمان خواجه ثنائی، و سید محمد نجفی، و حیاتی گیلانی، و بسیاری از شعرای نامدار ــ که در خدمت مشار الیه میبودند ــ دریافت فضل و قدرت خود را بدیشان ظاهر ساخت. و بسیار مستحسن و مقبول طبع حکیم مومی الیه و آن سخن سرایان سخن شناس، افتاد. و شیخ ابوالفیض فیضی ــ که از باریافتگان پادشاه و ملک‌الشعرای آن زمان بود، به شرف اسنادی پادشاهزادگان کامگار بختیار نامدار مشرف بود، از فحول شعراء روزگار است، و بعد از امیر خسرو دهلوی، بهتر از وی در هندوستان بر نخاسته ــ بر صحبت او میل پیدا کرد، و طرز و روش تازه که اختراع او بود، استماع نموده پسندیده داشت و سنجیده دانست. و بقدر رعایتی که از حکیم مومی الیه یافته. و بعد ازان خود را بدربار فیض آثار صاحب دولتی ــ که در هوای بندگی او بسیار بودند ــ رسانید، و بشرف صحبت مستعدان

۱ـ در آورده هندوستان در آمد.

آن بزم فیاض و شاگردی آن ذی شان مشرف شد .

و شرح اعزاز و اکرام و احترامی که ازین سپه سالار ، نسبت به این زبده فصحا ، واقع شده از مآثر رحیمی ــ که راقم این کلمات عبدالباقی نهاوندی بنام نامی این سپه سالار رقم زدهٔ کلک سوانح پیما نموده ــ در خاتمه ، احوال این بلاغت شعار فصاحت دثار ظاهر میشود ، و این مجمل را مجال ایراد آن نیست .

و در ایام بندگی ایشان و دیگر ایام ، همیشه بگفتن ابیات عاشقانهٔ عارفانه میل نمودند ، و قدرافزای فضل و رتبهٔ خود میبودند . و قریب به شش هزار بیت از ابیات آبدار ایشان بسببی که بر راقم ظاهر نیست ، مهجور و ابتر شد ، (۱) چنانکه خود درین بیت فرموده :

رصد شرح هنر ، چون نه شود محو ، که من   شش هزار ، آیت احکام هنر ، باخته ام

و در ایام مصاحبت و ملازمت ایشان ، بدستوری معزز و مکرم بوده که ، کورنش و تسلیمی ــ که در هندوستان مقرر و معمول است ، که پادشاهان و اکابر میکنند ــ به هیچ کس نمیکرد ، و در مجالس بر همه کس تقدیم مینمود . و اهل زمان ــ بجهت طبیعت عالی و ابیات متعالی ــ تقدم او را قبول داشتند : بغایت بلند همت و عالی فطرت بود .

تا آنکه بتاریخ نه صد و نود و نه هجری (۹۹۹ه) در دارالسلطنت لاهور ، در سنه سی و شش (۳۶) سالگی متقاضی اجل ، بساط عمرش در نوشت ، و

۱ـ آقای دکتر محمد ولی الحق نوشته است که : چند مکتوب عرفی بدست دارند و از نامه ــ که عرفی بدوستی که دیوان عرفی عاریة گرفته و گم کرده بود ــ نوشته است ، و ازان ظاهر میشود که آن دیوان دارای شش هزار شعر بود .

مرغ روحش از شاخسار عالم‌فانی ، به گلستان جهان جاودانی ، شتافت . و یکی از مستعدان :

ـــ استاد البشر ـــ

۹۹۹ ه

تاریخ آن قضیه ناگزیر یافت . و او در همان شهر مدفون شد . آخر از نتیجهٔ این بیت که در مدح سرائی سرور اولیا فرموده :

بکاوش مژه، از گور تا لجف، بروم　　اگر بهند بخاکم کنی و گر به تتار

میر صابر اصفهانی نعش او را بتاریخ سنه ثمان و عشرین و الف از لاهور به نجف اشرف نقل نموده ، دران ارض مقدس مدفون ساخت ، و آرزوی بخاک برده مولانا را، آن نیک بخت بر آورد .

و در هنگام وداع این دار فنا، مسودات اشعار افکار ابکار خود را، به کتاب خانهٔ آن عالی شان فرستاد . و التماس نمود . و به یمن همت توجه شاهوار این مضمار دانش و مرکز سخن دانی، از پریشانی بجمعیت گرایند، و آن نازک نهالان گلزار معانی و نوباوگان بوستان طبیعت این خسرو شانی ، بدستیاری توجه و تربیت به شیرازه جمعیت در آیند : و ازین رهگذر که ، تربیت کرده و پروردهٔ این سپه سالار باشد، صدر نشین محافل و مجالس عالمیان گردند ، مرتب و مدون سازند :

این بزرگ دانا را گوناگون سوگواری روی داد ، که چنان سخندان نکته گذار، و چندین قسطاس دانشوری و سعدی ملک سخنوری نماند (کذا) و این طور دانائی رخت بر بست . و انچه لازمهٔ بزرگی بود ، در ممات نیز به عمل آمد .

و ایـن مسودات ــ کـه تمامـی بـه خط ید آن دانش پـژوه بـود ــ در کتابخانه عالی ایشان ــ که کتب خانه اهل عرفان است ــ مدتی بود، و بعضی موانع ، وصیت و الـتماس او را در تعویـق انداخته بـود . تـا آنکه بتـاریخ هزار بیست و چهار هجری (۱۰۲۴هـ) حقـوق و خدمت مـداحی او ، ایـن مقدمه را ، در خاطر خطیر این سپه سالار آورد : به وصیت آن معیار دانشوری عمل نموده بآن مسودات ــ که هر مصرع ازان مـاه آسمان فلـک معانی و خورشید جهانتاب جهان سخندانی بود ــ جیب و کنار حلقهٔ اهلیت و استعداد محمد قاسم خلف خواجه محمد علی اصفهانی مشهور به سراجا ــ که از جملهٔ آدمی زادگان اصفهان است ــ گلزار مـعانی و گلشن جـاودانی ساختند ، و به جمع و تـدوین این زادهـای طبع آن آزاد مرد ، که هر یکی از غایت معانی بلند و مضـامین دلپسند در عالمی نگنجد ، فرمان داد :

اگرچه مولانا مومی الیه ، در ایام حیات خود ، دیوانی را از قصیده و غزل و رباعی ترتیب داده بود ، این رباعی ــ که احاد مصرع تاریخ با عدد قصیده ، و عشرات بـا عـدد غزل ، و مـآت به ابیات قطعه و رباعی موافق است ، در تاریخ آن دیوان گفته بود :

این طرفه نکات سحری اعجـازی	چون گشت مکمل به رقم پردازی
مجموعهٔ طراز قدس تاریخش یافت	اول دیـوان (عرفـی) شیرازی

بعد از نمودن سفر آخرت ، این مسافر عـالم قدس ، بـعضی اشعار متفرقه ایشان را ، که در سفائن مجموعها ثبت بود ، بعضی از مستعدان بران افزودند . چنانچه قریب به هشت هزار بیت به نظر در آمد : چنانکه سراجا بـه این سعادت موفق گشته ، امتثال امر فرمود . در عرض یک سال و نیم ، بعد از مشقت بسیار ، کلیاتی مشتمل بر چهارده هزار بیت از قصیده و غزل و رباعی

و مثنوی و ترکیب و ترجیع ترتیب داد : و الحق... ید بیضا نمود. چرا که آن مسودات در هنگام مقابله و ترتیب، گاهی سامعه افروز راقم میگشت، بغایت مشوش و ابتر بود .

و این قطعه ، در باب ترتیب و تاریخ این کلیات ، از نتائج طبع وقاد سراجا ، جامع این کلیات است که نوشته است :

(عرفی) آن واضع سخن، که برو   رشک دارد روان شروانی
نه که ، شروانی است در رشکش   بلکه ، رومی و هم صفاهانی
بعد چندی، چو(۱) جای بودن نیست   رفت ازین دیر ششدر فانی
مانده ازو ، در شاهواری چند   کش قرین(۲) نیست بحری و کانی
صورت چند ، جمله با معنی   خلقی چند، جمله روحانی
لیک ، آن جملگی ، پراگنده   همه از بی سری و سامانی
آن قدر مهلتش ، نداد اجل   که ، به ترتیب شان، شود بانی
گفت با دوستان بگاه وداع   کای عزیزان جسمی و جانی
برسانید زادهای مرا   بجناب معظم ثانی
پیر کان بریده کانی را   سوی عمان بریده عمانی
صاحب علم و حلم و سیف و قلم   خانخانان سکندر ثانی
آنکه در روز بار می رسدش   که سکندر کندش دربانی
چون کمالات را بود معدن   مزد از عقل اولش خوانی
دید چون زادهای (عرفی) را   جمله محسود لعل پیکانی
همه مانند در ، ولیک یتیم   جمله چون زادهای پنهانی
بعد یک چند، بنده را فرمود   که: دهم شان نظام دیوانی
مدت چند ، خون دل خوردم   تا که ، جمع آمد از پریشانی
هم به اقبال صاحب کامل   هم به توفیق لطف یزدانی
جامع انتظام این اوراق   شد (سراجای) خان خانانی
از خرد ، خواستم چو تاریخش   گفت : ترتیب داده نادانی (۳)
۱۰۲۶ھ

۱- که

۲- کز

۳- رک : همین قطعه بر صفحه ۸۲۰ کتاب حاضر .

در زمانی که، این ژرف خدمت را به تقدیم رسانید، و این حق بر مولانا عرفی انداخت ، و در شهر برهان پور صوبه خاندیس این قطعه و کتاب را به نظر اصلاح ایشان میرسانید ، راقم از حواشی نشینان آن بزم فیاض بود ، مقبول و مستحسن افتاده بانواع صلات و انعامات سرفراز گردید .

الحال، این کلیات در کتبخانه عالی ست ، و الحق هیچ یک از فصحای زمان به این خوش دیوانی نیستند . و اگر روزگار امانش میداد، ترقیات کلی مینمود(۱) و ده برابر این بالقوه اش بفعل میآمد . و مستعدان به نوشتن این کلیات میل پیدا کردند ، و اکثری نویسانیدند(۲) : و الحال کلیاتی که درمیان مستعدان معتبر است ، ازین جا نقل شده . و این سپه سالار قدردان ــ چنانکه در ایام حیات به این طبقه لطف و عنایت داشتند ــ در ممات نیز به ابکار افکار ایشان دارند ، و تربیت کرده و مداحان خود را از خاک مذلت بر میدارند ، و گلدستهٔ مجالس و محافل میسازند ، و امثال این طائفه را به الطاف و اشفاق سرفراز مینمایند . امیدوار به درگاه الهی چنان است که ، سایهٔ مرحمت و الطاف این گلدسته هند گلشن معانی، بر سر اهل زمان، به تخصیص موزونان و مستعدان ، مستدام و پاینده باد . (۳)

● نامه علامی ابوالفضل بسوی مولانا عرفی شیرازی :

عمرها گشتم براه وصل ، و مهجورم هنوز　　　آمدم بسیار، و نزدیک تو ، من دورم هنوز

۱- مینمودند .

۲- نوشتانیدند .

۳- معارف اعظم گره شماره اکتوبر (۱۹۶۷ع) ص ۲۷۹ ــ آقای دکتر محمد ولی الحق این مقدمه را از دیوان عرفی ــ که در ذخیره نواب صدر یار جنگ علیگره مضبوط است ــ اقتباس کرده و با دو نسخهٔ دیگر، یکی ملک آقای یوسف حسین موسوی دانشگاه لکهنو و دیگری ملک تیگور لائبریری دانشگاه لکهنو، مقابله کرده بچاپ رسانیده است .

هزار سلسلهٔ دعا و صد هزار قافلهٔ ثنا ، که زیب و زیور گوش و گردن شاهد بیان و عروسان زبان توان ساخت . نثار بزم خجسته و تحفهٔ محفل شگفته عالی حضرت ، عیسی طبیعت ، عطارد خصلت ، معلم قواعد سخنوری ، ممهد مقاصد فصاحت گستری ، صیرفی مخزن اسرای جواهر عوالی لآلی شاهوار کماهی ، خازن خزائن نیک اختری ، نقاب دفائن خاقانی و انوری . زبدهٔ اصحاب درک و بلاغت ، عمدهٔ ارباب فهم و فراست ، پیشوای جمهور عقل و کیاست . مورخ حسن سیرت ، دستورالعمل دفاتر فطنت و بصیرت ، خوان نکته دانی و اهلیت را نمک ، چشم دانائی و قابلیت را مردمک ، مالک رقاب ملک معانی ، با صدق ادراک و شیرین زبانی ، خجلت ده شعرای متقدمین و متاخرین ، بیت :

یگر هر زمانی و معجز بیانی
وحیدالزمانی فریدالاوانی

گوهر شبچراغ ملک کاردانی ، در یکتای درج زندگانی ، نوباوهٔ بوستان کامرانی ، افصح‌الفصحا ، ابلغ‌البلغا ، نادرهٔ روزگار ، خلاصهٔ هر پنج و چهار ، خسرو شهرستان دانائی ، شهسوار عرصهٔ بینائی ، قافله سالار معرکهٔ دانش ، سر دفتر عساکر بینش ، مهر سپهر آفرینش ، گل سر سبز دانش منشان عالم تقدس ، حکیم دانای الکه تعقل و تجسس ، فهرست دفاتر اقلیم آگاهی ، دیباچهٔ نسخهٔ کماهی ، فرهنگ کتب فضل و کمال ، عیار نقد بینهٔ قال و مقال ، برگزیدهٔ طبع شاهنشاهی ، محفل آرای خلوت ظل الهی ، دیهیم فرق سرفرازی ، اکلیل راس بی نیازی ، مولانا عرفی شیرازی میگرداند . و خود را یکی از هوا خواهان و معتقدان آن مجموعهٔ فضل و کمال میداند !

بخدای ــ که آفرینندهٔ هیژده عالم، و پیدا کنندهٔ آدم از ماو طین است، که از آرزوی صحبت مسرت اثر و خبر بجهت سیر ، آن عیسی دم ، خضر مقدم ، بنوعی بیتاب و بنحوی در اضطراب است که ، در جنب آن ، بی آرامی ، ماهی از آب دور افتاده را صبر و سکون میتوان شمرد : و محبت مفارقت و مهاجرت آن مسیح الزمانی ، بر وجهی هجوم آورده ، و بر طریقی غلو نموده ، که عالم عالم درد ، و جهان جهان الم ، و جیحون ستم روزگار نا هموار ، و محن ایام نا هنجار را ، خرمی و خوش دلی نام میتوان نهاد . آری ! دلی را که ، خو کردهٔ صحبت آن چنان یار میباشد، بکدام چیزش مشغولی توان ساخت : و جانی را که ، آموختهٔ دریافت ملاقات مثل آن نادره گفتاری بود ، بکدام حرف و صورت و فسانه و فسونش بوادی دیگر توان انداخت .

بلی ! تشنهٔ بزم وصال دوستان جانی را ، وصول آب حیوان بعینه سراب است . و مشتاق جنت بزم محبان یک دل و یک زبان را ، دخول بهشت دوزخ و عذاب . طبیعت طفلی نیست که، در مکتب ارتکاب بسبق تزویر، و تعلیم کم تاثیر، از هوای عید وصال آن معدن کمال، باز آید : و شوق طائری نیست، که بدانهٔ پر بهانه مکر و حیله، فریب خورد . اگرچه بظاهر چشم بخت بتماشای جمال جهان آرای آن یگانهٔ آفاق ، و نادرالعصر باستحقاق ، منور نمیگردد . و لذت شربت وصال آن زبدهٔ چهار آخشیج ، بذائقه هوس نمیرسد ، اما بباطن کار این مشتاق لقای شریف ، بجز افشاندن تخم محبت ایشان ، در زمین دل ، دیگر هیچ نیست . و بغیر از نشاندن نهال آرزوی آن دوست در جهانی، در چمن جان، کاری ندارد. و همیشه در مشغله کندن نقش خیال وصال آن خلاصهٔ خواس پنجگانه ، دل را مشتغل میدارد : و هوش را بر این

مهمی میگمارد : و پیوسته روی نیاز بر زمین عجز و انکسار میمالد : و دست دعا بر آسمان افتخار برآورده مینالد . و سعادت ملازمت و دولت مواصلت را، بالغدو والآصال، از درگاه ایزد متعال، آمل و سائل است . امید که تیر دعا بر هدف اجابت رسیده باشد ، و تپ دوری و بلای مهجوری، بسر آید . و نهال امیدوار یهای ظاهری و باطنی سر آید .

از قریب عجیب فصیح‌اللسانا مرا حیرت در حیرت، و دل را تعجب در تعجب در گرفته . از مثل شما محب ، فراموش کاری نمودن چه لائق است . و یکبارگی همچون ابوالفضل دوستی را ، از گوشهٔ خاطر محو و نیستی فرمودن چه مناسب . عزیز من ! جان من ! قطعه :

دو دوست را که ، بهم‌الفتی است، میباید — که بسهو هیچ ، جدائی ز یکدگر نکنند
بدی بسهو نه بیند و در نظر نارند — بدی بدیده بجز نیک را نظر نکنند
رواست آب محبت بران دو یک جهتی — که خاک شان بفشاری و نم بدر نکنند

خدا نخواسته باشد ، از ابوالفضل تقصیر سر زند که ، نسبت بآن برگزیدهٔ انفس و آفاق باشد . این مقدمه ممکن‌الوجود نیست . و اگر هم بمضمون ــ الانسان مقصر اللسان ــ سهوی یا خطای رفته باشد ، از شما چشمداشت این معنی نداشت که ، اظهار نا کرده و اخبار نا فرموده ، در صدد خاطر گرفتگی شوند ، و کدورتی در دل خود راه دهند . چه دوستی است که باندک فتوری و قلیل‌الوجود قصوری ، حرف رنجش بر زبان راند . یا تصور و تخیل کلفت را در وهم و فهم خود جای دهد ! که گفته اند :

سر نه پیچی اگرت سنگ بپارد بر سر !

رنگ محبت اصلی، هرگز بصیقل کدورت عارضی فرعی زدوده نگردد . نقش حقیقی مودت‌جبلی، از صفحهٔ دل دوستان صمیمی بسیلاب و خطاب و عتاب حدتی لاحقی شسته نشود . و سیما دوستی و یکجهتی چون من مخلص که ، امروز

بعنایت ایزد تعالی و تقدس کوس یگانی ، در میدان فرزانگی مینوازم ، و بحریف ولا چوگان مودت میبازم ، و برین استواری محبت و استحکام مودت خویشتن مینازم : ولیکن ، ازان طرف اگر احیاناً رشتهٔ اتحاد گسسته گردد، و ابواب اخلاص قدیمی بسته شود ، درین صورت مرا چه چاره است !

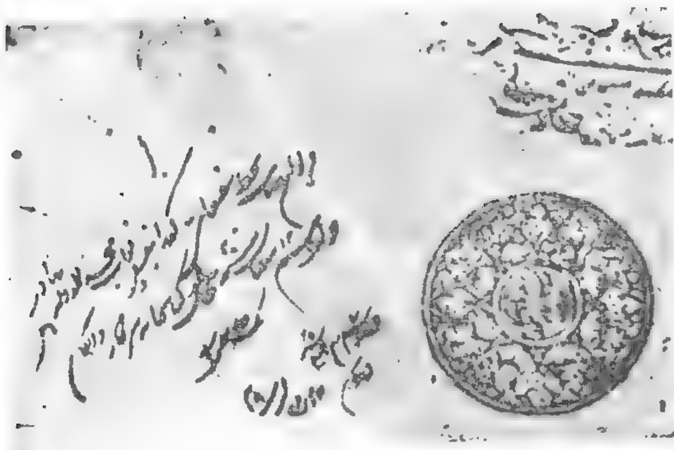
ترصد که مرتکب این سست محبتی نگردند ، و بدین طریقه بهیچ وجه من‌الوجوه جرات نمایند ، که شیوهٔ محبت منشان ، مودت روشان، چنین نیست . فهم من فهم ! العاقل تکفیه الاشاره !

الله تعالی دوستان یکدلی را توفیق علی‌التحقیق روزی گرداناد ! والله ولی التوفیق ! (۱) (رقعات ابوالفضل ۱۹۱۳ع نولکشور کانپور ص ۱۲۰-۱۲۲)

— پایان بخش دوم —

کراچی
۵ نومبر ۱۹۶۷ع
تا
۳۱ جنوری ۱۹۶۸ع

۱- راجع به شرح حال عرفی ر ک : روضة‌الطاهرین (طاهر محمد عمادالدین حسن سبزواری ۱۰۱۴ه) درج النفائس (شیخ منور بن عبدالکریم عباس - عهد اکبری) مراة آفتاب نما (شاهنواز) بهارستان سخن (شاهنواز خان) جام جهان نما (قدرت‌الله شوق ۱۱۹۱ه) منتخب اللباب (خافی خان ۱۱۴۴ه) خلاصة‌الافکار (ابو طالب تبریزی ۱۲۰۷ه) شرح قصائد عرفی (عوض رای مسرت ۱۲۱۱ه) مجله برهان دهلی — مقاله حیات عرفی کا تنقیدی مطالعه — از دکتر محمد ولی‌الحق — شمارهٔ مارچ تا ستمبر ۱۹۶۷ع و مجله اردو کراچی مقاله عرفی و شبلی ، از دکتر محمد ولی‌الحق — شماره اکتوبر ۱۹۶۷ع .



مهر و خط صائب

(۱) مکتوبه (۱۰۸۳ھ) در اصفهان

کتبخانه دانشگاه علیگره

متعلق صفحه ۵۸۳ (۱)

(فهرست نمائش گاه مخطوطات دانشگاه

علیگره - مختارالدین آرزو ۱۹۵۲ع)



دیوان صائب مکتوبه (۱۰۷۰ھ)

(۲) ملک دانشگاه علیگره

متعلق صفحه ۵۸۲ (۳)

(فهرست نمائش گاه مخطوطات - آرزو ۱۹۵۲ع)



دیوان صائب

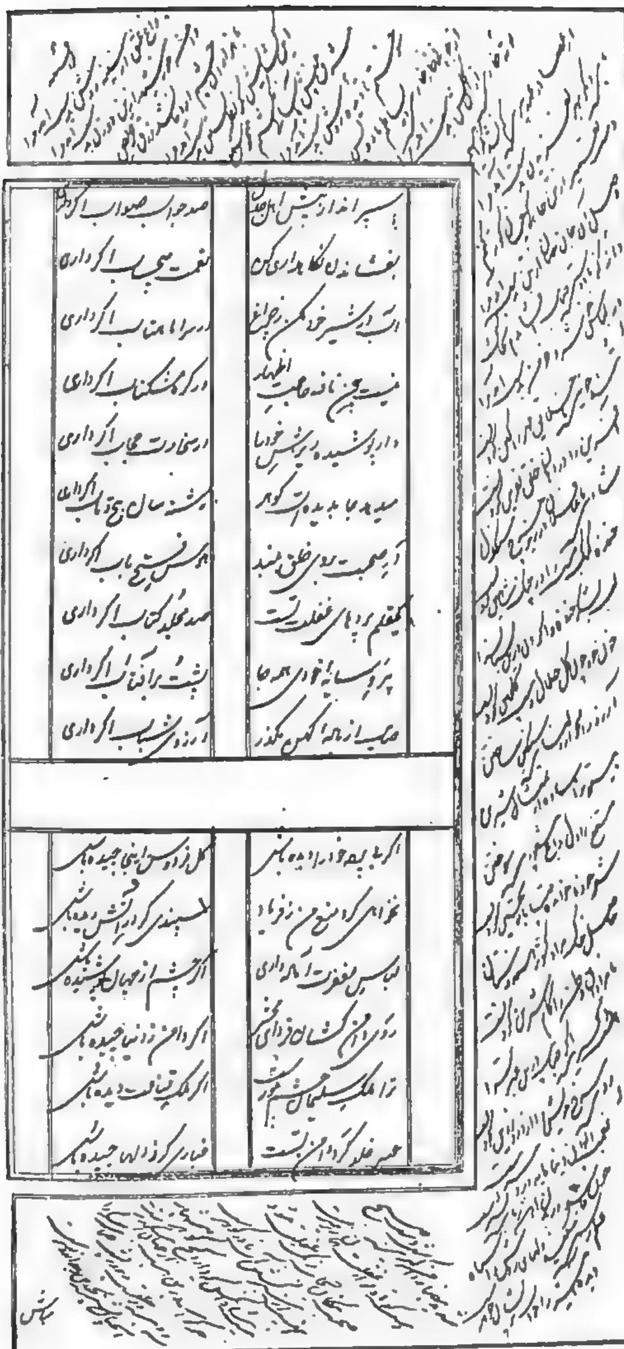
(۳) مکتوبهٔ عارف تبریزی

تحریر صائب بر حاشیه

ملک دانشگاه علیگره

متعلق صفحه ۵۸۴ (۲)

(فهرست نمائش گاه مخطوطات - آرزو ۱۹۵۲ع)

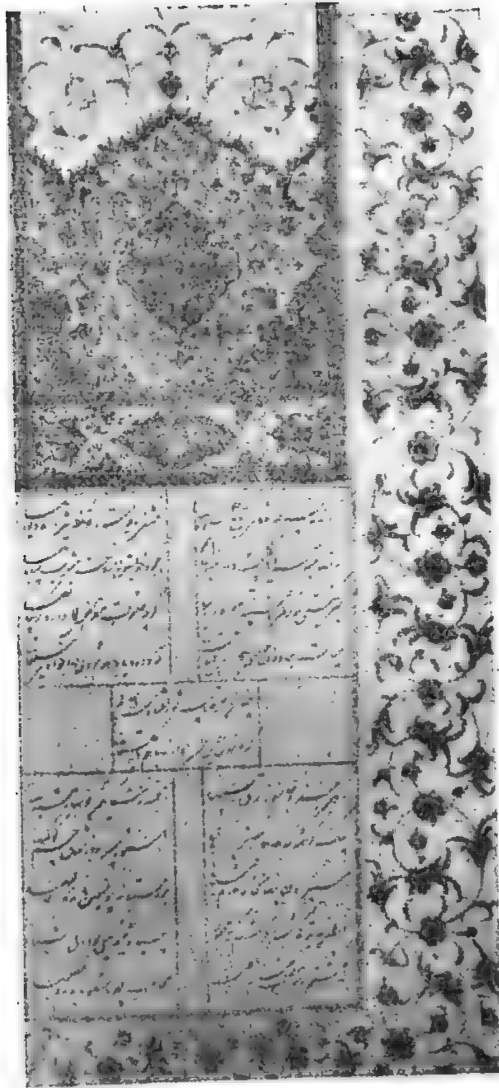


کلیات صائب (۱۰۸۵ھ)

کتابخانه دانشگاه بمبئی (۲)

متعلق صفحه ۵۸۵ (۲)

(فهرست مخطوطات ـ خان بهادر محمد سرفراز)



(۵)

دیوان صائب

موزهٔ ملی کراچی

شماره N. M. 1958 - 266/1

متعلق صفحه ۵۸۹ (۱۲)



(۶)

دیوان صائب
موزهٔ ملی کراچی
شماره N. M. 1958 - 226/1
ورق ۲۵۱ الف
متعلق بصفحه ۵۸۹ (۱۲)



(۷)

دیوان صائب

حاشیه بخط و مهر صائب

موزهٔ ملی کراچی

شماره N. M. 1958 - 226/2

ورق ۱۹۷ الف

متعلق صفحه ۵۹۱ (۱۳)



مهر صائب
ورق ۱۹۷ الف
موزهٔ ملی کراچی
شماره N. M. 1958 - 266/2
متعلق صفحه ۵۹۱ (۱۳)

(۸)

خط صائب

(۹) جنگ میرزا عبدالکریم موزهٔ ملی بریطانیه

شماره ۴۰۰ ضمیمه ریو ص ۲۷۲

متعلق صفحه ۵۹۲ (۱۷)

تاریخ ادبیات فارسی براؤن ..

دیوان صائب

(۱۰) ملک آقای فخرالدین نصیری تهران

کلیات صائب طبع تهران چاپ دوم ۱۳۳۶ ش

متعلق بصفحه ۵۹۶ (۱)

دیوان صائب

(۱۱) کلیات صائب طبع تهران چاپ دوم ۱۳۳۶ ش

متعلق بصفحه ۵۹۶ (۱)

دیوان صائب

(۱۲)   چاپ انجمن آثار ملی تهران ۱۳۴۵ ش

متعلق صفحه ۵۹۶ (۲)

دیوان صائب مکتوبہ ۱۰۶۷ھ

(۱۲) انجمن ترقی اردو کراچی

متعلق صفحہ ۱۰۲۱ (۳۴)



ترقیمہ دیوان صاحب ۱۰۶۲ھ
انجمن ترقی اردو کراچی
متعلق صفحہ ۱۰۲۱ (۳۳)

(۱۴)



دور نمای مزار و باغ صائب در اصفهان و نهر نیاسرم

(۱۵) عکس از حسام الدین بتاریخ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ع

متعلق صفحه ۵۶۹ — ۵۷۲ — ۵۸۰



مقبره صائب

(۱۶) عکس از حسام الدین ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ء

متعلق صفحه ۵۶۹ — ۵۷۲ — ۵۸۰



(۱۷)

مقبره صائب

عکس از حسام الدین ۷ سپتامبر ۱۹۶۶ع

متعلق صفحه ۵۶۹ — ۵۷۲ — ۵۸۰



مزار صائب

(۱۸) پیشتر از بناء نو

از کتاب آثار اصفهان تالیف دانشمند محترم آقای دکتر هنرفر

متعلق صفحه ۵٦۹ — ۵۷۲ — ۵۸۰



سنگ مزار صائب

(۱۹) عکس از حسام‌الدین ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ع

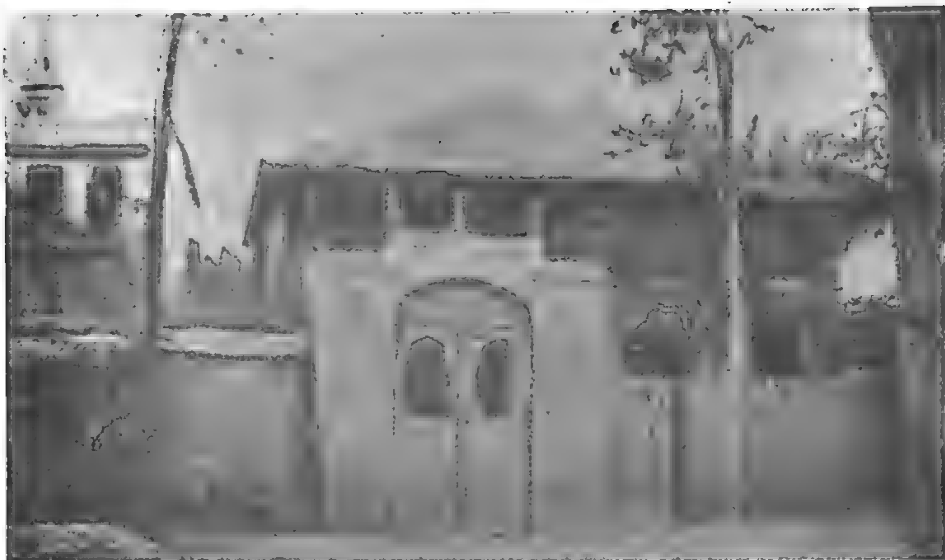
متعلق صفحه ۵۶۹ — ۵۷۲ — ۵۸۰



سنگ مزارْ صائب

(۲۰) عکس از حسام الدین بتاریخ ۷ سپتامبر ۱۹۶۶ع

متعلق صفحه ۵۶۹ — ۵۷۲ — ۵۸۰



آرامگاه شیخ یعقوب صرفی
(۲۱) متعلق صفحه ۶۲۰
از کشمیر صوفی : ۳۶۴



آرامگاه شیخ یعقوب صرفی در محله زینه کدل
متعلق صفحه ۶۲۰ (۲۲)
از فارسی گویان کشمیر صـ ۲۲

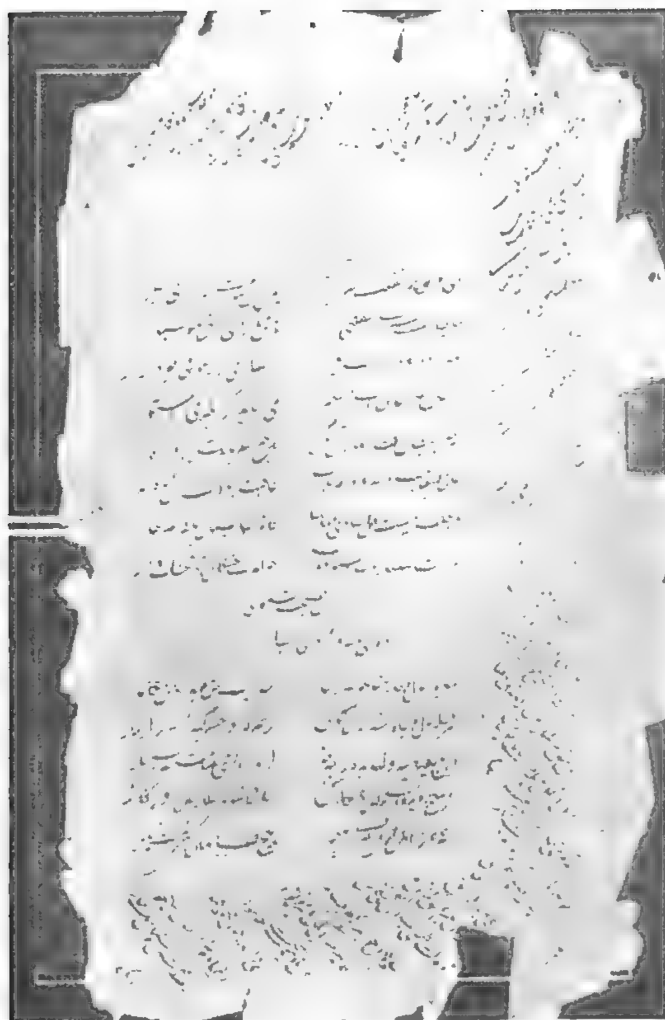
(۲۳)

نمونه خط شیخ یعقوب صرفی
متعلق صفحه ۶۴۳
از فارسی گویان کشمیر ص ۱۶۰



(۲۴)

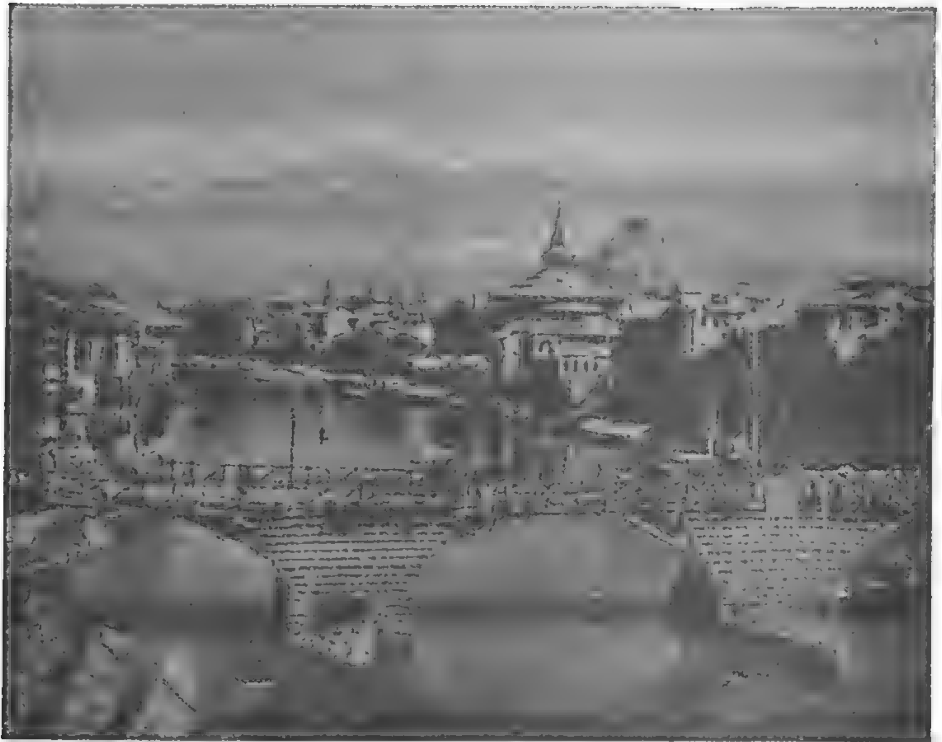
آرامگاه ملا طیب کشمیری
در دهکدهٔ اسلام پوره - سرینگر
متعلق صفحه ۷۷۰
از فارسی. گویان کشمیر ص ۷۳



نمونهٔ خط ملا طیب

متعلق صفحه ۲۲۰ (۲۵)

از فارسی گویان کشمیر ص ۶۸





خانقاه شاه ہمدان ـ سرینگر
Ancient Monuments of Kashmir
By Ram Chandr Kak

متعلق صفحہ ۸۹۶ — ۹۰۱ — ۹۱۰ (۲۷)



داخل خانقاه شاہ ہمدان ۔ سرینگر
Indian Architecture Islamic Period
By Percy Brown
متعلق صفحہ ۸۹۶ — ۹۰۱ — ۹۱۰ (۲۸)



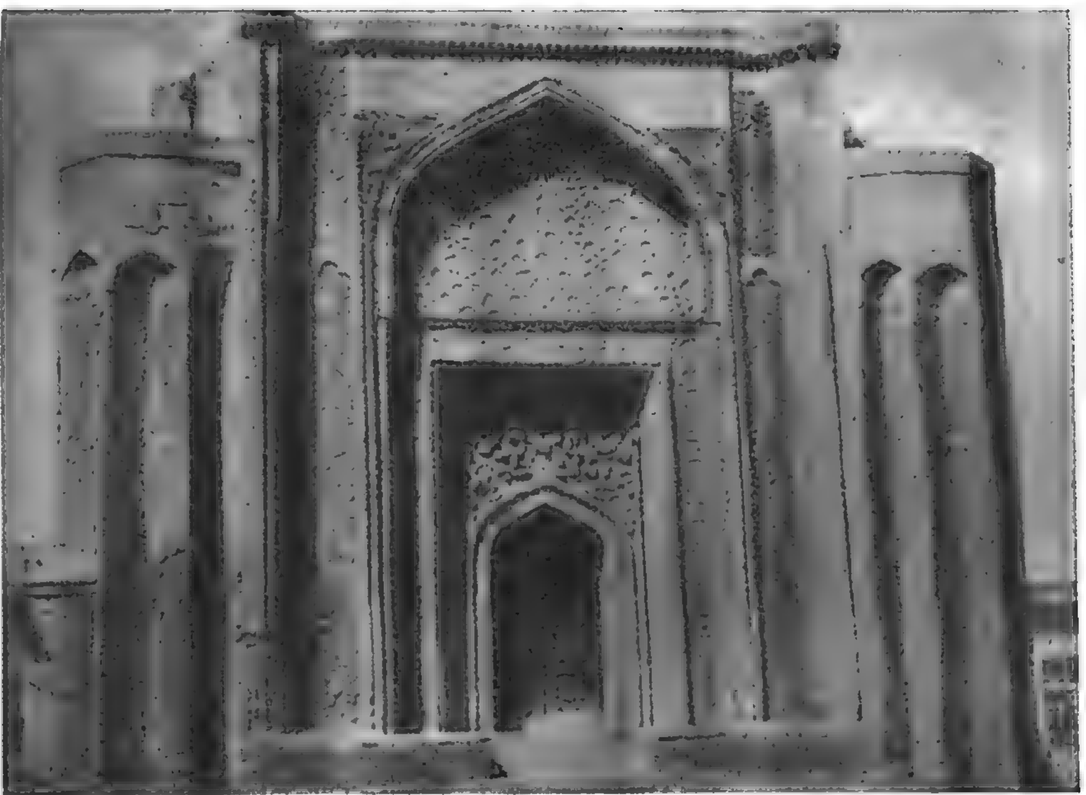
مدخل خانقاہ معلیٰ شاہ ہمدان

(۲۹) متعلق صفحہ ۸۹۶ — ۹۰۱ — ۹۱۰

کشمیر صرفی ص ۸۹



خانقاه معلیٰ شاه همدان
(۳۰) وانتیپور Vantipor
بنا کردهٔ میر محمد همدانی پسر امیر سید علی همدانی
کشمیر صوفی ۹۲
متعلق صفحه ۸۹۶ — ۹۰۲

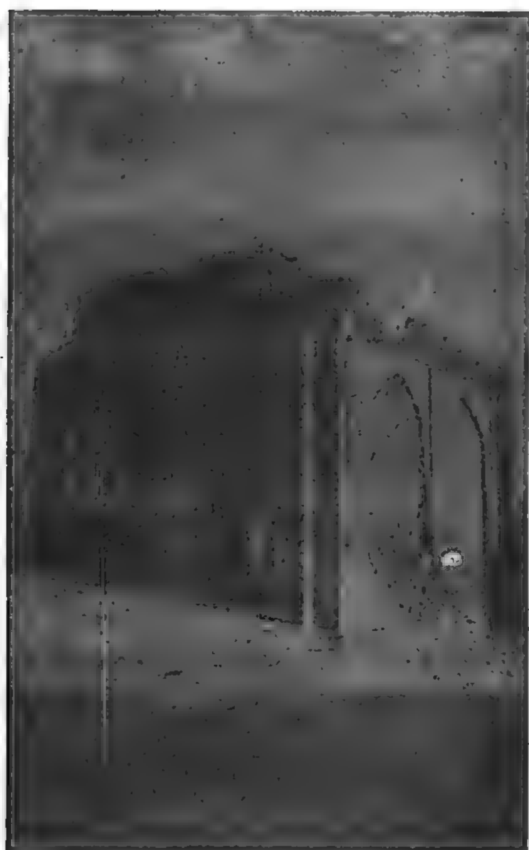


گنبد علویان همدان

Islamic Architecture and its Decoration

D. Hill — O. Graber Plate 178

متعلق صفحه ۹۰۲ (۳۱)



(۳۲)

گنبد علویان همدان .
کشمیر صوفی ص ۸۵
متعلق صفحه ۹۰۲



آرامگاه سید علی همدانی
در ختلان (کولاب فعلی)
کشمیر صوفی صه ۱۱٦
متعلق صفحه ۹۰۲

(۲۲)



آرامگاه سید علی همدانی
در ختلان (کولاب فعل) (۳۴)
کشمیر صوفی ص ۱۱٦
متعلق صفحه ۹۰۲



سر در گنبد علویان همدان
کشمیر صوفی ص ۸۵
متعلق صفحه ۹۰۲

(۳۵)



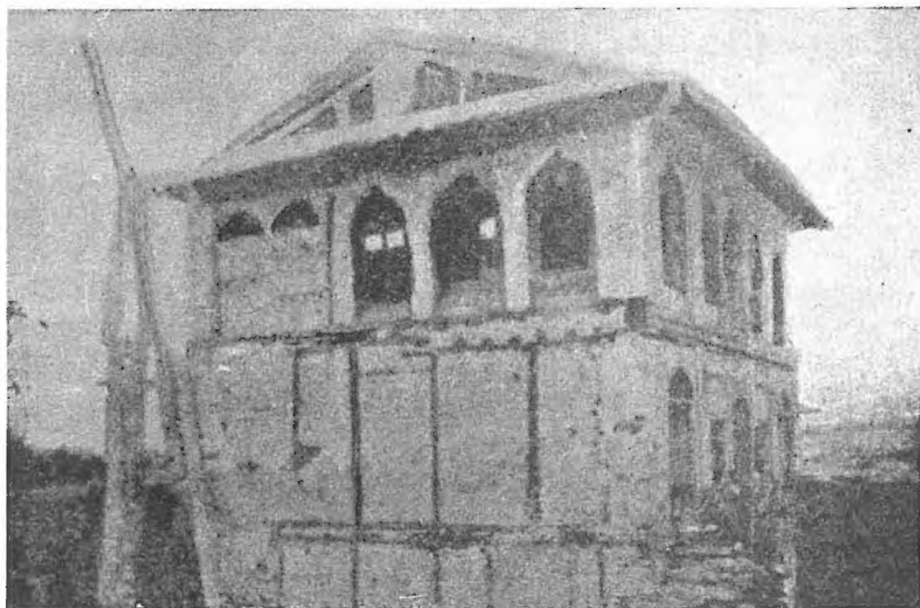
مبر مود ب حسی برّة ر.

(۳٦) متعلق صفحه ۹٦۸

کشمیر صوفی صہ ۳٦۴



قبر غنی
متعلق صفحه ۹۶۸
فارسی گویان کشمیر ص ۴۰



اوطاق منسوب به ملا طاهر غنی
در محله راجواری کدل سرینگر (۳۸)
متعلق صفحه ۹۹۰
کشمیر صوفی ص ۳٦۴

Copies	1000
First Impression	1968
Second Impression	1982
Price	Rs. 51/-

Published by Dr. M. Moizuddin, Director, Iqbal Academy, 116 McLeod Road, Lahore and Printed by Mohammad Zarreen Khan, at Zarreen Art Press, 61 Railway Road, Lahore

TADHKIRA SHU'RAI KASHMIR

SAYYID HUSSAMUDDIN RASHDI

Vol. II

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
116 McLEOD ROAD - LAHORE